OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY
Call No. ٨٩١٤٣٠٧
الهلال جلد ١
Name of Book
الهلال جلد ١ ١٩٢٧
of Author

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224013
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٥٤٣٠٥ Accession No. 1040

Author الهلال جلد

Title ١٩٢٤ جلد الهلال

This book should be returned on or before the date last marked below.

الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

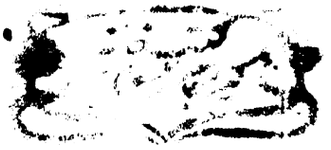

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هو انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) [illegible] خط و کتابت میں [illegible] خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع کو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو [illegible] اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت [illegible] بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جاتے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کا اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت [illegible] کا بار پڑیگا -

Checked 1965
CHECKED 1965
Checked 1965
Checked 1973

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہو چکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجیب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جا سکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یوروپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں۔ بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض برے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اس کی خدمتگزار ہو جاتی ہے۔ ہر راہ اسے منزلِ مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہرحال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تخت شاہی" کہتے ہیں۔ اس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی امیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہو جائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرجکر اسے بیدار کر دیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیامِ ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہو جائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نعش محفوظ رکھتا اور قوم کو اس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کر لیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو مگر ہے تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کر دینے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہو گئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہو جائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحلوں پر بھی رکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ راگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل ویرازو میں اتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا مقدونین تھا۔ رات کو ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک [illegible] میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو البانیہ قریب آگیا۔ [illegible] مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں [illegible] ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی [illegible] بالکل [illegible] کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں [illegible] جائیں۔ تمھارا کام تمام ہو جائے گا مگر قیامت [illegible] پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رکا۔ پھر خوبصورت خلیج [illegible] میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے [illegible] یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پایۂ تخت ہے۔

یہ شہر ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، ان پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اسی طریقہ پر مشغول جس پر صدیوں پہلے انکے آباء و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہو رہا ہے۔ کہیں [illegible] بنائے جا رہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنوان [illegible] ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ [illegible] موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا [illegible] بڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان [illegible] ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہو کر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجکی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتیٰ کہ منہ بھی چھپائے ہوئے صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

سیر فی الارض

Checked 1965

أولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہو چکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجیب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جا سکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یوروپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں۔ بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض برے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اس کی خدمتگزار ہو جاتی ہے۔ ہر راہ اسے منزلِ مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہرحال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تخت شاہی" کہتے ہیں۔ اس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی امیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہو جائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرجکر اسے بیدار کر دیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیام ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہو جائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نعش محفوظ رکھتا اور قوم کو اس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کر لیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو مگر ہے تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کر دینے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہو گئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہو جائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحلوں پر بھی رکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ راگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل ویرازو میں اتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا مقدونین تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک [illegible] میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو، البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں [illegible] ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی [illegible] بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں [illegible] تمھارا سینہ توڑ [illegible] جائیں۔ تمھارا کام تمام ہو جائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے [illegible] میں رکا۔ پھر خوبصورت خلیج [illegible] میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پائے تخت ہے۔

یہ شہر، ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، ان پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اسی طریقہ پر مشغول جس پر صدیوں پہلے انکے آباء و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہو رہا ہے۔ کہیں کتابنے کے ظروف بنائے جا رہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ [illegible] رگڑ رہے ہیں [illegible] موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا [illegible] پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان [illegible] جا سکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہو کر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجکی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتیٰ کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اُتارنا چاہی۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُنھوں نے مجھے گھونسے دکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کر دیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ پوری آبادی معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آئی۔ امراء، سکوں و وقار سے چلتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا پادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں۔ اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ملک مسلح ہے۔ ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف امن امان قائم ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ میں ٹیرانا میں دو ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں۔ چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی۔ مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے [illegible] قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے۔ ایک اجنبی کے لئے [illegible] میں خرید و فروخت بہت مشکل ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، [illegible]، اور نکل کے سکے چلتے ہیں۔ آدمی جب تک ان تمام سکوں سے واقف نہ ہو جو بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کر سکتا۔ مگر تم [illegible] کھٹکے بازار میں جا سکتے ہو۔ جو چاہو خریدو۔ دکاندار جو سکے بھی [illegible] لے گئے لے لو۔ ناممکن ہے تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے۔ ایک [illegible] میں نے بوٹ خریدے دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی [illegible] امریکن، اور صربی (سروین) سکے ملے جلے [illegible] بغیر گنے جیب میں رکھ لی اور روانہ ہو گیا۔ ابھی [illegible] ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی مڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑے چلے آ رہے ہیں [illegible] ہاتھ ہلاتے ہیں۔ میں رک گیا۔ کیا دیکھتا [illegible] ہانپ رہا ہے:

"[illegible] سے آنکھیں نیچی کر کے کہا "مجھ سے [illegible] بڑا ہی بیوقوف ہوں۔ بازار میں بیٹھنے [illegible] آپ کو کم رقم دی ہے۔ یہ لیجئے آپکے دام ہیں [illegible]

لیکن پُرامن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے۔ ٹیرانا اسوقت فوج سے لبریز ہے۔ شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پُر ہیں حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دی گئی ہیں۔

مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟ "یوگوسلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے" یہ جواب دیا جاتا ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے۔ پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہے۔ ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پرائمو ڈیریوا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈیکٹیٹر ہے۔ مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں۔ وہ البانیہ کا نپولین بننا چاہتا ہے۔ تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے۔ وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اُٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے۔ تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے۔ روز اُسکی [illegible]

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستایش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی، اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔ اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزاء خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں ادھر اُدھر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بیچین ہوئے حضرت عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اجازت دی" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار گھمائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: "کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینے میں توڑوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہے گا، تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اُسوقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی۔ اور ایک مرتبہ نہیں، ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینب کی بیچینی اور آپکا توصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حُوَی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اف لک من خلیل ؛ کم لک بالاشراق والاصیل!

اے زمانہ! تیرا بُرا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں

من صاحب او طالب قتیل ؛ والدہر لا یقنع بالبدیل!

کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ کسی سے عوض قبول نہیں کرتا۔

وانما الامر الی الجلیل ؛ وکل حی سالک السبیل!

اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دُہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے، وہ بے قابو ہو گئیں، بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا۔ "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آ جائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

(گائڈ بک)

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں،

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی

جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر

ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

THE DUNLOP GUIDE TO GREAT BRITAIN

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے کئی شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کرسکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم
" جلد پنجم
قیمت فی جلد ۱۰- روپیہ

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۸ روپیہ (بغیر محصول)

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی

شکایت ہے، تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے

سے قریب دوافروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کا رخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو

آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے۔

"کیونکر اس حالت پر صبر کیا جا سکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟" آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اسپر ان کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے، اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہیں ہر حال میں صبر، ثبات اور توکل در رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (یعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے حضرت حسین بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "لا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین۔ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب"[1] دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی، ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں اُن کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

عشر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے منع کیا "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمھارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو؛ تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمھارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تأثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبداللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اسپر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپنے از سر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کر لو کیا تمھارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمھارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اُس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سید اشباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر لے سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھ اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پک گئے، زمین سرسبز ہو گئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آئیے" اسپر اُن لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ، تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کریں گے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو اُن سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں، واللہ! میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اُسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اُسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑ دینگے، تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اُسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسین اور اُن کے ساتھیوں کو قتل نہ کر لیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کر دیں" یہ اُن کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اُسے قتل نہ کرو۔ اُسے اور اُس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حُر بن یزید کی موافقت

عُدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حُر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ، شانوں سے اُڑ جائیں گے" حُر نے کہا "کیا اُن تین شرطوں

---

[1] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل اُن کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ اُن کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔ خدا مومنین کو اسی حالت میں چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو آپ نے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں "میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں" یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسین میں پہنچ گیا!

حضرت حسین کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسول اللہ! میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اُسنے کہا "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا "اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے۔ تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کرسکتا"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا "گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد یزید ابن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارز طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہم دگر پیکار کرتے لیکن حسین سے حبیب بن مظاہر اور بُریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسین نے انھیں منع کیا۔ عبید اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھکر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہے" اور اجازت دی۔ عبید اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کرڈالے اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسین یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کردئے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کرلئے۔ نیزوں کے مُنہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کرڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسین کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان تو کن سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسین دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! منھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کرڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر برمعلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر اشجع من ذی لبد هزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خونخوار شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلا دئے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کردئے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے حسینی فوج کے صرف ۴۔۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی نہ بنا سکی رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسین نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے" اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئے۔ مگر کب تک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزر چکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کرڈالا۔ (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا "دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُسوقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے" یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں" مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اقتل حتی اقتلا ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھالی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کروں، اور مروں گا تو اسی حالمیں مروں گا کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربھم بالسیف ضربا مقصلا لانا کلا عنھم ولا مھللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا، نہ بھاگوں گا نہ ڈروں گا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چُور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپنے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین اذود بہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے انھیں حسینؓ سے دور کردونگا صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر ٹوٹے اور حضرت حسینؓ کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہیت ہا یا ہندیا فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھ، خدا نے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا

وحسنًا والمرتضیٰ علیًا وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسنؓ سے اور علی مرتضیٰ سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہؓ سے!

پھر دشمن کی طرف ٹوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہو چنانچہ انھوں طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہو جائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے

لنضربن معشر الفجار بکل عضب صارم بتار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار بالسمر فی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے انھیں دیکھا تو فرمانے لگے "میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ والد مجھے یقین ہوا ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی" انھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور آواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بدر نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہو جاؤ! اے قوم! حسینؓ کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبرؓ کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی نحن ورب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قریبی زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کریگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسینؓ نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا لائے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لاکر رکھ دی۔ (ایضًا)

ایک جوان رعنا

ان کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اُس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح پھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمر بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسینؓ جھپٹے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھایا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسینؓ لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت ہو جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبرؓ کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُسوقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذاں دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چلو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے!" (یعقوبی و ابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہوگئے۔ ان میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبداللہ بن عقیل (۴) عبدالرحمن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبداللہ بن جعفر (۷) عون بن عبداللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبداللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبداللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبداللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

ان کے بعد باب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن للچا کر کے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر ڈالے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسینؓ نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذرا سی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اکھاڑ دیئے۔ عبداللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُسوقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھکر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں آپکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسینؓ سے بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر کیا ابوعبداللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیزہ بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا برا ہو! کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے پھر نرغہ ہوا آپ نے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو اُبھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اُترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر، تن سے جدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُسپر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضت وذہبا — انا قتلت الملک المحجبا

مجھے چاندی سونے سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!

قتلت خیر الناس اما وابا — وخیرہم اذ ینسبون نسبا

میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "واللہ تو مجنون ہے!" پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اُتار لئے پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالو گے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیمار آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزاء خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا"

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

ویکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرۃ کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریمس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

***

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے، اُتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اُتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اُس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے چھپر ڈالکر رہتا ہے، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؟ محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑیوں سے باہر نکلتا ہے، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت و حرفت کا رخانے کھولتی ہے، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے، حکومت و امارت شان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن و راحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی و محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑیوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہے، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں!۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اُٹھاتا ہے، تو اچانک دنیا کی زبانوں کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اُن کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے "انصاف کا گھر" انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جسنے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بد اطوار بنجانے پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا پُر ہیبت جبہ پہنکر آتا ہے، اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہے؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگزرد نظیری خونیں کفن بحشر ٭ خلقے فغاں کنند کہ ایں دادخواہ کیست؟

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

حکم دیتا ہو کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہو۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہو، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہو، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کرسکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں!

پھر اگر بدبخت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہوجاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف"، اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھتا ہے، اور کہتا ہو اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہو انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہو اور خود ہی سزا بھی دیتا ہو۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہو۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہو!

***

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں کھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہو۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادیوں میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

***

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی بزرگی و درویشی کی شہرت ہو، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہو۔ پہلی شہرت نیکی کی ہو۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کرسکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہو۔ اُس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہوگئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی نئی چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہو"۔ اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہوگئے مگر نئے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کرسکا۔ بغداد والوں کی دل چال میں وہ "جرائم کا شیطان اور برائیوں کا عفریت" تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوقُ التجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہو۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آرہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مرگئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہونچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہو۔ یہ مدبرس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اسکا حال کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کم سن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر اور بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہوگئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُس پر کھل گئے گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہوکر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہوکر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا غرم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی؛ لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرۃ کس فیاضی سے بخشتی ہو، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہو!

***

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کرلیا گیا۔ اب یہ ایک کم سن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اس کا پنجا الگ کردیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سینکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہو، دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کردئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کرکے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنالیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کردی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچادیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا؛ اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُسپر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچکر نکلجاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے بہت رہجاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہو جرم کی ایک خبیث روح ہو۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہو مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

***

مگر ظاہر ہو، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ آخر وہ وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہوجائے۔ ایک موقعہ پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود بھیس بھاگنے کی تیاری کررہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کرلیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہو تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیا۔ وہ طیار ہوگیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کردے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرادے گا۔ عدالت نے منظور کرلیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے حکم سے زیادہ ساتھی اُس کی نشان دہی پر سولی کے گھاٹ اُتارے گئے! ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہو جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کردیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

***

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کررہا ہو۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہو کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلادی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جاسکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہو۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہو۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہو۔ اُنہیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہو!

***

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہو؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہو، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہو؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہو تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہو۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہوجاتا ہو۔ وہ گھنٹوں اسپر رائے زنی کرتا ہو اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہو جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہو؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہو اُس کے لئے کیسی مصیبت ہو؟ اس کے سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہو۔ سارا شہر امنڈ آتا ہو۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہو لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہوجائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہو، تماشائی خوش نظارہ میں مجنوں ہوکر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہو؟ اور جان مال کی کیسی ہولناک

بربادیوں کے بعد آگے اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو دیکھی جا سکتی ہے اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے اپنا ہم جنس ہی سے ایک بدبخت مخلوق محض کی تحقیر پر لگا دیا جائے، اگر اس تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان مشاق ہو سکتا ہے وہ دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اپنا دلکش نظارہ کہ کوئی شخص دوسرے کو ٹکٹکی ہوئی نظر دیکھتا رہتا ہے گھر اس کی بیوی [illegible] ہے۔ لوگ دکھوں پر ٹھٹھے لگاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو [illegible] غیر حیرت کر نکل جانا پاتے ہیں کہ یوں اس نے کہ اپنے ایک [illegible] کو ہنستی میں آ ٹھٹھے اور پھر ہنسی میں جھولتے دیکھنے کی لذت حاصل کر لیں۔ انسان کے بھائی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا۔ خود اس پر کیا گزرتی ہے؟ اور کیوں؟ اس موقع اور شرمناک ذلت کا سبق ہزاروں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا بھی اس غیر ہمدردی اور غیر مہذب پہلو کی طرف نہیں جاتا!

قسط چہارم

گزشتہ کا موضوع ۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ مہینہ کی آخری تاریخیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ بغداد کے پار کرخ کی تمام آبادی گہری خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک اس تاریکی میں ایک شخص کا سایہ نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لمبا چوڑا آدمی نہایت احتیاط اور آہستگی کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ وہ ایک گلی طے کر کے دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے آنے جانے کی مہلت ملی ہے۔ پھر اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے" وہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ "مگر کیا یہ ممکن ہے کہ جس طرف رخ کیا ہے وہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہو جائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طول طویل زندگی قید خانہ میں بسر کر کے اب کسی طرح نکل بھاگا ہے، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اس کا بے صبرا پن بیتاب کھا رہا ہے۔

اس نے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دور دور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دور چلکر اس نے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دور تک چلی گئی ہے اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر امراء کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اس نے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اس نے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اس نے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے اور وسط میں ایک نسبتہً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہو کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہو سکتی ہے، اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت ضرورت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف پڑے کا ایک ٹکڑہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہیں اور ان کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اس نے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے اور کچھ ٹٹول کر لینے کی مدد سے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اس کا ہاتھ کا ٹٹولنا [illegible] جواب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہے!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقع ملا تھا کہ اپنے دل و دماغ کی حقیقی آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اس نے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کر سکے۔ ایک مفلس کا اس کے سوا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہے۔ اس میں شک نہیں پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور روئی قسم کے کیوں نہ ہوں، مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھ تولنے کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہنر آہت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ ان کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چور کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون جہنمی ہے جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اس میں گدھوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا" اسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمائش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے؟ ایک تھان کے اٹھانے کے لئے کم سے کم دس گدھے ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اس نے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اٹھائے جا سکتے ہیں اٹھا لے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بیکار ہے۔ زیادہ لیتا ہے تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کش مکش میں گرفتار تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائے کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندھنے کے لئے سودمند نہ تھے۔ اس نے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت؛ اس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

* * *

اچانک وہ چونک اٹھا۔ اس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کرے، دروازہ کھلا، اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے اور اسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

* * *

اس شخص کی وضع و قطع سے اس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی عبا اس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسی لپیٹ کر جسم پر چست کر لیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی ابھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسم کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہو۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اس کے سامنے ہے خصوصاً اس کی بھنگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اسے جو کچھ سمجھ تھا، سمجھ چکا ہے۔ اس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دور کر دے سکتی ہے۔ اسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی ادا میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو، یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہے اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو پھر اسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہے۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسی

سخت محنت؛ افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی صعبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہو۔ یہ چمڑے کا تکیہ ہے میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا "بس ٹھیک ہو۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں میں تمھارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن ساباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن ساباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن ساباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر دو تھان کھولکر بچھا دئے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُسنے اہل اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اسمیں اُسکے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھری کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن ساباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمھارے چہرے کی زردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کرسکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پرشکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلاویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!۔

قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ لوٹا، اور باہر نکل گیا۔

***

اب ابن ساباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن ساباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اُس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں معاملات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آج تک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہجاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔ ..... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟ ....."

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفر اللہ میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان کے رہنے والوں سے خالی ہے اور یہ اطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ لے کر ایک حصہ کا حقدار بنجائے ....."

***

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا

"یہ لو، میں تمھارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا۔ ابن ساباط واقعی بھوکا تھا۔ پیالہ بلا تامل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اس کی طبیعت بحال کر دی تھی

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے موجب تمھارا کوئی حق نہیں، لیکن تمھاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کروں گا۔ لیکن دیکھو میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کیا ہوا ہے" اُسنے دو ٹوک آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تأثر نہیں تھا تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن ساباط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ زندگی چمک اٹھی۔ وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لوگے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اس پر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو .....

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمھارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھری تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال کے لئے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں بھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی طالب پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کرلو"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی ساتھی نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھری کے اُٹھانے میں سبقت کرتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابن ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے۔ ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے اُتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا۔ اگر آج یہ اتفاق نہ ملتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن ساباط نے اپنی گٹھری اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جس پہلے سے خم موجود تھا اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر بندی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے ٹہر کر تاکید تیز چلنے پر زور دیتا۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تیز چلنے میں کسی طرح کی کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر (جسکی تفصیل ابھی آگے آتی ہے) اس کی قوت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا۔ ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ آئی کہ قریب تھا گر پڑے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سُستانے کا نام نہیں لیا۔ گٹھری اپنے سر پر رکھے ہوئے برابر چلتا ہی رہا۔

لیکن ابن ساباط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تامل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر فحش کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر پر آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بھی بھاری، اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن ساباط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا: "کتے کے بیٹے! اگر تجھ سے بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لادکر لایا کیوں؟" اجنبی چپکا ہو کر اٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھری اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور سفر روانہ ہو گیا۔

***

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک نا تمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن ساباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچکر رک گیا

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان ایں دفتر پارینہ را
تازہ خوابی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رسالہ هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي- اس نے ملک کے سیاسي ' علمي ' ادبي ' اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے ' قریب هے کہ مستقبل هند کا مورخ ان پر بحث کریگا اور ان کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنیت طہور پذیر هوئي .

الہلال اگرچہ ایک هفتہ وار مصور رسالہ تها ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تها- اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تهے- اور اسکا هر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تهیں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں- اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ هیں- ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي هے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے پر تیار نهیں- پچهلے دنوں " البلاغ پریس " کا جب تمام اسباب نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جائے-

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں هم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو اطلاع دیتے هیں کہ اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي اب بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے-

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد " البلاغ " (جب دوسري مرتبہ الہلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب هے- قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے-

منیجر " البلاغ پریس "

1-965

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف انڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے۔

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم جزوں اور مباحث جمع کر دیتا ہے۔ ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے نام سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے۔

یا

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں۔

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لندن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے۔

اسکا معیار نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے۔

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی مواد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے کہ وہ ٹائمز لندن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے۔ لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher:

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم ہوں، تمام ہندوستان کی ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیداوار خریدیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لگا کر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں۔ اسی طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں۔ ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کارگاہوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں۔ پھر اس کے آگے حدود نہیں ہوسکتے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با فائدہ عامی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں۔ خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپ مقصد کیلئے ہم اس درجہ مفید ہیں ؟

تمام تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں۔

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ باکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں۔ تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے۔ مفصلہ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے۔

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے۔ اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں۔

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR: MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۷ | کلکتہ : جمعہ ۲۹ ۔ محرم ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اوردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ھی کہ ھم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ھندی اور ھندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابلہ کر رھی ھین ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیے یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیے کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجییے ۔ یاد رکھییے ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیے سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔

الھلال

ان تمام اصحاب کیلیی

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی ھین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ھے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار ' پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں ' پرانی تصویریں ' پرانے سکے اور نقوش ' پرانے زیور ' آرائش و تزئین کا ھر قسم کا سامان ' اور ھر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر ' اگر آپ کو مطلوب ھیں ' تو ھم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم ھماری نمایش گاھوں اور ذخائر کی فہرستیں ھی منگوا لیجیے - اھل علم اور اھل دولت ' دونوں کیلیے ھمارا ذخیرہ قیمتی ھے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ھے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر ' شام ' فلسطین ' ھندوستان ' ایران ' ترکستان ' چین ' وغیرہ ممالک میں ھمارے ایجنٹ ھمیشہ گردش کرتے رھتے ھیں -

با این ھمہ

قیمتیں تعجب انگیز عہد تک ارزاں ھیں !

براعظم یورپ ، امریکہ ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل ' کتب خانے ' اور عجائب خانے ' ھم سے نوادر حاصل کرتے رھتے ھیں - قاھرہ کے نئے ایوان شاھی کے نوادر ابھی حال میں ھم ھی نے فراھم کیے ھیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ھوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھی پہلے ھم ھی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن ھے کہ ھمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

شيخ خليل بكري

جو نپولين کے زمانه ميں نقيب السادات مصر تھے -



درج کيے جاتے تھے - يه دنيا ميں عربي زبان کا سب سے پهلا اخبار تها - اس کي تحرير سيد مذکور کے ذمه تهي - اس طرح واقعات و حوادث کي کتابت و تدوين کا انهيں ايسا مستند موقعه مل گيا جو دوسروں کو حاصل نه تها - سنه وفات ۱۲۳۰ ھ ھے -

(دو شامي مورخ)

ليکن مصر سے باهر دو مشرقي قلم آور بهي تھے جو اس عهد کے حوادث و سوانح ضبط کتابت ميں لا رهے تھے : نقولا ترک ' اور امير حيدر شهاب -

پهلا مصنف لبنان کے ايک مسيحي خاندان سے تعلق رکھتا تها جو قسطنطنيه سے آکر وهاں مقيم هوگيا تها - اس نے نپولين کي زندگي هي ميں نپولين کي تاريخ عربي زبان ميں لکھي تهي جس کا پهلا حصه مع فرانسيسي ترجمه کے سنه ۱۸۳۹ ع ميں پيرس سے شائع هوا - اس حصه ميں فرانسيسيوں کے مصر سے اخراج تک کے واقعات درج هيں - اس کتاب کي قدر و قيمت بهت بڑھ جاتي ھے جب خيال کيا جائے ' که يه مشرق کي سب سے پهلي کتاب ھے جو نپولين کے حالات ميں لکھي گئي ' اور اُس وقت لکھي گئي جب خود يورپ ميں بهي اس کي کوئي بڑي تاريخ نهيں لکھي گئي تهي - نپولين کے حملهٔ شام کے واقعات کا بڑا حصه مصنف کے چشم ديد واقعات ميں سے ھے - اس نے سنه ۱۲۴۴ - مطابق سنه ۱۸۲۸ - ميں انتقال کيا -

امير حيدر لبنان کے خاندان " شهاب " کا ايک صاحب علم و قلم امير تها - اُس نے کئي کتابيں شام و لبنان کي تاريخ ميں لکھي هيں جن ميں نپولين کے حملهٔ مصر و شام کے حوادث بهي آگئے هيں - ان ميں سے غرر الحسان اور نزهة الزمان خصوصيت کے ساتھه قابل ذکر هيں - امير موصوف کا سال وفات سنه ۱۲۵۱ - مطابق ۱۸۳۵ ع ھے -

(علماء مصر کي تصويريں)

فرانسيسيوں نے مصري ديوان کے تمام ارکان کي تصويريں کهينچ لي تهيں - اور بطور عجائب شرق کے اپنے ساتھه فرانس لے گئے تھے - جبرتي نے يه تصويريں ديکهي هيں ' اور ان کي صناعيوں پر تعجب ظاهر کيا ھے - مستشرق مارسل نے جسے نپولين عربي طباعت کے اهتمام کے ليے اپنے ساتھه لايا تها ' اپني کتاب " معلومات مصر " ميں يه تمام تصويريں درج کردي هيں - هم ان ميں سے شيخ شرقاوي ' شيخ بکري ' اور شيخ سليمان فيومي کي تصويريں اس تحرير کے ساتھه شائع کرديتے هيں - ان سے اُس عهد کے علماء و مشائخ مصر کي وضع و قطع اور شکل و شمائل نظروں کے سامنے آجائيگي - مصر و شام ميں تاريخ اسلام کے ازمنهٔ وسطيٰ سے ليکر بارهويں صدي تک ' معاشرتي زندگي تقريباً يکساں رهي ھے - اس ليے يه تصويريں اگرچه صرف ڈيڑھ سو برس پيشتر کي هيں ' ليکن اُن کي وضع و قطع سے تقريباً چار سو برس پيشتر تک کي وضع و قطع کا اندازه کر ليا جاسکتا ھے - ساتويں ' آٹھويں ' اور نويں صدي هجري کے علماء مصر شام ' مثلاً امام ذهبي ' امام مزي ابن دقيق العيد ' تقي الدين سبکي ' حافظ برزالي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' حافظ سخاوي ' جلال الدين سيوطي ' وغيرهم کا لباس اور وضع و قطع تقريباً ايسي هي هوگي ' جيسي شرقاوي اور فيومي کي ھے - شيخ بکري کي زندگي چونکه امراء کي سي زندگي تهي ' اس ليے وه سمور کا چغه پهنے هيں اور هاتھه ميں مصري شبقه يعني تمباکو کا پائپ ھے -

(عربي مورخين کي شهادت)

اب ديکهنا چاهيے که نپولين کے اظهار و عدم اظهار اسلام کے بارے ميں ان مورخين کي شهادت کيا ھے ؟ اس بارے ميں سب سے زياده معتبر شهادت انهي لوگوں کي هوسکتي ھے - ان ميں سے چند مورخ تو خود اُن لوگوں ميں سے هيں ' جن کے سامنے نپولين کے اظهارات هوئے هونگے - مثلاً شيخ مهدي شيخ الازهر ' اور شيخ شرقاوي رئيس الديوان - اور بعض ايسے هيں جو اپنے چشم ديد حالات قلمبند کر رهے هيں اور اس بارے ميں ذرا بهي خاص مورخانه تعصب نهيں رکھتے - مثلاً شيخ جبرتي اور سيد اسماعيل خشاب -

ان کي شهادت يه ھے که نپولين نے نه صرف اپنے تئيں اسلام کا دوست ظاهر کيا تها ' بلکه مسلمان هونے کا بهي دعوىٰ کيا تها - وه اسلامي لباس پهنکر علما و مشائخ سے ملتا ' مسجد ميں جاتا ' اور نماز جمعه ميں شريک هوتا - چنانچه اُس نے اپني تصوير بهي اس لباس ميں اُتروائي تهي جو آجتک موجود ھے ' اور جسے پروفيسر مارسل نے اپني کتاب ميں درج کيا ھے - مزيد تفصيل آئنده نمبر ميں مليگي -



شيخ سليمان [illegible]

جو اُس عهد کے مشاهير علماء مصر ميں سے تھے



پان یورپین تحریک اور امن عالم

ایک جرمن مدبر کی تجویز

اسوقت جبکہ جنیوا میں اسلحہ کی تخفیف و تحدید کے مسئلہ پر بحثیں ہو رہی ہیں، ایک نئی کتاب کے مضامین یقیناً دلچسپی کے ساتھہ پڑھے جائینگے جو حال میں شائع ہوی ہے، اور "پان یورپین تحریک" یعنی وحدۃ اقوام یورپ کی تحریک کے ایک جرمن داعی کاونٹ رچرڈ کودنہو کیلرگی Richard Caudenhove Kalergi کے قلم سے نکلی ہے -

اس کتاب میں مصنف نے پہلے امن عالم کی ضرورت پر بہت موثر پیرایہ میں نظر ڈالی ہے - پھر ثابت کیا ہے کہ اسکا تنہا ذریعہ یہی ہے کہ "یورپین طاقتوں کی روز افزوں ہتیار بندی موقوف کردی جاے" لیکن "ہتیار بندی" سے مقصود کیا ہے؟ صرف لوہے اور آگ کے ہتیار؟ مصنف اس سے انکار کرتا ہے - وہ کہتا ہے "صرف لوہے کے ہتیاروں سے نہتا کردینا کچھہ مفید نہ ہوگا - یورپ کو اُس کے سیاسی، اخلاقی، اور اقتصادی حربوں سے بھی نہتا کردینا چاہئے - اسکے بغیر ہتیار بندی کی مخالف تحریک بے فائدہ ہے - جبتک بغض و حسد کے چھالے قوموں کے دلوں میں موجود رہینگے، اُس وقت تک دنیا میں امن و امان قائم نہیں ہوسکتا"

اسکے بعد مصنف لکھتا ہے: "یورپ کی سلامتی کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں: مختلف قوموں کے مابین عدل قائم ہو جاے، اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے لیے سلطنتیں اپنی قوت استعمال کرنے پر متفق ہو جائیں"

اگے چلکر مصنف نے مختلف مغربی طاقتوں کی موجودہ جنگ جوبانہ حالت پر نظر ڈالی ہے:

"وارسلیز کے معاہدہ نے جرمنی کو تنہا کر دینے کا فیصلہ کردیا ہے - لیکن یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ جرمنی کو اُسکے مسلح پڑوسیوں کے درمیان تنہا کر کے چھوڑ دیا جاے؟ یورپ کے امن و امان کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام سلطنتیں ایک ساتھہ اور ایک ہی قسم کا قدم اٹھائیں - یا تو سب مسلح ہو جائیں، یا سب ہتیار رکھدیں - بعض کا ہتیار بند رہنا اور بعض کا ہتیار رکھدینا، امن کا نہیں جنگ کا موجب ہے"

"یورپین سواحل کی سلامتی کی سب سے زیادہ آسان اور عملی صورت یہ ہے کہ برطانیا اپنے جنگی بیڑے کے ذریعہ حفاظت کی ذمہ داری لے لے - اور دوسری سلطنت اپنی بحری قوت بڑھا کر جنگ کا ایک اور خطرہ پیدا کردے - اگر برطانیا اس پر راضی ہو جائے کہ اپنا جنگی بیڑا یورپ کی ضرورتوں کیلیے وقف کردیگی تو بلا شک دنیا کا امن و امان یقینی ہو جائیگا - لیکن برطانیا یہ اُسی وقت منظور کر سکتی ہے جب تمام دول یورپ طے کر لیں کہ اپنی مجموعی بحری قوت، برطانیا کی بحری قوت سے کم کر دینگی"

"ترکی کو مستثنی کر دینے کے بعد روس ہی ایک ایسی سلطنت ہے جسکی سرحدیں خشکی میں یورپ سے ملتی ہیں - روسی سرحدیں بہت وسیع ہیں اور بے شمار مشکلات کا سبب بنی ہوئی ہیں - روس کا اپنے تمام پڑوسیوں سے جھگڑا ہے - سب سے زیادہ اہم اُسکے سیاسی اور اجتماعی جھگڑے ہیں - پھر روس کی آبادی بھی بہت بڑی ہے - جنگی طیارہاں بھی عظیم ہیں - اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اُس کی اصلی غرض تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے - روسی مدبر حیرت انگیز مستعدی سے انقلاب کی تخم ریزی کررہے ہیں - جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ روس اپنے مقاصد کی اشاعت امن و آشتی سے کرنی چاہتا ہے، وہ سخت فریب خوردہ ہے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کی کامیابی کا ایک ہی ذریعہ سمجھتا ہے"

"روس سے مفاہمت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ یورپ اُس کی سرحدوں کا احترام کرے اور وہ یورپ کی سرحدوں کا"

"یورپ کو کسی حال میں بھی روس پر حملہ کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے - نہ اُس کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنی چاہیے"

"یورپ کی داخلی سلامتی اُس وقت تک نا ممکن ہے جبہ تک اُس کے موجودہ سیاسی نظام میں کامل تبدیلی نہ ہوجائے - یورپ کی حفاظت کے لیے کوئی نہ کوئی نظام ضرور مرتب ہونا چاہیے"

"یورپ سے اچانک ہتیار رکھا لینا نا ممکن ہے - اِس معاملہ میں پیش قدمی اُن سلطنتوں کو کرنی چاہیے جو اِس کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہیں - جب یہ سلطنتیں باہم ایک رائے پر متفق ہو جائیں گی، تو دوسری سلطنتیں بھی اُن کی پیروی پر مجبور ہو جائیں گی - جنگی قوت کے اعتبار سے یورپ کی تو سلطنتیں زیادہ اہم ہیں - اگر یہ آپس میں متحد الخیال ہو جائیں تو تمام دول یورپ کو سر جھکا دینا پڑیگا جن کی تعداد اِس وقت ۲۵ - ہے - مجلس اقوام یا دول عظمی میں سے کسی ایک کو اِس مقصد کے لیے کانفرنس بلانی چاہیے - کانفرنس میں حسب ذیل امور طے کرنے چاہئیں:

(۱) تمام دول یورپ پختہ عہد کر لیں کہ اُن میں سے کوئی کسی پر اعلان جنگ نہ کرے گی -

(۲) ہر باہمی نزاع مابین الاقوامی پنچائت کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کیا جائیگا -

(۳) غیر یورپین حملوں کے مقابلہ میں تمام یورپ متحد ہو جائیگا -

(۴) اگر اس معاہدہ پر دستخط کرنے والی ایک سلطنت، دوسری پر حملہ کرے گی، تو تمام دول مل کر اُسے سزا دیں گی -

(۵) غیر یورپین سلطنتوں سے دول یورپ نے جتنے معاہدے کر رکھے ہیں، سب منسوخ کر دیے جائیں"

ادبیات

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہے۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم و حکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہو چکی ہے جو حال ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح و سالم حنّہ برآمد ہوا ہے۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتب" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بھنوئی تھا، اور ۱۴۰۰ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہانِ مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہے کہ اس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا پینا رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اس کے کفن میں بطور تعویذوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کر دیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہو کر مُردے میں از سرِ نو روح پھونک دیتا ہے۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہے۔ اُن کا بھی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صرف موت اُسے جدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مذکورۂ بالا چیزیں قبر میں مہیا کر دی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مُردے سے باقی رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی اُس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہے۔

"آمی نوتب چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کر دئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اُس کی بنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبودِ اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اُسے منسوخ کر کے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہے "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا پس "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورۂ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہے وہ بادشاہ اور ملکہ کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی روز مرّہ کی زندگی کے مرقع ہیں۔ علماءِ مصریات کا خیال ہے کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اُس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اُسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے اشعار کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ درحقیقت معبودِ اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف و ستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر، انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس مصری شعر کے اندر موجودہ انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہے۔ ذیل میں اُس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہے تیرا ظہورِ افقِ آسمان میں!
اے رو پہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے، جنھیں تو ہی نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں، انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہے!
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دُور ہے، بہت دُور ہے!
مگر تو دُور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند ترا کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے!
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
منہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتی ہے!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
اُنکے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر اُنھیں خبر نہیں!
شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ نیگنا شروع کرتے ہیں!
کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟
کیا دنیا رعب سے سناٹے میں نہیں ہے؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محوِ خواب ہے!

دن اور انسان

یہ کیسی ہما ہمی ہے؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہے؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہو گئی!
تو نے کائنات روشن کر دی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پر مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب نہا دھو کر آئے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اُٹھ گئے۔
ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہوئے!

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے کھلکھلانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اُڑ گئیں
پر اُٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرند اُڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!

دن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اُڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر بچھ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے
رحمِ مادر میں پڑا سوتا ہے!
تیرا دستِ شفقت اُسپر دھرا ہے!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے!
تو اُس کا معصوم منہ کھول دیتا ہے!
تب وہ بولتا ہے!
پھر تو ہی اُس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہے!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اُس کے اندر بچہ!
یہ تیری ہی قدرت ہے!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی)۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!

پوری قوت سے چلاتا ہو،
خالق کی ستائش کرتا ہو!
اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہو!

دُنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے معبود!
تیری جیسی قوت کس میں ہو؟
تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کئے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اُڑنے والی!
تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اُس کی جگہ پر بسایا!
اُس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!
اُسے دولت دی،
اُسپر موت لکھی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جُدا جُدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،
اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہو!

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اُسے جاری کیا،
سب نے اُس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینھ برساتا ہو،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہو!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہو!
تیری شعاعیں اُسپر پڑتی ہیں!
سبزہ لہلہا اُٹھتا ہو!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہو!
تجھی سے کائنات باقی ہو!



بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو گیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہو) روایت کرتا ہو کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور اُن کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کر سکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر اُنکے قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھ زینب بنت فاطمہ (علیہما السلام) کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک و خون سے آلودہ ہو! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہو! ہوا اُن پر خاک ڈال رہی ہو!" راوی کہتا ہو دوست دشمن کوئی نہ تھا جو اُنکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔ (ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہو کہ حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اُسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اُٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہو کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار زار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہو گیا "خدا تیری آنکھوں کو رُلائے! والد اگر تو بڈھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہو۔ تم نے ذلت پسند کر لی۔ خدا اُنھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!" (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہو مگر صحیح یہی ہو کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہو جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اُن کی کنیزیں اُنھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہو؟" آنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر اُن کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اُس خدا کی ستائش چسنے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اُس خدا کے لئے جسنے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہو۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہو!" ابن زیاد نے کہا "تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "اُن کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اُس کے حضور سوال و جواب کرو گے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اُس کا غصہ دیکھکر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہو۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہیے"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ انھوں نے کہا: "والد تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہو تو ٹھنڈا ہو جائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہو! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہو!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہو کر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے اُن کا نام پوچھا۔ انھوں

لہ بعض روایتوں میں ہو کہ حضرت انس نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابلدید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

تاریخ راجگان ہند

موسوم بہ

وقائع راجستان

یہ کتاب نہیں بلکہ کشور ہندوستان کے لئے ایک آئینہ جہان نما ہے۔ اسمیں جملہ ہندو اقوام وملل خصوصاً سرزمین ہند کی سرمایۂ ناز بہادر قوم "راجپوت" اور اسکی مختلف شاخوں کا مفصل ومستند بیان ازابتدا تا انتہا موجود ہے۔ یہ ایک نگارخانہ ہے جسمیں اُن غیرقومکی صحیح جاگتی اور سچی تصویریں نظر آتی ہیں جو قدیم ہند میں ہیرونجات سے آئیں، اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کرکے اقطاع ملک پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں بحیثیت "ہندو" کہلانے لگیں یہ ایک مرقع ہے جسمیں مسلمانوں کی آمد، اُنکے اقبال وزوال کی کیفیت اور انکی سلطنت کے سقوط کا مفصل حال درج ہے۔ یہ ایک آئینہ ہے جسمیں رزم بزم جدال وقتال روایات ورسوم۔ تاریخی وجغرافیائی حالات وغیرہ وغیرہ تازمانۂ حال بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض یہ کہ یہ ضخیم کتاب ایک نادرالوجود اور بیش بہا البم ہے۔

کرنیل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں کی فاضل محقق مؤلف نے نہایت شرح وبسط اور دلائل قاطعہ سے اصلاح وتردید فرمائی۔ اس لئے نظر کتاب کا ماخذ ریاست عالیہ آلمپور کا بیش بہا کتبخانہ ہے اور دیگر ریاستوں کے کتبخانوں اور ان دستی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جو خزانوں میں محفوظ ہیں علماء وکلاء۔ مدرسین ومبلغین کے لئے یہ نادر کتاب معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو حالات تاریخی وجغرافیائی روایات ورسوم وعقائد وتوہمات اس میں درج ہیں وہ کسی ایک کتاب میں ہرگز نہیں مل سکتے۔

والیان ریاست تعلقداران، امراء ورؤساء کے کتبخانے بغیر اس بے نظیر کتاب کے ہرگز مکمل نہیں کہلاسکتے۔ فی زمانہ پرانی باتوں پر جو نیا رنگ چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے اسکی قلعی کھولنے کے لئے یہ کتاب ایک زبردست آلہ اور الزامی جواب بننے کے لئے ایک مہلک حربہ ہے۔ تقطیع بڑی صفحات ۶۳۰

قیمت صرف مبلغ سات روپیہ

آج ہی کارڈ لکھکر مینیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ سے منگائیے

دنیا کی بہترین پنسل

امریکن کارخانہ "شیفر"

کی

"لائف ٹائم" پنسل ہے

اسلئے کہ

(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔

(۲) اسکا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

(۳) آزمائش میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے

یاد رکھئے

آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصوت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے!" اسپر زین العابدین نے یہ آیت پڑہی "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ[1]" اسپر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنہی میں سے ہے" پھر اُسکے بعد ابن زیاد نے چاہا، انہیں بھی قتل کر ڈالے لیکن زینب بیقرار ہو کر چیخ اُٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مؤمن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسی کے ساتھ مار ڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو ان عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر ان سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے؟ واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جسنے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو فتحیاب کیا، امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا ...!" یہ سنکر عبد اللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہو گئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تو ہے نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر اُنھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہے؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں! حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حمایتیوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے اُنھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالہ کر دیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہمنے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر، باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہمنے اُن سب کا قلع قمع کر دیا۔ اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تر بتر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں، اُن کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گدوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سنا تو اُس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور درگذر کر جاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر۔ کامل تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تأثر

یزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑہا:

یفلقن ہاما من رجال اعزۃ علینا وہم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسوں کے سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ دراصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محضر بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محضر بن ثعلبہ چلایا "میں امیر المومنین کے پاس فاجر کمینیوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محضر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی اسپر خدا نے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑہی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور[1]" یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر[2]"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بلا کر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہو رہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا برا کرے! اگر تم سے اُس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہمپر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے پکار کر کہا "تو کمینہ ہے۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہے!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے۔ اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں" زینب

---

[1] خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہے۔ کوئی بھی بغیر اس کی اذن کے مر نہیں سکتا۔

[1] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ [2] جو مصیبت بھی آتی ہے خود تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کر دیتا ہے۔

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں

الہلال جلد سوم
الہلال جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) قیمت ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

اگر آپکو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہے، تو تامل نہ کیجئے
اپنے سے
قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے

نے کہا "ہرگز نہیں! خدا نے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لو" یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہو!" زینب نے بلا تامل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہو!" یزید چلایا "اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہو!" زینب بولیں "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہو۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہو۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہو!"

حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ گروہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے غضبناک آواز میں اُسے ڈانٹ بتائی "دور ہو، کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و اُمرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا "انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اس حال میں دیکھ کر کرتے" حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا "اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہو گئی۔ دو اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ ہند بنت عبداللہ یزید کی بیوی نے منھ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا "امیر المومنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہو؟" یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی۔ قتل کر ڈالا۔ خدا اُسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی!"

اس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہو؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہو۔ انھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہو۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ صحیح ہو۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے نانا، میرے نانا سے افضل تھے تو تم خدا کی کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے۔ قل اللھم مالک الملک، تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر انک علی کل شیٔ قدیر" (ایضاً)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو لے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسین نے اُس سے کہا "اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہو گئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی" یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہو، اُس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا" چنانچہ جتنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اُس سے دوگنا چوگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کم سن بچے عمرو کو بھی بلوایا اور سہنی سے کہنے لگا "تو اس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہو!"

یزید کی "زود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُن کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے اُن کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کر ڈالا۔ اُن کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے منحوس بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! والد اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں اُن کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو، مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا"۔ بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکرا انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اُسے بھیجکر اور کہا "یہ ہمارا نیکی کا بدلہ ہو۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہو کہ تمھیں دیں" اُس شخص نے زیور واپس کر دئیے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے بقیں اڑاتی شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟

کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو،

بعترتی وباہلی بعد مفتقدی منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ اُن میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد فلم ارھا کھدھا یوم حلت

میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا مگر وہ کبھی ویسے نہ تھے جیسے اُس دن جب ان کی حرمت توڑی گئی!

فلا یبعد اللہ الدیار واھلھا وان اصبحت من اھلھا قد تخلت

خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!

وان قتیلا الطف من آل ھاشم اذل رقاب المسلمین فذلت!

کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر دیں!

وکانوا رجاء ثم صاروا رزیۃ فقد غلت تلک الرزایا وجلت!

ان مقتولوں سے دنیا کی اُمیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کتنی سخت ہو!

الم تران الارض اضحت مریضۃ لفقد حسین والبلاد قشعرت

کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہو اور دنیا کانپ رہی ہو؟

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ وابکھا ناحت علیہ وصلت

آسمان بھی اُس کی جدائی پر روتا ہو۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیجتے ہیں!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہو؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہو؟

۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہو۔ قیمت ۱۲ ار

منیجر الہلال کلکتہ

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

امریکہ میں تمدنی اور صنائی ترقی کے افراط کا ردِ فعل۔ امریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی لسانی مسرتیں ناپید ہو گئی ہیں!

امریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہے، تجارت، صنعت و حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہے کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہے کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہو جائے تو دنیوی زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر کیا امریکہ میں ..... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا امریکن مسرتِ حیات کی جستجو سے فارغ ہو گئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تأمل کے جواب دینا ہے کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہے۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہے۔ قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہو جاتا ہے۔ عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہے!

امریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے "امریکن عورت کی دماغی سیرۃ پر نظر ڈالنی چاہئے۔

چند دن ہوئے مڈل وسٹ میں ایک کمیٹی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنھوں نے تیس سال سے ۴۵ سال کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہے اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۹۳ صفحوں میں شائع کی ہے۔ تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ "امریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہے!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسبِ ذیل ہے:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہے کہ امریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہے تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہے وہ اچھی طرح اُن علمی و صنائی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہے جن سے اُسے اپنا گھر چلانا ہے امریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہو گئی ہیں۔ بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے۔ تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن میں ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہے دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے۔ گھر میں روز کے مشکل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں۔ لیکن ان کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہے۔ مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ عورت جلد ان سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔

وہ سوچتی ہے "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہے اخبار پڑھنے لگتی ہے، پھر رسالے دیکھتی ہے۔ پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہے۔ مگر کب تک؟ تھک جاتی ہے۔ اب سوچتی ہے "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا۔ جماہیاں لینی ہے۔ اونگھنے لگتی ہے۔ سو جاتی ہے۔ مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آ موجود ہوتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہے "میری شادی تو ہو گئی، مگر میری مسرت کہاں ہے؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے۔ شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہے؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہے! عورت سوچتی ہے "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت تھی؟" ممکن ہے کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہے؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہے۔ اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہے۔ ہفتے کے دن تجارت میں منہمک رہتا ہے۔ گھر میں آ حاضر رہے۔ مگر اس قدر تھکا، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ، کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاطفت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہے، دماغ دفتر میں۔ بایں بیوی سے کرتا ہے، خیال حساب میں ہوتا ہے۔ بیوی ضبط کرتی ہے اور ضبط کرتی ہے۔ بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہے۔ لو اتوار بھی آگیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا، آج اتوار ہے، وہ میدان میں گلف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہے۔ ہفتہ کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہے۔ آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہے!" مگر اس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر" "تجارت" اور سخت کی جنگی میں پڑ کر پس گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہے۔ مگر بالکل عبث۔ گھر میں تسلی نہیں ملی۔ دوسری جگہ کب مل سکتی ہے؟

علم حقائق اشیاء

امریکہ کی سب سے زیادہ قابل فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ مردانہ یونیورسٹیاں ہیں۔ لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں ملتی ہیں۔ یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہے۔ وہ کیا سیکھتی ہے؟ اعلیٰ دقیق علوم: فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ جو اُسکی جسمی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے۔ ایک دن میں نے ایک خوبصورت دوشیزہ سے سوال کیا "تم یہ علوم کیوں پڑھتی ہو؟" اُس نے فوراً جواب دیا "حقائق اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" لیکن اب "حقائق اشیاء" کا قیمتی علم بلائے جان ہو گیا ہے!

امریکہ کے تمام جواں مرد اور عورتیں اسی حقائق اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ، محل بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، محنت خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں۔ علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو! یہی سبب ہے کہ امریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ امریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہے، جس میں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو۔ امریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہے۔ ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اُٹھا "اُف، ناقابل تصور سنگ دلی ہے!"

زندگی کے قدرتی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سرتاپا صناعی اور آلاتی زندگی ہے جس میں امریکہ کا ہر فرد مبتلا ہو گیا ہے!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونی ورسٹوں کے کتب خانوں کی سیر کی۔ مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے لبریز، خالی ہیں۔ اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات وغیرہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ امریکن نوجوان زیادہ زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رقت جذبات اُن میں بہت کم ہو گئے ہیں۔ مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں۔ رقتِ قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارت فنی کا غلو

پھر امریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اور بھی ہے۔ وہ مردوں کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن ہی کی ہوتی ہے تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر اُس کی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جس میں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہے، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان باہم مختلف ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوع بحث نہیں پاتے۔ رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت عورت کو محسوس ہوتا ہے کہ اُسنے جو تعلیم یونیورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ بلکہ افسوس ہے ہاتھ گئی ہے۔ مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی!

قبل از وقت شادی

ان مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مضرت بھی پیدا کر دی ہے۔ نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں تدریج دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہے۔ یہ کچھ برا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں، اور اس نے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بہم پہنچاتی ہیں۔ مرد اور عورت دونوں علمی زندگی کی ازدواجی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں۔ گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورت حال سے جو پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، محتاج بیان نہیں۔ لیکن تعجب ہے امریکہ کے عقلاء اس کا سدباب نہیں کرتے بلکہ

اسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بورڈنگوں میں یہ مقولہ عام ہے "نوجوانوں کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں لکھیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرہ کی زندگی

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہے۔ بازاروں میں بڑے کی اکثر بڑی دوکانوں پر بھی جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی "یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دی جاتی ہے" جا بجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ پڑھو گے "یہاں علم تدبیر منزل (خانہ داری) پر لکچر مفت سنائے جاتے ہیں"، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ امریکن عورت بالکل بے کار نہیں رہتی وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہے، مگر برابر علمی دنیا ترقی کر رہی ہے۔ لیکن دراصل اسی ترقی نے اُسے مسرت سے محروم بھی کر رکھا ہے:

امریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب عموماً عورتوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں مردوں کو خرید فروخت کی مہلت نہیں۔ مرد پیدا کرنا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اتنی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دس سال کے اندر مغرب سے منگانے والے دستانوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے!

زنانہ کلب

امریکہ کے زنانہ کلب، دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہے، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہے۔ عام دستور یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہے اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہے۔ شام کو پھر موٹر میں بیٹھتی ہوئی شوہر کو دفتر سے لے آتی ہے۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ زنانہ کلب ہوٹل ویسٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی مجلسی اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا عیب بھی بہت بڑا ہے کہ عورت سے غور و فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں، اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ اُنھیں ہضم نہیں کر سکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دن بھر کلب کے گنبدوں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شیکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمون پر لکچر سنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں
(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر
(۳) موجودہ ادبیات اور خراق عادات
(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لکچر سنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا میں نے کیا سنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہو چکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہے۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن اُن عورتوں کا کیا حال ہو گا جن کی ساری زندگی انہی کلب گھروں اور اُن کے لکچروں میں گزرتی ہے؟

بچوں کی ماں

امریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لئے مفت مشورے مہیا کریں۔ ان میں ہمیشہ لکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماؤں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سوچیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ امریکہ میں جس طرح سب معاملات، اصول و قواعد کے ماتحت لکھے گئے ہیں، اُسی طرح انسانیت بھی علمی اصول پر "منطبق" کی جا رہی ہے۔ یہی حصہ سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور مرد و عورت کی جنسیت کی فطرتاً کا خاتمہ ہے!

دنیا میں امریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ اٹھ نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کسی علم یا ہنر میں ماہر ہوتی ہے۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہے۔ امریکن عورت انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منظم اور سلیقہ مند ہوتی ہے۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہے۔ ہندوستان کی طرح امریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں بچوں کے لئے علیحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوتا ہے اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہے۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہے۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہے جو کلب گھروں میں سنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہے!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرت سے خالی ہوتی ہے، کیونکہ، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزونی نے اُس پر اور دیگر اجتماعی مسرتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔ امریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب نالاں ہے! چونکہ ※

※ امریکی عورت خوش نہیں ہے اس کی وجوہ بتلا دی گئی ہیں کہ امریکی عورت کبھی خوش نہیں ہے وہ تمدن کی شدت سے مرعوب ہے اور اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کون سا مقصد ہے کہ موجودہ حالت کا آئندہ کو تدارک کیا جائے گا؟

بریدِ شرق

مکتوبِ انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دولت - ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات - وزیر خارجیہ کی تصریحات ترکی پارلیمنٹ - ترکی عورت اور حق انتخاب - برطانیہ کی سازش - ٹرکی اور افغانستان -

شورائے دولت

وہ مجلس شورائے دولت، کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کر لیا ہے۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانوندان نصرت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہو گا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

شہور ترکی ڈاکٹر حسن رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شایع کی ہے کہ اُنھوں نے آتشک کا علمی علاج دریافت کر لیا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کی دوا کا صرف ایک انجکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہے تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیر خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیر خارجیہ نے اس ہفتہ اخباری نمایندوں کے سامنے حسب ذیل تصریحیں کی ہیں:

"اس وقت ٹرکی کے تعلقات متمدن دنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اسوقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ دنیا کا امن امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم حکومتوں کے درمیان ہوا دے کر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہے۔

"بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم اُنھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور اسوقت بھی دوست ہے۔

"چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہے ہم اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ مصر سے ہمیں جو دلی تعلق ہے وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں"

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مدت ختم ہو گئی۔ اب نئے انتخابات کا وقت ہے۔ قانون کی رو سے اس مجلس کی عمر ماہ اپریل تک تھی۔ مگر اُسنے دو مہینے اور بڑھائے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ماہ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہو گا؟ تمام ملک کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہے۔ لہذا آیندہ مجلس میں ہیں تقریباً انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہیئے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حق انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہے۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہی

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ابھی یہ منزل دُور ہے۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہے کہ عورتوں کو حق انتخاب بالفعل نہیں دیا جا سکتا۔ جس یہ بتائی ہے کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہے۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کر دیا ہے کہ "برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہے کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ٹرکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ٹرکی کے لئے ایک مبارزت ہے۔ انگورہ کا سربرآوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یُوں اظہار خیال کرتا ہے:

"اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ٹرکی کی مخالفت پر بھی تُلا ہوا ہے۔ اگر اس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہے کہ ٹرکی کو دھمکا کر روس سے الگ کرے، تو ہم صاف لفظوں میں اسکی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانے گئے جب ٹرکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہو جایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھا دیا ہے کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہے جو ہمیں ہر مشکل سے بچا سکتی ہے۔ روس سے ہماری دوستی، زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہے۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہے۔ ہم روس سے ہرگز علحدہ نہیں ہو سکتے"

ٹرکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کر دیا ہے۔ وہ دیکھتا ہے روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہے، لہذا روسی افغانی دوستی ہندوستان کے لئے خطرناک ہے۔ اور چونکہ اس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہے اس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہیے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے طیار ہو جانا چاہیے۔

یہ ہے برطانیہ کا نقطۂ نظر، اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہے۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ٹرکی کے معاملہ میں ہو چکی ہے۔ افغانستان، روس سے علحدہ نہیں ہو سکتا۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہونچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہونچا رہا ہے۔

یہی باعث ہے کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے مدبر اسکوادر انگورہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود غازی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے بتائی گئی ہے۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملت" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہے۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں "افغانستان کی دلی آرزو ہے کہ ٹرکی سے اُسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں"



مقالات

مُحرّم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۲

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ حضرۃ عمر اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کر دیا تھا، اُس کا مقتضی یہی تھا کہ اس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بظاہر اس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آگئی، اور اُسپر سب کا اتفاق ہو گیا۔ آخر اس کی علت کیا ہے؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہے، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہے، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہے جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہو سکے اور اُنھوں بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہے، اور اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بُنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہے جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہے۔ چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہے، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اس لئے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہے۔ بیرونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہے، اور اس درجہ کی لکھی ہے کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جا سکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصاء کر کے لکھتا ہے "قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادث عظیمہ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں، ان سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوتی ہے۔ بابلی سنہ کی بُنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بُنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہو گئی تو حضرت سلیمان کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا، تو چونکہ اس سے یہودیوں کے اجتماع و توطن کا نیا دور شروع ہوتا تھا اس لئے اس کی یادآوری کے جذبہ نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کر لی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہے جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جسکی فتحمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دور شروع کر دیا تھا۔ مسیحی

سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے۔ یعنے اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پا گئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے، مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آج تک مستعمل ہے، بکرماجیتی سنہ ہے اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے، تو ایران کا سکہ سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرت عمرؓ کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہو چکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آں حضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علیؓ سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے یہ بات آپ کے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ مبدء تاریخ کے بارے میں جب معمول صحابہ نے مشورہ کیا تھا۔ مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اس پر متفق ہو گئے کہ واقعۂ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الھجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بنیاد ہے، اس لئے حضرت عمرؓ کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اسمیں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اسپر انشراح نہیں ہوتا تھا۔ متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلیل ہاتھ نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی، کہ فوراً حضرت عمرؓ کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اسپر متفق ہو گئے۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہو گئی۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ واقعۂ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جسنے حضرت علیؓ کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنۃ رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دُور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً در آئی، اور اس طرح تسلیم کر لی گئی، جیسے ایک مسلم اور طے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہؓ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح، دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابہ کرام کے لئے جو اسلام کے سانچے ہوئے دل اور اُس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور اس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیۂ تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی، اور پھر جمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی جیسا کہ خود انہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ھذہ الامۃ: ابرھا قلوبا، واعمقھا علما، واقلھا تکلفا، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ وکاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہیے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کر لی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ صریح اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُس وقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُسنے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن ان کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی؛ اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی طاقت و شوکت کی بنیاد اُس وقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُسی وقت کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلاشبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُنکے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

مصیبت یہ ہے کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارۂ محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہے، لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابہ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کر کے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہور، فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد اُن واقعات میں نہیں ہے جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہیے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ در اصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہے۔ ایک عہد مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہے۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا غار حرا کے اعتکاف سے ہوتی ہے اور تکمیل غار ثور کے انزوا پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دور، دوسرا دور تھا۔ کیونکہ اسی دور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سروسامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دور، دوسرا نہیں، پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہے کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہو گیا ہو، لیکن اُس کی روح پہلے ہی دور میں ڈھونڈھنی چاہیے!

پہلا دور عہد مکہ تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشو و نما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اصلیں بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشہ کے لئے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہے۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو گروہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا ہے؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہے۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہے، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دوروں سے گزرے۔ پہلا دور "استعداد داخلی" کا ہے۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہے کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہے کہ

اندر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، اُن میں سے ہر چیز موجود ہے، اور اُس کی موجودگی صرف اس لئے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈ ہے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے الاماں کر دے۔ سورج روز آسمان پر چمکتا ہے۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں تحرک و موجی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتاریں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہے۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی اپنے مقصد اور حکمت سے باہر نہیں۔ یہ، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت اور بیحد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۱۴ : ۳۴) اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخششیں شمار کرنی چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمھارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

تو تمھارا خزانہ اور بخششیں اور ربوبیتوں کا فیضان عام ہیں اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہے جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی اشیاء فائدہ اُٹھا سکتی اور اپنے حصہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آگئی ہے۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بمنزلۂ انفعال ہے۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جواب فیضان، حرکت میں نہیں آسکتا!

دہقان ایک بیج اُٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بارآور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دے۔ زمین مستعد ہے کہ اپنی آغوش اُس کے لئے وا کر دے؛ لیکن یہ تمام کارخانۂ بخشش سے وہ بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جبکہ خود اُسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار ہوگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور رکھ دے پھر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پھٹنے اور بڑھنے لگتی ہے۔ اُس وقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشوونما پاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف دوروں سے گزرتا ہے۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے، تو وہ وقت آجاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہے، اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُس وقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سر و قد کھڑا ہے، اور کارخانۂ فطرۃ کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھولجاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لئے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہے یہ دراصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، دراصل یہ وہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بہ تدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں پہلے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے جنھوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بن گئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ منظم و متناسب ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا، کہ شکل و ہیئت کی تمام باریکیاں اور خال و خط کی ساری دلاویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمھارے سامنے ہے: ثم انشاناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳ : ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو۔ اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لے گی، دوسرے دور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشوونما کے لئے داخل کا نشوونما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ یہ افراد و اشیاء کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ افراد کی طرح "جماعت" بھی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی تخلیق، نشوونما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہٖ وہی قوانین ہیں، جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشوونما کے لئے اپنی بخششوں کے بادل زمین پر پھیلا دیئے ہیں، ہر شئے زندگی دینے والی، ہر شے پرورش کرنے والی، اور ہر شئے وجود کو کمال تک لیجانے والی ہے، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "اُمت" کے ظہور و نشوونما کے لئے بھی ہر طرح کی بخششوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشائش فطرۃ اُس کے قدم اُٹھانے کی راہ تکتی ہے۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرۃ کا تمام سامان فیض صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قوی و مرزبوی ماحول کی بخشائشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے، جبکہ خود اُس کے اندر اکتساب انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے۔ دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت کوئی قوم، انسان کی کوئی ہیئت اجتماعیہ، کشمکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے، تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے۔ اُس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُس پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دارومدار اُن کے اندر ہی اندر نشوونما پانے اور اندر ہی اندر بچنے پر ہے، اسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دارومدار ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "تزکیۂ اخلاق و نفس" سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر ان میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشوونما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشوونما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہے۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جن ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کر لے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں اپنی رائے میں، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرۃ کی فضیلت کا معیار ہیں، اس طرح یکساں اور ایک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہے، سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہے اور سب کے

اندر ایک ہی رُوح بول رہی ہو!

یہ موقعہ نہیں ہو کہ اطناب سے کام لیا جائے، ورنہ ضرورت تھی کہ اُن اخلاق وخصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح وتفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن وسنت نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان وسبانی کیا کیا ہیں؟

بہرحال اشتاذ افراد کی طرح جماعات واقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعدادیں پنہاں ہوتی ہو۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج وثمرات ہیں۔

پہلا دَور داخلی استعداد کا دَور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دَور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دَور تھا۔ اور اس لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دَور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دَور بلاشبہ دُنیا کی ظاہر بین نگاہوں میں یہ دَور مصیبتوں کا دَور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن یہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو "جماعت" کے ذہن واخلاق کے لئے تعلیم وتربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس وارواح کا اصلی گاہ تھیں۔ بدر کی فتحمندی اسی کے اندر سبق لے رہی تھی۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمایشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس واخلاق کے تزکیہ وتربیت کا جو جہاد اس پہلے دَور میں ہو رہا تھا، اسے "جہاد کبیر" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدھم بہ جہادا کبیرا (۲۵:۵۳)

بالاتفاق سورۂ فرقان کی ہو۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر واستقامت اور عزم وثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دَور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کی دماغی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال سنہ آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام واقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرت کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا، لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا وتکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح واقبال کی بنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بنیاد کے نتائج وثمرات تھے۔ یہ تمام ... واقعات تکمیل کے سامنے آئے، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آگیا، تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا، کیونکہ انھیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور وعروج کا مبدء حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہو، اور اس لئے یہی واقعہ ہو جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہئے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہو جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی تھی۔ مدینہ کے ساتھ "فتح" کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہو۔ لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہو، اور اسی فتح سے میدان جنگ جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہو، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہو۔ اُسوقت دنیوی جاہ وجلال کا نام ونشان نہیں ہوتا سیف وسنان کی ہیبت وجبروت کا وہم وگمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سراسر غربت ادنی کی بے سروسامانیاں اور عہد مصائب ومحن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہو، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق واطاعت کی ایسی خودفروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے طیار ہو جاتی ہو جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش وخروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہو؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ہذا الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ ... یذکر لو یلقی حبیبا مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ ... فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما اتانا واستقرت بہ النوی ... وأصبح مسرورا بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم ... بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا ... ونفسا عند الوغی والتاسیا
لغادی الذی عادی من الناس کلہم ... جمیعا، وان کان الحبیب مصافیا
وعلم أن اللہ لا رب غیرہ ... وأن کتاب اللہ أصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح وتسخیر سے بڑھکر بھی اور کوئی فتح ہو سکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ دور ہجرۃ کے آلام ومحن میں اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کر دی!

یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہو، جس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ بے سروسامانی وغربت کے اس عمل ہی میں فتح ونصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا، وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم (۹:۴۰)

غار کے دو ساتھیوں میں سے جب ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم وریج نہ کرو یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہو، اور اُسکی مشیت وحکمت ہمارے لئے فتح ونصرت کی راہ باز کرنے والی ہو پھر ایسا ہوا کہ خدا نے اپنی تسکین وطمانیت اُس پر اُتار دی اور فتح ونصرت کے ایسے لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بین اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرتے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہو گئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ ۴

۴ یہ آیت سورۂ برأۃ کی ہو۔ سورۂ برأۃ کا اکثر حصہ اواخر سنہ ۹ھ میں نازل ہوا تھا جب اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل کی پہنچ چکی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کی بھی اگر حقیقی داعیہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی تھی تو بجا ہے۔

فہرست

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر ۳
مغرب کی تاریخ جدید کے رجال تاریخ والیٹر ۴

تاریخ وعبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام ۸

مطبوعات جدیدہ

پان ایرانین تحریک اور امن عالم ۱۲

ادبیات

تین ہزار برس پیشتر کی شاعری ۱۳

بصائر وحکم

انسانیت موت کے دروازہ پر / حسین بن علی علیہما السلام ۱۶

برید فرنگ

مکتوب آمریکہ ۱۹

برید شرق

مکتوب انگورہ ۲۰

مقالات

تذکار ہجرت نبوی ۲۱

تصاویر

والیٹر ۵
نپولین بونا پارٹ مصری لباس میں ۸
مراد بک مملوک 〃
شیخ عبداللہ شرقاوی 〃
شیخ سلیمان فیومی ۹
شیخ خلیل بکری نقیب السادات 〃

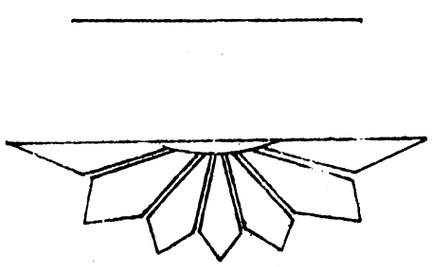

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الہلال هي وہ رسالہ هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي- اُس نے ملک کے سياسي ' علمي ' ادبي ' اور ديني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگيز اثرات ڈالے ' قريب هے کہ مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کريگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈهونڈهيگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنيت ظهور پذير هوئي-

الہلال اگرچہ ايک هفتہ وار مصور رسالہ تها ' ليکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانہ خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلیٰ طباعت و ترتيب کا پہلا نمونہ تهيں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويرکے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجہ سے بہت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں- اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترين مجموعہ هيں- اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے کہ سنہ ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيہ ميں خريد کيا- اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيہ ميں حيدرآباد سے خريدي هے- جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحدہ کرنے کيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوبارہ چهپوا ليا جاے-

چنانچہ الحمدللہ يہ کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعہ شايقين علم و ادب کو آخري موقعہ ديتے هيں کہ اِس قيمتي ذخيرہ کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکہ جلدوں کي ايک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيہ
" " " چہارم ۱۰ روپيہ " " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچہ اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعہ علم و ادب هے- قيمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوہ هے -

منيجر " البلاغ پريس "

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي رجحانات پر بھي ہوتے ہیں جنکي اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرني چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاہئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں باقاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہي آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. b. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ہیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

الهلال

البلاغ پريس كلكته

قيمت في پوچه پانچ آنه

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۸ | کلکتہ : جمعہ ٦ ۔ صفر ١٣٤٦ ہجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ھی کہ ھم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ھندی اور ہندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابلہ کر رھی ھی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیے یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیے کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیے ۔ یاد رکھیے ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیے سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الھلال

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۸ — کلکتہ : جمعہ ٦ ۔ صفر ١٣٤٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ھی کہ ھم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ھندی اور ہندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابلہ کر رھی ھی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیے یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیے کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیے ۔ یاد رکھیے ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیے سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔

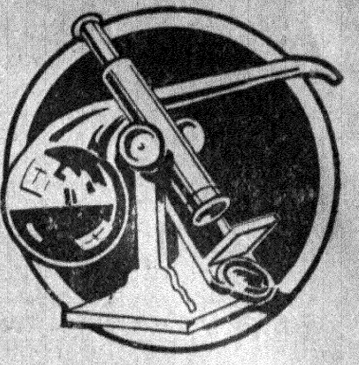

مذاکرہ علمیّہ

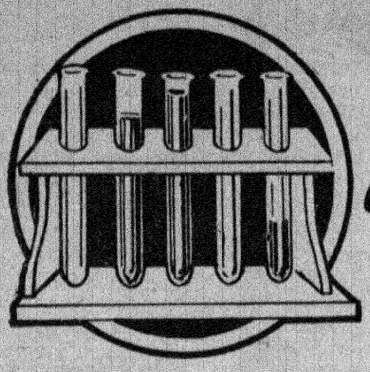

نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ہے ؟



انسان کا دماغ گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ ذہني حیوان ہے، جسکي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کي موجودہ شکل اور ہیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تھا - وہ انسان میں، جو سلسلۂ ارتقا کي آخري کڑي ہے، اور ترقي یافتہ جانوروں میں، جو ہئیت انساني سے بہت زیادہ قرب رکھتے ہیں، درمیاني برزخ تھا -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال ہے کہ بندر کي ترقي یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا، اس قسم کي مخلوق ہیں جلکي ظاہري ہیئت، جسماني بناوٹ، تشریحي نظام، اور اعضاء معنوي کے وظائف و خواص، انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے ہیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں ہے کہ اُسکے بعد ہي انسان کا وجود آجاے - ضروري ہے کہ درمیان میں کوئي ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رہي ہوں اور وہاں "جانور" کي سرحد ختم ہوئي ہو اور "انسان" کي حدود کا آغاز ہوا ہو - چونکہ علم الحیوانات کي موجودہ اور مدون معلومات میں کوئي ایسا مخلوق موجود نہیں ہے، اسلیے اُنھیں اِسکي جستجو ہوئي، اور اِسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعني گم شدہ حلقہ قرار پا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدي سے اس گم شدہ حلقہ کي جستجو میں ہیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کي تحقیقات کے سلسلہ میں بارہا اس طرح کي چیزیں دستیاب ہوئیں کہ خیال ہوا، گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا ہے، لیکن پھر مطالعۂ و تفحص سے اس خیال کي تصدیق نہو سکي -

لیکن سنہ ۱۹۲۰ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے ہو رہے ہیں، اور انھوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا ہے - اگرچہ اِن میں بھي کوئي چیز ایسي نہیں ہے جسے علمي وثوق کے ساتھہ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاہم علماء حیوانات و تشریح کا خیال ہے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفي بخش ہیں، اور بہت ممکن ہے کہ انکي بحث و فحص سے گم شدہ حلقہ کا مسئلہ حل ہو جاے -

حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یک جا کرکے اُن کي نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالي ہے - ہم اُس کا مختصر خلاصہ قارئین الہلال کي معلومات کے لیے درج کردیتے ہیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر رھائٹ ہے) لکھتا ہے :

"گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات ہوئے ہیں، وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتي سرمایہ ہیں - علم کي احتیاط کا مقتضیٰ یہي ہے کہ اظہار وثوق میں جلدي نہ کي جائے - لیکن اگر ایسا نہ ہوتا، تو یہ انکشافات اپني موجودہ حالت میں بھي اتنے واضح ہیں، کہ کہا جا سکتا تھا، گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا ہے -

اس وقت سب سے زیادہ قوي قرائن رکھنے والے آثار پانچ ہیں :

(۱) انسان هڈل برگ : یہ ایک کھوپڑي ہے جو جرمني کے مندرجۂ بالا مقام میں ملي تھي - تشریحي تحقیقات کے بعد ثابت ہوگیا ہے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کي کھوپڑي ہوسکتي ہے، نہ کسي جانور کي - یہ ضرور ایک تیسري اور درمیاني قسم ہے -

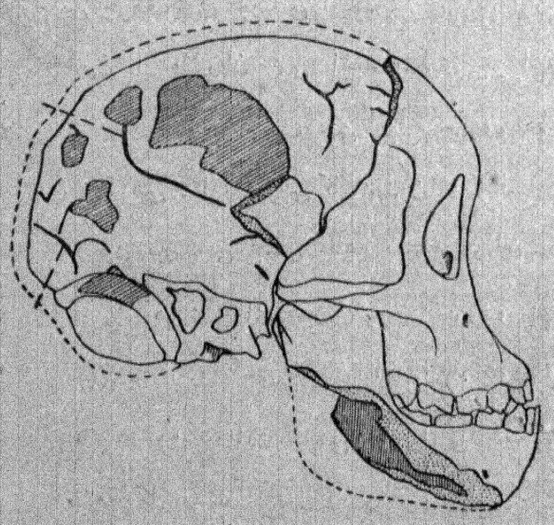

وہ کھوپڑي جو ٹرنگس میں ملي ہے، اور جسکي نسبت خیال کیا گیا ہے کہ گم شدہ حلقہ کي کھوپڑي ہے

(۲) روڈسیا کا انکشاف : سنہ ۱۹۲۱ ع میں ایک سیاح کو جنوبی افریقہ میں ایک کھوپڑی ملی - یہ بھی پہلی کھوپڑی کی طرح ایک تیسری تشریحی حالت رکھتی ہے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کی تحقیق میں یہ غالباً ابتدائی قسم کے وحشی انسان کی کھوپڑی ہے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کی ایک غار سے بھی ایک قیمتی کھوپڑی ملی ہے جسکی نسبت دو مختلف رائیں قائم کی گئی ہیں - ایک جماعت کا خیال ہے ' یہ گم شدہ حلقہ کی خبر دیتی ہے - دوسری جماعت کا خیال ہے ' یہ بندر ہی کی کوئی زیادہ ارتقی قسم ہے - وہ کہتے ہیں ' اس کھوپڑی میں پیشانی کا بیحد اُبھار اور رخسار کی ہڈیوں کی نوعیت ' گم شدہ حلقہ کی نوعیت سے مختلف ہے -

(۴) سب سے زیادہ قیمتی انکشاف " وحشی انسان " کا انکشاف ہے جسکے جسم کی ہڈیاں اور سر کی کھوپڑیاں بکثرت جمع ہو گئی ہیں - اسکا جسم اور چہرہ بالکل موجودہ انسانوں کا سا تھا - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تھے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر ہوتے ہیں - بعض قدیم سیاحوں نے اسٹریلیا ' امریکہ ' اور جزائر جنوب میں ایسے زندہ انسان دیکھے بھی ہیں -

(۵) آخری انکشاف پروفیسر ڈارٹ کا مشہور انکشاف ہے جو سنہ ۱۹۲۵ - میں ہوا - پروفیسر موصوف کو ٹاؤنگس میں ایک بالکل نئی قسم کی کھوپڑی ملی ہے جو پچاس قدم سے زیادہ زمین کے اندر مدفون تھی - یہ کھوپڑی تمام پچھلے آثار سے کہیں زیادہ گم شدہ حلقہ کا اذعان پیدا کرتی ہے - اسکے تمام حصے موجودہ انسان کی کھوپڑی جیسے ہیں - البتہ منھ کا نچلا حصہ بہت زیادہ باہر نکلا ہوا ہے ' اور یہ بات عام وظائف اعضاء میں طے پاچکی ہے کہ انسانی چہرے کا نچلا حصہ ابتدا میں ایسا ہی اُبھرا ہوا تھا - پھر جو تدریج گھٹتے گھٹتے موجودہ تناسب تک پہنچ گیا -

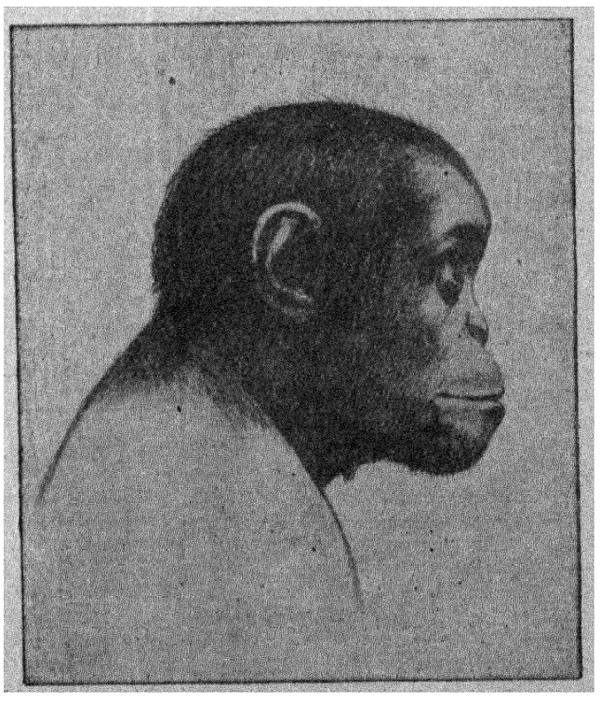

ٹونگس سے جو کھوپڑی ملی ہے ' زندگی میں وہ ایسا چہرہ رکھتی ہوگی ' جیسا اس تصویر میں دکھلایا گیا ہے -

ریڈیم

خزانۂ فطرۃ کا سب سے زیادہ کمیاب جوہر !

حال میں اخبارات نے یہ خبر شایع کی تھی کہ " ریڈیم کا بازار گرگیا ہے اور ایک اونس ریڈیم کی قیمت ۳۳٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر کی جگہ اچانک ۲۵٬۰۰٬۰۰۰ ڈالر ہوگئی ہے - اِس کمی کی وجہ یہ ہے کہ بلجیم کانگو (افریقہ) کے علاقہ " کاٹنگا " میں ریڈیم کی ایک بہت بڑی مقدار نظر آئی ہے - زیگوسلاویا کی تانبے کی بعض قدیم کانوں میں بھی ریڈیم پایا گیا ہے - اگر یہ تمام ریڈیم حاصل کر لیا گیا تو قیمت میں اور بھی کمی ہوجائے گی "

لیکن اِس خبر سے لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے - ممکن ہے کوئی خیال کر بیٹھے کہ جب ریڈیم کے بھاؤ میں اس طرح آثار چڑھاؤ ہو رہا ہے تو ہر دولت مند آدمی کیلیے اسکی زیادہ سے زیادہ مقدار خرید لینا ممکن ہے - مثلاً امریکہ کا ہنری فورڈ جیسا کروڑ پتی اگر چاہے ' تو بآسانی آدھ سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبائے ' اور بازار جاکر جب چاہے ریڈیم لے آئے -

لیکن یہ صحیح نہیں ہے - ہنری فورڈ کی تمام دولت بھی آدھ سیر ریڈیم خرید نہیں سکتی - امریکہ کے دوسرے قارون راکفلر اور مللو بھی اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس ' انگلستان ' بلکہ سارے عالم کی سلطنتیں بھی اپنے جملہ خزانے پیش کردیں ' جب بھی آدھ سیر ریڈیم حاصل نہیں کیا جاسکتا !

یہ عجیب بات ہے - مگر واقعہ ہے - کیوں ؟ اس لیے کہ گزشتہ اٹھائیس برس میں ' یعنی جب سے ریڈیم دریافت ہوا ہے ' دنیا اُس کی اِتنی مقدار حاصل ہی نہیں کر سکی ہے ' جسے ترازو میں آدھ سیر کے باٹ سے تول سکیں - اِس وقت تک وہ صرف آدھ پاؤ ہی مقدار میں حاصل ہو سکا ہے !

جن خوش نصیبوں کے قبضہ میں ریڈیم ہے ' یا جنھیں اُس کی ضرورت پڑتی ہے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وہ اُس کے ایک ایک ذرہ کی قدر کرتے اور زیادہ سے زیادہ قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں - ریڈیم کی خرید و فروخت اونس کے حساب سے نہیں ہوتی ' تَن کے حساب کا تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا - کیونکہ ریڈیم سونے سے بھی کہیں زیادہ قیمتی ہے - اُس کی قیمت سونے سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے - ریڈیم کی خرید و فروخت رتیوں کے حساب سے ہوتی ہے - اِس وقت تک ریڈیم کی سب سے بڑی مقدار جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئی ہے ' صرف دو گرام ہے - اور معلوم ہے کہ ایک گرام ' اونس کا تیسواں حصہ ہوتا ہے - یہ مقدار بھی فروخت نہیں ہوئی ہے بلکہ حکومت زیگوسلاویا نے انگلستان کو علمی تحقیقات کے لیے عاریتاً دیدی ہے -

اِس کی کوئی امید نہیں کہ کانگو میں ریڈیم کی کان اُس کی موجودہ مقدار میں غیر معمولی اضافہ کردے گی - خیال کیا جاتا ہے کہ اِس وقت اُس کی جتنی مقدار دنیا کے ہاتھ میں موجود ہے ' اُس سے صرف ۲۵ گنا زیادہ ریڈیم کانگو کی کان سے حاصل کیا جاسکتا ہے - لیکن اُس کا نکالنا بجائے خود ایک نہایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام ہے - اِس کان کی ہر ۵۰۰ تَن وزنی چٹان میں سے زیادہ سے زیادہ ایک گرام ریڈیم نکلے گا - وہ بھی خالص نہیں بلکہ "کلورل" اور دوسرے مواد سے ملا ہوا - اِن مواد سے اُسے علحدہ کرنے

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوي اجزاء درکار ہونگے - ۱،۰۰۰ ٹن پتھر کا کویلہ خرچ ہوگا - ۱۰،۰۰۰ ٹن مقطر پاني لگے گا - ایک مہینہ تک ۱۵۰ - مزدور کام کریں گے - پانچ ہفتے ماہرین کیمیا کي ایک بڑي جماعت کو صرف کرنا ہونگے - پھر اِس کے بعد مزید چار مہینے اُسے کار آمد بنانے میں لگیں گے - اِن تمام کوششوں، محنتوں، اور کثیر مصارف کے بعد شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ہو سکے - اگر کانگو کي پوري کان سے فایدہ اٹھایا جائے، تو بھي زیادہ سے زیادہ نصف اونس ریڈیم ملنے کي امید ہے - اِس کے معني یہ ہوے کہ اِس تمام درد سري کے بعد ریڈیم کي موجودہ مقدار میں یعني تقریباً دو چھٹانک میں صرف تیس گرام کا آور اضافہ ہو جائیگا !

(ریڈیم کي نوعیت)

آخر ریڈیم ہے کیا چیز جس کي جستجو میں سارا عالم سرگرداں ہورہا ہے، اور جس کي مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ہیں ؟

ماہر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا " ریڈیم اگرچہ لوہے، تانبے، توتیے کي طرح ایک دھات ہے، مگر سب دھاتوں سے زیادہ وزني ہے، حتیٰ کہ سیسے سے بھي زیادہ - سب دھاتوں سے زیادہ قیمتي ہے، حتیٰ کہ سونے چاندي بلکہ لعل اور الماس سے بھي زیادہ - ریڈیم، نیچر کے خزانے کا سب سے زیادہ بیش قیمت جواہر ہے - یہي وہ پارس ہے جس کے عشق میں قدیم فلاسفہ اور حکماء دیوانے ہو رہے تھے، اور سمجھتے تھے، اس کے ذریعہ ہر دھات سونا بن جا سکتي ہے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - اُسے بھي قصیدہ خواں پاؤگے - وہ کہے گا " یہي وہ اکسیر حیات ہے جس کي مدتوں سے تلاش تھي - یہ عنقریب دنیا کي جملہ بیماریوں کا تریاق بننے والا ہے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اٹھے گا " یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے جو دنیا نے دیکھي ہے - یہ اِسي کے خواص کي برکت ہے کہ ذراتي ترکیب (ایٹم) کا نظریہ قائم ہوسکا ہے جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیگا "

عالم طبقات الارض (جیالوجي) سے مخاطب ہو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم، آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کي اندروني حرارت کا بہترین مفسر ہے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہیے گا " ریڈیم، آفتاب اور ستاروں کے نور حرارت کا سر چشمہ اور اُن کي قوت کا راز ہے "

علم الحیاۃ (بیالوجي) کا ماہر تو یہانتک کہدیگا " شاید ریڈیم ہي زندگي کا اصلي منبع ہے "

علم ہندسہ کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کي کافي مقدار حاصل ہوجائے تو اِتني عظیم الشان قوت انسان کے قبضہ میں آجائے جس کا اسوقت تصور بھي مشکل ہے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ہو جائیں جنکے مقابلہ میں موجودہ آلات بالکل ہیچ ہیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کر سکینگے جن کا عشر عشیر بھي حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھي بالکل کایا پلٹ ہو جایگي - ابھي ریڈیم کي جتني قلیل مقدار موجود ہے، وہي بے شمار فوائد پہنچا رہي ہے - اُسکا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُس سے ایک ایسا روغن ایجاد ہوگیا ہے جو گھڑي کي سوئیاں، بحري اور ہوائي جہازوں کے آلات، اور برقي کنجیاں، اندھیري راتوں میں روشن رکھتا ہے - قیمتي جواہرات اُس سے طیار ہو جاتے ہیں - اگر کچھہ مدت کے لیے سفید (بے رنگ) یاقوت، ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے، تو ہمیشہ کے لیے زمرد بن جاتا ہے - نقلي اور مصنوعي نہیں - حقیقي، بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصہ کیا ہے؟ مختصر جواب یہ ہے کہ " شعاعي قوت " - شعاعي قوت کے کیا معني ہیں ؟ ٹھیک وہي جو اِن دو لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں - یعني شعاعوں کي شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتي ہے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا اکتشاف اِس طرح ہوا کہ سنہ ۱۸۹۵ ع میں مشہور فرنچ سائنس داں ہنري بکریل اپني علمي تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسي روشني کے تجربے کر رہا تھا - اچانک اُسنے دیکھا، ایک خاص عنصر " اور انیم " کے اجزاء فوٹو گرافي کي تختي پر تاریکي میں اثر ڈال رہے ہیں - حتیٰ کہ اگر سیاہ کاغذ سے چھپا دیا جاے، جب بھي اُنکا اثر پہنچ جاتا ہے - اِس پر اُسے بڑي حیرت ہوئي مگر ریڈیم کي طرف رہنمائي نہ ہوسکي - البتہ علمي دنیا نے یہ تسلیم کر لیا کہ اورانیم میں شعاعي قوت موجود ہے، اور اُس سے کام لیا جانے لگا - چنانچہ اُسوقت سے شیشہ اور چیني کے ظروف رنگنے میں اکسائڈ اورانیم برابر استعمال ہونے لگا ہے -

اِسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون میڈم کري نے اورانیم کے مخفي خواص کي پیرس میں تحقیقات شروع کي - اُسنے بہت جلد معلوم کر لیا کہ یہ شعاعي قوت والا مادہ، خود اورانیم نہیں ہے، بلکہ کوئي آور عنصر ہے اور اکسائڈ اورانیم سے ملا ہوا ہے - یہ دیکھکر اُسنے یہ مادہ تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اُسکي حیرت و مسرت بے حساب تھي - کیونکہ تحلیل کے بعد جو مادہ باقي رہگیا تھا، اُسکي شعاعي قوت برابر بڑھتي چلي جا رہي تھي - اِسکے بعد وہ الکٹرسکوپ کي مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کر لینے میں کامیاب ہوگئي - یہ عنصر اورانیم سے بھي ساٹھہ گنا زیادہ سخت تھا - فوراً اِس مادہ کے چند کیمیاوي خواص بھي دریافت ہوگئے - اُسنے بڑے فخر و مباہات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کر دیا، اور اپنے وطن کے نام پر اُسکا نام " پولونیم " رکھا - یہ " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کي طرف عملي قدم تھا - تین سال کي مزید تحقیقات کے بعد اِسي خاتون نے اعلان کیا کہ اکسایڈ اورانیم میں شعاعي قوت کا اصلي سر چشمہ اُسنے دریافت کر لیا ہے - اِسي سر چشمہ کا نام بالاخر " ریڈیم " پڑا - اور آہستہ آہستہ اُسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اِسکے بعد سر ارنسٹ آرتھر فورڈ نے دریافت کیا کہ ریڈیم کي شعاعین تین قسم کي ہیں - چنانچہ یوناني ابجد کے تین ابتدائي حرفوں پر اُنکے نام رکھے گئے - پہلي شعاع کا نام " الفا " دوسري کا " بیٹا " تیسري کا " گاما "

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ہوا کہ پہلي شعاع " الفا " مثبت کہربائي لہروں کا مجموعہ ہے - وہ اِس قدر تیز رفتار ہے کہ ہر سکنڈ میں ۲۰،۰۰۰ میل حرکت کرتي ہے - یعني توپ کے گولے سے بھي ۳۰،۰۰۰ مرتبہ زیادہ تیز رفتار ہے - لیکن یہ شعاع، نفوذ و سریان کي زیادہ قوت نہیں رکھتي - شیشے کي نہایت رقیق تختي حائل کر کے اُسے روک دیا جا سکتا ہے -

برخلاف اسکے شعاع " بیٹا " اس سے دس گنی زیادہ تیز ہے' یعنی ہر سکنڈ میں ۲'۰۰'۰۰۰ میل کی سرعت رکھتی ہے - گویا آفتاب کے نور کی طرح تیز رفتار ہے - تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ شعاع جلد میں نصف انچ تک گہری اتر جاتی ہے' اور شیشہ' المونیم' اور سیسے کی پتلی چادروں کو بھی توڑ کر ۱۲/۱- انچ گہرائی تک چلی جاتی ہے !

تیسری شعاع " کاما " شعاع ایکس (ایکس رز) سے بہت مشابہ ہے - فرق صرف یہ ہے کہ اسکی مثبت لہر X (ایکس) سے طول میں کم ہے - لیکن یہ شعاع نفوذ و سریان کی بہت بڑی قوت رکھتی ہے - سیسے کی بارہ انچ موٹی تختی کو بھی توڑ کر نکل جاتی ہے !

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تحقیق یہ ہے کہ " شعاع الفا " پھوٹنے کے بعد نامعلوم طریقہ پر اپنے اندر دو منفی کہربائی لہریں جمع کر لیتی ہے' اور یہ لہریں بالاخر ہیلیم (Helium) کے ذرے بن جاتی ہیں - اسکے معنی یہ ہوے کہ ریڈیم سے ہمیشہ ایک اور مادے کا فوارہ بھی چھوٹتا رہتا ہے - یہ مادہ ریڈیم سے مختلف ہے - اتنا مختلف' جتنا کوئی مادہ کسی دوسرے مادہ سے مختلف ہو سکتا ہے -

(سورج اور ریڈیم)

درحقیقت یہ عجیب بات ہے کہ خود ریڈیم کے اندر ہیلیم بالکل موجودہ نہیں ہے - تاہم کسی مخفی سبب سے اسکے ذرے ریڈیم سے برابر بہتے رہتے ہیں !

یہی بات دیکھکر علماء کا خیال اس سب سے زیادہ حیرت انگیز حقیقت کی طرف منتقل ہوا کہ کائنات کا قیام دراصل صرف کہرباء یا بجلی کی قوت پر ہے - اسی سے کائنات کے اس سب سے زیادہ مخفی اور عجیب راز کی تحقیقات کا دروازہ کھلا جسکا تصور بھی کبھی انسان نہیں کر سکتا تھا - یعنی آفتاب کی روشنی' حرارت' اور قوت کے سرچشمے کا انکشاف ہوا -

آفتاب میں ہیلیم کا وجود' زمین میں اسکے وجود کی تحقیق سے پہلے ہی معلوم کر لیا گیا تھا - اسپکٹرسکوپ کے ذریعہ پتہ چل گیا تھا کہ آفتاب کے ہالے میں ہیلیم کی بہت بڑی مقدار موجود ہے - وہ عظیم الشان ہالہ جو سورج کے گرد حلقہ بنائے قائم ہے اور خلا میں لاکھوں میل تک اپنی آتشیں زبانیں پھیلائے ہوے ہے !

ریڈیم کا طلسم یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آفتاب کے آتشی ہالے میں ہیلیم کا وجود کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خود آفتاب کے اندر بھی ریڈیم سے لبریز خزانے موجود ہیں ؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آفتاب کا تمام نور' حرارت' اور قوت' اسی ریڈیم کا کرشمہ ہو ؟

اگر ایک گرام ریڈیم سے اتنی حرارت پیدا ہوتی ہے کہ ۴/۳ گھنٹہ میں ایک گرام یخ کو پگھلا کر کھولا دیتی ہے' تو آفتاب میں ریڈیم کا خزانہ کتنی سخت حرارت پیدا کرتا ہوگا ؟

اس کا اندازہ کرنے کیلیے اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ آفتاب کا وزن :

۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ - ٹن ہے - یعنی زمین سے ۳'۳۲'۰۰۰ - گنا وزنی ہے - ظاہر ہے' اتنے بڑے کرہ میں کتنا بڑا خزانہ ریڈیم کا موجود ہوگا جو آفتاب کی اس محیر العقول روشنی' گرمی' اور قوت کا منبع ہے !

سائنس نے یہ بات دریافت کرلی ہے کہ آفتاب کی حرارت' اسکے احتراق (جلنے) کا نتیجہ نہیں ہے - یہی حال ریڈیم کا بھی ہے - اسکی حرارت' احتراق کی وجہ سے نہیں ہے - بلا شبہ کچھہ احتراق بھی ہوتا ہے مگر اس قدر کم' کہ نہ ہونے کے برابر ہے - پھر یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ریڈیم کی قوی النفوذ شعاع " کاما " سورج کی شعاعوں سے بہت مشابہ ہے - پس کیا یہ ممکن نہیں کہ آفتاب کی یہ شعاعیں جو ہم تک ۹'۳۰'۰۰'۰۰۰ میل مسافت طے کر کے منظم شکل میں پہنچتی ہیں' دراصل ریڈیم کی " کاما " شعاعیں ہی ہوں ؟ بہت ممکن ہے' کہ ایسا ہی ہو - دنیا بھر کے سائنس داں اس وقت اس اہم مسئلہ پر غور و بحث کر رہے ہیں -

ٹھیک اسی معقول اور علمی طریقہ پر زمین کے اندرونی گرم مادوں' مثلاً آتش فشاں لاوا اور کھولتے اور گرم معدنی چشموں وغیرہ کا اصلی سبب بھی ریڈیم ہی قرار دیا جا رہا ہے - تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے - ممکن ہے چند سال بعد اس باب میں عام کوئی قطعی رائے قائم کر سکے' اور وہ حقائق اچانک دنیا کے سامنے آجائیں' جو ابتک قدرت کے سربستہ راز سمجھے جاتے تھے -

پھر یہ بھی ایک عجیب بات ہے' جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا کہ ریڈیم اگرچہ مسلسل حرارت و قوت پیدا کرتا رہتا ہے' مگر خود اسکے جوہر میں کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوتی - اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک گرام ریڈیم سال بھر میں ۱۱'۶۰'۰۰۰ - وزن حرارت پیدا کرتا ہے - یہ حرارت تقریباً تیرہ سیر منجمد برف کو پگھلا کر کھولا دے سکتی ہے - مگر اس سے خود ریڈیم میں صرف ۲'۵۰۰/۱ - کی کمی لاحق ہوتی ہے جو بہ منزلۂ عدم ہے - تاہم کمی ضرور ہے' اور ایک بہت بڑی مدت کے بعد وہ اس بیش قیمت جوہر کو حقیر دھات کی شکل میں تبدیل کر دے سکتی ہے - علماء کا خیال ہے' ریڈیم اپنی خصوصیات سے محروم ہونے کے بعد سیسہ ہو جاتا ہے - لیکن اس تبدیلی کے لیے کم سے کم ۳'۴۶۰ - برس کا زمانہ گذرنا چاہیے - اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً جو ریڈیم زمین میں ۱۵۰۰ - برس قبل از مسیح سے موجود ہے' وہ ابتک ریڈیم ہی ہے - سیسہ نہیں ہوا ہے !

اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ریڈیم ایک بالکل مختلف مادے سے کیمیاوی طریق پر تبدیل ہوکر اپنی شکل میں آتا ہے - اس تبدیلی کا تصور قدیم حکماء کو بھی ہوگیا تھا - وہ اپنی عقل کے زور سے خیال کرتے تھے کہ تمام دھاتیں سونے کی شکل میں تبدیل کی جا سکتی ہیں اور ان دھاتوں سے اکسیر حیات طیار ہو سکتی ہے -

ریڈیم کی تکوین' علماء کی نظر میں نہایت ہی حیرت انگیز معما ہے - تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کا مورث اعلیٰ یا اصل اورانیم ہے - اس اورانیم میں تین بڑی تبدیلیاں ہوتی ہیں - علماء نے ان تبدیلیوں کے تین نام رکھے ہیں : اورانیم س ۱ - اورانیم س ۲ - اورانیم س ۳ - آخر الذکر تبدیلی کے بعد اورانیم' یورنیم ہو جاتا ہے' پھر یورنیم ترقی کرکے ریڈیم ہو جاتا ہے - ریڈیم میں تنزل ہوتا ہے تو وہ پہلے پرلونیم ہوتا ہے' پھر سیسہ بن جاتا ہے - اورانیم اور سیسہ کے مابین اصلی ذرے ۱۶ - ہیں - پوری تبدیلی کے لیے کم از کم ۶'۰۰'۰۰'۰۰۰ سال درکار ہوتے ہیں -

اگر ریڈیم بگڑ کر سیسہ ہو جاتا ہے تو یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شروع ہی سے زمین میں ریڈیم کی بہت بڑی کمیت موجود تھی ؟ اور کیا تمام موجودہ سیسا اصل میں ریڈیم ہی تھا ؟ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو' اگر ایسا ہی ہے تو پھر زمین شروع میں اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف ہوگی۔ شروع میں زمین ایک ننھا سا آتشیں کرہ تھی یا خود آفتاب کا ایک چھوٹا سا جزء -

عام طور پر علماء کا یہی خیال ہے کہ زمین اصل میں ایک آتشی کرہ تھی اور آفتاب یا کسی دوسرے عظیم کرہ سے کٹ کر جدا ہوئی ہے پہلے زندگی سے بالکل خالی تھی۔ پھر بتدریج سرد ہونے کے بعد زندگی کے تخم سے آباد ہوئی' اور ذی روح کا مسکن بن گئی - زندگی کے یہ تخم' ابتھر میں پڑے بہہ رہے تھے - اگر واقعہ یہی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے' کیا یہ ممکن نہیں کہ زندگی کے یہ تخم اصل میں ریڈیم ہی کے گیس ہوں ؟ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو - کیونکہ سائنس نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ شعاعی قوت کا زندگی کے حقیقی عناصر سے گہرا تعلق ہے - دلیل اسکی یہ ہے کہ بعض بیج ریڈیم کی شعاعوں کے زیر اثر آتے ہی فوراً کونپلیں پیدا کر دیتے ہیں' اور پھر غیر معمولی سرعت و قوت سے بڑھنے لگتے ہیں !

لیکن علماء کا پختہ خیال ہے کہ ریڈیم کی' اس کی اصلی اور بے میل شکل میں زیادہ کمیت' زمین کی سطح پر کبھی موجود نہ تھی - یہ اسلیے کہ اسکے کیمیاوی خواص اسے تقریباً نا ممکن ثابت کر رہے ہیں - وہ ہمیشہ دوسرے مواد سے مرکب ملتا ہے - خالص ریڈیم کا حصول بہت ہی مشکل ہے - اگر حاصل ہو بھی جاے تو اسکا اصلی حالت میں محفوظ رکھنا اور بھی مشکل ہوگا - کیونکہ وہ ہوا سے جلد متاثر ہو جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ ریڈیم کی عام تجارت اسکے مختلف نمکوں : برومائڈ' کلورائڈ' کاربونیٹ' سلفیٹ کی شکل میں ہوتی ہے -

(طبی فوائد)

روشنی کے روغنوں کے علاوہ ریڈیم سے طب میں بھی بڑے بڑے کام لیے جا رہے ہیں - طب میں اسکے استعمال کی طرف سب سے پہلے سنہ ١٩٠١ - میں پیئر کوری نامی طبیب کو رہنمائی ہوئی - یہ شخص ریڈیم کی دریافت کرنے والی میڈم کوری کا شوہر ہے لیکن ریڈیم کے علاج کا اصلی موجد ہنری ڈومینیسی ہے - سنہ ١٩٠٦ - میں اسنے دریافت کیا کہ اگر سیسہ کی تختی میں ریڈیم کی شعاعیں دو مرتبہ چھان لی جائیں' تو وہ جسم کے ان ریشوں کو زائل کر دیتی ہیں جو سرطانی مادوں سے آلودہ ہوتے ہیں - مگر تندرست ریشوں پر ان کا کوئی برا اثر نہیں پڑتا -

اس وقت سے ریڈیم مختلف امراض کے علاج میں استعمال ہونے لگا - مثلاً سرطان' طرح طرح کے ورم' نقرس' عصبی درد' عرق النساء' ریڑھ کا درد' ذیابیطس' خون کی کمی' ہیضہ' ٹیفوڈ وغیرہ - خیال کیا جاتا ہے کہ ریڈیم' ایکس ریز کے جلے ہوے زخم اچھے کر دیتا ہے - ٹیفوڈ' ہیضہ' اور بسہری کے جراثیم قتل کر ڈالتا ہے - معدے کو درست کرتا ہے - اشتہا پیدا کرتا ہے' اور ان تمام کیمیاوی تبدیلیوں میں مساعد ہوتا ہے جو انسانی جسم میں برابر جاری رہتی ہیں -

(ریڈیم کے مضر اثرات)

لیکن جہاں ریڈیم کے بے شمار فوائد ہیں' اسکی مضرتیں بھی ہیں - مدت تک ریڈیم کے زیر اثر رہنا سخت نقصان کا موجب ہوتا ہے - جو لوگ ریڈیم کے علاج میں مشغول رہتے ہیں' وہ اپنی حفاظت سیسے کی صدریاں پہنکر کرتے ہیں - تاہم انکی صحت کو آخر کار سخت نقصان پہنچتا ہے - ریڈیم کی شعاعیں براہ راست کوئی تکلیف نہیں پہنچاتیں - لیکن اہستہ آہستہ خون کے سفید اور سرخ ذرے بگاڑ دیتی ہیں - خون کا دباؤ ہلکا کر دیتی ہیں - اکثر خون میں کمی بھی پیدا ہو جاتی ہے - ناخون بد صورت اور انکے گرد کی کھال کھری اور موٹی ہو جاتی ہے - چہرہ اور ہاتھوں کی جلد میں بھی التہاب پیدا ہو جاتا ہے -

ریڈیم کی ابھی جتنی مقدار حاصل ہوئی ہے' وہ تمام مریضوں کے علاج کیلیے بالکل نا کافی ہے - تاہم اسے نہایت ہوشیاری سے استعمال کیا گیا ہے' اور ایسے طریقے ایجاد کیے گئے ہیں کہ اسکا نفع زیاد سے زیادہ عام ہو سکے - ریڈیم کی شعاعی قوت کا گیس چھوٹی چھوٹی نلیوں میں اس طرح بند کیا گیا ہے' کہ اس سے علاج میں کام لیا جا سکے - ہر نلی ١٨ - ٢٠ - روپیہ میں فروخت ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چار دن تک کام دیتی ہے - یہ نلی بیمار کے جسم میں اسی طرح داخل کر دی جاتی ہے' جس طرح انجکشن کی سوئی داخل کی جاتی ہے -

اس وقت کوئی شخص بھی پیشین گوئی نہیں کر سکتا کہ ریڈیم کے آئندہ فوائد آور کیا کیا دریافت ہونگے ؟ اور کن کن طریقوں پر اسے استعمال کیا جا سکے گا ؟ امید کی جاتی ہے کہ سائنس کوئی ایسا طریقہ ایجاد کر سکے' جس سے ریڈیم کے حصول میں آسانی ہو جاے' اور علماء طبقات الارض کا یہ نظریہ ایک دن صحیح ثابت ہو جاے کہ ہماری زمین کے شکم میں سراسر ریڈیم ہی بھرا پڑا ہے - اگر کبھی یہ نظریہ صحیح ثابت ہوگیا تو کون اندازہ کر سکتا ہے کہ انسان کو کتنی قوت' کتنی حرارت' اور کسقدر روشنی حاصل ہو جائیگی ؟

الہلال

کا

یہ ٨ - وان نمبر ہی

لیکن

اسوقت تک ضرورت باقی ہے کہ توسیع اشاعت کی طرف آپ کو توجہ دلائی جاے -

اس میں شک نہیں کہ اصحاب ذوق نے جس طرح الہلال کا استقبال کیا' شاید ہی اسکی کوئی دوسری نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ہے کہ پرچہ کی ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ہے' اور قیمت اسکے مقابلہ میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھانی چاہیے - یا اتنی وسیع اشاعت ہونی چاہیے کہ اس سے قیمت کی کمی کی تلافی ہوجاے -

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

" دنیا میں هر شخص کا ایک کام هوتا هے - میرا کام یهي هے که میں تلخ مگر مفید سچائي عوام پر ظاهر کردوں - جهانتک میري استطاعت میں تها ' میں نے انسانیت ' شرافت ' اور روا داري کي دعوت دي هے - اگر دنیا نے نهیں سنا ' تو یه میرا قصور نهیں هے - میں نے اپنے لیے ایک قاعده بنا لیا هے - میں عالمگیر سچائیوں کا ساتهه دونگا - میں کسي پر الزام نهیں لگاتا ' کسي کي تضحیک نهیں کرتا ' کسي معین شخص پر حمله نهیں کرتا - میرا حمله انسانوں پر هے - میں کسي خاص فعل کو برا نهیں کهتا - میں شر کو برا کهتا هوں " (روسو)

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

یه سلسله شروع کرتے هوے گذشته نمبر میں هم نے والٹیر کے مختصر حالات درج کیے تهے ' اور لکها تها که آینده نمبروں میں اسکے اجتماعي اصول و مبادیات پر ایک مقاله شائع کیا جائیگا - پهر اس پر نقد و تبصره کیا جائیگا - لیکن پهر همیں خیال هوا که اس ترتیب کي جگهه یه ترتیب بهتر هوگي که پهلے ان تینوں ارکان انقلاب کے مختصر حالات و افکار شائع کر دیے جائیں - پهر انکے اصول و مبادیات کا خلاصه دیدیا جاے - اس کے بعد به یک دفعه اُن پر نقد و تبصره کیا جاے - چنانچه آج روسو پر ایک مختصر تحریر شائع کي جاتي هے - یه غالباً دو نمبروں میں ختم هو جائیگي - اسکے بعد فرانسیسي انسایکلو پیڈیا اور اسکے مصنفین کے حالات و افکار پر نظر ڈالي جائیگي ' اور اسکي اشاعت کے بعد نقد و تبصره کا سلسله شروع هوگا - حال میں ایک نهایت قیمتي مجموعه روسو کے تمام مکاتبات کا بهي پیرس سے شائع هو رها هے - تین جلدیں گذشته سال شائع هو چکي تهیں - چوتهي جلد پچهلي ڈاک سے هندوستان پهنچي هے - یه مجموعه اسقدر دلچسپ اور گوناگوں معلومات سے لبریز هے که ضرورت هے ' کم از کم ایک در تحریریں روسو کے مکاتیب پر بهي لکهي جائیں - اگر یه لکهي جا سکیں تو یه بهي اسي سلسله کي ایک کڑي هو جائیگي -

انقلاب فرانس کے دماغي ارکان در اصل از منهٔ وسطی (میدل ایجز) کے کاتهلسائي اور شاهي استبداد کا رد فعل تهے - اسلیے ناگزیر تها که پچهلے افراط کے مقابله میں ایک نئي تفریط پیدا هو جاے - والٹیر ' روسو ' اور ڈیدرو ' ذهن و عقل کي اسي تفریط کي مخلوق هیں - انکي ذهني روح تعمیر سے نهیں بلکه تخریب کے هیجان سے پیدا هوئي - وه اثبات کے نهیں ' نفي کے داعظ تهے - مسیحي کلیسا کے جمود اور شاهي نظام کے استبداد نے " اثبات " اور " اعتقاد " کا جو غلو پیدا کردیا تها ' اس نے اس رد فعل میں " نفي " اور " شک " کا اغراق پیدا کردیا - یه بلا شبه اُس زمانے کي طبیعت کا قدرتي مقتضی تها - پچهلي " تعمیر " کي درستگي کیلیے ایک نئي " تخریب " کي ضرورت تهي - انهوں نے کاتهلسائي اور شاهي جمود کا بت توڑ دیا - لیکن جیسا که قاعده هے ' اس بت شکني میں وه خود بهي ایک نیا بت کده بنا گئے - اور اسکے لیے پهر دنیا کو ایک نئے بت شکن کا انتظار هے !

بهر حال انقلاب فرانس کے مبادیات پر یه جدید نقد و نظر ' اس سلسله کي اصلي چیز هوگي - یه میرے قلم سے نکلي هے ' اور میرے قید خانه کے مسودات میں سے هے - (ابوالکلام)

ایک مرتبه ایک مجلس میں انگریزي نام ادب کا غیر معمولي انسان اور انقلاب فرانس کا سب سے بهتر وقائع نگار ' کارلائل موجود تها - لوگ حکما کي خیالي نقشه آرائیوں پر بحث کر رهے تهے - ایک شخص نے کها " اجتماع و معاشرت کے انقلابات کے نقشے ایک خوش دل کن تخیل سے زیاده نهیں هیں " جونهي اس رائے زني کي بهنک کارلائل کے کانوں میں پڑي ' اُس نے مجمع کو مخاطب کرکے کها :

" حضرات کچهه عرصه گزرا ' اس دنیا میں ایک شخص تها - روسو - اس نے ایک کتاب لکهي تهي - جب یه کتاب شایع هوئي تو بهت سے آدمیوں نے اُس کي هنسي اڑائي - لیکن جب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع هوا ' تو اُس کي جلد باندهنے کے لیے اُنهي لوگوں کے جسم کا چمڑا استعمال کیا گیا تها ' جنهوں نے اس کي هنسي اڑائي تهي ! "

یہ ہے یورپ کے اٹھارھویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت جان جاک رسو - اور یہ ہے اُس کی انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا ساحرانہ نفوذ ' جس کی طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشارہ کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھ نہ تھا مگر رسو " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " رسو ہی انقلاب کا باپ تھا " بلاشبہ رسو انقلاب فرانس کا باپ تھا ' لیکن وہ اس سے بھی بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس ہی میں نہیں بلکہ اپنے پورے عہد کی عقلی و اجتماعی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا - اس کے مبادیات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط ' لیکن عملی دنیا کا فیصلہ یہی ہوا کہ بہ آنکھ بند کرکے اُس کی رھنمائی پر چل پڑی ' اور اُس کے سوا دوسروں کی رھنمائی قبول کرنے سے انکار کر دیا - اٹھارھویں صدی سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کی حکومتوں میں ' ان کی سوسایٹی اور معاشرت میں ' اُن کے عقلی اعمال و عقائد میں ' ان کے علم و فن کے کار و بار میں ' ایک بہت بڑی زندہ حقیقت رسو اور رسو کے اصول و مبادی ہیں !

(مختصر حالات زندگی)

سنہ ۱۷۱۲ ع میں رسو جنیوا میں پیدا ہوا تھا - اُس کا باپ آیزک رسو ایک غریب آدمی تھا ' مگر سست ' ناکارہ ' اور بد اخلاق - گھوڑوں کی مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر پیٹ پالتا - لیکن اُس کی ماں بہت ہی شریف عورت تھی - اُس کی شرم و حیا اور شریفانہ نسوانی جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا ہے - رسو میں اپنے ماں اور باپ دونوں کے اخلاق جمع ہوگئے تھے - البتہ بعد میں اُس نے بہت کچھ اصلاح کرلی تھی -

رسو کی ابتدائی تعلیم نہایت ناقص تھی - اُسے بچپن ہی سے افسانے اور خیالی قصے پڑھنے کا شوق ہوگیا تھا - لیکن اُس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مطالعہ اُس کے عجیب ذھن کے لیے مضر نہیں بلکہ مفید ثابت ہوا -

رسو اپنے پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا تھا کہ اپنی روزی کمانے پر مجبور ہوگیا - اُس کے والد نے اُسے دستکاری کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی - کئی مقامات میں اُس نے نوکری کی مگر اپنی تلک مزاجی اور خاص قسم کی طبیعت کی وجہ سے کہیں جم نہ سکا - نہ وہ اپنے کسی آقا کو خوش کر سکتا تھا - نہ اُس کا کوئی آقا اُسے مطمئن کردینے کی قابلیت رکھتا تھا !

اپنی زندگی کا یہ زمانہ اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستی ہمیشہ اُس کی رفیق رہی - بے اطمینانی نے کبھی ساتھ نہ چھوڑا - صحبت نہایت خراب تھی - سوسائٹی کا سب سے زیادہ بدترین طبقہ اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقی و شہرت کا پہلا موقعہ)

۳۹ - سال اس طرح گزر گئے - اب تک وہ بالکل گم نام تھا - لیکن قدرت کی نظر عنایت اُس پر شروع ہی سے تھی - وہ اُسے اپنے مدرسۂ مصائب میں طیار کر رہی تھی -

سنہ ۱۷۴۹ ع میں اچانک اُس کے اقبال کا ستارا طلوع ہوا - فرانس کے ایک علمی مجمع (اکادیمی) نے ایک موضوع مقرر کیا ' اور اہل عالم کو اُس پر بحث کی دعوت دی - مقابلہ سخت تھا - منتخب علماء میدان میں اتر پڑے تھے - تاہم رسو نے ہمت کی اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت ہوا - مجمع علمی نے اِس گمنام " عالم " کی قابلیت کا اعتراف کیا - اور اُسے مقابلہ کا انعام دیکر ہمت افزائی کی - اِس طرح دنیا نے پہلی مرتبہ سنا کہ رسو ' فرانس میں ایک بڑا عالم ہے !

(حکومت اور کلیسا کا متحدہ حملہ)

اب رسو پر شہرت کا دروازہ کھل گیا - بڑی تیز گامی سے وہ آگے بڑھا ' اور تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کر لیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کی زندگی کی مصائب دور ہوگئیں ؟ نہیں ' اور زیادہ ہوگئیں - پہلے وہ صرف تنگ دستی کا شکار تھا ' اب وہ حکومت اور کلیسا کی دشمنی کا بھی شکار ہوگیا - جوں ہی اُس کی تصانیف سوشل کنٹریکٹ ' ہلواز ' اور امیل نامی شائع ہوئیں ' حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کردی ' اور انتقام لینے کیلیے اپنے تمام ہتیار سنبھال لیے !

بحکشر
کومت
کرسکراً اُسے
طریق پہنچا
ہ سات نہ
حصول دیکھکر
ایک کے
اس انتقال
ہوا - وہ
جنچانے
، صادر
ہ لی -
سکیگا -
صیبت
چھپتا
فرانس
فرار
مگر
ہوئی
اس
استقا
کرنا
اتلی
ے ہ
کرچکا
اسے
لیکن
کا جا

تھا - وہیں دشمن کا ہاتھہ دراز ہوجاتا تھا : ضاقت علیہم الارض بما رحبت و ضاقت علیہم انفسہم کے عالم میں مبتلا تھا - ابھی یہ مصیبت بڑھتی ہی جاتی تھی کہ ایک دوسری مصیبت بھی شروع ہوگئی - یعنی طرح طرح کے جسمانی امراض و آلام نے آگھیرا - آخر اِسی حالت میں ' کہ دنیا اپنی ساری وسعت کے ساتھہ اُس پر تنگ ہوچکی تھی ' سنہ ۱۷۷۸ ع میں انتقال کیا ' اور گوشۂ قبر میں پناہ لی !

اِن مصائب نے رسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وہ اِن سے مرعوب ہوگیا تھا ؟ کیا اپنے عقائد و افکار سے دست بردار ہوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناہ دشمن کے سامنے ہتیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً عیش کی زندگی بسر کرتا - مگر صرف زندگی ہی بسر کرتا - زندگی کی عظمت حاصل نہ کر سکتا - اپنی موت کے ساتھہ ہی مر جاتا - اُسکی ساری عظمت ' اُسکی دماغی قابلیتوں سے زیادہ ' اُسکے دل کی مضبوطی میں ہے - بلا شبہ وہ اپنا جسم کوڑے کرنے میں چھپاتا پھرا ' مگر اُسکا قلم بے پناہ شمشیر بنکر ہمیشہ دشمن کا قلع قمع کرتا رہا - اُسکی بلیغ ترین کتابیں ' اِسی

آخري عہد مصائب کي يادگار ہيں - اُنميں سب سے بلند درجہ اُسکے " مکالمات " اور " اعترافات " کو حاصل ہے - اِن سے بھي بڑھکر اُسکي وہ تحريريں ہيں ' جو اُسنے پيرس کے اُسقف (لات پادري) اور جنيوا کي حکومت کے جواب ميں لکھي تھيں -

(روسو اور کليسا کا معرکہ)

' اِس جنگ ميں کون فتحمند رہا : روسو يا اُسکے دشمن ؟

اِسکا جواب مدت ہوئي خود زمانہ دے چکا ہے ! زندگي ميں اُسکے ليے دنيا چار بالشت زمين کا گوشہ بھي مہيا نہ کر سکي ' ليکن اسکے مرنے کے بعد يورپ کا تمام براعظم اپنے ذہن و فکر کا صرف ايک ہي حکمراں رکھتا تھا ' اور وہ يہي معتوب عالم " روسو " تھا !

ليکن آج ہميں روسو کي زندگي پر تبصرہ کرنا نہيں ہے - روسو کي زندگي پر تبصرہ رسائل کے مقالات ميں نہيں ' ضخيم کتابوں ميں ہو سکتا ہے - آج ہم صرف اُسکي فکري اور قلمي معرکہ آرائيوں ميں سے ايک خاص معرکہ دکھانا چاہتے ہيں - يہي اسکے قلم کے معرکے ہيں جو تھوڑے عرصے کے اندر انقلاب فرانس کے خونيں معرکوں کي شکل ميں مبدل ہو گئے - يہ معرکہ اُس ميں اور پيرس کے اُسقف کے درميان واقع ہوا تھا - بلکہ يوں کہنا چاہيے ' علم و عقل کے نئے ظہور اور مسيحي کليسا کے قديم جہل و جمود ميں ہوا تھا - ہم اختصار پر مجبور ہيں -

(اُسقف کا بيان)

اُسقف نے اپنا بيان اِس انسرس کے ساتھہ شروع کيا ہے کہ فرانس ميں کفر اور الحاد پھيلتا جاتا ہے - پھر يہ ثابت کيا ہے کہ يہ صورت حال ' قرب قيامت کي علامت ہے جيسا کہ پولس رسول نے پيشيں گوئي کي ہے - پھر اس مقدس مگر ہولناک تمہيد کے بعد وہ روسو پر پے در پے حملے شروع کر ديتا ہے :

" يہي وہ الحاد ہے جسے ايک شخص (يعني روسو) نے اپني کتاب " اميل " Emilius ميں پيش کيا ہے - اِس شخص نے گناہ ميں نشو و نما پائي ہے - يہ ايک ايسي زبان بولتا ہے جو فلاسفہ کي زبان ہے - مگر وہ خود فلسفہ سے تہي دست ہے - يہ ايک ايسا ذہن ہے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے ٹھونس ديے گئے ہيں - مگر وہ ہنوز تاريک ہے ' اور صرف اپني تاريکي ہي پر قانع نہيں ہے بلکہ دوسرے دلوں ميں بھي تاريکي اتار رہا ہے - يہ ايک ايسي طبيعت ہے جو عجيب و غريب افکار کي دلدادہ اور مجہول راستوں کي شيفتہ ہے - اِس ميں اخلاق کا افلاس اور فکر کي ثروت ' دونوں بيک وقت جمع ہو گئي ہيں - ايک طرف اُسے متقدميں کے اصول سے شغف ہے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں کي ايجاد کا جنون ہے - وہ خلوت پسند بھي ہے اور شہرت پسند بھي - علم کي محبت کا بھي دعوي رکھتا ہے اور علم کي عداوت کا بھي علم اٹھائے ہے - انجيل کے کمال کا بھي اعتراف کرتا ہے اور اُسے جڑ سے اکھاڑ پھينکنے کي بھي کوشش کرتا ہے - فضيلت کي ايسي خوبصورت تصويريں اتارتا ہے کہ بے اختيار تحسين و آفرين کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے - مگر پھر فوراً ہي فسق و فجور کے پہاڑوں سے اپني بنائي ہوئي شاندار عمارت گرا بھي ديتا ہے - يہ نوع انساني کا معلم بنکر سامنے آيا ہے ' مگر الحاد اور گمراہي کے سوا کچھہ نہيں رکھتا - يہ ضلالت کا امام ہے - فساد کا مرشد ہے - شيطان کا پيام بر ہے - تاريکي کا رہبر ہے - اور اس سے بھي کچھہ زيادہ ہے - وہ اپني کتاب ميں انسان کو حيوان کے درجہ ميں رکھتا ہے - ايک اور رسالہ ميں نفس پرستي کي تبليغ کرتا ہے - پھر تربيت کي کتاب لکھتا ہے - مگر سراسر الحاد کي دعوت ديتا ہے ! "

آگے چلکر اُسقف نے روسو کي کتاب " تربيت " پر اعتراض کيے ہيں اور اس پر زور ديا ہے کہ يہ " دعوت الحاد " ہے - يہ کتاب آج ہمارے ہاتھوں ميں موجود ہے - اسميں جس " الحاد " کي دعوت دي گئي ہے وہ صرف يہ ہے ' کہ وہ کہتا ہے : " بچہ کي دماغي تربيت و تعليم ايسي ہوني چاہيے کہ وہ خود اِس قابل ہو جاے کہ دين حق کي معرفت پيدا کر سکے ' اور اسے تقليد و رسوم کي بنا پر نہيں بلکہ فہم و بصيرت کے ساتھہ منتخب کرے - ہميں اس بات سے احتراز کرنا چاہيے کہ اُسے کوئي ايسي دماغي جکڑ بندي کي تعليم ديں جس سے اُس ميں دماغي بصيرت اور مجتہدانہ فکر کي قوت پيدا نہ ہو سکے اور دل و دماغ کسي جابرانہ تاثير سے منفعل ہو جائيں - ہميں اس سے بھي احتراز کرنا چاہيے کہ اسکے دماغ ميں کوئي ايسي بات اُتار دیں ' جسے وہ خود اپني عقل سے معلوم نہيں کر سکتا "

اِس پر اسقف نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے : " ہميں اِس نظريہ پر کوئي اعتراض نہيں ہے - ليکن سوال يہ ہے کہ کيا بچہ کو گمراہ ہو جانے کيليے چھوڑ دينا چاہيے ؟ اگر ايسا نہيں کرنا چاہيے بلکہ اُسے ہميشہ فطرۃ کي سچي راہ پر رکھنا چاہيے ' تو وہ سچا طريقہ کيا ہے ؟ کتاب تربيت کا مولف بند بند لفظوں ميں الحاد کي طرف دعوت ديتا ہے - ليکن ہم فطرت کے سچے طريقے يعني مسيحيت کو پيش کرتے ہيں - درحقيقت دين مسيحي فطرتي دين ہے - فطرت ہميشہ اِسي کي طرف رہنمائي کرتي ہے - عقل انساني بجز انجيل کے راستہ کے کوئي دوسري راہ قبول ہي نہيں کر سکتي - يہ اس ليے کہ انجيل کا دين ' فطرت اور عقل کا دين ہے ! "

روسو اُسقف کي تمام تشريحات برداشت کر لے سکتا تھا ' ليکن يقيناً اس بات کي برداشت اُسکي طاقت سے باہر ہوگي کہ " مسيحيت فطرۃ کي سچائي ہے " اور وہ " فطرۃ اور عقل کے دين کي طرف رہنمائي کرتي ہے " يہ ياد رکھنا چاہيے کہ يہ پر جوش اُسقف اور اسکے تمام ہم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تھے اور اُسکي دعوت دے رہے تھے ' وہ " کليسا " اور " پوپ " کي " مسيحيت " تھي - نہ کہ مسيحيت کي پہلے عہد کي سادہ اور بے ميل مسيحيت - امريکن مصنف ڈريپر کے لفظوں ميں " اٹھارويں صدي کے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري ہو جاتے ' اگر کليسا اور پوپ کي نمايندگي کي جگہ مسيحيت اور مذہب کي کوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سکتي "

در اصل ازمنۂ وسطی سے مسيحيت کا جو جہل پرور اور مستبد مزاج پيدا ہو گيا تھا ' اسکا قدرتي رد فعل والٹير اور روسو کا انکار اور کفر تھا !

اسکے بعد اسقف کہتا ہے " اگر دين مسيحي ہي وہ سچا طريقہ ہے جسکے سوا فطرت انساني کوئي دوسري راہ تصور ہي نہيں کر سکتي - تو پھر روسو کا ديني تعليم و تربيت پر نکتہ چيني کرنا بجز اسکے کوئي معني نہيں رکھتا کہ وہ مخلوق کو ہدايت سے ہٹا کر ضلالت کي طرف بلا رہا ہے ! "

روسو نے کہا تھا " ہر بچہ جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان رکھتا ہے ' ايک طرح کا بت پرست ہے ' اور خدا کو انسان کي

صورت میں یقین کرتا ہے - عقل انسانی اِس عمر میں' خدا کا منزہ اور مطلق تصور کر ہی نہیں سکتی !"

اُسقف کا اِس پر اعتراض یہ ہے "اگر بچہ بت‌پرست ہوتا تو کئی خداؤں کا قائل ہوتا - اگر اسکے تفکر میں تجسم ہوتا (یعنی خدا کو انسان کی صورت دیتا) تو پروردگار کا جسم بتاتا - حالانکہ مسیحی بچوں کا بھی ایسا اعتقاد نہیں ہوتا - وہ صحیح معنوں میں موحد ہوتے ہیں - مولف (روسو) نے یہ کہکر در اصل مسیحیت کو بت پرستی قرار دیا ہے !"

روسو نے لکھا تھا "میں جانتا ہوں کہ نظام عالم کو ایک قادر وحکیم ارادہ چلا رہا ہے - میں یہ دیکھتا یا محسوس کرتا ہوں' اور اسکی معرفت میری زندگی کیلیے ضروری ہے - لیکن یہ عالم کب سے اور کس طرح ہے ؟ اشیاء کی اصل ایک ہے یا متعدد ہیں ؟ اُنکی طبیعت کیا ہے ؟ یہ میں نہیں جانتا' اور نہ مجھے جاننے کی ضرورت ہے ... یہی باعث ہے کہ میں یہ حقیر مسائل نظر انداز کر جاتا ہوں - ممکن ہے یہ میری عقل کو مشغول کر لیں' مگر مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے - پھر یہ مسائل میری عقل سے بالا تر بھی ہیں ..."

اِس پر اسقف اعتراض کرتا ہے "بے شک مصنف کا اِس قول سے کیا مقصود ہے ؟ وہ جانتا ہے کہ کائنات کا نظام ایک قادر و حکیم ارادہ کے ماتحت ہے - وہ اعتراف کرتا ہے کہ اِس حقیقت کا علم اسکے لیے ضروری ہے - لیکن باوجود اِسکے کہتا ہے' نہیں معلوم اشیاء کی اصل ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہے ؟ پھر دعوی کرتا ہے کہ مجھے اِس نقطہ کے معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - مصنف' دراصل خدا کی وحدانیت پر شک رکھتا ہے - اِس علم کے بعد کہ کائنات ایک قادر وحکیم ارادہ کے تصرف و اختیار میں ہے' کیا یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اشیاء کی اصل ایک ہے یا کئی ہیں ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ پہلی حقیقت کا علم ضروری ہو اور دوسری کی معرفت غیر ضروری قرار پائے ؟ کیا یہ صریح تناقض اور الحاد نہیں ہے ؟ وہ کہتا ہے میں خدا کی طبیعت و حقیقت سے باخبر ہوں' لیکن ساتھہ ہی یہ دعوی بھی کرتا ہے کہ یہ موجود حقیقی' علم' قدرت' ارادہ' اور حکمت رکھتا ہے ! اس سے تو معلوم ہوا کہ وحدانیت اُسکے خیال میں ایک "حقیر سا مسئلہ" ہے' اور کسی طرح بھی اُسکی عقل میں نہیں آ سکتا - لیکن معلوم ہوتا ہے' متعدد خداؤں کا تصور اُسکی عقل کے نزدیک معقول ہے - بھلا اِس حماقت سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے ؟"

روسو' معجزات کو اس معنی میں تسلیم نہیں کرتا کہ وہ خارق عادت ہیں - معجزات پر گفتگو کرتے ہوئے اُسنے لکھا ہے "یاللعجب ! ہمیشہ آدمیوں ہی کی گواہیاں ! آدمی' اپنے ہی جیسے آدمیوں سے سنتے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے ہیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اُن گنت واسطے قائم ہوگئے ہیں !"

اِس پر اسقف لکھتا ہے "اگر آدمیوں کی گواہی معتبر نہیں ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں مؤلف نے اسپارٹا' ایتھنز' اور روم کو کیونکر جانا جنکی عظمت کا وہ ہمیشہ راگ گایا کرتا ہے ؟ اِن قدیم جمہوریتوں اور مؤلف کے مابین آدمیوں کے کتنے بہت سے واسطے موجود ہیں ؟ وہ اِن واسطوں پر شک نہیں کرتا - لیکن مسیحی معجزات کی روایت میں وہ کوئی واسطہ منظور کرنا نہیں چاہتا - در اصل اُسکے اعتراض کی اصلی علت' الحاد ہے - وہ خدا ہی کو نہیں مانتا !"

عالم شرق و اسلام

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

دروزی جہاد آزادی کا خاتمہ

میں یہ مکتوب اِس حال میں لکھہ رہا ہوں کہ ہاتھہ میں رعشہ ہے' آنکھوں میں آنسو ہیں' دل میں حسرت و الم ہے - میں ہی نہیں' اِس وقت شام میں کون ہے جو خون کے آنسو نہیں رو رہا ہے ؟ دمشق کے آسمان پر اندھیرا چھا گیا ہے - اور شام کے مرغزار مایوسی کی خزاں سے مرجھا گئے ہیں - اسلیے کہ آزادی کی امیدیں ملتوی ہوگئیں - تین سال ہوئے شام کے ابطال وطن نے آزادی کا علم بلند کیا تھا - آج وہ علم گر گیا ہے - اِس لیے پورا ملک اور اُسکی قومی غیرت' سر نگوں ہے !

ملک شام خصوصاً دمشق نے اپنی سرزمین پر تاریخ کے عظیم ترین واقعات مشاہدہ کیے ہیں - دروز کا جہاد آزادی بھی ایک ایسا ہی عظیم واقعہ ہے - مشرق کی تاریخ میں ہمیشہ یہ زریں حروف میں ثبت رہے گا - جبل دروز' جو اِس جہاد کا مرکز تھا' صرف پچاس ساٹھہ ہزار کی آبادی رکھتا ہے - یہی آبادی' دروزیوں کی مرکزی آبادی ہے - اور یہی دروز ہیں جنھوں نے فرانس جیسی عظیم الشان سلطنت کے قدم' شام سے اکھاڑ دیے تھے ! ابتدائی

اسقف کا بیان بہت طویل ہے - اِس مضمون میں اُسکا پورا خلاصہ بھی ممکن نہیں - لیکن اُسکا آخری اعتراض ضرور نقل کر دینا چاہیے - روسو نے بادشاہوں کے وجود پر سختی سے حملہ کیا ہے - اُسقف اسکے جواب میں لکھتا ہے :

"یہ بھی مؤلف کا الحاد ہی ہے جس سے متاثر ہوکر وہ بادشاہوں کے وجود پر نکتہ‌چینی کرتا ہے - بادشاہوں کو برباد کرکے وہ ایسے قواعد جاری کرنا چاہتا ہے' جنکا نتیجہ بجز بد امنی اور طوائف الملکی کے اور کچھہ نہیں ہوگا - مصنف کے مذہب اور دین حق میں کتنا تضاد ہے ؟ مصنف بد اخلاقی اور بد امنی کی تعلیم دیتا ہے - لیکن دین حق خشیت الہی اور بادشاہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے - دین کا حکم یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے آقا کی فرمانبرداری کرے - دین کہتا ہے پادشاہی' خدا کی قوت ہے - اُسکا پاک سایہ ہے - اور اُسی نے زمین پر نازل کی ہے - جو اِس کا مخالف ہے' وہ خود خدا کا باغی ہے - اُس پر خدا کی ابدی لعنت ہو !"

اس طرح اُسقف نے اپنا رسالہ قرب قیامت کی ہولناکی سے شروع کرکے "ابدی لعنت" کی پیشکش پر ختم کر دیا ہے !

یہ روسو کے سب سے بڑے کلیسائی مناظر کا حملہ تھا - اب دیکھنا چاہیے' روسو نے اسکا دفاع کیونکر کیا ہے ؟ روسو کے سخت سے سخت نکتہ چیں بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اُسکا جواب اُسکی مناظرانہ قوت بیانیہ کا بے نظیر ثبوت تھا -

ہم آیندہ اشاعت میں اسکا خلاصہ درج کرینگے -

معرکوں کے بعد اُنکی ہیبت فرانسیسی فوجوں پر اِس قدر بیٹھ گئی تھی کہ اُنکا نام سنتے ہی میدان سے بھاگ جاتی تھیں - پچھلے دو سال برابر دروزیوں کا پلہ بھاری رہا ' واقعات ثابت کر رہے تھے کہ فرانس کو بہت جلد سر جھکانا پڑیگا - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دو مرتبہ فرانس نے اندر ہی اندر سر جھکا دینے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا -

مگر افسوس ' نتیجہ بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ایسے موقعہ پر ہمیشہ طاقتور حریف اختیار کیا کرتا ہے - اُس نے جنگ کو طول دینا شروع کر دیا - یہ طوالت بے سر و سامان دروزیوں کیلیے نا قابل تحمل تھی - وہ دنیا کی اول درجہ کی سلطنت کے مقابلہ میں تنہا تھے - خود انکے وطن کی دوسری جماعتیں بھی انکے ساتھ شریک نہ تھیں - جنگ نے زراعت ' تجارت ' اور ہر طرح کے وسائل معیشت سے انہیں محروم کر دیا تھا - بہت دنوں تک جمے رہے - لیکن آخر کب تک قدرتی موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس ہوکر ترک جنگ پر آمادہ ہوگئے - اب پورا ملک پھر فرانس کے رحم پر ہے ' آسوقت تک کیلیے ' کہ مجاھدین وطن تازہ دم ہوکر کوئی دوسرا قدم اُٹھا سکیں -

یہ واقعہ تمام مشرق کیلیے ایک نیا تازیانۂ عبرت ہے - اِسنے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت ظاہر کردی کہ تمام دول یورپ کس طرح مشرق کے غلام بنانے اور غلام رکھنے پر متفق ہوگئی ہیں - اُنمیں باہم کتنی ہی منافست و رقابت کیوں نہ ہو ' مگر مشرقی قوموں کا سر کچلنے میں وہ اپنی تمام رقابتیں بھول جاتی ہیں - اِتنا ہی نہیں بلکہ ایک دوسری کی امداد و اعانت پر بھی آمادہ ہو جاتی ہیں - شامی جہاد آزادی ' اِس کی تازہ مثال ہے - جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ فرانس نہیں ہے جسنے آج وطن پرستاران شام کو نیچا دکھایا ہے - بلکہ وہ برطانیا ہے جسکی اخلاقی و مادی امداد و اعانت نے فرانس کو فتحمند کیا ہے - فرانس تو اپنا پورا زور لگا کر تھک چکا تھا - وہ پایۂ تخت دمشق کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا تھا - روز دروز آتے تھے اور پوری آزادی سے دمشق کی سڑکوں پر حملے کرتے تھے - حالانکہ یہاں فرانس کا جنگی مرکز قائم تھا - لیکن یہ اُس وقت کی بات ہے ' جب فرانس اِس جہاد کے مقابلہ میں اکیلا تھا - برطانیا کی اعانت اُسے حاصل نہ تھی - یہ واقعہ ہے کہ اُس نے گھبرا کر دو مرتبہ ارادہ کرلیا تھا کہ شامیوں کے مطالبات منظور کرلے ' اور اپنے ظالمانہ مطامع سے باز آجاے -

برطانیہ اِس معاملہ میں کیونکر شریک ہوا ؟ مختصر تفصیل اِس کی یہ ہے کہ جب دروزیوں کو فرانس کے مقابلہ میں نمایاں کامیابیاں ہونے لگیں تو فلسطین ' شرق اردن ' اور عراق میں بھی اس کی صداے بازگشت بلند ہونے لگی - شرق اردن کے تیور سب سے زیادہ خراب تھے - بلکہ جابجا شورش بھی شروع ہوگئی تھی - برطانیا نے دیکھا کہ اگر اس علاقہ میں آگ لگ گئی تو فلسطین اور عراق تک اس کے شرارے پہنچ جائینگے ' اور پوری عربی قوم میں حریت طلبی کی نئی سرگرمی پیدا ہوجائیگی - برطانیا نے خیال کیا ' یہ تمام بے چینی صرف اِس وجہ سے ہے کہ دروزیوں کی کامیابیوں نے عربوں کے دل بڑھا دیے ہیں اور فرانس کی پیہم شکستوں سے خود برطانیا کا رعب و داب بھی بے اثر ہوتا جاتا ہے - وہ فرانس کی پیٹ ٹھوکنے کیلیے طیار ہوگئی - فلسطین کے برطانوی حکام نے علانیہ فرانس کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا ' اور اپنی جنگی قوت سے دروزیوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتی سے جغرافیائی اور جنگی حالات نے دروزیوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا دیا تھا - اُن پر تمام دروازے بند تھے - صرف شرق اردن کا دروازہ کھلا تھا - یہیں وہ پناہ لیتے تھے - یہیں تازہ دم ہوتے تھے - اور اسی راستہ سے انہیں باہر کی مدد بھی مل جاتی تھی - برطانیا کے مخالف ہوتے ہی یہ دروازہ بھی اُنپر بند ہوگیا - اِتنا ہی نہیں بلکہ انہیں سرحدیں پر پریشان بھی کیا جانے لگا - اب دروزیوں کو دو سلطنتوں سے بہ یک وقت مقابلہ کرنا پڑا : فرانس اور برطانیا - یہ بھی انہوں نے کیا - اور پورے بارہ مہینے تک میدان میں جمے رہے - مگر کبتک جمے رہتے ؟ سامان جنگ ختم ہوگیا - رسد بند ہو گئی - اب بجز بیٹھ جانے کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا - چنانچہ اِس ہفتہ بے بس ہوکر بیٹھ جانے کا فیصلہ کرلینا پڑا ! انا للہ و انا الیہ راجعون !

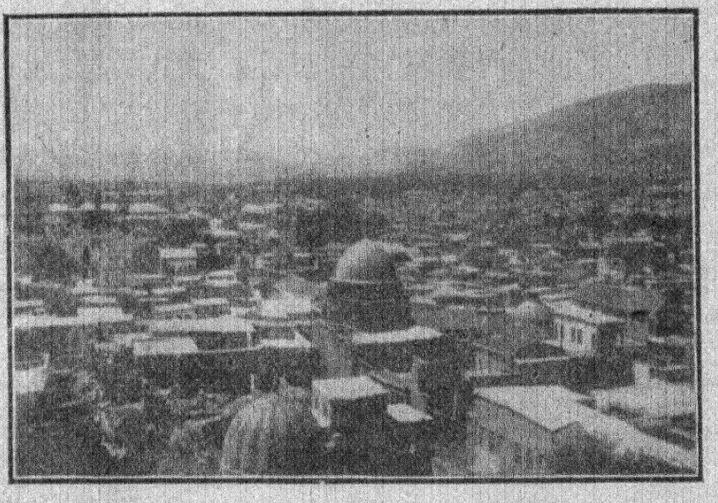

شام کے پایۂ تخت دمشق کا ایک منظر عام

یقیناً تاریخ عرب و اسلام شریف حسین اور اُسکے بیٹوں کو کبھی معاف نہیں کریگی ' جنکی بدولت یہ تمام مصائب بلاد عربیہ پر نازل ہوے - شام ' فلسطین ' شرق اردن ' عراق ' یہ تمام ممالک برطانیا اور فرانس کے قبضہ میں صرف اپنی خاندان کی خیانت اور طمعی سے گئے - اِس شامی جہاد آزادی کی ناکامی میں بھی شریف حسین کے منجھلے لڑکے امیر عبداللہ کا بہت بڑا حصہ ہے - یہ بے حمیت برطانیا کے ٹکڑوں پر شرق اردن میں پڑا ہے - اور برطانی ملک گیری کی بنیادیں اپنی عزت فروشی سے مضبوط کر رہا ہے - اس نے دروز سے بڑی ہی بے دردی اور بے حمیتی کا سلوک کیا - وہ جب پناہ کی امیدیں لیکر اسکی سرزمین میں پہنچے ' تو اس نے انہیں فوراً نکل جانے کا حکم دیا - اُنھوں نے پہاڑوں اور ریگستانوں میں جاکر پناہ لی - مگر اسنے وہاں بھی اُنکا تعاقب کیا ' اور ایک ایک کرکے سب کو فرانس کے حوالہ کر دیا !

اُنکی سب سے آخری جماعت ' علاقۂ ازرق میں پناہ گزیں تھی - اِسکی تعداد دو ہزار تھی - امیر عبداللہ کو معلوم ہوا تو اُسنے وہاں ایک طاقتور فوج بھیجدی - جنگی قانون کا اعلان کردیا ' اور انہیں مجبور کردیا کہ اپنے آپ کو فرانس کے حوالہ کردیں - چنانچہ تمام لوگوں نے مجبور ہوکر اپنے تئیں فرانس کے حوالہ کر دیا - حوالہ کرنے والوں میں خود خاندان اطرش کے لوگ بھی تھے - مثلاً مستعب بک اطرش ' علی بک اطرش ' عبدالغفار اطرش وغیرہم -

(سلطان پاشا اطرش)

لیکن جہاد آزادی کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا - دمشق میں اُنکے بعض دوستوں کے پاس میں نے اُنکا ایک تار پڑھا ہے - اُسمیں وہ لکھتے ہیں :

" میں نے ہتھیار رکھنے سے انکار کر دیا ہے - کیونکہ مرد ہتھیار نہیں رکھا کرتے - میں صحراء کی طرف اپنے خاندان کے ساتھہ جا رہا ہوں کیونکہ برطانی حکام اور امیر عبداللہ نے مجھے علاقۂ ازرق میں رہنے نہیں دیا ! "

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ انگریزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کہا تھا کہ " فلسطین چلے آئیں ' ہم امن دینگے " اِس سے اُنکی غرض یہ تھی کہ فرانس پر دباؤ رکھنے اور اپنی مطلب براریوں کے لیے اُنھیں نظر بند کرکے رکھہ چھوڑیں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر دیا :

" میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی ایسے ملک میں ہرگز نہیں رہونگا جس پر اجنبی علم لہراتا ہو ! "

یہہ اُنکا قطعی جواب تھا !

پھر آخر سلطان پاشا کہاں پناہ لینگے ؟ یہ سوال تھا جو برطانی ' فرانسیسی ' اور عربی حلقوں میں گشت لگا رہا تھا - مگر اسکا جواب بہت جلد مل گیا اور ایسا ملا کہ سب کو حیرت ہوگئی - لوگوں کو اچانک معلوم ہوا کہ سلطان پاشا اطرش اور اُنکے ۴۵ رفیق' سلطان ابن سعود کے مہمان ہوکر حجاز جا رہے ہیں' اور پانچ سو سے زیادہ دروزی جو ابتک مسلح ہیں اور ہتھیار نہ رکھنے کا فیصلہ کر چکے ہیں ' وہ بھی عنقریب اسی طرف روانہ ہونے والے ہیں -

لوگوں کو حیرت اِس وجہ سے ہوئی کہ نجدی از حد متعصب مشہور ہیں - اس صورت میں وہ دروزیوں کے سردار کا کیونکر استقبال کرسکتے ہیں جو اسلام کے تمام فرقوں میں سب سے زیادہ عام اسلامی رسوم و عوائد سے دور ہیں ؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سلطان ابن سعود نے ایک مرتبہ پھر اپنی اور اپنی قوم کی بے تعصبی اور عربی حمیت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کردیا - اُنہوں نے جونہی سنا کہ دروزی مجاھدین پر عرصۂ زمین تنگ ہے ' فوراً دعوت دی اور اپنے جوار حمایت میں پناہ دینے کا اعلان کردیا - اُن کے طرز عمل نے صرف یہی ثابت نہیں کردیا کہ وہ اپنے عقائد میں حد درجہ بے تعصب ہیں ' حتی کہ دروز جیسے عقائد رکھنے والوں کو بھی اپنا مہمان بنا لیتے ہیں' بلکہ یہ بھی ثابت کردیا کہ وہ فرانس اور برطانیا ' دونوں سے بے خوف ہیں اور اداء فرض اسلامی و عربی کی راہ میں ان کی کوئی پروا نہیں کرتے - میں یہ بات بھی آپ کے علم میں لانی چاہتا ہوں کہ مجاھدین شام اور سلطان ابن سعود کے درمیان راہ و رسم پیدا کرنے کے لیے بعض ہندوستانی زعماء نے جو سعی مشکور کی تھی' اس کا یہاں ہر شخص کو اعتراف ہے - یقیناً آپ کے لیے اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ مزید تشریح کی جائے -

سب سے زیادہ تعجب لوگوں کو اِس پر ہوا کہ سلطان پاشا اطرش ' درعۃ الجندل میں قیام کریں گے - " درعۃ الجندل " کے لفظ میں عربی تاریخ و روایت کے جو جذبات پوشیدہ ہیں ' ان سے آپ تو بے خبر نہ ہونگے - جغرافیائی حیثیت سے اس مقام کی جو اھمیت ہے ' وہ بھی آپسے پوشیدہ نہ ہوگی - یہ وہی مقام ہے جسے آج کل " جوف " کہتے ہیں - یہ نجد ' حجاز ' اور شرق اردن کی سرحدوں پر واقع ہے ' اور جنگی نقطۂ نظر سے تینوں ملکوں کے لیے اہم ترین مقام ہے - سلطان پاشا کا یہاں قیام یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ شام کی سیاست سے بالکل الگ نہیں ہوگئے ہیں' اور اُن کے دلوں کی امیدیں اب تک زندگی کی آرزوئیں رکھتی ہیں !

(امن کے مظاہرے)

دروزیوں کے ہتھیار رکھدینے کے بعد ہی ہر طرف حکومت نے امن کے مظاہرے کرنا شروع کردیے ہیں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگی چوکیاں تھیں ' سب اٹھا لی گئی ہیں - فوجی قانون کی عدالت بھی اٹھہ گئی ہے - جنگی قوانین بھی امروز فردا میں اٹھا دیے جائینگے - حکومت کی طرف سے کئی نئی سڑکیں جاری کرنے کا اعلان ہوا ہے - کئی نئی عمارتوں کی تعمیر بھی شروع ہوگئی ہے - ان تمام باتوں سے حکومت کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ اب ملک حالت امن میں ہے' اور اُس کی قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئی ہے -

ہاں' ان کے جسموں پر تو غالب آگئی ہے' لیکن دلوں پر جو زخم لگ چکے ہیں ' وہ ایسے نہیں ہیں جو صدیوں سے پہلے مندمل ہو سکیں !

(ہائی کمشنر کی مہر سکوت)

اب تک ہائی کمشنر موسیو بونسو' بالکل خاموش تھے ' اور اپنا انداز کچھہ اس طرح کا بنا رکھا تھا ' گویا وہ ملک کو کچھہ دینے اور اُس کے مطالبات منظور کرنے والے ہیں - مگر دروزیوں کے ہتھیار رکھتے ہی اُن کی مہر سکوت بھی ٹوٹ گئی - اُنہوں نے ایک اخبار کے نامہ نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق یہ عجیب تصریح کی ہے :

" اخبارات مجھے ملامت کر رہے ہیں کہ میں خاموش ہوں - مجھسے بولنے کا اصرار کیوں ہے ؟ کیا یہ چاہا جاتا ہے کہ میں کوئی ایسا وعدہ کرلوں جسے بعد میں پورا نہ کروں ؟ میں عمل پسند کرتا ہوں - قول پسند نہیں کرتا "

اخبار کے نمائندے نے بہت اصرار سے پوچھا " آخر شام کے مطالبات کب منظور کیے جائینگے ؟ کچھہ تو کہیے ؟ " ہائی کمشنر نے جواب دیا " آپ مجھسے یہ خواہش کیوں کرتے ہیں کہ دو دن کے اندر آسمان طیار کردوں ؟ "

ہمیں اس جواب کی معقولیت سے انکار نہیں - دو دن کے اندر موسیو بونسو کا آسمان جبھی بن سکتا ہے ' جب بنانے والے نوک شمشیر سے بنا ڈالنے کا عزم کرلیں - اگر ایسا نہیں ہے تو یقیناً دو صدیاں بھی اس کے لیے کافی نہیں - شام نے مجبور ہوکر تلوار اٹھائی اور اپنا آسمان سیاست تعمیر کرنا شروع کردیا ' مگر افسوس ہے کہ یہ مرحلہ پہلے قدم میں طے ہونے والا نہ تھا - ان کی شمشیریں جن سے وہ آلۂ تعمیر کا کام لے رہے تھے ' ٹوٹ گئیں - اب دنیا کو انتظار کرنا چاہیے کہ یہ ٹوٹی ہوئی شمشیریں پھر ڈھالی جائیں ' اور از سر نو شام کی قسمت کا آسمان تعمیر کیا جا سکے !

نہیں کہا جاسکتا یہ وقت کب آئیگا ؟ مگر یقین رکھیے اِس وقت کی آمد میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے - اگر شام کی تمام آبادی سے قطع نظر بھی کرلی جائے ' جب بھی صرف دروزی قبائل ہی کا گروہ ایک ایسا گروہ ہے جو اِس طرح کی ہزارہا کامیابیوں اور بربادیوں کے بعد بھی جنگ آزادی سے باز نہیں آسکتا - آج وہ تھک کر بیٹھہ گئے ہیں ' تو کسی دوسرے دن اُٹھہ بھی سکتے ہیں - اس سفر میں وقفۂ رسکوں کے بغیر چارہ نہیں - یہ ضروری ہے کہ جونہی اُنھیں دوسرا موقعہ ملا ان میں سے ہر متنفس کا سر اُس کی ہتھیلی پر آجائیگا - اور وہ پھر دنیا کو اپنے جہاد آزادی سے متعجب کردینگے !

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رضؓ) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدہر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی اُمید باقی نہ رہی، تو اُسنے اپنی فوج خاصہ کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبداللہ!" دیر کے بعد اُنھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں" اُنھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سونچ لیتا! اے کاش میں نے تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبداللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے؟ حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُسوقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مر جاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری اُمید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہمنے بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہو کر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کر کے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا۔ نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید و ابن سعد)

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسی کی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھے کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبداللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اسی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الٰہی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے! الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبداللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہو گئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے" لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" "اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ موت ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا اور میں

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

گے؟" میں نے سوال کیا۔

سب لاجواب ہو کر میرا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا:

"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہے!"

"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیر اطلیہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم وہاں چلے آؤ جہاں میں جا رہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔

اب میں سلطان محمد الدین سے رخصت ہونے کے لئے قصر یلدز میں پہونچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ برطانی بیڑے لنگر انداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف تھے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں (ڈریڈ ناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں سمندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر سلطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کر لیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفیٰ! یہ دیکھتے ہوا میرا دل خون ہوتا ہے! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت کو پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہے! اُس کی زندگی اُنکی توپوں کے رحم پر ہے! تم اناطولیہ جا رہے ہو۔ میری دعا ہے خدا تمھارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"

ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا "تمھارے کارنامے اب اس کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے کارنامے تاریخ کے حوالے ہو گئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھولجاؤ اور نئے کارنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"

اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جاکر اتحادیوں کے مخالف خیالات کا خاتمہ کر ڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:

"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"

میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہو گئی۔ دونوں کی زبانوں پر بات ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟

قصر سے میں نہایت متاثر نکلا اور "مشیخیلی" میں اپنے مکان پہونچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے سازش کی ہے کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہو جائے۔ تاکہ اُنکے جہاز بھی سفر کے لئے طیار ہو جائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کر دیں!"

یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ اب ایک ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی کپتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے سوال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہازرانی کے افسر اس وقت جہاز کے کل پرزے معائنہ کر رہے ہیں۔ اُن کا حکم ہے، جبتک وہ اجازت نہ دیں جہاز نہ چلے"۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی سازش کی گئی ہے۔ میں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "اِن افسروں سے کہدو۔ فوراً جہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا لنگر اُٹھا دو"

کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دُور آگے چلکر میں نے کپتان کو حقیقت حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا جہاز بہت پرانا اور سست رفتار ہے۔ انگلی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا"

میں نے کہا "کوئی پرواہ نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو، اگر جہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچالے جا سکوں گا"

چنانچہ میری حسب ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان شروع ہو گیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل یہ ہے کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہرحال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پُرجوش باشندوں کا شور تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی نقطوں سے توپوں کی سلامی داغی جا رہی تھی!

"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں کو ملاقات کے لئے طلب کر لیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں پہنچے۔ یہاں شہر کے ۸۰ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پُرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے گرد مرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء و اُمراء کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہو گیا تھا!

آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے تھے۔ اور مساویانہ روح میں اپنے رئیس حکومت سے مصافحہ کر رہے تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہو گئی ہو لیکن سادگی اور حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیر عظمت پیدا کر دی ہے!

یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا پاس نامہ پیش ہوا۔ غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسب عادت بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ پورا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطے سے آستانہ، اُسکے باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کر رہا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے از حد متاثر ہوا ہوں جن کے ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ میری جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔

"آج پورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی جدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گذارے ہونگے؟"

"آستانہ، جو ڈیڑھ عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہے، ترکی وطن کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہے۔ تمام ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ ایک مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیر لیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہو گئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور اپنے پہلو میں خونچکاں دل لئے پھرتا تھا"

"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی شعاعیں پیدا کر دیں۔ رات کب کی ختم ہو چکی ہے، اور ہماری تاریخ کا نیا دن طلوع ہو چکا ہے!"

"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو میں نے ۸ سال پہلے اس حال میں چھوڑا تھا کہ میرا دل زخموں سے چور تھا، اور ایک تنفس بھی مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور تبسمۂ انبساط میرے سامنے ہے۔ اگرچہ حُسن اب دوبالا ہو گیا ہے۔ میرا دل بھی مطمئن ہے، میں اسوقت اپنے آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔

"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کا عہد جدید، بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہے۔ ہماری قوم نے سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر کی ہے، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہے۔ ہمیں فرض ہے کہ پوری ہوشیاری اور پورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا مطالبہ کرتی ہے۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہے کہ مفید اور ضروری علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ بجلد سے بجلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے"

"میں آپ سے اے فرزان آستانہ! یہ کہنے اس محل میں نہیں آیا ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی شخصیت رہتی ہے جسے، دلیوں کی قوت حاصل ہے! آج یہ محل اُس شخص سے خالی ہے جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہے، جو سایہ نہیں بلکہ معنوی حقیقت ہے۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہے کہ میں بھی قوم کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں..."

اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کر کے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں نوبھگی تو اعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ افواہ بھی گشت کر رہی ہے کہ صوفیا اور بلگراڈ بھی جائیں گے تاکہ بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہدنامے سرانجام دیں۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رُو داری نے کسطرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھولدیا ہے۔

۱۹۱۹ء میں جستہ جستہ نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ار۔ (منیجر الہلال) کلکتہ

خواطر و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس لینری کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہوں گے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جسمیں فرانس کے تین بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس لینری نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفعہ مستعرات سے کر دیا جائے یا اسے قائم و جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ خاصا تسلط ٹیونس حالتوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنار میں پیرس کی ایک متقدد سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا اہتمام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کیے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے ہے اور اس کی سرگزشت حوالۂ قلم کرتا ہے۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہے، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اتنی وضاحت نہ ہو سکے۔ طرز بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہے:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ ۱۹۰۴ء میں مجھے اس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن فروغ صحافت" ہر ماہ ملک کے مدبروں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۱۵۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہاز راں کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینٹ) کے سربرآوردہ ممبر، اور ارالبحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب معطر شمپین انڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مار کر ابھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، حد جنوں تک پہنچ گیا۔ ہم بیچین تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندر پار کے تمام ملکوں پر لہراتا دیکھیں۔

کھانے کے بعد رئیس مجلس میسو ایٹین نے اعلان کیا "ہم ایک اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کر دیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی سخت بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بددلی کے ساتھ ہنسے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اٹھا اور تقریر شروع:

"ٹیونس، ابتک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹیکشن) ہے اس لئے قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہے۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہے۔ اس کا دستور حکومت الگ ہے۔ اس کا پیچی خانہ مستقل ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسری قسم کا۔ یہ صورت اسوقت جائز ہو سکتی تھی جب فرانسیسی فوجوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کر لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہو جائے"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہو گئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہو گیا:

"مجھے اس گراں کن تجویز سے قطعی اختلاف ہے" اس نے شانے ہلا کر کہا۔ "فرانس نے بورڈو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہے کہ ٹیونس کے بائی (بادشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دول سے بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہو جائیگی، اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہے۔ دونوں تقریروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت اقوام کا فرض" اور اس قسم کے تمام پامال جملے آتے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تکان تالیاں بجانے لگتے!

اب گرم مباحثہ شروع ہو گیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کر دیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں شاہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو!" ایک تاجر جوش میں بیخود ہو کر چلایا۔

"لیکن تم ڈاکو ہو بے حیا بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریرو!" ایک تاجر نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کپوپو! تمہاری چوری، کھلا ہوا راز ہے۔ تم ارسیلز میں روسی گیہوں منگاتے ہو مگر بیچنے سے پہلے اسے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اٹھا سکو!"

"یہ کون گدھا بول رہا ہے؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جد امجد ہو" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہے نہ تہذیب تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داری کا سوال ہے۔ الجزائر کے فرانسیسی اور انکے حمایتی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کر دینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھا کے پھول گئے ہو" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمہیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہو گیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تن رہے تھے۔ خطرناک ارادوں نے مرچہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "میسو ایٹین! میسو ایٹین!"

میسو ایٹین اپنی کرسی سے اٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے سیاسی مدبر کی تصویر پھر رہی ہے۔ اسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے اولوالعزمی معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف منہ کر کے کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کر سکتے۔ آج سے تین برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جسنے فرانس کو ٹیونس کی توسیع پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اس "پیغام وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے ..."

جملہ حاضرین نے پرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رخ کر کے کہا "تم بھی میری خیرخواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر ہی میرا وطن ہے۔ کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دل میں باقی رہیگی"

بائیں رخ کئے پرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ دونوں فریق خوش ہو گئے اور اس فرانس کے سچے بڑے سپوت انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو خود دہ موثر بنا کر کہا "جب میں تمہیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل اپنے میں بیٹھنے لگتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس مل جل کر ایک دوسرے پر حسد کے تیر نہ چلائیں؟ میں [illegible] خیالات دور کر دیں۔ [illegible] اپنی آنکھیں [illegible] کی طرف پھیر لیں!

"یہ دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمین آپکے سامنے موجود ہے

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رسالہ هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي- اُس نے ملک کے سیاسي ' علمي ' ادبي ' اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے ' قریب هے کہ مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈهونڈهیگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي دهنیت ظهور پذیر هوئي ۔

الہلال اگرچہ ایک هفتہ وار مصور رسالہ تها ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ نہیں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں- اس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ هیں- ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي هے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاف نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے-

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے هیں کہ اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب هے- قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے -

مینیجر " البلاغ پریس "

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبروں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

یا

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو موار اینڈ کو - برلن

پوسٹ باکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

الهلال

البلاغ پريس كلكته

قيمت في پرچه پانچ آنه

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ | کلکتہ : جمعہ ۱۳ ۔ صفر ۱۳٤٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیے ۔ یاد رکھیے ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیے سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٦١ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	٥٦	اردو حروف کی حق مین	١٨٢
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	١٠٥	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	١٧٨	نستعلیق ھون	٤٠

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور [illegible] شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی ... اب ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

افسانـــه

حقیقت کہاں ہی ؟

یونانی علم الاصنام کا ایک افسانۂ حکمت



قدیم یونان کے مرکز ایتھنس ' فلسفہ کے گہوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ' رات کی خاموشی چھا گئی تھی -

رات نے اپنی سیاہ قناتیں تان دیں - معمور خواب شہر کی لمبی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی - اتنے میں چاند نکل آیا - روپہلی چاندنی کوہ و دشت پر پھیل گئی - مندروں کی سنہری برجیاں چمک اٹھیں - زیتون اور خرمے کے درخت بے ساختہ کھلکھلا اٹھے !

شہروں کی ملکہ ایتھنس سو رہی ہے - دروازوں پر چوکیدار اونگھ رہے ہیں - لیکن ' صرف ایک نوجوان ہے جو اب تک جاگ رہا ہے !

دیوکلس حسن ' ذہانت ' دولت کے خزانوں کا مالک ہے - اکادیمی میں حکمت کا طالب علم ہے - اپنا پورا دن' اور رات کے بھی بہت سے گھنٹے ' علم و حکمت کے پہلو میں گزارتا ہے - صحبت و معاشرت سے بیزار ہے - ایک پورے حکیم کی طرح پورا خلوت پسند ہے - تفکرات کے سمندر میں شب و روز غواصی : بس یہی اس کا مشغلہ ہے -

ایتھنس ' یعنی حکمت کی دیوی کا مرمری خوبصورت بت اکادیمی کے صحن میں نصب تھا - دیوکلس سب طالب علموں سے زیادہ ' حکمت کے اس خاموش مجسمہ کے پاس جاتا اور ہمیشہ اس کے تصور میں غرق رہتا - اسی کی دل کی مناجاتوں کا قبلہ بھی تھا - اس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اسی میں تھا - وہ اس کی دلفریب صورت پر غور کرتا - وہ اس کے جمال معنی و حقیقت کی جستجو میں محو ہوجاتا - وہ اس سے حکمت کی روح اور علم کا پیام ربانی طلب کرتا - وہ حکمت کی جستجو میں حکمت کے مجسمہ کا عاشق تھا !

***

آج رات دیوکلس پھر دیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے -

رات ڈھل گئی ' مگر وہ بے حس و حرکت کھڑا ہے - اچانک اس نے سر اٹھایا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - ہونٹ پر ہونٹ تھے - آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظہر محبوب ! رحم ' رحم ' مجھے ایک نظر دیکھ لے ! ایک مرتبہ کے لیے میری التجائیں سن لے ! "

وہ دیر تک آنکھوں کے آنسوؤں اور زبان کی دعاؤں سے مناجات کرتا رہا - پھر اس نے نظر اٹھائی - چاند نے اپنی شعاعیں جمع کرکے دیوی کے چہرے کی رعنائی بے حساب کردی تھی !

ہوا چلتے چلتے رک گئی - پتوں کا شور تھم گیا - پہلے سے زیادہ سکون طاری ہوگیا - نوجوان کا دل تنگ ہوا - اس نے لمبی آہ بھری ' اور آہ کے ساتھ ہی آنسوؤں کی لڑیاں رخساروں پر پھیل گئیں :

" مقدس دیوی ! " دیوکلس نے جوش سے چلا کر کہا " تیرے ہی قدموں پر میرا سر دھرا ہے - تیری ہی عبادت پر میری روح جھکی ہے - تو نے میرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر دیا - تو نے کمال کا لازوال شوق پیدا کردیا - تو نے حقیقت کی جستجو کی آگ سلگا دی - یہ آگ اب جلائے ڈالتی ہے - یا تو ہمیشہ کے لیے اسے ٹھنڈا کردے ' یا حقیقت کا جمال پنہاں ایک مرتبہ دکھا دے - ہاں' حقیقت ' مقدس ' عظیم حقیقت ' اس مہیب کائنات کی حقیقت ' اس ہولناک ازلیت و ابدیت کی حقیقت ' ہر وجود کی روح ' مجرد حقیقت ' عریاں حقیقت - وہ حقیقت ' جس کی جستجو میں تمام فلاسفہ سرگرداں رہے ' اور حکیموں کو بستر خواب پر کبھی نیند نہ آئی - حکمت کی پاک دیوی ! حقیقت کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے بے نقاب کردے - میں اسے جاننا اور دیکھنا چاہتا ہوں - میں اسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں - میں اس کی پرستش پر دل بد چکا ہوں - میں اس کی راہ میں اپنی زندگی اور زندگی کی تمام مسرتیں ' اپنی دولت ' عزت ' جنون ' شباب ' محبت ' سب کچھ قربان کردونگا "

دیوکلس نے یہ کہا اور گردن اٹھا کر دیوی کا منہ دیکھا - وہ بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تھی - نوجوان نے اپنی پیشانی پھر اس کے مرمری قدموں پر رکھدی اور گڑگڑانے لگا - اس کی روح ' اس کی آنکھیں ' اس کی زبان ' تینوں دیوی کے قدموں پر تھے - روح آتش شوق سے جل رہی تھی - آنکھیں جوشش عشق میں بہہ رہی تھیں - زبان والہانہ مناجات سے وارفتہ تھی !

***

اچانک درختوں کے پتے ہلے ' ڈالیوں میں جنبش ہوئی ' نسیم کے جھونکے چلے - ہوا میں ایک آواز گونجی : " دیوکلس !" " دیوکلس !"

نوجوان چونک اُٹھا - اِدھر اُدھر گھبراہٹ سے دیکھنے لگا - سمجھا ' اُسکے ہم مدرسہ پکار رہے ہیں - مگر وہاں کوئی انسان بھی نظر نہ آیا -

" دیوکلس !" — " دیوکلس !" نوجوان تمنائی نے نگاہ اٹھا کر بت کو دیکھا - کیا دیکھتا ہے کہ سچ مچ کو اُسکے ہونٹ ہل رہے ہیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے ہاتھہ میں جنبش ہوئی ..... دیوی نے اپنا ہاتھہ دیوکلس کے کندھے پر رکھہ دیا ..... بجلی کی ایک طاقتور لہر اُسکے بدن میں دوڑ گئی - بید کی طرح تھر تھرانے لگا - خوف کی شدت سے اُسکے حواس معطل ہوگئے .....

لیکن آواز ابتک آ رہی تھی " دیوکلس ! " " دیوکلس !"

" دیوکلس ! تونے مجھے پکارا - لے ' میں آگئی - تیری مناجات میں نے سن لی - بول ' کیا مانگتا ہے ؟"

دہشت سے نوجوان کی سانس رک گئی - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تھا ' بیہوش ہو جائے - جب کچھہ عرصہ کے بعد اُسکے ہوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزدہ نظروں سے دیوی کو دیکھا :

" ہاں مقدس دیوی !" اُسنے کانپتی ہوئی آواز سے کہا " میں ہی تیرے حضور زار نالی کر رہا تھا - مجھے " حقیقت " کی جستجو ہے - میں " حقیقت " کو دیکھنا چاہتا ہوں - میں اُسے بے نقاب دیکھنا چاہتا ہوں ... "

" تو حقیقت کی کھوج میں ہے !" دیوی نے اپنی پر رعب آواز میں کہا " حقیقت خود یہی " وجود " ہے - حقیقت کہاں نہیں ہے ؟ لیکن ہاں ' بے پردہ ' بے نقاب حقیقت ' کبھی کوئی کائناتی نگاہ نہ دیکھہ سکی - کسی نے اسکے دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کی - بے نقاب حقیقت انسان کی حد نگاہ سے باہر ہے - تاہم اگر تیری یہی ضد ہے تو سمجھہ لے ' تجھے بڑی قیمت ادا کرنی پڑیگی ' ایسی بڑی ' جسکی شاید تجھے قدرت نہیں - تجھے دولت ' عظمت ' حسن — سب سے دست بردار ہوجانا پڑیگا - تجھے زندگی کا بھی آرزومند نہ ہونا چاہیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑھکر کوئی دولت کائنات کی اولاد کو نہیں دی ہے "

" میں ان سب سے ہمیشہ کیلیے بخوشی دست بردار ہوتا ہوں " دیوکلس نے خوش ہوکر کہا " میں سورج بھی چھوڑنے پر طیار ہوں "

دیوی نے اپنا سر جھکا لیا - ہر طرف خاموشی پھیل گئی - درخت " زفس " کی اِس باعظمت لڑکی کی تعظیم میں جھک گئے !

دیوی نے پھر سر اٹھایا :

" بہتر " اُسنے آدمیوں کی طرح لفظوں میں کہا " تجھے حقیقت دکھادی جائیگی - لیکن ایک ہی مرتبہ میں تو اُسے نہیں دیکھہ سکتا - میں ہر سال ایک دفعہ تجھے وہاں لیجایا کرونگی - تو اُسکے چھپانے والے پردوں میں سے ' ہر مرتبہ ' ایک پردہ چاک کرسکے گا ... تو زندگی کے لباس میں رہے گا ' یہانتک کہ حقیقت عریاں اپنی آنکھوں سے دیکھہ لے "

***

نوجوان کا چہرہ مسرت امید سے دمکنے لگا - وہ خاموش رہا کہ دیکھے اب دیوی کیا کرتی ہے - اچانک وہ حیرت سے دم بخود ہوگیا - دیوی نے اپنی سنگ مرمر کی چادر اتار دی - دیوکلس کی آنکھیں دختر زفس کے حسن وجلال سے چکا چوند ہوگئیں - چشم زدن میں بت نور کا پتلہ بن گیا - ... اب اُس میں حرکت ہوئی - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اٹھا لیا - لامتناہی فضا میں پرواز شروع کردی - ایک نامعلوم خطہ میں جا پہنچی - دیوکلس نے دیکھا ' ایک سر بفلک پہاڑ پر وہ کھڑا ہے ...

یہاں ' پہاڑ پر ' نوجوان نے کالی بدلیوں کے اندر ایک پر سائیں سی دیکھی - جوش شناخت میں اسکی روح اُسکے حلقہ ہائے چشم میں سمٹ آئی مگر وہ اسکے خال وخط نہ دیکھہ سکا !

" یہی حقیقت ہے " دیوی نے اپنی انگلی سے اشارہ کرکے کہا " یہی اپنی دھندلی شعاعیں زمین پر ڈالتی ہے اور فلسفی اور حکیم اُن میں نور حق کا سایہ دھو دھتے ہیں - اگر یہ شعاعیں نہ ہوتیں تو دنیا تاریک رات کی طرح اندھیری ہوجاتی - انسان کی نگاہ حقیقت کو اِنہی شعاعوں میں دیکھہ سکتی ہے - تم دیکھہ رہے ہو ' وہ کس قدر ہلکی ' کیسی دھندلی شعاعیں ہیں ؟ حقیقت بے حد روشن ہے - اتنی روشن کہ سورج کی روشنی سے بھی تم اسکا قیاس نہیں کرسکتے - مگر وہ ان پردوں کے اندر چھپی ہوئی ہے - صرف اسکا سایہ ہی نظر آسکتا ہے - آگے بڑھ ' اور اسکا ایک پردہ چاک کر ڈال "

دیوکلس نے دیوی کے حکم کی تعمیل کی -

ہاتھہ لگتے ہی پردہ سفید پرند بن گیا تھوڑی دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پھر سیدھا آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکھا - حقیقت کی شعاعیں پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہیں !

دیوی اُسے پھر زمین پر اُڑا لائی - وہ اپنی اکاڈیمی میں گیا ' اور دیوی اپنا مرمری جامہ پہنکر پھر بت بن گئی !

***

دیوکلس نے دیوی سے اپنا وعدہ توڑا کیا - آرام و راحت سے منھہ موڑ لیا ' خلوت میں بیٹھا ' اور غور و فکر میں تکلم مستغرق ہوگیا -

اب وہ انسانوں کے کسی مجمع میں نظر نہیں آتا تھا - ایتھنس کے تمام میلے اس سے خالی ہوگئے تھے -

دوسرے سال اپنے مقررہ وقت پر ' وہ پھر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تھا - دیوی نے حرکت کی ' اور پہلی مرتبہ کی طرح اُسے غیر معلوم پہاڑ پر اُڑا لے گئی - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پردہ چاک کردیا - اس مرتبہ روشنی اور بھی زیادہ تیز ہوگئی - پھر وہ زمین پر واپس آگیا - اُسکی زہد و خلوت پسندی اب اور زیادہ گہری ہوگئی تھی -

***

اُسکے رفیق اِس تبدیلی پر متعجب تھے - اُنھوں نے اُسے بہت بہت پھسلایا ' مگر وہ اپنے گوشۂ انزوا سے باہر نہ نکلا -

ایتھنس کی بعض حسین دوشیزہ لڑکیوں سے اُسکی ملاقات تھی - ایک فتنہ گر حسن اُس سے محبت بھی کرتی تھی - اُسکی یہ حالت دیکھکر ایک دن اُسکے پاس گئی :

" دیوکلس ! کیا بات ہے ؟" دوشیزہ نے مسکرا کر کہا " تم مجھہ سے بیزار کیوں ہوگئے ؟ یہ دیکھو ' میری آنکھیں ستاروں کی طرح چمکتی ہیں - میرے بال شعاعوں سے بھی زیادہ چمکیلے ہیں - میرا جسم کیسا دلفریب ہے ؟ میں نے تمھارے سوال محبت کا جواب دیا تھا ' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کی سائل ہوں - مجھے دیکھو ' میری محبت کی تحقیر نہ کرو - خود دیوتا بھی محبت سے انکار نہیں کرتے "

دیوکلس نے دو شیزہ پر ایک سرد نظر ڈالی اور کہا :

" محبت میرے دل سے اُسی طرح اڑ گئی ہے جس طرح دوسرا پردہ اڑ گیا تھا " اُسنے یہ کہا اور ایک طرف کو چلدیا !

دو شیزہ حیرت سے اُسے دیکھتی رہی - بھلا یہ رمزوہ کیونکر سمجھ سکتی تھی ؟ اُسنے خیال کیا ' دیوکلس دیوانہ ہو گیا ہے -

***

ایک سال بعد دیوکلس نے تیسرا پردہ چاک کیا - اُسکی نظر اور بھی زیادہ تیز ہو گئی - اسکا نفس ناطقہ زیادہ شائستہ اور بلند مرتبت ہو گیا !

اب فلسفہ کے حلقوں سے بھی وہ الگ ہو گیا - اگر کبھی اتفاق سے وہ عوام کے سامنے بولتا تو لوگوں کے کان اُسکے لیے وقف ہو جاتے - انسانی دلوں کے لیے اُسکی آواز میں ایک ایسی تاثیر تھی کہ یونان کے صدہا حکمت میں کسی بڑے سے بڑے حکیم کی آواز کو بھی نہ ملی ہوگی - پورے ایتھنس نے جمع ہوکر فیصلہ کردیا کہ دیوکلس ' اسناد عظیم افلاطون اور دوسرے تمام حکیموں سے بازی لیگیا - اُس سے منتین کی گئیں کہ فلسفہ کی امامت قبول کرلے مگر اسنے بے پروائی سے انکار کر دیا -

اسی زمانہ میں ایسا ہوا کہ ایتھنس پر دشمنوں نے حملہ کر دیا - دیوکلس وطن کی مدافعت میں پیش پیش تھا - بے نظیر شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ایتھنس کو فتح ہوئی - بہادروں کو فوج میں پھولوں کے تاج تقسیم کیے گیے - سب سے بڑا تاج دیوکلس کے واسطے طیار ہوا تھا - مگر عین وقت پر جب اُسے پکارا گیا ' تو وہ موجود نہ تھا !

***

برسوں پر برس گذرتے چلے گیے - ہر برس دیوکلس حقیقت کا ایک پردہ چاک کر آتا تھا - ابھی وہ جوان تھا مگر اسکا سر سفید ہو گیا - کمر جھک گئی - آنکھیں دھنس گئیں - قوی کمزور پڑ گیے - اِسپر بھی وہ خوش تھا ' کیونکہ وہ عنقریب " حقیقت " کا مشاہدہ کرنے والا تھا ' اُس حقیقت کا بے پردہ بے ' نقاب مشاہدہ ' جسے کبھی کسی بشر نے نہیں دیکھا !

***

آخر فیصلہ کی رات آگئی - آج " حقیقت " پر سے آخری پردہ بھی اُٹھ جائیگا - آج بے نقاب حقیقت اسکے سامنے ہوگی !

دیوی ' دیوکلس کو حسب عادت اڑا لے گئی - اور حسب معمول حقیقت ' کے سایہ کے سامنے کھڑا کر دیا :

" دیکھ ' حقیقت کس قدر تاباں ہے ! پچھلے برسوں میں جتنے پردے تونے چاک کیے ' وہ اسکے چہرے کے پردے نہ تھے - تیری ہی غفلت کے پردے تھے جو تونے اپنی آنکھوں پر ڈال لیے تھے - تونے ایک ایک کر کے تمام غفلتیں دور کردیں - آج آخری پردے کی باری ہے - اسکے بعد تو روز روحقیقت کا جلوہ دیکھ لیگا - اگر تو اپنے کیے پر پشیمان ہے ' یا تیرے دل میں ذرا بھی خوف موجود ہے ' تو اب بھی وقت ہے - لوٹ جا ' اور باقی زندگی چین سے گزار "

دیوکلس ' جوش طلب سے دیوانہ ہوکر چلایا :

" اِسی منزل کی طلب میں تو میں نے ساری عمر گزار دی - اب میں " حقیقت " سے کس طرح منہ موڑ سکتا ہوں ؟ میں آخری پردہ بھی چاک کرونگا - میں حقیقت کو ضرور بے نقاب دیکھونگا "

اُسنے یہ کہا اور آگے بڑھا - اُسکا دل دھڑکنے لگا - ہاتھ کانپنے لگا - وہ اپنی بزدلی پر شرمندہ ہو رہا تھا مگر عمل کی ہیبت و دہشت سے بے بس تھا - اس نے دانت بھینچے ' آنکھیں بند کیں ' دل کڑا کے آگے بڑھا ' ہاتھ بڑھایا ' اور آخری پردہ بھی کھینچ لیا .....

اُف ' ہولناکی !

پردہ ہٹتے ہی روشنی غائب ہوگئی — — گھٹا ٹوپ اندھیری چھاگئی ... کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا !

دیوکلس نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ قریب تھا ' اسکا سینہ شق ہو جاے :

" حقیقت کہاں ہے ؟ حقیقت کہاں ہے ؟ اے دیوی ! حقیقت کہاں ہے ؟ مجھے تو کچھ سوجھائی نہیں دیتا - وہ ' جو آخری پردے کے پیچھے تھی ' کہاں چلی گئی ؟ ساری دنیا تاریک ہو رہی ہے ... "

" تیری آنکھیں پھوٹ گئیں ! " حکمت کی دیوی نے وقار سے کہا " اے کائنات کے بیٹے ' تیری آخری غفلت بھی اڑ گئی ! بے نقاب حقیقت کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا - اگر دیکھ سکتا ہے تو اُسے پردوں ہی میں لپٹا دیکھ سکتا ہے - کوئی دس پردوں کے اندر سے دیکھتا ہے - کوئی اِس سے کم میں دیکھتا ہے - کوئی اِس سے بھی زیادہ میں - مگر حقیقت عریاں کا مشاہدہ ناممکن ہے ... تونے دیکھنا چاہا ' تو تونے دیکھ لیا کہ تو کیا دیکھ سکتا ہے ! ... "

دیوکلس نے یہ سنا اور منہ کے بھل زمین پر گر پڑا - اب اُسکے جسم میں روح موجود نہ تھی ... شاید " حقیقت " کی جستجو میں اُسنے دوسری دنیا کی راہ لی تھی ... "

الہلال
کا
یہ ۹ - وان نمبر ہی

لیکن

اسوقت تک ضرورت باقی ہے کہ ترسیع اشاعت کی طرف آپ کو توجہ دلائی جاے -

اس میں شک نہیں کہ اصحاب ذوق نے جس طرح الہلال کا استقبال کیا ' شاید ہی اُسکی کوئی دوسری نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ہے کہ پرچہ کی ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ہے ' اور قیمت اُسکے مقابلہ میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھانی چاہیے - یا اتنی وسیع اشاعت ہونی چاہیے کہ اُس سے قیمت کی کمی کی تلافی ہوجاے -

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کي فضا اپنا بوجھ اُس پر ڈالے ہوئے ہے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش فشاں پہاڑ نظر آتے ہیں ایسے ہي پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بھي موجود تھے جو زمین کي عمر کا ابتدائي زمانہ تھا - اصطلاح طبقات الارض میں یہ دور " عہد ارضي " کہلاتا ہے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کي قطعي دلیل ہے کہ زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کرہ ہے - چونکہ جزء ہمیشہ کل کے ماتحت ہوتا ہے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین کي یہ پتلي پپڑي یا چھلکا بھي ایک زمانہ میں اپنے کل کي طرح مشتعل ہوگا - زمین اپني تاریخ کے کسي قدیم دور میں آتشي کرہ تھي -

چاند کو بھي اگر دوربین سے ہم دیکھیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ چاند پر بھي تقریباً ویسے ہي تاریخي انقلاب طاري ہو چکے ہیں جیسے زمین پر گزر چکے ہیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریہ)

اِس طرح کے مشاہدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانٹ اور اس کے بعد فرنچ ریاضي داں لاپلاس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ شروع میں پورا نظام شمسي نہایت ہي گرم گیس کا کتلہ تھا - یہ کتلہ کسي نا معلوم محرک کے ذریعہ خود اپنے گرد گھومنے لگا - اِس حرکت نے حلقے پیدا کیے - پھر ان کے مراکز میں کثافت و انجماد پیدا ہوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یہي مرکز آفتاب بن گیا - پھر گردشي حرکت کي وجہ سے اُن حلقوں کے اندر بھي حلقے پیدا ہوتے گئے - اِن ثانوي حلقوں میں سے ہر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کي کیفیت پیدا ہوئي اور ایک نیا کواکب ناري بن گیا - پھر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بھي کثافت و انجماد کا عمل شروع ہوا اور بتدریج ایک یا کئي چاند پیدا ہوگئے - مگر یہ بھي اُس وقت آتشین تھے - بتدریج ٹھنڈے ہوکر موجودہ شکل میں آئے ہیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخي عہد کے حلقے موجود ہیں - چنانچہ دوربین میں زحل کے گرد علاوہ اُس کے دس چاندوں کے ' تین تہیں رکھنے والا گیسي حلقہ بھي دکھائي دیتا ہے -

خاص زمین سے متعلق مذکورہ بالا علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وہ بتدریج ٹھنڈي ہونا شروع ہوئي ' یہانتک کہ اُس کي سطح جم گئي ' جب زمین کي حرارت ۳۵۰ درجہ پر پہنچي تو اُس پر پارے کي موسلا دھار بارش ہوئي - جب حرارت اور کم ہوئي اور ۱۰۰ درجہ پر آئي ' تو کھولتے ہوئے پاني کي بارش شروع ہوگئي - مگر چونکہ زمین اور اُس کي فضا کي حرارت ہنوز بہت زیادہ تھي ' اِس لیے پاني جمع نہ ہوسکا اور بھاپ بنکر اڑ گیا - پھر جب حرارت ۱۰۰ درجہ سے بھي کم ہوگئي ' تو اُس وقت بارش کا پاني جمع ہوا اور سمندروں کي تکوین ہوئي - اُس زمانہ کے سمندروں کا رقبہ موجودہ سمندروں سے بہت زیادہ تھا - کیونکہ اُس وقت زمین کا داخلي حصہ بہ سبب شدت حرارت کے پاني سے خالي تھا - اور اُسکي موجودہ ساوٹیں وجود میں نہیں آئي تھیں جنھوں نے بعد میں پہاڑ اور سمندر کي گہرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یہ خیال محض نظریہ نہیں ہے بلکہ علماء طبقات الارض کا مشاہدہ ہے -

(کائنات حیات)

اب زندہ کائنات کي بحث سامنے آتي ہے - ظاہر ہے بہت شدید حرارت میں زندگي موجود نہیں ہوسکتي - اس لیے لازمي طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگي سے خالي تھي - یہ تسلیم کرنے کے معني یہ ہوئے کہ ہم یہ بھي تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر زندگي ہمیشہ سے موجود نہیں تھي - بعد میں اُسکا آغاز ہوا -

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندگي یا اولین ذي روح کائنات کا آغاز کن مواد سے ہوا ؟ کیا اُن جمے ہوئے معدني مواد سے جو شدید حرارت کي وجہ سے اولین سمندروں میں پاني کي طرح بہہ رہے تھے ' اور گرمي کے کم ہونے پر جم گئے ؟ اگر یہ مان لیا جائے تو بحث ختم ہوجاتي ہے -

(دو مذہب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود ہیں کہ اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نہیں - اس کا فیصلہ اِس مسئلہ کے فیصلہ پر موقوف ہے کہ غیر ذي روح اشیا سے ذي روح اشیا پیدا ہوسکتي ہیں یا نہیں ؟ اس بارے میں جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہوسکتیں یا کم از کم نہیں ہوتي ہیں ' لیکن تولد ذاتي کے قائل اسکے خلاف ہیں -

مذہب جمہور کي بنیاد واضح ہے - وہ کہتے ہیں اس طرح کي کوئي تخلیق علمي طریقہ پر ثابت نہیں ہوئي ہے - ایک زمانہ میں عوام کا یہ خیال خواص میں بھي پھیلا ہوا تھا کہ بہت سے جانور مٹي ' پاني ' اور مختلف غیر ذي روح مواد سے پیدا ہو جاتے ہیں - مثلاً وہ سمجھتے تھے ' حشرات الارض مٹي اور پاني سے پیدا ہو جاتے ہیں - مکھیاں اور مچھر گندگي اور کیچڑ سے پیدا ہوکر اڑنے لگتے ہیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتھ ہي زمین سے اُٹھنے لگتے ہیں - یا پنیر اور اسي طرح کي چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے ہیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت ہوگیا کہ یہ تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نہیں ہوتے - بلکہ جاندار مخلوق ہي سے جان حاصل کرتے ہیں - ان سب کي پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکھیوں کے انڈے سے ہوتي ہے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکھے جاسکتے ہیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانہ میں بہت زور دیا جاتا تھا - مگر ثابت ہوگیا کہ وہ خاص قسم کي مکھي کے انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں ' اور اگر انکي حفاظت کي جائے تو وہ بڑے ہوکر مکھي کي شکل اختیار کرلینگے - یہ بات سترھویں صدي کے وسط ہي میں پایۂ تحقیق تک پہنچ گئي تھي کہ مٹي وغیرہ سے جانداروں کي پیدایش کا خیال غلط ہے -

لیکن دوسرا مذہب اُن لوگوں کا ہے جو " تولد ذاتي " کے قائل ہیں - خوردبین کي ایجاد نے اِنھیں تقویت دي - اُنھوں نے اعلان کیا کہ ایک خاص طرح کے جاندار ' مردہ پتیوں کے رس جیسے سیال مادوں میں پیدا ہو جاتے ہیں - لیکن میلن اڈورز اور شوان وغیرہ علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وہ کہتے ہیں اگر ہم ان سیال مادوں کو آگ پر رکھکر کھولائیں اور اُن جراثیم سے آلودہ نہ ہونے دیں جو ہوا میں موجود ہیں ' تو ان میں کبھي یہ جاندار پیدا نہ ہونگے - یہ بھي در اصل ہوا کے جراثیم کي پیداوار ہیں -

مذہب " تولد ذاتي " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبیني کیڑوں) کي نسبت بھي دعوا کیا تھا کہ یہ اُن قابل حیات اور معدني مواد سے پیدا ہوتے ہیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود ہیں - لیکن پاسٹیور نے اسکي تغلیط کي - اس نے ثابت کیا کہ اس میں بھي وہي غلطي ہے جو بڑے جانوروں کي پیدایش کے سطحي معائنہ میں ہوئي تھي - یہ جراثیم بھي ہوا کے جراثیم

(پادریوں کا چنگل)

" مر مر کے اسنے جلادوں کے پنجہ سے رهائي حاصل کي تهي - مگر وائے بدنصیبي ' فوراً قسیسوں کے چنگل نے اُسے آ دبوچا ! میں یہ اس لیے نہیں کہتا کہ مجھے اِس پر کوئي تعجب ھے - لیکن بلا شبہہ یہ عجیب ھے کہ ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا اُسقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکہ شریف النفس بھي ھے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک ھوگیا ؟ حالانکہ اُسے ایسي دنائت سے بلند ھونا چاھیے تھا - ایک مذھبي پیشوا ھونے کي حیثیت سے اُسکا فرض تھا کہ مظلوم پر ترس کھائے ' نہ یہ کہ اُلٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربستہ ھو جائے - وہ مظلوم ' جو پہلے هي سے زمانہ کے ھاتھوں کچلا جاچکا ھے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیہ بردار اِس ناکردہ گناہ کے متّہالیٰ پر تل گئے ھیں - وہ یقین کرتے ھیں کہ ھم اُسے ضرور بالضرور متّہادینگے - حقیر سے حقیر واعظ اور ادنیٰ سے ادنیٰ مجاور بھي کوشش کر رھا ھے کہ اِس خود ساختہ دشمن کے گلا گھونٹنے کا فخر صرف اُسي کو حاصل ھو ' اور اِسکے سر پر فیصلہ کن ضرب اُسي کے پاؤں کي ٹھوکر سے لگے ! "

(اُسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا ھے کہ اگر پیرس کي مجلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نہ کیا ھوتا ' تو آپکو میري کتاب سے بغض کم ھوتا ؟ بلاشبہ بعض لوگ یہي خیال ظاھر کرتے ھیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے ھرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکہ یہ خلاف واقعہ ھے - اے میرے آقا! مجھے بتایئے آپنے ایسے پہلے میرا رد کرنے کي زحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے منصب کے خلاف رسالہ شائع کیا ' میں نے دي لامبرت کے نام خطوط چھاپے ' کئي کتابیں لکھیں ' مگر آپکے قلم کو کبھي جنبش نہ ھوئي ! حالانکہ میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود تھے ' جیسے کتاب التربیت میں ظاھر کیے گئے ھیں - کیا آپنے میري یہ کتابیں نہیں پڑھي تھیں ؟ حالانکہ اگر نہ پڑھي ھوتیں تو اپنے اِس رد میں اُن پر بحث نہ کرسکتے - کیا آپ کي یہ خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نہ تھي ؟ حالانکہ بقول آپکے اِن کتابوں میں بھي الحاد کي دعوت دي گئي ھے - کیا یہ حقیر مؤلف اُس وقت کم خطا کار تھا ' اور اب زیادہ ھوگیا ھے ؟ حالانکہ آپ اُسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے ھیں - آخر کیا بات تھي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نہ ھلي ؟ یہ وجہ تو نہ تھي کہ اُس وقت آپکے دشمن کم تھے ' اور میں بھي خائنوں سے گھرا ھوا نہ تھا ؟ اُس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول ھوچکي تھیں اور آپ عوام کے غصے سے ڈرتے تھے ؟ لیکن اب ' جبکہ حالات میں تبدیلي پیدا ھوئي - میرے دشمنوں نے اِکا کرکے مجھ پر یورش کردي ' مجھے ملحد اور باغي مشہور کیا ' حکومت نے بھي ھتیار سنبھال لیے ' اور آپکے دشمنوں نے بھي کہنا شروع کر دیا کہ پیشوائے اعظم ھوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچھہ نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے اُسکي حمایت کر رھے ھیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے اُٹھے ' اور اپنے دشمنوں کا منہہ بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف برانگیختہ کیا ؟ اگر ایسا هي ھے تو بلاشبہ میرے دماغ کو شدت تعبیر سے سکتہ ھو جانا چاھیے ! "

اِس تمہید کے بعد رزسو ' اُسقف کے بیان کا رد شروع کرتا ھے -

(صفات الہي)

اُسقف نے لکھا تھا :

" رزسو کہتا ھے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر ھوں ' لیکن ساتھہ هي یہ دعوی بھي کرتا ھے کہ یہ موجود حقیقي علم ' قدرت ' ارادہ ' اور حکمت رکھتا ھے ! "

رزسو جواب دیتا ھے : " خدا کي صفت ' علم ھے - لیکن اسکا علم کیا ھے ؟ انسان کا علم تو اُسکي قوت تفکر میں ھے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تأمل کا محتاج نہیں - اُسکي تفکیر کے لیے نہ تو مقدمات ھیں ' نہ نتائج ھیں ' نہ فرض و قیاسات ھیں - اُسکا علم ازلي ھے - جو تھا ' جو ھے ' جو ھوگا ' سب اُس پر آشکارا ھے - تمام حقائق اُسکے سامنے ذرۂ ریگ سے بھي چھوٹے ھیں - تمام دنیا اُسکي نظر میں قطرۂ آب سے بھي محدود ھے ' تمام اگلے پچھلے زمانے اُسکے نزدیک لمحہ بصر سے بھي مختصر ھیں "

" باقي رھي قدرت الہي ' تو قدرت الہي کا یہ حال ھے کہ انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت ھوتي ھے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الہي خود اپني قوت سے عمل کرتي ھے - خدا قادر ھے ' کیونکہ وہ ارادہ رکھتا ھے - اور اُسکا ارادہ هي اُسکي قدرت ھے ! "

" خدا ' لاریب خیر ھے - انسان کا خیر یہ ھے کہ اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر اُسکا وہ نظام ھے جس سے وہ کائنات کو سنبھالے اور تمام اجزاء کو باھم جوڑے ھوئے ھے -

" خدا لاریب عادل ھے - عدل الہي بھي اُسکے خیر هي کا ایک نتیجہ ھے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل ھے ' خدا کا عمل نہیں ھے - روح کا اضطراب ' جس کي وجہ سے فلاسفہ قدرت الہي کے منکر ھو جاتے ھیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیادہ واضح کرنے والا ھے - انسان کا عدل یہ ھے کہ ھر حقدار کو اُسکا حق دیدے - خدا کا عدل یہ ھے کہ ھر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے ! "

(حقیقت الہي)

" یہ صفات میں نے عقل کي منطق کي راہ سے معلوم کي ھیں - لیکن میرے دماغ میں اُنکا مفہوم مرتب و مفصل نہیں ھے - میں اُنھیں تسلیم کرتا اور اُنپر اصرار کرتا ھوں ' مگر اُنکي پوري حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا - عقل اِسکا احاطہ کر هي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یہ ھوے کہ میں حقیقت سے لا علم ھوں - اور اسلیے میري حیثیت یہ نہیں ھے کہ میں جانتا ھوں اور اصرار کرتا ھوں - میں اپنے دل سے بے فائدہ کہتا ھوں " یہي خدا ھے " میں بے فائدہ اُسکا شعور کرنا چاھتا ھوں - میں بے فائدہ اپنے ذھن میں اُسکا تصور کرتا ھوں - " بے فائدہ " اس لیے کہ اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بھي روشني نہیں پڑتي - میں ھرگز معلوم نہیں کر سکتا ' خدا ایسا کیوں ھے ؟ اُس میں یہ صفات کیونکر قائم و موجود ھیں ؟

" میں اُسکي حقیقت جاننے کي جتني زیادہ کوشش کرتا ھوں اُتني هي اُسکي حقیقت پوشیدہ ھوتي جاتي ھے - میري یہ عقل کي بے بسي مجھہ میں اُسکا اعتقاد و ایمان اور بھي زیادہ مستحکم کر دیتي ھے - میں جس قدر اُس کا تصور کم کر سکتا ھوں ' اُسي قدر اُس سے زیادہ وابستہ ھوتا اور اُتنا هي اُسکي عبادت پر جھکتا جاتا ھوں - بالآخر اُس کے رو برو گر پڑتا ھوں اور کہتا ھوں " میرا وجود تجھي سے ھے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیادہ تجھہ میں غور کرتا ھوں ' تو اُتنا هي زیادہ میرا نفس بلند کرتا جاتا ھے ' مگر تیري حقیقت برابر مجھہ سے مستور هي رھتي ھے ! تجھہ میں میرا فنا ھو جانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامہ ھے ! تیري عظمت نے میري عقل مبہوت کردي ھے ' مگر میري نا توانی کو بھي قوت سے بدل دیا ھے ! "



حکمت اور شعر کے مختارات

حکما و شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کي مخلوق پر اُس کا مہر ہے — بیٹشر ،

حسن بغیر نزاکت کے ایسا ہے ، جیسے بے نمک کھانا — امرسن -

ارسطو سے پوچھا گیا " حسن کیا ہے ؟ " اُس نے جواب دیا " یہ سوال اندھوں سے کرنا چاہیے " — لیکن

حسن ، جہاں بھي ہوتا ہے ، سراہا جاتا ہے — گوئٹے

حسن ، ایک جال ہے ، جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتي ہے — لیگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اُس کي طرف سے اقرار ہے کہ اُس کے پاس حسن کے سوا کوئي چیز قابل فخر نہیں — میڈ موزیل دي لسپیناس

خوبصورت عورت آنکھ کے لیے جنت ہے ، قلب کے لیے دوزخ ہے ، جیب کے لیے ویراني ہے -

خوبصورت ، بد صورت سے اُسي طرح بچے ، جس طرح ذھین ، غبي سے بچتا ہے — پوپ

تمھاري یہي کیا کم فتح مندي ہے کہ تم خوبصورت ہو ؟ — ہوگز

جب ہم میں اِس قدر صلاحیت پیدا ہو جائیگي کہ ہم خدا کے ہر عمل میں حسن و جمال محسوس کرنے لگیں گے ، تو اُس وقت ہم دعوی کرسکیں گے کہ ہم اُس کي حقیقت سے واقف ہو گئے ہیں — رسکن

حسن ، تمام نوع انساني کے لیے سعادت ہے - ہر مخلوق اُس کے زیر اثر آکر بھول جاتي ہے کہ وہ محدود ہے — شیلر

حسن سے محروم عورت ، زندگي کي نصف لذت سے محروم ہوتي ہے — مڈیم دي مونٹارین

حسن بہت ہي کم عمر چیز ہے — دي لنکلر

اِس یقین سے زیادہ عورت کے لیے کسي بات کا یقین مشکل نہیں کہ وہ اپنے حسن سے محروم ہوگئي ہے — روشبراون

کبھي عورت خوبصورت ہوتي ہے ، مگر اُس کا حسن اُس وقت تک نہیں کھلتا ، جب تک اُس کا دل محبت کے لیے نہیں کھل جاتا — لا بریبر -

حسن ، قدرت کا عورت کو سب سے پہلا عطیہ ہے ، اور یہي سب سے پہلے اُس سے چھن بھي جاتا ہے — میرہ -

عورت اپنے محبوب کي جدائي گوارا کرسکتي ہے مگر اپنے حسن کي جدائي گوارا نہیں کرسکتي — روشبراون

مرد کو شادي کے معاملہ میں اعلی حسن سے پرھیز کرنا چاھیے - کیونکہ حسن قبضہ میں آتے ھي گھٹ جاتا ہے ، مگر اُس کي مصیبتیں زندگي بھر باقي رھتي ھیں — رسو

جس عورت میں بجز حسن کے اور کوئي جوھر نہیں ھوتا ، اُس کي مثال روغني روٹي کي سي ہے - یہ گرم اچھي معلوم ھوتي ہے اور سرد ھوتے ھي اپنا سارا ذائقہ کھودیتي ہے — سیجور

(عورت)

تمدن اچھي عورتوں کے اقتدار کا نام ہے — امرسن

عورت کي شیرینی گلاب کي طرح جلد ختم ھو جاتي ہے — گوئٹے

زندگي کي سب سے لذیذ شیرینی ، بیوي کا اپنے شوھر کو مخلصانہ سلام ہے — ولز

عورت کي انانیت اپنے اندر دو انانیتیں رکھتي ہے — مڈیم دي اسٹائل

خدا کي انسان پر سب سے قیمتي بخشش ، عورت ہے - گوبار

کاش ، عورت تنھا میرا ھي حصہ ھوتي ! — اربیڈس

عورت انسان اور فرشتہ کے بین بین ایک مخلوق ہے — بلزاک

عورت اُس شخص کو حقیر سمجھتي ہے جو اُس سے محبت نہیں کرتا ہے ، مگر وہ خود اُس سے محبت نہیں کرتي — ایلز بیتھ ، اسٹوڈرت

***

انسان اپنے نفس کو اُسي وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ مصیبت میں پڑتا ہے — الفرڈ دي موسیہ

شک ، ھمیشہ امید کے پیچھے لگا رھتا ہے — بلزاک -

ترقي لنگڑي چال چلتي ہے — سانت بو

نا مکمل تعزیت سے رنج زیادہ ھوجاتا ہے — رسو

عظمت ، طمع ، فوج ، جنگي جہاز ، تاج ، تخت ؛ یہ انسان کے کھلونے ھیں جب وہ بڑا ھوجاتا ہے — وکٹر ھیوگو

میري تمام مصائب کي علت یہ ہے کہ میں لوگوں سے حسن ظن رکھتا تھا — رسو

(ذھانت)

ذھانت کیا ہے ؟ یہ محض سمجھنے کي صلاحیت ھي کا نام نہیں ہے - کیونکہ حیوان بھي سمجھ رکھتا ہے مگر ھم اُسے ذھین نہیں کہہ سکتے - سپاھي اپني ڈیوٹي سمجھتا اور پوري کرتا ہے مگر ذھین نہیں کہلاتا - بندر کي ذھانت ، محض ایک بے نتیجہ عقلي اضطراب ہے - جو بچہ اپني حرکتوں سے تمھیں ھنساتا ہے ، ذھین نہیں ہے - کیونکہ اُس میں بندر کي جبلت آگئي ہے - جو عورت بہت سي اشیاء کا علم رکھتي ہے ، ذھین نہیں ہے - کیونکہ معمولي باتیں اُس کے دماغ کو پراگندہ کر ڈالتي ھیں - کیا حساب داں ذھین ھوتا ہے ؟ شاعر کي نظر میں حساب داں مالیخولیا کا مریض ہے ! کیا شاعر ذھین ھوتا ہے ؟ ریاضي داں شاعر کو سراسر بیوقوف سمجھتا ہے ! ماھر مالیات کي نظر میں ناول نویس ، دو پاؤں کا احمق حیوان ہے ! جو آدمي ، دور از کار نظریے بناتا ہے ، کیا ذھین ہے ؟ کیا ھمیشہ خاموش رھنے والا ذھین ہے ؟ کیا اپني عینک کے شیشوں سے ، سرد اور بے اثر نظروں سے تمھیں دیکھنے والا ذھین ہے ؟ نہیں !

ذھانت کي تعریف ناممکن ہے — لا مارٹین

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھپنے کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے لیجئے

شربت روح افزا ۲۹۲ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہے اور جسکو چشم بد دور سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اسکی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بیشمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے نواکہات مثل انگور، سیب۔ رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب و دوران سر و درد سر و متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کے نام اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہوں گے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا آپ شربت خرید کرتے وقت دوہوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ نمبر ملاحظہ فرمائیں

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپ کو مطلع کردے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر

ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

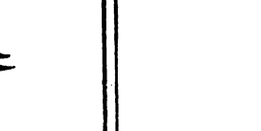

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

برید فرنگ

رُوس کا نفس پرست شاہی راہب

راسبوٹین

خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بُت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ روس کے خاندان شاہی کی بربادی ہے۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام شاہزادے، تقریباً پورا خاندان گولی مار کر قتل کر ڈالا گیا! یہ واقعہ فرانس کے لوئی شانزدہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی دہشتناک ہے! روس کے خاندان شاہی کی بربادی اور انقلاب سلطنت پر بکثرت کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث کی جا چکی ہے جو ان عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ ان اسباب میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہے، جو بیسویں صدی کی متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہے۔ یعنی روس کے حکمران اور اُس کی ملکہ کی مذہبی توہم پرستی، زود اعتقادی، اور علم و عقل سے محرومی ہے! یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام تباہیوں کی اصلی علت ایک راہب تھا، جسکے دام تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔

مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوبوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں شائع ہوا ہے۔ اس سے اس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی پڑتی ہے۔ اس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام واقعات کا شاہد عینی تھا۔ صرف شاہد عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسبوٹین کا قاتل بھی وہی ہے۔

اس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پوری طرح رائے زنی نہیں کی تھی، کہ اس سلسلہ کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہو گیا۔ یعنے یکایک دنیا کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی صوفیا کے قلم سے نکلی ہے اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ اس نئے بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کر دیا، اور دنیا اس نئے انکشاف سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی!

پچھلے دنوں ان دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں۔ خصوصاً پرنس کی بیان کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملکہ کے اصلی خطوط بھی شائع کر دیئے ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم پہلے پرنس کے روزنامچہ کی ایک پوری فصل درج کرتے ہیں، جس سے اس عجیب و غریب راہب کے حالات و اعمال پر پوری روشنی پڑے گی:

راسبوٹین کون تھا؟

راسبوٹین، جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی تھی، سائبیریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ اپنے عہد کا مشہور قزاق تھا، راسبوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار کر لیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس نے بُری طرح زدوکوب بھی کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے زخم کا نشان عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پُرانی خانقاہ میں ہوا۔ یہ خانقاہ دراصل خطاکار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ راسبوٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی ہے۔ قزاقانہ طرز معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر ان راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے انجیل پڑھی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کر دیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اس قزاق کو "ولی اللہ" سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اس کے زہد و تقشف اور مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متاثر ہوا۔ اپنے ساتھ پائے تخت لے گیا اور محل شاہی میں داخل کر دیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکۂ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہو گئی۔ راسبوٹین نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے آگے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے،

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

اور اُسے "مسیح ثانی" تصوّر کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہوجاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کرلیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ راہب بوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کو اس حد غلو تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اس دجّال کے حوالہ کردیا تھا"

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہے جو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کردئیے ہیں۔ ان سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطور نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "برڈوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بنا کر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہے:

"برڈوف کو وزیر بنادو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو، ورنہ وہ جری ہوجائیں گے اور برابر یوں ہی دباتے رہیں گے یہ سمجھیں گے تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے صدر کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ برڈوف کو میری خاطر وزیر بنادو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر اور روس پر جان دیتا ہے۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہے" وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہوسکتی، جس کی حفاظت پر دلی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے دلی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اس کی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے دلی کی یہی نصیحت ہے کہ برڈوف وزیر بنا دیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تامل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے دلی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہے۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھا دیا ہے۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہے، پوری ہوجاتی ہے۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہے، اچھی ہوجاتی ہے۔ جسے بُرا کہدیتا ہے، وہ بُرا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہوجاتی ہیں، مگر ہمارے اس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی...!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے:

"ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہے کہ اس وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہوں" وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دھوکا دیا ہے کہ اگر ڈوما توڑ دی جائے گی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھلا دھوکا ہے۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہے: اگر یہ لوگ رعایا سے جاکر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی ان کا یقین نہ کرے گا۔ ان کی ساری قوت، ان کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہے۔ لہذا ڈوما توڑکر ان شریروں کو منتشر کردو"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:

"معاملہ خوب سمجھ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہے... پیارے! میری دلی آرزو ہے کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کررہے ہیں اور تم سے آکر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہدیا ہے، وہی ٹھیک ہے۔ اُسکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہوسکتے ہیں..."

ایک اور خط میں حسب ذیل پرجوش الفاظ لکھتے ہیں:

"یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں تم اتنے کمزور کیوں ہوگئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ ان بدمعاشوں کو لات مار کر گرادو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے ہمت باندھو اور ڈوما کو توڑ دو۔ ان تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کرکے سائبریا جلا وطن کردو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ مہلک ہوگی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہے جو میرا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہے؟ بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و ضمیر رکھتی ہوں میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہے جو ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر میسو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا: روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کرڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہر سچے روسی کا بھی خیال ہے۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اس سخت کلامی سے تکلیف ہوگی۔ مگر میں مجبور ہوگئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور دلی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں..."

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر پورا زور دیا گیا ہے:

"میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ تمھیں دشمن کے سامنے اس طرح سربلند دیکھوں، جس طرح شیر، لومڑیوں کے سامنے ہوتا ہے تم ان جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں بیٹھتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤ گے تو یہ سب بزدل سر جھکا دینگے۔ یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسمیں ہے کہ اس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو...!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اس راہب کی سچ کی زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُسوقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اس مذہب کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ قوا رشوانی، خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اس بخشش کا شکریہ اسی طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ اُن سے انسان دل کھولکر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں بخل نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اس درجہ بے روک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کرسکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہوجاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہے:

"راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات ۱۹۱۴ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج... کی لڑکی مس م... روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے معصوم حسن و جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہوجاتا تھا۔ میرے بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقوی کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ، ولی اللہ اور قدیس ہے

فدائیان اسلام پر مضامین کا ہجوم
کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہو تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی

محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اس کی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں۔ حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہے۔

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے (۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔ (۳) عربی، فارسی اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے (۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے (۵) ایک کلام تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔

جلد اول ہفتہ وار ۸ صفحہ (۱۲ شمارہ) قیمت ۱۲ روپیہ ۱۲ آنہ

الجمعیۃ دہلی

راہب نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرۂ عقیدت سے نکل جائے۔ چنانچہ ہر ممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور وہ شیزہ کو اپنے سے زیادہ سے زیادہ قریب کرتا جاتا تھا"

"مس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات کے لئے دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس طرح پیغمبروں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ لیکن مجھے اُس سے طبعاً نفرت تھی۔ اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے لبریز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا احساس چھپانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب کا بوسہ لیا، حتیٰ کہ مس م... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا بوسہ لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہے کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں) میں نے دیکھا کہ مس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری طرح کام کر رہی ہے۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظر غائر ڈالی۔ درمیانہ قد تھا۔ مضبوط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ بالوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے زمانہ میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا اُدھ کوٹ اور بہت ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی کسانوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم۔ وہ یقیناً نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا کرتے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ شان دکھتی تھیں۔ یہ صرف اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ اُسے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی اُنھیں تحسین نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن مس م... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں۔ وہ اُسے پُرہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لمحہ میری نفرت بڑھتی جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ دلیوں کے اس لباس میں ایک خبیث نفس ملفوف ہے"

"چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور رازدارانہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مس م... کس قدر حسین ہے! کوشش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ رُوح سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہے۔ وہ تمھاری طرف بہت مائل ہے۔ مجھے یقین ہے، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی مسرت و سعادت پاؤ گے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مس م... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین تم سے از حد حسن ظن رکھتا ہے اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہے"

راہب اور زار کی والدہ

"اُسوقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روس کے شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہو گیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشامد میں لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔ ہم محسوس کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں روز بد دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا اور اس دجال کے دور کر دینے پر زور دیا۔ خاندان شاہی کے چند اور لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر زارینہ کچھ اس طرح اس "مقدس مرشد" کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگ عظیم

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اٹھے کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے اعتنائی برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے خلاف متین التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا:

"میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی اجازت نہ دوں گی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹیزم" والوں کے ایک جلسہ کا موقع حاصل کیا۔ اس موقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ مست و بیخود کی حالت میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھدی۔ مگر زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔ تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل سازی کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں"!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان بہت ہی دردناک ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ دراصل، جرمن جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکار کی حقیقت سے واقف ہو گیا، اور محل شاہی سے اُس کی علمدگی پر زور دینے لگا مگر جیوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرا دینا چاہئے فلاں مقام ہمارے لئے مضر ہے۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہیئے۔ یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کر دیتا، اور زار اسکی فوراً تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رُخ کرتیں دیکھتیں جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار کئے موجود ہے۔

بااین ہمہ زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور برکت سے فتح پائیں گے"!

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا بیان سُنئے۔ وصاحب البیت ادری بما فیہ۔ اس لڑکی کا نام صوفیہ راسپوٹین ہے۔ ابتک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں جمع کر کے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہے۔ اُس کے بیان نے یورپ کے اخبارات میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:

عقیدت نہیں عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کر لی اور بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد سے کہا "میں، زار سے بیزار ہو گئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت سے وابستہ ہے۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے شادی کر لو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہے

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے روزنامچے میں موجود ہے، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں ہے۔ زارینہ، خود مجھ سے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی تھی "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہو جاؤ گی!"

صوفیہ نے اپنے روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہے۔ وہ کہتی ہے

"جب میرا باپ قتل ہو گیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل (روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرت، ملکہ کی اُس سے بیحد رعایت و دلبستگی اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی مذہبی عقیدت سے خالی تصور کر لیا جائے۔ اس دنیا میں مذہبی عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے ملجاتی ہے تو اُس کے عجائب و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہے کہ لوگ مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس سے مذہبی عقیدت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہو جائے کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار تھی اور اسپر بھی اُسے اپنا مرشد اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔ جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہو جاتی ہے، تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہو سکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہے اور ابتک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہے۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رُو داری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جستہ جستہ نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دیدئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد یہ رسالہ نئے حصوں میں چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ر (بارہ آنے) منیجر الہلال کلکتہ

بریدِ شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصہ سے بعض ممتاز جرائد مصر نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہے تاکہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بکثرت تحریریں مصر کے اخبارات میں شایع ہو رہی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریرات کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی "انگورہ" ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، یک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں معیشت بہت گراں ہے۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لئے دو پونڈ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہے کہ انگورہ بڑے شہروں سے دور ہے اور ضروریات زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کیجا سکتیں۔

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر یہی گاؤں اپنا پایۂ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک مدبر بار بار دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اناطولیہ، اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سلاطین آل عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہو گئی۔ ترکی قومیت کی بربادی خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اُسی میں مرکوز ہیں، لہٰذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہے تاکہ یہیں سے نئی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دوڑا دیں" علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ "اب ہم یورپ کے اثر سے دور رہنا چاہتے ہیں یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دور اُفتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے"

سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو پایۂ تخت کو شہر کی صورت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہے کہ "ہمارا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہے۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جمود سے تباہ ہو چکا ہے۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی، حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہئے"!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دور رہنا اور شب و روز محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جبتک حکومت کا مرکز رہا کبھی اس مستعدی سے کام نہیں ہوا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہے۔

لیکن یہ بات نہیں ہے کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی سابق حالت ہی میں چھوڑ دیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ اپنے وقت پر وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۵۰ ہزار ہے۔

انگورہ کے مناظر پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جس منظر نے میرؔ دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب اُنھیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا میں سوچتا تھا "یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خونریز جنگیں سر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سر نو بلند کر دیا!" ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہے۔ وہ رعب و جلال ہے کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی فوج میں نہیں ملتی۔

مجلس وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلس وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ اوپر کے طبقہ میں صدر مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہے۔ ۲۵ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اسمیں ترکی قالینوں کا فرش ہے۔ صدر میں دو میٹر بلند چبوترہ ہے۔ چبوترے کے وسط میں صدر مجلس کی جگہ ہے۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس سے ذرا اور نیچے ایک آدر چبوترہ ہے۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہے جسمیں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں، کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہے۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہے۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مذہب و مطلا نشست ہے جس کے لئے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ نشست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں اسمیں بیٹھ کر جلسے کی کارروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے دائیں بائیں سفراء دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلس وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہے۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفویض اور جمہوری روح۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جس کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

موجودہ مجلس وطنی کا نام ترکی زبان میں "بویوک ملت مجلسی" ہے۔ یہ اُس مجلس قومی کی پیداوار ہے جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی۔ اسی نے قدیم نظام سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں) اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ء) اسی نے دستور اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء) یہی وہ دستور اساسی ہے جسپر موجودہ مجلس وطنی قائم ہوئی ہے۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلس وطنی ہی کو حاصل ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی دستور حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہے۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں: مجلس عوام اور مجلس خواص۔

ترکی مجلس وطنی کو دنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تقسیم اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی باعث ہے کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں، یعنی تشریعی (قانون سازی) تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہے، بلکہ سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجود ہی نہیں ہے، جس معنی میں دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ تنفیذی قوت، خود مجلس وطنی ہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے ذریعہ یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صدر جمہوریت یا صدر مجلس منتخب کرتا ہے اور معلوم ہے، صدر جمہوریت اور صدر مجلس دونوں کا انتخاب خود مجلس کرتی ہے۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ مجلس اُنھیں منظور کر لے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدر جمہوریت یا صدر مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزراء ہیں جنھیں ترکی اصطلاح میں "وکیل" کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجراء میں مجلس کے وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلاء کی مجلس، حکومت کی مجلس (کیبنٹ) ہے۔

اس صورت حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قانون اساسی کی رو سے مجلس وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی جا سکتی اگر کبھی مجلس وکلاء اور مجلس وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلس وطن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسکے استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہے۔ گویا عدالتیں بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلس وطنی کے محض "وکیل" ہیں۔

مجلس وطنی اور صدر جمہوریت

صدر جمہوریت ہی مجلس وطنی کا صدر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے مجلس کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا نائب صدارت کرتا ہے۔ صدر جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلس وکلاء کا انتخاب وہی کرتا ہے (جس کی تصدیق کے لئے مجلس وطنی کی منظوری ضروری ہے) سفراء کے کاغذات وہی قبول کرتا ہے۔ مجلس وطنی کے جملہ قوانین اُسی کے نام سے شایع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سالانہ افتتاح کے موقعہ پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہے۔ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہے، مگر بہت محدود۔ لیکن جنگ و صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات سے بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلس وطنی کے ہیں۔ صدر جمہوریت مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت باز پرس کر سکتی ہے جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدارت کی مدت ۴ سال ہے۔ یہی مدت، مجلس وطنی کی طبیعی عمر ہے۔ اس کے

اختتام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا ہے۔ پرانا صدر دوبارہ صدر ہو سکتا ہے بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں کامیاب ہو جائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال میں بھی برخواست نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال کے بارہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد رہتے ہیں۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند رہتی ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے آپکو منتشر کر دے۔ اس صورت میں انتخابات از سر نو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر مجلس کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت یا مجلس کلاء (وزراء) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی بلا کسی کی دعوت یا حکم کے جمع بھی ہو جاتی ہے۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ جائے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی قانون جاری کر سکتی ہے نہ کوئی اور نئی کارروائی کر سکتی ہے۔ حالانکہ دوسرے ملکوں میں طریقہ یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری کر دیا کرتی ہے اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کر لیتی ہے۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہے جسپر مجلس وطنی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ شعبہ دینیات کا ہے۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست اور دین کو بالکل الگ کر دیا گیا ہے۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہے۔ اس شعبہ کے صدر کا رتبہ، وکیل یا وزیر کا رتبہ ہے۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ رئیس الوکلاء یا وزیر اعظم اُس سے جواب طلب کر سکتا ہے۔ اور وہی مجلس وطنی کو اس شعبہ کے حالات سے مطلع کرتا ہے۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہے اُس میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ہیں۔ مجلس کلاء ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہے اور وہ براہ راست اُسپر بحث کرتی ہے۔

"محاکم استقلال"

ٹرکی کے "محاکم استقلال" کا نام تمام عالم میں مشہور ہو چکا ہے۔ یہ بھی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہے۔ محاکم استقلال سے مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع اختیارات کے ساتھ قائم کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالت کہی جا سکتی ہے۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن اُس کے فیصلہ کی تنفیذ بغیر مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہوتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک حالت امن و سلامتی میں نہیں ہے۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اُسمیں صرف ایک ہی پارٹی ہے اور وہ جمہوریت یا مصطفےٰ کمال پاشا کی پارٹی ہے مجلس وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۲۸۸ ہے۔ اسمیں کمالی پارٹی کے آدمی ۲۷۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۸ ممبر اس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہے اتنی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب میں کامیابی کے دن پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یک مشت ملتا ہے۔ ہر ممبر کو ۵۰ سو ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے ۵ سو انگریزی پونڈ الاؤنس ملتا ہے۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس

تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہے۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہے اور دو، اُس کے وزراء کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو سالانہ ۷ سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۹۶۰۱۴۴ پونڈ ترکی تھا۔

"تورک اوجاغی"

"تورک اوجاغی" کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کر رہا ہے مگر کم آدمی اس کی حقیقت سے واقف ہیں۔ "تورک اوجاغی" کے معنی ہیں ترکی وطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ عام طور پر نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اسے عارضی طور پر کمزور کر دیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُسنے قوت حاصل کر لی اور پچھلے جہاد آزادی میں ..... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہو گیا۔ اس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا ..... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔

(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔

(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اس انجمن کا صدر دفتر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا تھا۔ اسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہو گئی ہے۔

اس انجمن کی ۲۷۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہے۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں سے ۷ رکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو پوری آزادی ہے کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنالے چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جدّ جہد کرتی ہے۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُسنے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ بعض میں عورتوں کی ترقی اسکا مقصد ہے۔

اس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہے۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور معزز ہے۔ اس کا نام نفیہ خانم ہے۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہے۔

ٹرکی میں "خلق فرقہ سی" کے بعد سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہے اور بہت مفید کام کر رہی ہے۔



مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سفر آماسیہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں۔ لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقعہ پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہے، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہے۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ ان میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہے۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ میں نے اس موقعہ پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بر دسہ میں

پرسوں غازی ممدوح شہر بردسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی اسی دن رات کو واپس چلے گئے۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خاں وزیر خارجیہ افغانستان ٹرکی کے وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آمد کی غرض غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہو گئی اور ممدوح یورپ روانہ ہو گئے۔

سیاسی حلقوں میں اس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کر چکا ہوں اسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے اور روس برطانیہ کی تعدی سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی طاقت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کر لیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہو گیا تھا۔

پھر یہ بھی معلوم ہو کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُنکی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ ان میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی؟ اُس عہد میں یہ چیز اس قدر اہمیت رکھتی تھی کہ ہومر کو بھی اس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ ان کا نام "ہپڈروم" تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک ہپڈروم تھا اور زمانہ دراز تک قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دنیا بھر میں مشہور ہو گیا تھا اور دور دور سے لوگ اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ "ہپڈروم" ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہے اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہے۔ حکومت عثمانیہ نے اس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کر دیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہے۔ اسوقت تک جتنے آثار برآمد ہو چکے ہیں اور آئندہ جتنے نکلیں گے، وہ سب ترکی حکومت کی ملک ہونگے۔

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حجاج بن یوسف الثقفی

خلافت اموی کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست و قہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہو گیا ہے!

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جسنے اپنی بے پناہ تلوار اور بے روک سفاکی سے از سر نو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کر دی۔

بنی امیہ کے لئے [illegible] بڑا خطرہ حضرت عبداللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ میں تھا اور اس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج بن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دور کر دیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگا دیں، اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

عراق شروع سے شورش اور قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوئی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورش پشتی ختم کر ڈالی۔ خود اس عہد کے لوگوں کو اس پر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہو گئی؟ انھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا۔ مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کر دیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے! کوفہ میں الاکھ عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سوار لے کر آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا: أما والله، انی لاحمل الشر بحمله، وأحذوه بنعله، وأجزيه بمثله، وانی لاری ابصاراً طامحة، وأعناقاً متطاولة، ورؤساً قد اينعت وحان قطافها، وكأنی انظر الی الدماء بين العمائم واللحی تترقرق! حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی، اتنی ہی اس کی زبان بھی بلیغ تھی۔ اس کا یہ خطبہ خطیبانہ بلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہے، اور کٹائی کا وقت آ گیا ہے! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کر دکھایا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اس نے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار و ابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مہریں لگا دیں، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے" اور "حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفاء و صلحاء، حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے "ولقد اخذناهم بالعذاب فما استكانوا لربهم وما يتضرعون"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اس کی موت کی خبر سنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبدالعزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مر گیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہئے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اتار چکا تھا، خود اس میں کیسے اترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہو گئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھ دی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے ناامیدی ہو گئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا "مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو" لوگ آئے تو اس نے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اس کی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اس کی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا پھر یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

ان ذنبی وزن السموات والارض وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضاء فهو ظنی ولئن مر بالكتاب عذابی

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھ پر دے تو یہی میری امید ہے۔ لیکن اگر وہ عدل کر کے میرے عذاب کا حکم دے۔

لم يكن ذاك منه ظلما وهل يظلم رب يرجى لحسن مآب؟

تو یہ اس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اس نے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"اما بعد، میں تمھاری بکریاں چراتا تھا۔ ایک خیر خواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کر ڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے امید ہے کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہے!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقيت الله عنی راضياً فان شفاء النفس فيما هنالك

اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مراد پوری ہو گئی

فحسبی بقاء الله من كل ميت وحسبی حياة الله من كل هالك

سب مر جائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے! سب ہلاک ہو جائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے!

لقد ذاق هذا الموت من كان قبلنا ونحن نذوق الموت من بعد ذلك

ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی ان کے بعد موت چکھیں گے!

فان مت فاذكرنی بذكر محبب فقد كان جما فی رضاك مسالكی

اگر میں مر جاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمھاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔

والا، ففی دبر الصلوة بدعوة يلقی بها المسجون فی نار مالك

یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہونچے۔

عليك سلام الله حيا وميتا ومن بعد ما تحيا عتيقا لمالك

تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، میرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے ان سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکوکاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تو نے نہیں سنا" حجاج نے خفا ہو کر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کر لے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثناء میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔

"حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟" انھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!" حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت! اگر اس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے انھیں بندوں پر رحم کھاتا ہے جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تو نے اپنی

ملت ترک کردي تهي - راه حق سے کٹ گیا تها - صالحین کے طور طریقه سے دور هوگیا تها - تونے نیک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کر ڈالي - تابعین کي جڑیں کاٹ کر اُن کا پاک درخت اکهاڑ پهینکا - افسوس تو نے خالق کي نافرماني میں مخلوق کي اطاعت کي - تو نے خون کي ندیاں بهادیں - جانیں لیں - آبروئیں برباد کیں - کبر و جبر کي روش اختیار کي - تونے نه اپنا دین هي بچایا ' نه دنیا هي پائي - تو نے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذلیل کیا - اُن کا گهر آباد کیا ' مگر اپنا گهر ویران کرلیا - آج تیرے لیے نه نجات هے نه داد فریاد - کیونکه تو آج کے دن اور اِس کے بعد سے غافل تها - تو اِس امت کے لیے مصیبت اور قهر تها - الله کا هزار هزار شکر که اُسنے تیري موت سے امت کو راحت بخشي ' اور تجهے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجیب رحمت طلبي !)

راوي کهتا هے - حجاج یه سن کر مبهوت هوگیا - دیر تک سناٹے میں رها - پهر اُس نے ٹهنڈي سانس لي ' آنکهوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اُٹهاکر کها :

" الهي ! مجهے بخش دے ' کیونکه لوگ کهتے هیں که تو مجهے نهیں بخشے گا ! " پهر یه شعر پڑها :

رب ان العباد قد أیأسوني و رجائي لک الفداة عظیم !

الهي ! بندوں نے مجهے نا امید کرڈالا ' حالانکه میں تجهه سے بڑي هي امید رکهتا هوں !

یه کهکر اُسنے آنکهیں بند کرلیں -

اسمیں شک نهیں ' رحمت الهي کي بے کنار وسعت دیکهتے هوئے اُسکا یه انداز طلب ایک عجیب تاثیر رکهتا هے اور اِس باب میں بے نظیر مقوله هے - یهي وجه هے که جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا یه قول بیان کیا گیا تو وه پهلے تو متعجب هوے " کیا واقعي اُسنے یه کها ؟" کها گیا " هاں اُسنے ایسا هي کها هے " فرمایا " تو شاید !" (یعني شاید اب بخشش هو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طیار هوچکے تهے - صرف آخري چو صفحه باقي تها که ایک حادثه کي وجه سے خوشنویس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگه جس خوشنویس سے کتابت کا انتظام کیا گیا ' وه بهي بروقت کام نه کرسکے - نتیجه یه نکلا که اُن تمام مضامین کي کتابت رهگئي جو آخري چو صفحه میں دیے جاتے هیں - ممکن تها که یه تمام حصه کمپوز کراکے شامل کردیا جاتا ' لیکن اسکي وجه سے ایک دن کي تاخیر هوجاتي - چونکه اب هم سب سے زیاده ضروري بات رساله کي بروقت اشاعت سمجهتے هیں - اسلیے یهي مناسب نظر آیا که یه نمبر ۲۲ صفحه هي کا شائع کردیا جاے ' مگر اشاعت میں تاخیر نهو - انشاء الله اسکي تلافي آینده اشاعت میں هوجائیگي - اب خوشنویسوں کا بهي ایسا انتظام کرلیا گیا هے که آینده رکاوٹ پیش نه آے - منیجر

مراسله

لکهنو سے ایک انگریزي روزانه کا اجراء

لیمیٹڈ کمپني

هندوستان میں صوبه جات متحده آگره و اوده کا جو اهم مرتبه هے وه محتاج تصریح نهیں - مگر صوبه هذا کے مسلمانوں کي انتهائي بد نصیبي هے که اس زمانه میں جب که اُن کو قدم قدم پر ایک حقیقي رهنما و همدرد وکیل کي ضرورت هے ' اُن کے پاس ایک بهي روزانه انگریزي اخبار نهیں هے -

اله آباد اور علي گڑه سے دو انگریزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش هوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض لیکر دنیا میں آیا تها اور مؤخر الذکر اگرچه اسلام کے تعلیمي مرکز سے جاري هوا ' مگر اس میں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجه غالب تها که وه ترقي نه کرسکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت میں آئے تهے اُسي طرح رخصت هوگئے - اُن کي موت نے افسوس ناک نتائج پیدا کردیے یعني مسلمانوں کو اپنے روزانه انگریزي اخبارات سے بد ظني پیدا هوگئي - جس کے باعث معقول انگریزي روزانه اخبار اب تک نهیں نکل سکا - چنانچه اس وجه سے اور کچهه اس سبب سے که جناب آنریبل سید رضا علي صاحب پبلک سروس کمیشن کے ممبر هوگئے تهے - انگریزي روزانه اخبار کي وه اسکیم جو وسط سنه ۱۹۲۶ع میں لکهنو میں طیار هوئي تهي عملي جامه نه پهن سکي - لیکن اس ایک برس کي مدت سیاسي نقطهٔ نظر سے نهایت اهم ثابت هوئي - اور موجوده اور آنے والي پیچیدگیوں نے قوم کے رهنماؤں کو مجبور کیا که وه آنریبل سر مهاراجه صاحب بهادر محمودآباد کي سرکردگي میں معقول سرمایه اور بهترین اسٹاف کے ساتهه مسلمانوں کا انگریزي روزانه اخبار لکهنؤ سے جاري کریں - یه اسکیم نهایت شاندار هے جو نه صرف مسلمانوں کے ایک زبردست روزانه انگریزي اخبار اور بهترین پریس کي حامل هوگي ' بلکه مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بهي معقول ذریعه ثابت هوگي -

ایک کمپني قائم کي گئي هے جس کے ڈائرکٹر حسب ذیل هیں :

سر مهاراجه صاحب بهادر والي محمود آباد - سر سید علي امام صاحب بیرسٹر ایٹ لا - پٹنه - راجه صاحب ناتپاره ضلع بهرائچ - آنریبل راجه نواب علي خاں صاحب تعلقه دار - ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوي محمد نسیم صاحب - بي - اے - ایڈوکیٹ لکهنؤ -

کمپني مذکور کي اسکیم نهایت تجربه کار اور واقف کار اصحاب نے تیار کي هے اور ایک اعلی درجه کے پریس اور انگریزي اخبار کے اجراء کا مشوره دیا هے - پریس انگریزي اور اُردو هر قسم کا بهترین کام کریگا - پریس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزموده کار هاتهوں میں رهینگے - چنانچه ایڈیٹوریل اور انتظامي خدمات کے لیے بهترین اشخاص منتخب کیے گئے هیں - اور اسکیم میں کثیر منافع کا پهلو رکها گیا هے تاکه جو لوگ کمپني کے حصص خریدیں اُن کو منافع کي شکل میں معقول مالي فائده پهونچتا رهے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگریزي اور اُردو میں چهپ رهے هیں - حصوں کے خریداري کے فارم بهي تیار هیں - مسٹر حسن عابد جعفري رکن بیرسٹر ایٹ لا سے محمود آباد هاؤس قیصر باغ لکهنو کے پته پر ملسکتے هیں - اور اُنهي سے تمام مزید حالات بهي معلوم هوسکتے هیں -

خاکساران

آل نبي محمد یعقوب تصدق احمد خاں وغیره

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ہوتے ہیں جنکي اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کرسکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرني چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاہئیں - کس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول سے معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہي آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میوؤں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ہیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میوؤں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ہیں -

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كى بيش بها جواهر ريزى

اس سلسلہ میں ہم نے امامین کی ان نادر و علمی درجہ کی بلند پایہ عربی مصنفات کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے جن کا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اصلاحات و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے۔ امید ہے یہ "سلسلۂ تراجم" ... مسلمانان ہندوستان کی دینی اصلاح کا کام دے۔

اسوۂ حسنہ — علامہ ابن قیم کی فن سیرت میں سیرۃ آنحضرت صلعم "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ۔ یہ جلد ۲ روپے ... ارشاد ہوا

... "الصواعق المرسلہ" کی تلخیص کا ... علامہ ابن قیم ... یہ تلخیص "مختصر الصواعق المرسلہ" کے نام سے ... کے ... ارشاد ہوا

اصحاب کہف — ... تعداد ... دلائل ... عقائد از ابن ... محققانہ بحث ... ہے۔

نقد ... — علامہ ابن ... کی ... اردو ترجمہ ... ارشاد ہے

... — ... کے ... اردو ترجمہ ... ارشاد ہے

... — ... کے ... نہایت ... تحقیق ... ہے

تجدد و مجددین — ... کی ... اردو ترجمہ ... ارشاد ہوا

آلہ اسلام — ترجمہ روح الاسلام فی ... (زیر طبع)

خلاف الائمہ — فی العبادات (زیر طبع)

جمع سعادت — یہ ایک علمی ... کے خزانہ کو ہم نے اصل ... عربی، فارسی، انگریزی اور دوسری زبانوں کی دینی اہم اور اصلی مطبوعات سے متعلق بیشمار نادر معلومات جمع پہنچانے کا اہتمام کیا ہے۔ اسلامی عقائد و اسلام و نوزائل دینی کے متعلق اختلافی و مسائل ... تمام ضروری مباحث ... حاصل کیے ہر ... حلات درج ... جاتے ہیں۔ فی نمبر ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی۔

منیجر الهلال بك ايجنسى

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال
فى
مجلدات الهلال

گاہ گاہ باز خوان ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہا ے سینہ را

اردو مطبوعات کی دنیا میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔

الہلال اگرچہ ایک عقلی اور مصور رسالہ تھا، لیکن جو مذاق اردو مطبوعات کی موجودہ سطحوں میں اپنا ایک مخصوص مقام و حلقہ پیدا کرلیا تھا۔ اس لئے اس کے ... مختلف اقسام اور مختلف اذواق کے مجموعہ ... کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے ... مختلف ابواب مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور ... علامہ کے ... اور ... نہایت ... اپنی ... آپ ہوگا ... میں ... اردو ... طبقات ... ہے ... چند ... ہے ... ہے ... ہے

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں ملدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۰ | کلکتہ : جمعہ ۲۰ ۔ صفر ۱۳٤٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۸۳ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	٦۰	اردو حروف کی حق مین	۱۹۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۱۱۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۷۹	نستعلیق ھون	٤۳

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جـــان جـــاک روسو

اُسقف کا جواب

(۳)

(وحدانیت یا تعدد ؟)

اُسقف نے لکھا تھا " ... وحدانیت اُسکے (روسو) خیال میں ایک حقیر مسئلہ ھے اور کسي طرح بھي اُسکي عقل میں نہیں آسکتا - لیکن متعدد خداؤں کا تصور اُسکي عقل کے نزدیک معقول ھے . . . "

روسو جواب دیتا ھے :

" متعدد خداؤں کا کس نے ذکر کیا ؟ اے میرے آقا اسقف ! تجھ پر میرا صبر پڑے ! میں نے یہ کب کہا ؟ بے شک تمہاري دلي آرزو یہي ھوگي کہ میں اِس درجہ احمق ھوتا ' اور اِس طرح کي احمقانہ گفتگو کرتا - لیکن اگر میں ایسا احمق ھوتا تو تمہیں میرے " عالمانہ رد " لکھنے کا یہ فخر بھي حاصل نہ ھوتا ! "

" بلا شبہ میں نہیں جانتا کائنات کیوں بني ھے ' اور کیونکر بني ھے ؟ میرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعي ھیں ' وہ بھي اِس باب میں مجھ سے زیادہ علم نہیں رکھتے - لیکن میں صاف دیکھتا ھوں کہ اِس تمام حرکت کا محرک ایک ھي وجود ھے - تمام کائنات ایک ھي رخ رکھتي ' اور ایک ھي قسم کے مقاصد پورے کر رھي ھے - یہ اِس حقیقت کي روشن دلیل ھے کہ کوئي ایک بلند تر ارادہ کارفرما ھے ' اور کوئي ایک ھي بالاتر قوت عمل پیرا ھے - اِس ارادے اور اِس قوت کو میں ایک ھي ذات سے منسوب کرتا ھوں ' کیونکہ وہ دونوں باھم متفق ھیں ' اور ان دونوں کو ایک ھي ذات کا خاصہ سمجھنا ' دو ذاتوں کي طرف منسوب کرنے سے زیادہ معقول ھے - تعدد ' صرف اُسي وقت تسلیم کیا جاسکتا ھے جب اُسکا کوئي ثبوت موجود ھو - لیکن کائنات میں کوئي اِس قسم کا ثبوت موجود نہیں - یہ خیال سراسر وھم ھے کہ خیر کا خالق اور شر کا خالق ایک نہیں ھوسکتا - جس چیز کو ھم شر سمجھتے ھیں ' وہ علي الاطلاق شر ھے ھي نہیں - شر مطلق سے مجھے انکار ھے - یہ اعتباري شر بھي خیر سے برسر پیکار نہیں ھے ' بلکہ نظام عالم کي تکمیل میں خیر کا ممد و معاون ھے "

(روسو کا عقیدہ)

اسکے بعد روسو اپني کتاب اور اپنے شخصي عقیدے کي طرف متوجہ ھوتا ھے :

" اب میں وہ سبب بیان کرتا ھوں جس نے مجھے یہ کتاب شائع کرنے پر مجبور کیا - اِس تمام شور و غوغا کے باوجود بھي میں اس کتاب کو اپنے عہد کي بہترین کتاب یقین کرتا ھوں - آگ کے شعلے ' حکومتوں کے فیصلے ' مذھبي پیشواؤں کے فتوے ' مجھے ھرگز مرعوب نہیں کرسکتے - وہ میرے لب و لہجہ میں ھرگز کوئي تبدیلي پیدا نہیں کرسکتے - نہ تو لاھوتي ' ایمان کي ریاکارانہ تلقین کرکے مجھے جھوٹا بناسکتے ھیں ' نہ فلاسفہ مجھے منافقت کا طعنہ دیکر الحاد پر آمادہ کرسکتے ھیں - میں برابر اپنے دین کا اعلان کرونگا ' کیونکہ میں دین رکھتا ھوں - میں بیانگ دھل اُسے شہرت دونگا ' کیونکہ مجھ میں اعلان و اشتہار کي شجاعت موجود ھے - آہ ! میں نے کتني تمنائیں کیں کہ سب لوگوں میں اتني ھي شجاعت ھوتي ! اگر سب میں اتني شجاعت ھوتي ' تو انسانیت کو کتنا نفع پہنچتا ؟

(" حضرت مسیح کا شاگرد ")

" اے میرے آقا ! میں مسیحي ھوں - میں اخلاص کے ساتھ انجیلي مذھب کا مسیحي ھوں - ھاں میں مسیحي ھوں ' لیکن پادریوں کا شاگرد نہیں ھوں ' بلکہ خود مسیح (علیہ السلام) کا شاگرد ھوں میرا استاد ' کتابوں کي عبارتوں پر بحث نہیں کرتا تھا ' لیکن عمل پر نظر رکھتا اور عمل ھي پر زور دیتا تھا - اُس نے ھمیں جس ایمان کي تلقین کي ھے ' اُس کے قواعد و اصول بہت زیادہ اور پیچ در پیچ نہیں ھیں - صرف گنتي کي چند موٹي موٹي باتیں ھیں - لیکن اُس نے جس نیکي کي تعلیم دي ھے ' اُس کي شاخیں بے شمار اور اُسکي راھیں بے حساب ھیں - اُسنے ھمارے ایمان میں موشگافیاں نہیں کي ھیں ' لیکن عمل صالح کي پورے شرح و بسط سے تفسیر کي ھے - اُس نے ایمان کیلیے صرف دو تین موٹي موٹي باتیں ضروري ٹھہرائي ھیں ' لیکن عمل کي نیکي کیلیے کوئي گنتي نہیں بتائي ھے ' کیونکہ عملي نیکیاں ان گنت ھیں - اُس نے جہاں کہیں انبیاء کے نمونوں پر زور دیا ھے ' وھاں ایمان سے زیادہ اُن کے اعمال بتائے ھیں - اُس نے اپني اور تمام نبیوں کي تعلیم کا لب لباب اِس ایک جملہ میں بیان کر دیا " اپنے بھائي سے محبت کرنا ' پورا دین ھے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

اِسکے بعد لکھتا ھے :

"مجھے ھمیشہ خلوت کي پر مسرت زندگي حاصل نہیں رھي - لوگوں سے ملنے جلنے پر بھي مجبور ھوتا رھا ھوں - میري ھر طبقہ کے لوگوں سے ملاقات ھے - میں نے مختلف سیاسي اور دیني جماعتوں کے لوگ دیکھے ھیں - میں مومنوں سے بھي ملا ھوں اور ملحدوں سے بھي - میں نے حکماء بھي دیکھے ھیں ' جہلاء بھي - متعصب بھي دیکھے ھیں ' غیر متعصب بھي - سنجیدہ بھي میري صحبت میں بیٹھے ھیں ' اور مسخرے بھي - میرے دوست بھي بہت ھیں اور دشمن بھي - میں دنیا میں تمام آدمیوں کو ' جنھوں نے مجھے کبھي دیکھا یا جانا ھے ' گلا پھاڑ پھاڑ کر پکارتا اور دعوت دیتا ھوں - وہ سامنے آئیں ' اور میرے عقیدے کي بابت جو کچھ جانتے ھوں ' برملا کہہ ڈالیں ! وہ جرأت سے بڑھیں ' اور بتائیں ' کبھي ' کسي حال میں بھي اُنھوں نے میرے عقیدے میں کوئي تبدیلي دیکھي یا محسوس کي ؟ قہوہ خانے کي صحبتوں ' کھانے کي میز کي نشستوں ' بے تکلفي کي ملاقاتوں ' سنجیدہ یا مذاح کي گفتگوؤں ' غرضکہ کبھي

کسي موقعہ پر بھي اُنھوں نے میري زبان سے کوئي ایسا لفظ سنا جو اُس سے مختلف تھا' جسکا میں اپني کتابوں میں اعلان و اشتہار کرتا رہا ہوں ؟ وہ صاف صاف کہیں' اُنکي دلیلیں' اُنکي نکتہ چینیاں' اُنکا تمسخر' کبھي میرے عقیدے میں کوئي تزلزل پیدا کر سکا ہے ؟ وہ بتائیں ' کبھي ' ایک لمحہ کیلیے' اُنھوں نے محسوس کیا کہ میں کوئي ایسا عقیدہ یا خیال رکھتا ہوں جو علي الاعلان دنیا کے سامنے ظاہر نہیں کرتا ؟ ہاں' میں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کو ایک ساتھہ دعوت دیتا ہوں - دوستوں کو دوستي کا واسطہ دیتا ہوں - دشمنوں کو دشمني کي قسم دیتا ہوں - بے رو رعایت ' بے خوف و خطر ' مردانہ وار میدان میں آئیں' اور جو کچھہ بھي میري نسبت کہہ سکتے ہوں' بے کھٹکے کہہ ڈالیں ! میں اپنے دوستوں اور دشمنوں ' دونوں کي شرافت و دیانت پر بغیر کسي پس و پیش کے بھروسہ کرتا ہوں - میں اپني پوري شرافت اُنکے سامنے رکھ دیتا ہوں - میں ہرگز کسي سے بحث اور حجت نہیں کرونگا - جو کچھہ بھي وہ کہہ دینگے' بے چون و چرا تسلیم کر لونگا !"

(انبیاء کرام کي عظمت)

" میں اُن تمام انسانوں کي عزت کرتا ہوں جنھوں نے مذاہب و ادیان قائم کیے ہیں - وہ سب عظیم کمال اور اعلی فضائل کے مالک تھے - اُنکي عظمت و فضیلت ہمیشہ محترم و مسلم رہے گی - سب کا دعوی تھا کہ وہ خدا کے پیغام بر ہیں - ممکن ہے وہ حقیقت میں پیغمبر ہوں یا نہ ہوں - سب لوگ کوئي ایک دعوی تسلیم نہیں کرا سکتے - دلائل یکساں طور پر سب کي دسترس میں نہیں ہیں - لیکن اگر وہ في الواقع پیغمبر نہ بھي ہوں' جب بھي اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کذاب اور دجال ہوں - کون کہہ سکتا ہے کہ الاہیات میں مسلسل تفکر اور فضائل کا غیر مقید عشق انساني روح کو کس حد تک پہنچا دے سکتا ہے ؟ منطق کو کیا حق ہے کہ مداخلت کرکے یہ معاملہ عامیانہ سطح پر لے آئے ؟ غیر متناہي بلندي پر پہنچنے کے بعد ہمارا سر چکرا جاتا ہے' اور ہماري نظریں اشیاء کو اُنکي حقیقي شکل میں دیکھنے سے قاصر ہو جاتي ہیں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لکھا تھا " یا للعجب ! ہمیشہ آدمیوں ہي کي گواہیاں ! آدمی ' اپنے ہي جیسے آدمیوں سے سنتے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے ہیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم ہوگئے ہیں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض کیا تھا " اگر آدمیوں کي گواہي معتبر نہیں تو ہم پوچھتے ہیں - مؤلف نے اسپارٹا ' ایتھنز' اور روم کو کیونکر جانا ... ؟ "

روسو جواب دیتا ہے :

" اگر معاملہ اِس درجہ اہم نہ ہوتا ' یا میں اے آقا ' آپکا اِس درجہ احترام نہ کرتا ہوتا ' تو آپ دیکھتے ' آپ کے اِس طریق استدلال نے میرے لیے اپنے ناظرین کو ہنسانے کي کیسي عمدہ فرصت مہیا کردي تھي - لیکن حاشا و کلا ! میں ہرگز اُس لہجہ سے دست بردار نہیں ہونگا جو اِس موضوع بحث کے لیے ضروري ہے' اور اُس شخص کے مرتبہ کے لایق ہے جس سے تخاطب کي عزت حاصل کرنے پر مجبور ہوگیا ہوں - میرے لیے اِس قدر کافي ہے کہ آپ کي غلطي ظاہر کردوں "

" میں نہایت عاجزي سے جناب والا کو یاد دلاتا ہوں - بے شک ' یہ بالکل معقول ہے کہ انساني معاملات انساني شہادتوں سے طے کیے جائیں ' کیونکہ اُن کے ثابت ہونے کا اِس کے سوا کوئي طریقہ موجود نہیں - بلا شبہ میں نے اسپارٹا اور ایتھنز کو آدمیوں ہي کي شہادتوں سے جانا - لیکن میں بہ ادب دریافت کرتا ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیاں اِن واسطوں کي کیا ضرورت ہے ؟ کیا ضرور ہے کہ یہ واسطے مجھہ سے اتنے دور ہوں کہ خود اُن کے جاننے کے لیے ' مجھے اور بہت سے انساني واسطے تلاش کرنے پڑیں ؟ کیا یہ معقول ہے کہ خدا ' جان جاک روسو سے گفتگو کرنے کے لیے ہمیشہ ایک موسی (علیہ السلام) کو ڈھونڈھتا پھرے ؟ "

" پھر یہ بھي نہیں بھولنا چاہیے کہ اسپارٹا پر ایمان لانا ضروري نہیں ہے - اگر کوئي اُس پر ایمان نہ لائے تو لعنت کا مستحق نہیں ہو جائیگا - اسپارٹا کے وجود پر شک کرنے کي وجہ سے ہرگز کوئي دوزخ کا کندا نہیں بن جا سکتا - لیکن اگر ایک شخص دیني تعلیمات کي تصدیق نہیں کریگا تو اسکے لیے ابدي عذاب ہے - جس بات کے نہ ماننے کي اتني بڑي سزا ہو' ضروري ہے کہ اسکے ماننے کے ذرائع و دلائل بھي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح ہوں "

" کوئي بات بھي جو ہماري چشم دید نہیں ہے ' بغیر معقول دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتي - اور ہر بڑي سے بڑي روایت بھي صدق و کذب کي محتمل ہے ..... "

" اگر معجزات خود میں نے اپني آنکھوں سے دیکھے ہوتے ' جب بھي میں اِس غیر معقول طریق ایمان سے انکار کر دیتا - سحر کي تصدیق میرے لیے اِس سے کہیں آسان ہے کہ خدا کے کلمہ کي غیر معقول طریقہ پر تصدیق کروں "

(موجودہ مسیحیت)

اِسکے بعد روسو موجودہ مسیحي دین پر اظہار خیال کرتا ہے :

" اُسقفوں اور پادریوں نے مسیحیت کو اُسکي اصلي روح سے محروم کردیا ہے - اب یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ ایک مومن فرائض و واجبات کہاں تک انجام دیتا ہے ؟ اور نیکي میں اُسکي درجہ کہاں تک ہے ؟ سوال صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ کس فرقہ کے خرافات (جنھیں غلط طور پر " عقائد " کا نام دیدیا گیا ہے) مانتا ہے ؟ وہ کیتھولک ہے یا پروٹسٹنٹ ؟ تم سے یہ کوئي نہیں پوچھیگا کہ خدا سے ڈرتے بھي ہو یا نہیں ؟ لیکن ہر کوئي اِس بات پر تمہاري جان لینے کیلیے طیار ہوجائیگا کہ تم فلاں ولي کي کرامت کے قائل بھي ہو یا نہیں ؟ دین اپني اصلي شکل میں صاف ' سادہ ' ستھرا تھا - اُسے اِن جبہ پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غیر مفہوم قیل و قال کا غیر مرتب مجموعہ بنا دیا ہے - اگر تم اِس تمام کثافت سے جو آج کل دین کے نام سے موسوم ہے ' از سر تا پا آلودہ ہو' تو بس ' تم مومن کامل ہو - اب تمھیں کسي نیکي کي ضرورت باقي نہیں رہي - سیدھے آسمان کي بادشاہت (جنت) میں داخل ہوجاؤگے !"

" انساني جماعت کو دین سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے ' جبکہ دین اتني پست سطح پر آجاے ؟ اِس صورت میں دین کا مقصد کیا رہ جاتا ہے ؟ صرف یہ کہ انسانوں میں بغض و عداوت کي تخم ریزي کرے ' اور خونریز میدانوں کا سامان بہم پہنچائے ! بلا شبہ جب دین اِس حالت میں آجاے تو اُسکے وجود سے ' اُسکا عدم کہیں زیادہ بہتر ہے - ہمیں کوشش کرني چاہیے

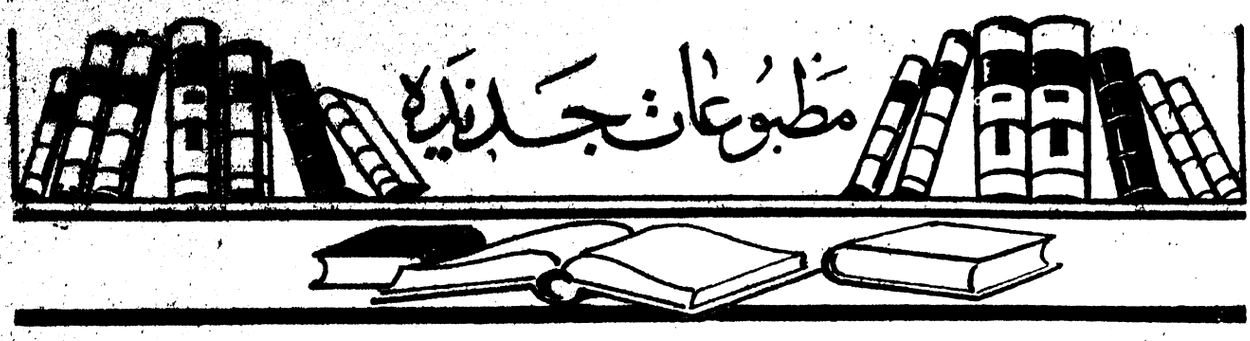

دہ دین کو اس پستی سے نکالیں - انسانیت کے ہم پر حقوق ہیں - یہی حقوق ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ دین کو خرافات سے پاک کرکے اصلی صورت میں پیش کردیں - تمہاری یہ سزائیں، دھمکیاں، پھانسیاں، اور آگ کے شعلے ہمیں ہرگز مرعوب نہیں کرسکتے "

(عہد جدید کی پیشین گوئی)

" جب لوگوں کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھیگا اور حقیقت نظر آئیگی تو بلاشک و شبہ وہ موجودہ دین کو حقارت کے ساتھہ ٹھکرا دینگے - کیونکہ یہ حقیقی دین نہیں ہے - وہ سب سے پہلا کام یہ کرینگے کہ اِن خود غرض اور ریاکار پیشواؤں سے احترام سے انکار کردیں - وہ ان سے کہینگے : تم ہی نے ہمارا دین بگاڑا، اور تم ہی ہماری شقاوت کا سبب ہو - جب وہ مبارک زمانہ آئیگا تو اُس کا سب سے زیادہ مبارک عمل یہی ہوگا "

(خاتمہ)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا ہے :

" اے اُسقف اعظم ! تم اور تمہارے گروہ کے لیے باتیں بنانا بہت آسان ہے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نہیں جانتے - تمہیں صرف وہی قانون معلوم ہیں جن سے غیروں کو جکڑتے ہو - خود اپنے نفس کے مقید کرنے والے قانون تمہاری کتاب میں نہیں لکھے گئے - تم صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہو کہ عدالت و انصاف سے بالاتر رہو، بلکہ انسانی عواطف و جذبات کو بھی اپنے تئیں پابند نہیں سمجھتے - تم امیروں پر تکبر سے ظلم کرتے ہو، اور تم سے کوئی باز پرس نہیں کرتا - لوگوں کی توہین تمہارے لیے ویسی ہی آسان ہے، جیسی الگے لئے تمہاری سنگ دلی سہل ہے - تم ہمیں اِس طرح روندتے ہو جس طرح خاک روندی جاتی ہے - تم کبھی ہمیں آگ میں جلاتے ہو، کبھی سولی پر چڑھاتے ہو، کبھی صرف توہین و تذلیل پر اکتفا کرلیتے ہو - تمہارے قہر و غضب کیلیے ضروری نہیں کہ ہم سے کوئی خطا بھی سرزد ہوئی ہو - اگر تمہاری مصلحت کا اقتضا یہی ہے تو پھر اثبات جرم کے لیے کسی بات کی ضرورت نہیں - اور ہمیں شکایت کرنے کی بھی اجازت نہیں - اگر ہم اِسکی جرأت کریں کہ اپنی براءت اور تمہاری غلطی ظاہر کریں، تو ہم گستاخی کے مجرم قرار دیے جاتے ہیں !"

(اُسقف کے آخری خطاب)

" اے میرے آقا ! آپ نے مجھہ پر علانیہ طعن و تشنیع کی - بلکہ مجھے گالیاں بھی دے ڈالیں - اگر میری طرح آپ بھی کوئی معمولی آدمی ہوتے اور میں اپنی کتاب کے ساتھہ آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا، تو آپ دیکھہ لیتے کہ عدالت کا فیصلہ آپ کے حق میں اُتنا ہی سخت ہوتا، جتنا سخت یہ گناہ ہوا ہے - لیکن آپ ایک ایسی جماعت میں سے ہیں، جو منصف و عادل ہونے سے ہمیشہ کے لیے مستثنیٰ کردی گئی ہے - رہا میں، تو میں ایک محض بے حقیقت آدمی ہوں - مجھے اتنا اور کہنے کی اجازت دیجیے کہ آپ دینی پیشوا ہیں - انجیل کے عالم ہیں - آپ کا فرض ہے کہ مخلوق کو اُس کے فرائض کی تعلیم دیں - لیکن یہ تعلیم خود اپنے نفس سے شروع ہونی چاہیے - آپ کو ایک لمحہ کے لیے سوچنا تھا کہ میرے معاملہ میں آپ کا فرض کیا تھا ؟ اور کہانتک تھا ؟ میں نے اپنا فرض ادا کردیا - اب کچھہ کہنے کو باقی نہیں رہا، اِس لیے چپ ہوجاتا ہوں ! "

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئین الہلال اس سے بے خبر نہ ہونگے کہ اُنیسویں صدی کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف محسوس ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذہب امریکہ میں ظاہر ہوا تھا، وہ برابر نشوؤ نما پاتا رہا، اور اِس وقت یورپ اور امریکہ میں اُس کے معتقدوں کی ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے - اس جماعت میں ہر درجہ اور ہر طبقہ کے آدمی پائے جاتے ہیں - فلسفۂ و حکمت کے ماہر، علوم و فنون کے اساتذہ، علمی و صناعی انکشافات و اختراعات کے مشاہیر، ادب و کتابت کے مسلم ارکان، عالم اہل قلم و نظر؛ کوئی حلقہ ایسا نہیں ہے جہانتک اس اعتقاد کے اثرات نہ پہونچ چکے ہوں - اسکے اصول و قواعد مدون ہو چکے ہیں، بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، تحقیقات و تجارب کے با قاعدہ مجامع قائم کر رہے ہیں، پچاس سے زیادہ اخبارات و رسائل صرف اسی موضوع پر شائع ہو رہے ہیں، ایک مکمل مذہب علمی کی شکل میں قواعد و مبادیات مرتب ہوگئے ہیں، اور معاملہ نے اس حد تک اہمیت حاصل کرلی ہے کہ وقت کے بعض اکابر اہل علم نے اپنے درس و نظر کے لیے صرف یہی موضوع منتخب کر لیا ہے !

اُنیسویں صدی کے اواخر کے علماء میں سے پروفیسر رسل ویلز نے جو ناموس نشوؤ ارتقا کے اکتشاف میں ڈارون کا معاصر و شریک تھا، صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کیا تھا، اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبیر کیا تھا - پروفیسر ولیم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کیمیا تسلیم کیا گیا ہے، اور جس نے سب سے پہلے مادہ کے اشعاع کی حقیقت معلوم کی اور برق کے لیے وہ نیا آلہ ایجاد کیا جو اُسی کے نام سے مشہور ہے، کئی ماہ کی تحقیقات و امتحان کے بعد یہ رائے قائم کی تھی کہ " مخاطبات ارواح کے مشاہدات نا قابل انکار ہیں" ڈاکٹر میرس (Muers) اور رچرڈ ہاڈسن کیمبرج یونیورسٹی میں علم النفس کے مسلم اساتذہ تھے - ان دونوں نے بھی بغیر کسی جھجھک کے اپنے اعتراف کا اعلان کردیا تھا - پروفیسر



سر کونن ڈائل

لمبروزو (Lombroso) جو اٹلي کا مشہور ماہر طبیعیات ہے اور جس نے باسٹیور کے بعد جراثیم کے علم کي تدوین کي ' نہ صرف اس کا معترف ہوا بلکہ اس موضوع پر ایک رسالہ بھي لکھکر شائع کیا - کیمیل فلا ماریاں (Camille Flammarian) انیسویں صدي کے علماء فلکییات میں نہایت سر برآوردہ عالم تھا - غالباً چار پانچ سال پہلے اُس کا انتقال ہوا ہے - یہ نہ صرف اِسکا معترف تھا بلکہ نہایت پر جوش معتقد تھا - اُسکي آخري دو کتابیں اسي موضوع پر ہیں اور یورپ کي تمام زبانوں میں شائع ہو چکي ہیں - پروفیسر ہکسلي ' ڈاکٹر لوئس ' سر جان لاکس ' پروفیسر پارکس ' پروفسر ژولنر ' ڈاکٹر ویبر ' ولیم لیو پولڈ وغیرہم ؛ جو انیسویں صدي کے دائرۂ علم و نظر کے مسلم ارکان تھے ' کم و بیش اس کا اعتراف کرچکے ہیں -

امریکہ کے مشاہیر علم و نظر میں چارلس نارٹن اور ولیم ڈاسن جو شکاگو یونیورسٹي (امریکہ) میں علم النفس (سائکولوجي) کے استاد تھے ' اسکي تصدیق و حمایت میں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رہے - انگلستان کے عام مشاہیر سیاست و ادب میں مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹید (سابق محرر ریویو آف ریویوز) کا نام بھي اسکے معتقدین کي فہرست میں مشہور ہو چکا ہے - مسٹر اسٹید نے تو روحاني سوال و جواب کا ایک باقاعدہ دفتر کھول دیا تھا - اُنکے عالم ارواح کے دوستوں میں سب سے زیادہ مشہور دوست اسکاٹ لینڈ کي " مارگریٹ " تھي - اُنکا بیان تھا کہ وہ مارگریٹ کے ذریعہ عالم ارواح کي تمام ضروري شخصیتوں سے نامہ و پیام کر لیا کرتے ہیں !

موجودہ عہد کے مشاہیر اہل علم میں چارلس الیٹ ' ولیم جیمس ' جیمس ہیزلوب ' اور سر آلیور لاج Oliver Lodge خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہیں - چارلس الیٹ اور ولیم جیمس ہارورڈ یونیورسٹي (امریکہ) میں علم النفس کے استاد ہیں ' جیمس ہیزلوب کولمبیا یونیورسٹي (امریکہ) میں علوم عقلیہ کے مستند ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں ' اور سر آلیور لاج کي علمي شہرت محتاج بیان نہیں - یہ تمام علماء اس مذہب پر علمي تیقن کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اُسکي اشاعت و تبلیغ الکي تحریر و تقریر کا موضوع بحث ہے - سر آلیور لاج کا لڑکا پچھلي عالمگیر جنگ میں قتل ہو گیا تھا - اُن کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد ھي اُس کي روح نے اِنہیں مخاطب کیا ' اور اب بھي وہ جب چاہیں ' اُسے بلا سکتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے ہیں !

(سر کونن ڈائل)

لیکن موجودہ زمانے کے مغربي روحانیین میں شاید ھي کسي اہل قلم نے اس تبلیغي جوش و سرگرمي کے ساتھہ اس مذہب کا اعتقاد ظاہر کیا ہوگا ' جیسا کہ کچھہ عرصہ سے انگلستان کے مشہور فسانہ نویس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصیت میں ظاہر ہوا ہے - عالمگیر جنگ یورپ کے بعد سے لیکر اِس وقت تک ' بمشکل کوئي مہینہ ایسا گزرا ہے ' جس میں سر ڈائل کي کوئي نہ کوئي تحریر و تقریر اس موضوع پر شائع نہ ہوئي ہو - حال میں انگلستان کي انجمن روحانیئین نے ایک نہایت دلچسپ مجموعہ بارہ مقالات کا شائع کیا ہے - اِن میں سے آٹھہ مقالات سر ڈائل کے لکھے ہوے ہیں - یہ کتاب پچھلي ڈاک سے ہمیں وصول ہوئي ہے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے -

موجودہ انگریزي علم ادب میں سر کونن ڈائل کا نام اُن کے مخصوص مذہب افسانہ نویسي کي وجہ سے اس قدر مشہور ہوچکا ہے کہ شاید ھي کوئي افسانہ نویس اس قدر مشہور ہوا ہو - انہوں نے فن سراغ رساني کي افسانہ نویسي میں ایک نئے مذہب (اسکول) کي بنیاد ڈالي اور " شرلاک ہومز " کے نام سے اُس کے حیرت انگیز کارنامے قلمبند کیے - اُن کے قلم سے اگرچہ مختلف معاشرتي اور نفسیاتي مواضیع پر بہت سے افسانے نکل چکے ہیں ' لیکن انکي شہرت کي اصلي تاریخ شرلاک ہومز کے کارناموں ھي سے شروع ہوي - ان افسانوں کي مقبولیت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ شرلاک ہومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بیکر اسٹریٹ لندن میں دکھایا گیا تھا' وہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دماغ میں ایک حقیقي شے کي طرح موثر ہو چکا ہے ' اور جب کبھي سیاحان عالم پہلي مرتبہ لندن جاتے ہیں تو یہ جاننے پر بھي کہ " شرلاک ہومز " محض ایک فرضي سراغ رساں سیرۃ (کیریکٹر) ہے ' اپني طبیعت کو اس جذبہ سے نہیں روک سکتے کہ ایک مرتبہ بیکر اسٹریٹ جاکر کسي ایسے مکان کي زیارت کرلیں جسکا نمبر دس ہو!

احمد رياض بے " عبد الحمید ثاني و دور سلطنتي " (یعني سلطان عبد الحمید ثاني اور اسکے عہد حکومت کي تاریخ) میں لکھتا ہے کہ سلطان موصوف شرلاک ہومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تھے کہ حکم تھا ' جونہي کوئي نیا افسانہ شائع ہو ' فوراً ترکي میں ترجمہ کرکے پیش کردیا جاے - ایک خاص شخص ادیب بے اس کام پر مامور تھا - آخري زار روس کي نسبت بھي بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا " مجھے کتابوں کي قسم میں سے کوئي چیز بھي دل پسند نہیں ہے - الا شرلاک ہومز "

یہي شرلاک ہومز کا مصنف اب دنیا میں عالم ارواح کا سب سے زیادہ پر جوش و سرگرم نقیب اور داعي ہے !

(سر کونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا ہم نے ابھي ذکر کیا ہے ' اسکے آٹھہ مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پیدایش و تکمیل کي مسلسل داستان ہیں - پہلے مقالہ میں اُس نے بتلایا ہے کہ کس



روح کا تمثل اپنے سفید دھوئیں کي شکل میں جیسا کہ اس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

طرح پہلے پہل اُسے مذہب مخاطبات ارواح کي طرف توجہ هوي ' اور کس طرح ایک جاحد منکر کي جگہ وہ مصدق معتقد بن گیا - دوسرے میں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بیان کیے هیں - تیسرے اور چوتھے میں منکرین کے وجوہ انکار پر بحث کي هے - پانچویں سے لیکر آٹھویں مقالہ تک کا موضوع عالم مادي و روحي کے علائق هیں اور اس ضمن میں اُن امکانات کي نہایت دلنشیں تصویر کھینچي هے جو بیان کردہ علائق کي ترقي سے دنیا کي معنوي زندگي میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دینگے !

(سرکونن ڈائل کا بیان)

پہلے مقالہ کا خلاصہ حسب ذیل هے :

" سنہ ۱۸۸۶ - سے پہلے میں جنوبي افریقہ میں طبابت کرتا تھا - اُس وقت میرے عقائد کا یہ حال تھا کہ اُن لوگوں پر هنستا تھا جو روح کے مصطلحہ وجود پر یقین رکھتے هیں - میں خیال کرتا تھا کہ اِس سے زیادہ بے عقلي اور وهم پرستي کي اور کوئي بات نہیں هوسکتي -

میں بھي آج کل کے تمام جدید تربیت یافتوں کي طرح سائنس پر ایمان رکھتا تھا - میرا مذهب ' مذهب مادي تھا - میرا اعتقاد تھا کہ روح ' بجز اسکے کچھہ نہیں کہ جسم کے وظائف و ترکیب هي کا ایک نتیجہ هے ' اور عقل کا مرکز دماغ میں هے - میرا یقین تھا کہ دوائیں انساني طبیعت میں تبدیلي پیدا کر سکتي هیں - اور اُسے نیک اور بد بنادے سکتي هیں - اُس وقت کبھي میرے ذهن میں یہ موٹي سي بات نہیں آئي کہ ایک ماهر موسیقي همیشہ ماهر موسیقي هي رهیگا اگرچہ اُسکي بانسري ٹوٹ جائے - زیادہ سے زیادہ یہ هوگا کہ وہ اپنا هنر ظاهر نہ کر سکے گا ' لیکن اُسکا کمال اُس میں بدستور موجود رهیگا -

سب سے پہلے جس کتاب نے میرے خیالات میں تبدیلي پیدا کي اور مجھے الحاد و مادیت سے نکالا ' وہ "میرز" کي کتاب " شخصیت انساني " هے - یہ کتاب اس لائق هے کہ اُن کتابوں میں سے شمار کي جائے جنھوں نے انساني افکار کا بہاؤ ایک طرف سے دوسري طرف پھیر دیا هے - مثلاً ڈارون کي کتاب اصلیت انواع اور بیکن کي کتاب منطق جدید -

اِس کتاب کے مطالعہ کے بعد میں نے انتقال فکري کے تجربے شروع کیے - میرے ایک دوست مسٹر پال کو بھي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تھي - میں اُنکے پیچھے بیٹھہ جاتا اور کاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجھے هر مرتبہ یہ دیکھکر حیرت هو جاتي تھي کہ وہ میرے بنائے هوئے نقشے بعینہ اپنے کاغذ پر اتار لیتے تھے ' حالانکہ وہ میرا کاغذ نہیں دیکھتے تھے - پھر میں نے یہ تجربہ بھي کیا کہ وہ دوسرے مکان میں بیٹھا کریں - لیکن پھر بھي میں نے دیکھا وہ نقشوں کي بالکل صحیح نقل اتار لیتے تھے !

اُس وقت مجھے یقین هوا کہ عقل کو دماغ کا ویسا فعل سمجھنا صحیح نہیں هو سکتا جس طرح هم صفرہ کو جگر کا فعل سمجھتے هیں -

اسکے بعد میں نے تھیاسوفي کا مطالعہ شروع کیا - میں نے دیکھا کہ اِس تحریک کي علم بردار اور رهنما مدم بلیوٹسکي ذهین مگر مکار عورت هے - لیکن اِس دروغ گو عورت کي موجودگي سے اِس تحریک پر حرف نہیں آسکتا - یہ ایک صحیح تحریک هے - یہ ضرور ترقي کریگي - مگر اُسي وقت ' جب اسکے ارکان وہ چولا اتار دینگے جو اِس عورت نے اسے پہنا رکھا هے ' اور اِس تحریک کے حقیقي سر چشمہ تک پہنچینگے جو مشرق کي سر زمین پر موجود هیں -

پھر میں نے وہ تمام کتابیں پڑھیں جو علماء عقلیات نے مذهب کے خلاف لکھي هیں - لیکن مجھے کوئي تشفي نہیں هوئي - کیونکہ وہ کبھي ایجابي بات کہتے هي نہیں - اُنکے پاس جو کچھہ هے " سلبي اور انکاري هے -

مدت تک دنیا کي دوسري مشغولیتوں اور مسلسل سفر میں رهنے کے بعد پھر مجھے اِس اهم موضوع کے لیے مہلت ملي - بتدریج مجھہ میں یہ خیال پیدا هونے لگا کہ همارے اس زندگي کے علاوہ کوئي اور مخفي زندگي بھي ضرور موجود هے ' اور وہ شاید همارے زندگي سے زیادہ لطیف اور خوشگوار هے -

سنہ ۱۸۹۲ یا سنہ ۹۳ میں انجمن علوم نفسیہ نے مجھے اور ڈاکٹر اسکاٹ اور مسٹر بوڈمر کو ایک مکان کي تحقیقات کیلیے بھیجا - اِس مکان کے متعلق مشہور تھا کہ اُس میں روحیں رهتي هیں اور شور و هنگامہ برپا کیا کرتي هیں -

هم دو رات اِس مکان میں رهے - پہلي رات کوئي واقعہ نہیں هوا - دوسري رات ڈاکٹر اسکاٹ مایوس هوکر چلے گئے - صرف میں اور مسٹر بوڈمر رہ گئے - هم نے هر طرح کے دهوکے سے بچنے کا پورا انتظام کرلیا تھا - زینہ پر تار بچھا دیے تھے تاکہ ادنی سي حرکت کا بھي همیں علم هو جائے -

ٹھیک آدھي رات کو هم نے اچانک سخت شور سنا - ایسا معلوم هوا ' گویا کوئي میز کو موٹي لاٹھي سے پیٹ رها هے - هم نے فوراً دروازہ کھولا اور باورچي خانہ کے طرف دوڑ پڑے جہاں سے آواز آرهي تھي - مگر همیں سخت حیرت هوئي - باورچي خانے کا دروازہ اور کھڑکیاں بالکل بند تھیں - زینہ پر بچھے هوے تار بھي اپني جگہہ سے نہیں هٹے تھے !

اِسکے بعد رات بھر هم نے کوئي آواز نہیں سني -

اِس واقعہ کے چند سال بعد یہ مکان جل گیا - اُسکا باغ کھودا گیا تو زمین سے دس برس کے ایک لڑکے کي هڈیاں نکلیں - یہ رات کا شور در حقیقت اِسي لڑکے کي روح کا شور تھا - وہ اِسي گھر میں قتل هوا تھا اور اُسکي روح اس میں رهنے والوں کو پریشان کیا کرتي تھي -

اِس سلسلہ میں یہ نظریہ بہت سے لوگوں کے سامنے هے کہ اگر کسي جوان آدمي کي زندگي کسي غیر طبیعي اچانک حادثہ سے تلف هو جائے ' تو اُسکي روح کي حیوانیت موت کے بعد بھي باقي رهتي هے اور عجیب عجیب صورتوں میں ظاهر هوتي هے "

کانن ڈائل نے آخر میں لکھا هے " اِس قسم کے بے شمار واقعات مشاهدہ کرنے کے بعد میں نے اِس علم کا وسیع مطالعہ کیا - یہانتک کہ اب مجھے اِس پر پورا یقین هوگیا هے - میرا اعتقاد هے کہ روحوں سے گفتگو کي جاسکتي هے "

اس کے بعد کے مقالات میں وہ تجربے اور مشاهدے بہ تفصیل بیان کیے هیں جو سالہا سال تک وہ " اپنے اذعان و تشفي کیلیے " جمع کرتا رها - پھر اُن اعتراضات اور شکوک کے جوابات دیے هیں جو اُن کے خیال میں منکرین مذهب استحضار کے " بنیادي " اعتراضات هیں -

اردو طباعت کا مسئلہ اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یہ اس تصویر کا ایک خاص رخ تھا جو سرکونن ڈائل اور اُن کے ہم مشرب دیکھہ رہے ہیں ' لیکن اِس کا دوسرا رخ بھی ہے ' اور اگر اُس پر نظر ڈالی جاے تو یہ معاملہ اسقدر سہل و آسان نہیں رہتا کہ سرکونن ڈائل کی طرح کسی غیر آباد مکان میں بھوتوں اور روحوں کے " موثی لاٹھی سے میز ٹھونکنے " کا شور سنکر فیصلہ کر دیا جاے !

جہانتک اس مذہب کے مخالفین و منکرین کا تعلق ہے ' دور حاضر کی تین جماعتیں ہمارے سامنے آتی ہیں :

(۱) عام علماء مادیئین جنھوں نے اس معاملہ کو اس درجہ اہمیت ہی نہیں دی کہ اس پر توجہ کی جاے -

(۲) ایک بڑی تعداد اُن علماء مادیئین کی جنھوں نے اسپر بحث کی ہے ' اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ علمی اصول پر " اثبات " کے حد تک یہ معاملہ نہیں پہنچا ہے -

(۳) بعض اہل علم جنھوں نے خصوصیت کے ساتھہ اس مذہب کا مطالعہ کیا اور عرصہ تک تحقیقات میں مشغول رہے ' اور بالاخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ استحضار ارواح کا معاملہ اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ یا تو کمزور طبائع کا انفعالی تاثر ہے ' یا خوش اعتقادی کا ذہنی فریب ' یا چند ایسے شعبدہ گروں کی شعبدہ گری جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبہ کی مدد سے زیادہ بہتر اور محفوظ قسم کا شعبدہ دکھلا سکتے ہیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروری ہے کہ معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالی جاے - ہم آیندہ کسی موقع پر شرح و بسط کے ساتھہ اس موضوع پر اپنے مطالعۂ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات الہلال وی - پی - پارسل کے ذریعہ طلب فرماتے ہیں' اُنہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وی - پی کا روپیہ منی اڈر کی طرح وقت پر وصول نہیں ہوجاتا - اکثر دیر ہوجاتی ہے' اور چونکہ روپیہ کی وصولی کے بعد ہی خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا ہے' اسلیے اسوقت تک پرچہ جاری نہیں ہوتا جب تک روپیہ وصول نہ ہو جاے - اگر اس وجہ سے اجراء میں دیر ہوجاتی ہے تو اس میں دفتر کی مجبوری ظاہر ہے - اس کا علاج یہی ہے کہ قیمت بذریعہ منی اڈر بھیج دی جاے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلہ

آپ نے ۲۹ جولائی کے " الہلال " میں پہلے صفحہ پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا ہے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائی ہیں - اپنی رائے آپ نے یہ دی ہے کہ جس ٹائپ میں الہلال چھپتا ہے یعنی جو ٹائپ صفحہ ۳ سے استعمال کیا گیا ہے وہ اعلان مذکور کے ٹائپ سے بہتر ہے - مجھے بھی اس سے اتفاق ہے - لیکن اس ٹائپ میں بھی اصلاح اور ترمیم کی گنجایش اور ضرورت ہے - یہ مان کر کہ اردو کی لیے ٹائپ کی اشد ضرورت ہے اس بارے میں اپنی رائے عرض کرتا ہوں -

سب سے اول ایک اصول کی بات بتانا ضروری ہے - چونکہ اب یہ سوال اٹھایا گیا ہے اسلیے نہایت ضروری ہے کہ پنجاب اور یو - پی - کے تعلیمی محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کی نسبت مجھے زیادہ واقفیت ہے - یہاں تعلیمی اور سرکاری مطبوعات کی کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے ہیں جن پر برسوں سے عمل ہو رہا ہے -

بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ اپنے اعلان کے ساتھہ تمام حروف تہجی اور علامات وغیرہ کی ساری شکلیں جو آپ کے مجوزہ ٹائپ میں ہیں دیدیتے تاکہ رائے دینے والوں کو آسانی ہوتی - خیر' سردست جو کچھہ میری سمجھہ میں آیا عرض کیا جاتا ہے -

" مد " کی علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سی فتحہ کی علامت کی شکل میں پائی جاتی ہے - جیسی صفحہ ۳ کالم اول کی اخیر سطر میں " آخر " پر موجود ہے - یہ علامت زیادہ واضح اور نستعلیق کے الف ممدودہ کی سی ہونی چاہیے - اعلان مذکور یعنی صفحہ اول میں جو علامت " آج " پر لگائی گئی ہے کیوں نہ اسی کو اختیار کیا جائے ؟ وہ بہت صاف اور واضح ہے -

تشدید کی علامت اس ٹائپ میں نہیں پائی جاتی - یہ اضافہ ہونی چاہیے -

جزم کی علامت بھی اس ٹائپ میں نہیں پائی جاتی - یہ بھی اضافہ ہونی چاہیے -

شین معجمہ اس ٹائپ سے غایب معلوم ہوتا ہے - سین مہملہ پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا ہے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ صرف ہائے مخلوط التلفظ در چشمی لکھی جاتی ہے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نہیں - اِس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے ہم مشرب معلوم ہوتے ہیں جن سے شیخ مرحوم کو یہ شکایت تھی :

ہائے رے حسرت دیدار میری ہائے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے در چشمی سے کتابت والے

ہے کو کیوں ہے لکھا جائے ؟ یہ ضرور ہے کہ اس کلمہ کو ہائے ہوز سے لکھیں تو نیچے ایک شوشہ بڑھانا پڑیگا کیونکہ یہ حرف جب

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشہ لابد ہے- درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یہ ہوتا ہے کہ عربی کے املا میں چونکہ ہائے ہوز کا دوچشمی شکل میں استعمال بہت تھا بلکہ وہ ہمیشہ دوچشمی ہی لکھی جاتی ہے جبکہ وہ آخر کلمہ نہو' اسی کا اتباع اردو ٹائپ میں کیا گیا- اردو کے مروجہ قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام ہی غلط لکھا ہوا ہے - لوح کو تو جانے دیجیے کیونکہ وہاں " الہلال " خط نسخ میں ہے اور اس لیے ہائے دوچشمی ہے - لیکن ہر صفحہ پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکہ اردو خط میں ہے - مگر یہاں بھی ہائے دوچشمی ہی استعمال کی گئی ہے- یہ قاعدہ مذکور کے مطابق غلط ہے - آپ کے ٹائپ میں ہائے ہوز جہاں دوچشمی نہیں وہاں عجیب مروزوالی شکل اختیار کرتی ہے- جیسے صفحہ ۳ کالم ۲ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکہ یہی ہائے ہوز اسی کالم میں مضمون "علم الآثار مصر" کی اول سطر میں "پہلے" کی شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھی گئی ہے - متشابہ موقعوں پر ہائے ہوز کو اس "پہلے" کی شکل میں ہی کیوں نہ لکھا جائے ؟

نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آیا ہے اس میں نقطہ نہیں دیا گیا - یہ بالکل درست ہے- لیکن یہی نون غنہ جب کلمہ کے بیچ میں واقع ہو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے ہیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے ہی نہیں -

میں نہیں کہہ سکتا کہ کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے ٹائپ میں ہے کہ نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائی جاتی ہے - جیسے مضمون مذکور کی چوتھی اور پانچویں سطروں میں "رکھتے" اور "کردیتے" میں "ی" سے پہلے واقع ہوئی ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمہ اصول ہے کہ حروف کے امتزاج میں کوئی شوشہ فالتو نہیں ہوتا - مثلاً "بنتا" میں تین شوشے یا دندانے ہونگے - اگر آپ ایک اور دندانہ بڑھا دیں تو املا کی غلطی کے علاوہ قاری کو زحمت ہوگی- اسی مضمون کی گیارھویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانہ یا شوشہ ٹائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاہیے - اگر یہ کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکی اصلاح ہونی چاہیے -

کوئی وجہ نہیں کہ ہاے ہوز آخر کلمہ ' نسخ میں لکھی جائے ' جیسی کہ "آثار عتیقہ" میں لکھی ہے- "نہ" کی شکل آپ کے ٹائپ میں "نہ" ہے جو نستعلیق نہیں - یہ کیوں ؟

"یا" آخر کلمہ کی تین صورتیں ہوتی ہیں : یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے ٹائپ میں صرف دو موجود ہیں - یاے معروف گول لکھی گئی ہے - یہ ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبی ہیں - یہ ٹھیک نہیں - جب یا کی ایک اور شکل ہمارے پاس موجود ہے - یعنی نصف دایرہ یا کٹی ہوئی ' تو کیوں نہ اسے بھی استعمال کیا جائے ' تا کہ یاے مفتوح و یاے مجہول باہم متمیز ہو جائیں ؟

اردو ٹائپ چونکہ کہیں کہیں موجود ہے ' اس لیے ہمکو یہ موقع میسر ہے کہ اس کی اصلاح و ترمیم کرکے اپنا ایک مکمل ہندوستانی قومی ٹائپ بنائیں جو لیتھو کی جگہ لے - اور کیا پبلک اور کیا سررشتۂ تعلیم' دونوں اسے قبول کرلیں - آپ کے ٹائپ میں "یا" آخر کلمہ کے نیچے بھی دو نقطے دیے جاتے ہیں - مگر آپ کے اخبار کے اسی نمبر کے اس حصہ میں جو کاتب کا لکھا ہوا ہے ' ایسی "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یہ دو عملی کیا معنی ؟ ان دو نقطوں کی ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کی سیاہی فضول کیوں خرچ ہو ؟ جرمنی کا اردو ٹائپ بھی اسی اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وہاں سے ٹائپ میں چھپ کر آیا ہے' اس میں چند ایسی بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے ٹائپ میں نہیں ہیں - اس کتاب کا صفحہ ۱۲۱ ملاحظہ فرمائیں - اس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہو :
زباں کوئی نہو

"کوئی" کا لفظ چار جگہ تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگہ مصرعوں کے متن میں - پانچ جگہہ تو اس حرف کی شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگہ اُن سے نرالی شان میں لکھا گیا ہے :

" پڑیئے " گر بیمار تو کوئی نہو بیمار دار

سمجھہ میں نہیں آتا کہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی تحریر اور ایک ہی معنی میں دو شکلیں کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یہ بد عنوانی نہ ہونی چاہیے - اسی غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "ہم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں " س " اس انداز سے " خ " کے ساتھہ ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے ہیں - حروف کی ملاوٹ کا یہ طریق پسندیدہ نہیں -

اردو ٹائپ کی وکالت کرتے ہوئے مطمح نظر صرف یہی نہ ہونا چاہیے کہ ارباب صحافت کو کاتبوں کی ناز برداری سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک ہی خط میں چھپ جائیں - بلکہ آپ کا فرض ہے کہ اسے ایک قسم کا قومی ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجہ طرز املا پر کچھہ ترقی کریں - نہ یہ کہ اس کی ضروریات بھی پوری نہوں - مبتدیوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھی چھپیگا اور علما کی تصانیف عالیہ بھی - اس لیے یہ ایسا ہونا چاہیے کہ انشا کی تمام ضروریات اس سے پوری ہو جائیں ' اور یہ فن املا کا کماحقہ نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت ہو -

اور مولانا ! اس کا بھی خیال رکھیے کہ آج کل انسانی مصروفیت کے ہر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو ٹائپ تجویز ہو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب ہونا چاہیے - یہ کیا ہوا کہ بچوں کے کتکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغذ پر چھاپ کر پیش کردیے- میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ ٹائپ وضع کرتے وقت خوبصورتی کا خون کیا جائے - کیا وجہ ہے کہ نستعلیق کی نقل نہ کی جائے ؟ کیوں اسے اول جلول بنایا جائے ؟ آپ کے ٹائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے ہیں - کیوں نہ گول ہوں ؟ اخر اس میں کون سی دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا ہوں کہ آپکے ٹائپ میں بڑی سرخیاں نسخ میں ہیں- یعنی اردو ٹائپ کے ساتھہ ایک مطبع کو نسخ کا ٹائپ بھی رکھنا پڑیگا - یہ دو عملی بد عملی کا حکم رکھتی ہے- خفی و جلی کے کئی درجے قائم کرکے تمام و کمال ٹائپ نستعلیق میں ہونا چاہیے -

میں پھر عرض کرونگا کہ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ ٹائپ رایٹر کے "کی بورڈ" کی طرح آپ کے ٹائپ میں جو جو چیزیں ہیں' اُن سب کا نمونہ ایک صفحہ پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکہ پتہ چلے اس میں کیا کچھہ ہے اور کیا نہیں ہے -

ٹائپ سے متعلق ایک اقتصادی پہلو بھی ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعنی یہ بھی دیکھنا ہے کہ کاغذ اور اس کے ساتھہ

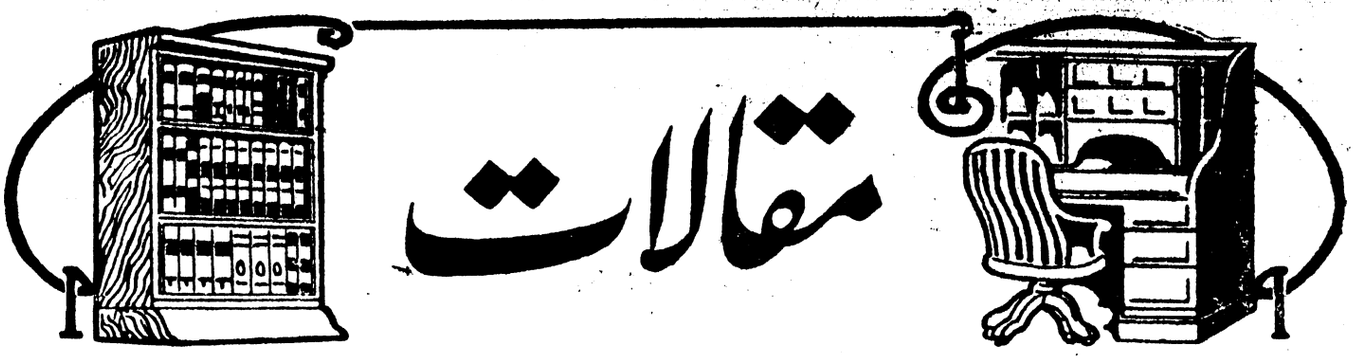

ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلیٰ مجنون

ایک مصری اہل قلم کی نظری تحقیقات

بلاد اسلامیہ کے ادبی و علمی مباحث و افکار کی صدائیں بہت کم ہندوستان تک پہنچتی ہیں - اول تو یہاں ایسے علمی مجامع کا وجود ہی نہیں جو مشرقی و اسلامی ممالک کے علمی مجامع و محافل سے تعارف رکھتے ہوں - ثانیاً ' عربی کے ادبی و علمی مباحث کے ذوق سے نہ صرف نئی تعلیم یافتہ جماعتیں بلکہ قدیم جماعتیں بھی تقریباً محروم ہیں - اس لیے نہ تو ان وادیوں کی انہیں خبر ہے - نہ وہاں کی صداؤں کیلیے کوئی ذوق اور دلچسپی رکھتی ہیں -

ہم چاہتے ' ہیں گاہ گاہ الہلال کے صفحات پر وہاں کے بعض اہم عصری مباحث کے نمونے شایع کرتے رہیں -

کچھ عرصہ سے مصر میں ادب و شعر عربی کی دو متقابل جماعتیں پیدا ہوگئی ہیں ' اور ان میں بحث و مناظرہ کا معرکہ گرم ہے - ایک جماعت متجددین مفرطین کی ہے جنہیں اردو اخبارات کی اصطلاح میں ادبی " انتہا پسند " (اکسٹریمسٹ یا ریڈیکل) کہنا چاہیے - دوسری جماعت ادبی محافظین کی ہے ' جنہیں سیاسی جماعتوں کی تقسیم میں قدامت پسند (کنسرویٹو) وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے - ادب و شعر کی ان دو انتہائی جانبوں نے افراط و تفریط کے عجیب عجیب زاویے پیدا کردیے ہیں - ان دونوں انتہائی جماعتوں کے درمیان بعض اصحاب اقتصاد و اعتدال بھی ہیں ' لیکن بہت کم - کیونکہ جماعت کا ذہنی مزاج فکر و عمل کے ہر گوشے میں ' اعتدال سے مالوف نہیں ہوتا - افراط و تفریط ہی کی طرف مائل رہتا ہے -

سیاست کی طرح ادب و شعر میں بھی ان دو مذہبوں کا ظہور ' ہر ملک کے علمی اور فکری عہد کے ذہنی خواص میں سے ہے - انیسویں صدی کے اوائل میں جب یورپ کی ادبیات کا آخری انقلاب ظہور میں آیا ' تو اس وقت بھی طریق مدرسیہ (Classic) اور طریق رومانیہ (Romantic) کے متبعین میں کشمکش پیدا ہوئی اور انتہائی اطراف نمایاں ہوگئے - البتہ یورپ کی زبانوں اور عربی زبان کی نوعیت میں یہ اصولی فرق ہے کہ اٹھارویں صدی میں جب رومانیہ طریقہ کے متجددین پیدا ہوئے تھے ' تو اس وقت یورپ کا مدرسی علم ادب کوئی ایسی ترقی یافتہ حالت نہیں رکھتا تھا کہ ہر گوشہ میں ترقی و توسع کا محتاج نہو - وہ زیادہ سے زیادہ دو صدیوں کی ابتدائی ادبی ترقی کا نتیجہ تھا جو حروب صلیبیہ کے بعد سے یورپ میں شروع ہوئی تھی - اور پھر جو کچھ بھی تھا ' صرف ادب کی ایک خاص شاخ میں محدود تھا - یعنی شعر قصصی اور قصص تمثیلیہ میں - لیکن عربی علم ادب کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - اس پر نشو و ترقی کی تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں - وہ تمدن و علوم کی تمام حالتیں ' اور اسالیب بیان و تعبیر افکار کے تمام دور طے کر چکی ہے - اس لیے اسکی عصری احتیاج بہت حد تک محدود ہے ' اور نئے نئے اسالیب و مذاہب کے اخذ و اختیار میں بہت زیادہ احتیاط و توسط کی ضرورت ہے - مغربی اسالیب بیان کی کورانہ تقلید اور ابداع و تجدد کے افراط و غلو کی جگہ چاہیے کہ مجتہدانہ نظر و اعتبار سے کام لیا جاے ' اور عربی ادب و شعر کی خصوصیات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتھہ قدیم راہوں میں نئی نئی راہوں کی داغ بیل ڈالی جاے -

بہر حال سیاست و معاشرت کی طرح ادب و شعر میں بھی دو متقابل جماعتیں پیدا ہوگئی ہیں - ادبی تجدد و انقلاب کی اس حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طہ حسین استاذ جامعۂ مصریہ ہے - ڈاکٹر موصوف کی شخصیت میں مصر کے موجودہ عہد کی ایک غیر معمولی ذہانت نمایاں ہوئی ہے - وہ پیدایشی نابینا ہے - اس کا دماغ حواس خمسہ میں سے ایک سب سے بڑے حاسۂ علم سے محروم تھا - لیکن باوجود اسکے اس نے جامع ازہر میں علوم عربیہ کی تحصیل کی اور یورپ کی متعدد زبانوں میں بھی درجۂ رسوخ و نظر حاصل کرلیا - وہ ابھی جامع ازہر میں مشغول تعلیم تھا کہ جامعۂ مصریہ اسکی حیرت انگیز ابوالعلائی ذہانت کی شہرت سے متاثر ہوئی اور اپنے صرف سے پیرس اور روم بھجوادیا تاکہ مغربی لغات و علوم کی تحصیل سے بھی فارغ ہوجاے - کئی سال وہاں بسر کرنے کے بعد جب قاہرہ واپس آیا تو اسی جامعہ میں استاذ (پروفیسر) مقرر ہوگیا -

پچھلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عہد مولدین کے شعراء پر ایک سلسلۂ مقالات شروع کیا تھا ' جس نے مصر کے ادبی حلقوں میں موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پیدا کردیے - ان مقالات میں وہ اوائل عہد بنو امیہ کے بعض شعراء غزلیئین کے وجود سے انکار کرتا ہے ' اور انکے وجود کو محض قصصی اور شعری وجود قرار دیتا ہے جیسا کہ بعض مستشرقین یورپ کا بھی خیال ہے - ہم آج ان مقالات کا ایک حصہ ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے ہیں - اس کا تعلق " لیلیٰ مجنوں " کے مشہور قصہ سے ہے - یہ سوال کہ کیا فی الحقیقت قیس عامری اور لیلیٰ کے معاشقہ کا قصہ حقیقی ہے ؟ پہلے بھی اٹھہ چکا ہے - چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں ان لوگوں کی رائیں نقل کی ہیں جنہیں ان شخصیتوں کی حقیقت میں شبہ تھا ' لیکن ہم خیال کرتے ہیں اس ادعا اور وثوق کے ساتھہ غالباً کبھی انکار نہیں کیا گیا جیسا انکار ڈاکٹر موصوف کو ہے -

ہم بالفعل اس باب میں اپنی راے ظاہر نہیں کرینگے کیونکہ اسکے لیے شرح و تفصیل کی ضرورت ہے - صرف ڈاکٹر موصوف اور ان کے ناقدین کے مباحث کا خلاصۂ ہدیۂ قارئین کر دینگے - ڈاکٹر موصوف کی تحریر کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم ۔

دينى علوم كے بيش بہا جواہر پارے

اس سلسلہ ميں ہم نے اصلاحيں ابن تيميہ اور ابن قيم جوزيہ كى درجہ ذيل بلند پايہ عربى تصانيف كے اردو تراجم كا سلسلہ شروع كيا ہے ' جنكا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نہايت ضرورى و ناگزير ہے - اميد ہے يہ "سلسلۂ تراجم" ہر اديب هندوستان كى دماغى اصلاح كا كام دے :

اسوۂ حسنہ ــــ امام ابن قيم كى فن سيرت ميں شہرہ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصہ كا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائى روپيہ -

كتاب الوسيلہ ــــ لفظ "وسيلہ" كى بحث كے علاوہ امام ابن تيميہ نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كى مبسوط بحث كى ہے - بلا جلد ازهائى روپيہ ' مجلد سوا تين روپيہ -

اصحاب صفہ ــــ انكى تعداد ' ذريعہ معاش ' طريق عبادت اور ان كے مفصل حالات بيان كيے هيں جس آئے -

تفسير سورۃ الاخلاص ــــ امام ابن تيميہ كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمہ - چار آنے -

العبودۃ الرقيتى ــــ خالق و مخلوق كے درميان واسطہ و فرق بدلائل بيان كيا ہے - چھ آنے -

سيرت امام ابن تيميہ ــــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگى نہايت خوش اسلوبى سے بيان كيے هيں - تو آنے

نجد و حجاز ــــ علامہ سيد محمد رشيد رضا مصرى كى تازہ كتاب كا اردو ترجمہ - سوا روپيہ -

آئمہ اسلام ــــ ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام (زير طبع)

خلاف الامہ ــــ فى العبادات (زير طبع)

صبح سعادت ــــ يہ ايك عالمى ' اسلامى ' سہ ماہى رسالہ ہے جس كے خريدار نہ صرف اہل يورپ و افريكہ ہے بلكہ عربى ' فارسى ' انگريزى ' اور ديگر زبانوں كى تمام اہم اور اسلامى مطبوعات كے متعلق ہر ماہ تازہ معلومات بہم پہنچانے كا اہتمام كيا ہے - اسكے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانہ ' نظميں اور ممالك اسلاميہ كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے ہوئے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپيہ پيشگى -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقہ نمبر ۲۴ شيرانوالہ دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان ايں دفتر پارينہ را
تازہ خواہى داشتن گر داغہاے سينہ را

دور صحافت كى تاريخ ميں الہلال هى وہ رسالہ ہے جو اپنى تمام ظاهرى اور باطنى خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تھى -

الہلال اگرچہ ايك ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' ليكن جو طبقہ وہ اردو صحافت كى مختلف شاخوں ميں اجتہاد نظر و فكر كى جو روح پيدا كرنا چاہتا تھا ' اس كے ليے اس كا ہر نمبر مختلف اسلام اور مختلف اذواق كا مجموعہ تھا ' اس كے ہر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ كے هوتے تھے - اور اسكا ہر باب اپنى مخصوصانہ خصوصيات كے لحاظ سے اپنى نظير آپ هوتا تھا - پھر اس كى طرفہ خوبى اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پہلا نمونہ تھى - اردو كا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس ميں هاف ٹون كے زيور كے امتزاج كا اہتمام كيا گيا ' اور اس كے ٹائپ ميں چھپنے كى وجہ سے بہت سى ايسى خوبياں پيدا هوئيں جو ہر اچھى چھپائى ميں ممكن نہيں - اس كى جو جلديں مختلف اور متنوع علم و ادب ' مذهبى ' سياسى ' اور حادثاتى مواد و مباحث كا بہترين مجموعہ هيں - ان كى مطبوعيت ' قدر و اعتبار كس پر موقوف ہے يہ سادہ ۱۳۱۸ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اس كى تمام جلدوں كا مكمل سٹ سو روپيہ ميں خريدنا چاہا ' ليكن اس وقت ايك ہى جلد كے اس كى ہمارى جلد مجلس (مروجہ مجلس نہيں) سازے چار سو روپيہ ميں خريدنا چاہى ' ليكن ہم نے اس كے پرچے بعد كے اضافات جمع كرنے كى غرض سے اپنى كوٹھى ميں ركھ ليے ' اور ہمارے ليے ممكن نہيں رہا كہ ہم اسے كسى كو دے سكيں " كا جب يہ انتخاب كے ليے مكان ميں منتقل هوا تو ہم نے الہلال كے پرچوں كا بھى محفوظ ملا ' علم و ادب كى جو جلديں مكمل كرنے كے ليے جس قدر مكمل جلدوں كى ضرورت تھى ' ان كى تكميل هوسكى ' اور جن جلدوں كے بعض پرچے ضائع هوگئے تھے ' ان كى بھى دوبارہ چھپوا لى گئے

الہلال كے مضامين كا دوسرا ايك حصہ تك مشكور ہوا اور اب علاوہ متعدد پرچوں كے جلد سازوں كى جلديں بھى مكمل هوگئى ہيں - ہم اس اعلان كے ذريعہ طالبين علم و ادب كو آخرى موقعہ ديتے ہيں كہ اس سنہرى ذخيرہ كے حاصل كرنے ميں جلدى كريں ' چونكہ جلدوں كى اشاعت كے بعد ہى محدود تعداد طلب هوسكتى ہے اس ليے صرف انہيں خريداروں كى تكميل هوسكے گى جو سب سے پہلے بھيجيں گے ' ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا ميں تمام مضامين كى انڈكس سے ترتيب دے دى گئى ہے -

الہلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيہ الہلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيہ
" " " چہارم ۱۰ روپيہ " " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البلاغ" (جب دوسرى مرتبہ الہلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول كے ہر جلد كے متفرق پرچے بھى موجود ہيں جن ميں سے ہر پرچہ اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قيمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوہ ہے -

منيجر " البلاغ پريس "

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز آف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی مسائل پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے

آپ یہاں کے ایجنٹ سے استفادہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز آف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کر دیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

آپ یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

یا

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب فرمکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے دوکانوں سے تجارتی تعلقات قائم ہوں، تمام بعض ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آگاہ کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لگاکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور پیچ سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کارخانوں کے حالات اور اصل معاملات معلوم کرنے چاہئیں - پھر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با فائدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیئے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہوجائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو موار اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو کہ ملکوں نے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجئے -

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU AL-KALAM AZAD.



الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱ | کلکتہ : جمعہ ۲۷ ۔ صفر ۱۳٤٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 26. August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجییے ۔ یاد رکھییے ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیے سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦٥٧ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۸٤	اردو حروف کی حق مین	۲۱۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۱۲۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۸٦	نستعلیق ھون	٥٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی، اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار ' پراني قلمي اور مطبوعه کتابیں ' پراني تصویریں ' پرانے سکے اور نقوش ' پرانے زیور ' آرائش و تزیئن کا هر قسم کا سامان ' اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر ' اگر آپ کو مطلوب هیں ' تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت ' دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر ' شام ' فلسطین ' هندوستان ' ایران ' ترکستان ' چین ' وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ' امریکه ' اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل ' کتب خانے ' اور عجائب خانے ' هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پهلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -



مقالات

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طاھہ حسین

(۲)

قیس کے بارے میں عام راوي تو صرف اختلاف بیان هي پر قانع هیں لیکن ثقہ راویوں کو انکار یا شک میں تامل نہیں ہے - میں تمام اقوال پیش کرکے تحریر کو طول دینا نہیں چاهتا - آغاني کي پہلي اور درسري جلد میں کافي ذخیرہ موجود ہے ' اور بآساني دیکھا جا سکتا ہے -

بعض راویوں کا انکار تو اِس درجہ تک بڑہ گیا تھا کہ وہ کہتے تھے :

" بني عامر (مجنوں کے قبیلہ) کے دل اِس قدر ٹھوس هیں کہ ان میں اِتني زیادہ محبت ہو هي نہیں سکتي - هاں بے عقل باشندگان یمن سے یہ بعید نہیں - لیکن بني نزار اِس سے کوسوں دور هیں "

ایک اور راوي تصریح کرتا ہے :

" میں قبیلۂ عامر کے ایک ایک خاندان میں پھرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کیا - مگر کسي نے بھي اُس کي واقفیت کا اظہار نہیں کیا - بلکہ سخت انکار کیا "

ایک درسرے راوي کا بیان ہے :

" میں نے بني عامر کے ایک بدوي سے مجنوں کا حال پوچھا - اُس نے بہت سے عامري مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قیس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رہا "

پھر اُن راویوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوي هیں - وہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے هیں ' حتیٰ کہ اُس کے نام تک پر متفق نہیں - کوئي قیس بتاتا ہے - کوئي مہدي کہتا ہے - کوئي اقرع قرار دیتا ہے - کوئي بحتري پر زور دیتا ہے - پھر اُس کے حسب و نسب کے بارے میں اختلاف شروع هوجاتا ہے - پھر خود اُس کا جنوں بھي سب تسلیم نہیں کرتے - کوئي کہتا ہے ' وہ بالکل دیوانہ تھا - کوئي اُسے عاقل گردانتا ہے - اصمعي کا قول ہے " وہ مجنوں نہیں تھا - صرف ابو حیہ نمیري کي طرح تھوڑي سي سنک تھي " اِس کے بعد یہ بحث شروع هوتي ہے ' آخر وہ مجنوں کیسے مشہور هوا ؟ بعض کہتے هیں " وہ پہلے هي سے دیوانہ تھا " بعض اِس کے خلاف هیں اور یہ وجہ بیان کرتے هیں کہ " اُس نے ایک شعر میں اپنے آپ کو مجنوں کہا تھا - اِس لیے اُس کا یہ لقب پڑگیا جیسا کہ بہت سے شعراء کا حال ہے - مثلاً نابغہ " اختلاف ابھي ختم نہیں هوتا ' بلکہ جنوں کے سبب تک پہنچتا ہے - کچھہ لوگ کہتے هیں " محبت نے اُسے دیوانہ بنا دیا تھا " بعض کہتے هیں " در اصل اُس نے اپنے ایک شعر میں خدا کي مشیئت پر اعتراض کیا تھا ' اس لیے خدا نے اُس پر اپنا قہر نازل کیا ' اور دیوانہ هوگیا " وہ شعر یہ ہے : (اور کیا بے نظیر شعر ہے !)

قضاها لغیري و ابتلاني بحبها
فهلا بشیئي غیر لیلی ابتلانیا ؟

(خدا نے میري محبوبہ کو تو درسرے کے لیے کردیا - لیکن مجھے اُس کي محبت میں مبتلا کردیا - کیا یہ نہیں هو سکتا تھا کہ لیلی کے سوا مجھے کسي درسري مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ؟)

بعض راوي اِس کا رد کرتے هیں - اُن کا بیان ہے کہ خدا کا قہر جنوں کي شکل میں نہیں بلکہ برص کي شکل میں اُترا تھا - غرضکہ جتنے منہہ اُتنے هي باتیں هیں - ایسي صورت میں کون یقین کرسکتا ہے کہ مجنوں جیسا کوئي مشہور شخص دنیا میں کبھي موجود تھا ؟

بلا شبہ یہ اعتراض پیدا هوتا ہے کہ اگر مجنوں موجود نہ تھا تو یہ پورا قصہ کہاں سے آگیا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راویوں نے دیدیا ہے - ابن کلبي لکھتا ہے :

" بني امیہ کا ایک نوجوان اپني چچیري بہن پر عاشق هوگیا تھا - جوش عشق میں اُس نے اشعار کہے - پھر ڈرا ' مبادا راز کھل جائے اور طرفین کي رسوائي هو - لہذا اُس نے اس راز داري کے لیے مجنوں کا نام اختراع کرلیا اور اپنے اشعار اُس کي طرف منسوب کردیے "

پھر هم یہ بھي جانتے هیں کہ اُس زمانہ میں شعر و ادب کے ایسے راوي موجود تھے جنکا کام محض لوگوں کا دل بہلانا اور گرمي صحبت کے لیے داستانسرائي کرني تھي - وہ اشعار و حکایات بناتے تھے اور بصرہ ' کوفہ ' بغداد وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں پھیلا دیتے تھے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نویس لندن اور پیرس میں طرح طرح کے افسانے مشہور کردیا کرتے هیں - یہ معمولي لوگ نہ تھے - اِن میں ایسے لوگ بھي داخل تھے جنھیں آج کل ثقہ راوي یقین کیا جاتا ہے - اِنھوں نے اشعار و حوادث گڑھنے میں غیر معمولي مہارت حاصل کي تھي - وہ صاحب علم و فکر تھے - اس لیے اُس زمانہ میں بھي عوام اُنھیں صادق و معتبر سمجھتے تھے اور ان کي روایت بغیر شک و شبہ کے قبول کرلیتے تھے - اس طرح کے راویوں میں سے دو راویوں کے نام میں یہاں پیش کرونگا - " حماد راویہ " اور " خلف احمر " اِن دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعي واقعات و اشعار بنائے هیں - یہ دونوں عربي زبان کے ماهر اور بدوي قبائل سے بھي بہتر عربیت کے اسرار و دقائق جاننے والے تھے - دونوں اپنے دین میں متہم اور لہو و لعب کے دلدادہ تھے - بعض هم عصر شعراء انکے شریک حال هوگئے تھے - اسلیے ان کے راز جانتے تھے اور انکي صداقت میں شبہ کرتے تھے -

یہ حال صرف رواۃ ادب و شعر هي کا نہیں ہے - اهل علم جانتے هیں کہ انساب ' سیر ' اور فتوح و غزوات کے بہت سے راوي بھي ایسے هي تھے - سیرت ابن هشام اٹھاکر دیکھو - اس میں ایک بڑا ذخیرہ اشعار کا پاؤگے - لیکن خود ابن هشام روایت کے بعد تصریح کرتا جاتا ہے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصیدہ سے انکار کرتے هیں "

اصل یہ ہے کہ عرب ' روم ' ایران ' اور یونان ؛ باہم بہت حد تک مشابہ ہیں - رومیوں نے یونان پر جنگی فتح حاصل کی تھی مگر یونان نے رومیوں پر ادبی فتح پا لی - یہی حال عربوں کا ہوا - اُنھوں نے ایران کو اپنے قومی جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایرانی ادب و ذہنیت سے مغلوب ہوگئے - اس ادبی فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے ہیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یہ کیا کہ روم اور عرب کے دماغ پر دست درازی کی اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یہی صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بھی پیش آئی ہے -

ان زجوہ کی بنا پر ہمیں پورا حق ہے کہ اپنے ثقہ راویوں کی روایت پر بھی شبہ کریں - اور جب وہ مجنوں جیسے قصہ میں اس قدر باہم مختلف ہوں تو اور بھی زیادہ شک و احتیاط کریں -

ہمارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقہ اور بھی ہے - لیکن وہ محض ایک فنی طریقہ ہے - تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا - مجنوں کے اشعار میں ہم اس طریقہ سے کام لے سکتے ہیں - شعر ہمیں خود بتادے گا کہ یا تو وہ بتکلف بنایا گیا ہے ' اس لیے محبت کا سچا جذبہ پیش نہیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام ہے اور راویوں نے سہواً یا عمداً اُسے مجنوں کی طرف منسوب کر دیا ہے -

جاحظ نے بالکل ٹھیک کہا ہے :

" کوئی شعر نہیں جس میں لیلیٰ کا ذکر ہو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کی طرف منسوب نہ کر دیا ہو - اور کوئی شعر نہیں جس میں لیلیٰ کا ذکر ہو اور قیس بن ذریح کے سر تھوپ نہ دیا گیا ہو - یہ واقعہ ہے کہ مجنوں ہی طرف بہت سے شعر منسوب کر دیے گئے ہیں ' حالانکہ خود مجنوں کو اُنسے کوئی تعلق نہیں - یہ شعر اُن شاعروں کے ہیں جو نہ تو مجنوں تھے ' اور نہ محبت نے اُنکا وہ حال کر دیا تھا جو مجنوں کا تھا "

شاعر کی تحقیق کس طریقہ پر کرنی چاہیے ؟ خود شاعر کی شخصیت سب سے پہلی چیز ہے - یہ اس لیے کہ شاعر اپنے شعر میں اپنی شخصیت ضرور رکھتا ہے اگر شاعر ' کامل ہے تو اُسکا دیوان اُسکی نفسیت اور جذبات کا آئینہ اور اُسکی پوری شخصیت کا مظہر ہوتا ہے - اُس کی مختلف نظموں میں ایک ہی روح ' ایک ہی نفسیت ' ایک ہی قوت کار فرما نظر آئیگی - بلا شبہ تمام اشعار یکساں نہ ہونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمی بیشی ہوگی - لیکن شاعر کی شخصیت سب میں نمایاں ہوگی ' اور وحدت شعری اس درجہ واضح ہوگی کہ ذوق سلیم فوراً فیصلہ کر دیگا کہ یہ شعر فلاں کا ہے یا یہ شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر ہے - ہمارے خیال میں یہ طرق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل ہے - خصوصاً شعر غنائی (گانے کے اشعار) میں اُسکی اہمیت غیر معمولی ہے - کیونکہ شعر کی یہ صنف ' نفس کا شفاف آئینہ اور جذبات کا سچا مظہر ہوتا ہے -

اِس اصول کی بنا پر کیا ہم مجنوں کے اشعار میں اُس کی کوئی نمایاں شخصیت دیکھ سکتے ہیں ؟ میرا دعوی ہے کہ نہیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرنی نہیں چاہتا - میری تحقیقات کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ مجنوں کی طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے ہیں ' وہ:

(۱) یا تو مشہور شعراء کے ہیں اور راویوں نے غلطی سے مجنوں کی طرف منسوب کر دیے ہیں -

(۲) یا مجہول شعراء کے ہیں اور لیلیٰ کا ذکر دیکھکر لوگوں نے مجنوں کے سمجھ لیے ہیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجھ کر بنائے ہیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپنی گرم بازاری کے لیے گڑھے ہیں اور مجنوں کے سر تھوپ دیے ہیں -

میں نے بڑی کوشش کی ' مگر ان اشعار میں کسی مشترک شخصیت کی روح نہ دیکھ سکا -

مجنوں کے بارے میں اپنی رائے ایک اور طریقہ سے بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں - وہ یہ کہ راوی اُس تعلق کی نوعیت بیان کرنے میں بھی بہت مختلف ہیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلیٰ کے درمیان تھا -

بعض کہتے ہیں لیلیٰ مجنوں میں بچپنے ہی سے تعارف ہوگیا تھا - دونوں بکریاں چرایا کرتے تھے - آہستہ آہستہ دل کو تعلق ہوا - یہاں تک کہ بچپنے کے اُنس نے جوانی میں عشق کی صورت اختیار کرلی - جوان ہونے پر لیلیٰ قیس سے چھپا دی گئی تھی - اِس صدمہ نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یہ قصہ تسلیم نہیں کرتے - اُن کا دعوی ہے کہ دونوں میں بچپن سے تعارف نہیں ہوا - بلکہ اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات ہوگئی - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکھیں - سلام کیا - اُنھوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹھا لیا - قیس سواری سے اُترا - امرء القیس کی طرح اپنی اونٹنی ذبح کرڈالی اور گوشت بھون بھون کر اُنھیں کھلانے لگا - یہاں تک کہ شام ہوگئی - شام کو ایک اور نوجوان وارد ہوا - سب لڑکیاں قیس کو چھوڑ کر اُس کی ہو رہیں - اِس پر قیس خفا ہوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کہے - دوسرے دن صبح پھر اُدھر گیا تو لڑکیاں موجود نہ تھیں - صرف لیلیٰ موجود تھی - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کی طرح پھر اپنی اونٹنی ذبح کی اور محبت کا اظہار کیا - ابتدا میں لیلیٰ نے بے رخی دکھائی - قیس بہت غمگین ہوا - لیکن پھر لیلیٰ کو ترس آگیا - اپنی محبت کا بھی اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بھی تسلیم نہیں کرتے - وہ کہتے ہیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلدادہ تھا - لیلیٰ ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزہ تھی - قبیلہ کے نوجوان اُس کے ہاں بیٹھتے اُٹھتے تھے - قیس نے سنا تو وہ بھی آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار ہوگیا !

اسی قسم کی اور روایتیں بھی ہیں - اِنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لیلیٰ کی شخصیت بھی قیس سے کچھہ کم ما بہ النزاع نہیں ہے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والی لڑکی بنایا ہے - دوسری میں بدوی دوشیزہ ' جو نوجوانوں کو روکتی اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتی ہے - تیسری میں اُس وضع کی ایک مہذب اور نستعلیق خاتون ' جیسی بڑے بڑے اسلامی شہروں میں ہوا کرتی تھیں - کیا صرف یہی ایک اختلاف ' لیلیٰ کی شخصیت مشتبہ کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے ' جیسا کہ پہلا اختلاف مجنوں کی شخصیت پوری طرح مشکوک کر دیتا ہے ؟

مجنوں کے قصہ میں اور بھی اندرونی شہادتیں ایسی موجود ہیں جو میری رائے کی تائید کرتی ہیں - مثلاً یہ روایت کہ لیلیٰ

کے باپ نے قیس کو اپنی لڑکی دینے سے انکار کردیا - سبب یہ بتایا کہ قیس اُس کی لڑکی پر عاشق ہے اور عشق طشت از بام ہوچکا ہے - بغیلہ یہی واقعہ ہم دوسرے عشقیہ قصوں میں بھی پاتے ہیں - یہ گویا اُس عہد کے عشقیہ قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تھا - راویوں کا بیان یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھی کہ وہ عاشق سے لڑکی کا بیاہ نہیں کرتے تھے - میں نہیں جانتا یہ بیان صحیح ہے یا غلط ؟ عرب جاھلیۃ کا دستور تو اِس کے برعکس تھا - گمان غالب یہ ہے کہ راویوں نے یہ دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا ہے تا کہ عشقیہ قصوں میں عشاق کی مجبوریوں کی ایک معقول وجہ ہاتھہ آجاے -

یہ واقعہ بھی کچھہ کم مضحکہ انگیز نہیں کہ خلیفۂ وقت نے اعلان کردیا تھا کہ اگر قیس ' پردہ میں بیٹھنے کے بعد بھی لیلیٰ سے تعرض کرے تو قتل کردالا جائے - پہلے واقعہ کی طرح یہ واقعہ بھی اکثر عشقیہ قصوں میں دھرایا گیا ہے - ہم بجا طور پر سوال کرسکتے ہیں کہ کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئی کام باقی نہیں رہا تھا کہ بدوی عاشقوں کے معاملات محبت کرتے رہیں ؟ کبھی اُنکے قتل کا حکم دیں - کبھی آخر وہ کون سی شرعی بنیاد تھی جس کے احکام صادر کرتے تھے ؟ کیا شریعت میں برا جرم ہے کہ اُس کی تعزیر قتل ہے ؟

اِسی طرح یہ واقعہ بھی ایک پر لطف عشق میں وحشی ہوگیا تھا - ایسا وحشی کہیں جی نہیں لگتا تھا - ہرنوں سے موانست و رزز کا ساتھہ تھا - داستان گو کی مبالغہ پر نہ تھا - وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے ' ا دن وہ (راوی) قیس کی جستجو میں ل جسکے نیچے قیس ہرنوں کے ساتھہ بسید پہنچا کہ نہ تو قیس کو اُسکی خبر ہوئی ہرنوں کو - پہلے یہ سراغ رساں راوی چپکے سے پھر آتا ہے اور قیس سے سوال و جواب شرو سنتے ہی بھاگ گئے - قریب تھا کہ قیس بھ نے فوراً لیلیٰ کا نام لے لیا - علی بابا - " لیلی " کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمی اثر د دور ہوگئی - اب وہ آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پھر اچانک ایک نازک بدن ہرنی نظر آگئی اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازہ ہوگیا !

یہ سب راویوں کا تخیل و تصنع ہے - ہم اِسے ہرگز واقعہ نہیں سمجھہ سکتے - یہ مبالغہ کی ایک خاص قسم ہے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز ہوجاتے ہیں تو بے سر و پا باتیں شروع کردیتے ہیں - اکثر قدیم عشقیہ قصوں میں یہی چیز نظر آتی ہے - دنیا کی سب سے پرانی قصصی نظم الیڈ کا بھی یہی حال ہے - یونانی شعر و ادب کے مغربی نقادوں نے اِسی اسلوب پر الیڈ کی بھی تنقید کی ہے - اُسکے غیر معقول رکیک ' اور مبالغہ آمیز اشعار ' کم زور شعراء کا الحاقی کلام قرار دیا ہے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماہر شاعروں کا تخیل بتایا ہے - (یعنے اُن مغربی نقادوں نے جنھوں نے ہومر کے حقیقی وجود سے انکار کیا ہے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتھہ بہت رعایت کی جائے اور اُسے محض خیالی شخص نہ قرار دیا جائے ' جب بھی اُسکے مشکوک و مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں ہوسکتا - بلا شبہ بحث کا خاتمہ شک و انکار پر ناپسندیدہ ہے - لیکن ہمیں علم و حقیقت کی خاطر کبھی کبھی اس پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے -

ہمارے سامنے متعدد عشقیہ عربی قصے موجود ہیں - یہ قصے کئی باتوں میں باہم مشترک ہیں اور کئی باتوں میں مختلف ہیں - مثلاً یہ چیز سب میں یکساں طور پر موجود ہے کہ ان تمام قصوں کے ابطال عشق (ہیروز) بدوی ہیں - سب کی محبت یکساں طور پر انتہائی قسم کی ہے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑی بڑی تکلیفیں دیں - سب کی محبت پاک تھی - سب نے تقریباً ایک ہی طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک ہی درجہ کے ہیں - سب کے واقعات ' مصائب ' طرز عمل ' اور خلفاء و حکام کی مداخلت کی نوعیت بھی یکساں ہے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں ہے ' اُن کے قبائل میں ہے ' یا میں انھوں نے پرورش پائی تھی -

مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح تک کرنے کے بعد ہمیں اُن کی جگہ ہی چیزیں قائم کرنی چاہئیں ' ورنہ بحث لب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر ہے - میری ' قیس بن ذریح ' جمیل بن معمر ' اور عروہ لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود کے قصص عشقیہ کا فن اور مذہب (اسکول) ' عہد اموی میں ظاہر ہوچکا تھا ' یا کم سے ہیں پرچکی تھیں - آہستہ آہستہ اس میں ہاں تک کہ ایک مستقل فن بن کر موجودہ سی کے قریب قریب پہنچ گیا -

شاف کے بعد مجھے اس کی کوئی پروا نہیں شخصیت تاریخی ہے یا غیر تاریخی ؟ میرے موجود ہیں : قصۂ قیس بن ملوح ' قصۂ یل بن معمر ... وغیرہ - اب میری بحث جنھیں متمدن تخیل نے پیدا کیا ہے ' نہ اشخاص تلاش کرنے چاہئیں جنھوں نے یہ قصے بنائے - یہ وہ عشاق جن کے حالات یہ قصے بیان کرتے ہیں - مجھے قصہ نویسوں کی اختراعی قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کی مہارت فنی سے بحث کرنی ہے - مجھے اُس ادبی فن پر غور کرنا چاہیے جو ادب و علوم کی دوسری شاخوں کی طرح ' اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تھا ' اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پیدا ہوگیا -

بلا شبہ میں جانتا ہوں ' اِس بحث کی راہ میں سخت موانع در پیش ہیں - یہی ایک مانع کیا کم ہے کہ ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں - تاہم ہمیں چاہیے کہ ادب عربی کی خصوصیات و کمالات کی تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادی میں قدم اٹھائیں ' اور اِن قصوں کا ادبی تجزیہ و تحلیل کرکے اُن کا عیب و ہنر الگ الگ دکھادیں - ہمیں چاہیے کہ عہد اموی کے اُن ادبی ' اخلاقی ' سیاسی ' اجتماعی ' اسباب کا سراغ لگائیں جنھوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پہل زمین طیار کی ' اور پھر ان اسباب کی بھی جستجو کریں جنھے عہد عباسی میں یہ تمام عمارتیں منہدم ہوگئیں -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

قائدین فکر :
سید جمال الدین اسد آبادی

قسطنطنیہ میں : سنہ ١٨٧٠



پیرس میں : سنہ ١٨٨٣



" تقریباً دو ماہ گزرے ہیں کہ ایک شخص سید جمال الدین نامی سے میری ملاقات ہوئی - اس شخص کی شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وہ ایسا ہے جو بہت کم شخصیتیں مجھ پر ڈال سکی ہیں - یہ اثر بہت قوی اور گہرا تھا ' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مجھے خیال ہوا ' سوربون یونیورسٹی کے خطبات کا موضوع یہ قرار دوں کہ " اسلام اور اُس کا علم سے علاقہ " سید جمال الدین کی ذہنیت ایک ایسی ذہنیت ہے جو رسمی اسلام کے موثرات کی پوری طرح مقاومت کرسکتی ہے - میں جب اِس شخص سے باتیں کر رہا تھا ' تو اُس کے افکار کی آزادی ' طبیعت کی فضیلت ' اور اظہار حقیقت کی جرأت دیکھکر مجھے خیال ہوا ' میں اِس وقت اُن مشاہیر عالم میں سے کسی ایک کو مخاطب کر رہا ہوں جو دنیا کے گزشتہ علمی زمانوں میں گزر چکے ہیں اور جن سے تاریخ کے ذریعہ ہم نے واقفیت حاصل کی ہے - میں گویا ابن سینا ' ابن رشد ' یا اُن حکماء عظام میں سے کسی حکیم کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا جنھوں نے فکر انسانی کو جہل و اوہام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کی پانچ صدیوں تک اپنی شجاعانہ جد وجہد جاری رکھی تھی " ! (فیلسوف رینان)

(سید جمال الدین)

انیسویں صدی کی تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کی جس قدر شخصیتیں پیدا کی ہیں ' اُن میں کوئی شخصیت بھی وقت کی عام پیداوار سے اس قدر مختلف اور اپنی طبعی ذہانت اور غیر اکتسابی قوتوں میں غیر معمولی نہیں ہے ' جس قدر سید جمال الدین کی شخصیت ہے -

بغیر کسی تامل کے کہا جا سکتا ہے کہ مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کی صف میں اُس کی شخصیت کئی اعتبار سے اپنا سہیم و شریک نہیں رکھتی !

وہ ایک گمنام اور مجہول ماحول میں پیدا ہوا - ایسے مجہول ماحول میں کہ آج تک یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم نہ ہوسکی کہ وہ فی الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعدآباد کا جو ہرات کے قریب اور افغانستان میں واقع ہے ' یا اسدآباد کا جو ہمدان کے قریب اور ایران میں واقع ہے ؟

اُس کے وطن کی طرح اُس کی ابتدائی زندگی کے حالات پر بھی ظن و تخمین کے پردے پڑے ہوئے ہیں - تاہم یہ قطعی ہے کہ تعلیم و تربیت کا اسے کوئی موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسی اعتبار سے بھی ممتاز اور قابل ذکر ہو - انیسویں صدی کے کامل تنزل یافتہ افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیہ کی جیسی کچھ تعلیم دیا کرتے تھے ' زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کی تھی ' وہ وہی تھی - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کی ' وہ بھی یقیناً معمولی درجہ کے تھے - اُن میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی علمی شخصیت قابل ذکر ہو -



دنیا کے نئے تمدنی انقلاب اور نئے علوم سے آشنا ہونے کا بھی اُسے کوئی خاص موقع حاصل نہیں ہوا تھا - اُس کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر افغانستان میں بسر ہوا ' یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ' اور یہ دونوں مقامات اُس وقت مغربی تمدن و علوم کی تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہیں رکھتے تھے -

بصرہ میں بہ لباس عربی سنہ ١٨٨٩



کلکتہ میں : سنہ ١٨٧٩

٣٠ - برس کی عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنہ ١٨٦٩

خوار بچھ جھوڑ گیا - جب بچہ جوان ہوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک ہوا اور تمہارے ملک پر ٹوٹ پڑا - اُس نے بے حساب مخلوق قتل کی - جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اُس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل تمہاري وضع ہے ! " زادي نے اِس قصہ سے مقصود یہ تھا کہ ہماري وضع ذلت کي وضع ہے ' اور اُنہي کے ایک بادشاہ نے ہمیں اُس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے ! میں نے یہ افسانہ سن کر اُن نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا کہ معاملہ اِتنے ہي پر ختم ہوگیا اور اُس " فاتح " نے ہمیں ہندو بننے اور ہندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا !

(۴) مسلمانوں کا حملہ ـــ مذاہرت کي بڑي وجہ ' ہندوستان پر مسلمانوں کا حملہ ہے - یمین الدولہ سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنہیں بہت ہي سخت نقصان پہنچایا - اُن کي آبادیاں برباد ہوگیئں - اُنہیں منتشر و پراگندہ کردیا گیا - اُن کي صرف سلطنت ہي نہیں گئي ' بلکہ مفتوحہ علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بھي مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن ہوگئے ' جہاں تک رسائي مشکل ہے - مثلاً کشمیر اور پارسي (بنارس) وغیرہ - (بنارس کو دور اس لیے کہا ہے کہ یہ پنجاب اور وسط ہند سے دور ' مشرق کي طرف ہٹا ہوا ہے)

یہي دیني اور سیاسي اسباب ہیں جن کي بنا پر ہندؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا ہوگئي ہے -

(۵) پھر اُنکے اخلاق میں ایک اور بات بھي راسخ ہوگئي ہے اور کسي طرح نکل نہیں سکتي - یہ اُن کے انتہائي علمي و ذہني تنزل کا نتیجہ ہے - وہ یقین کرتے ہیں کہ دنیا صرف اُنھي کي دنیا ہے - انسان صرف اُنھي کي سر زمین پر موجود ہیں - بادشاہ صرف اُنھي کے بادشاہ ہیں - دین صرف اُنھي کا دین ہے - اور علم صرف اُنھي کا علم ہے - یہي وجہ ہے کہ نہایت مغرور اور بر خود غلط ہوگئے ہیں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کو جاہل خیال کرتے اور اُسکي تصدیق پر ہرگز آمادہ نہیں ہوتے ہیں - حالانکہ اگر وہ سیر و سیاحت کے عادي ہوتے اور اپنے پہاڑي حدود طے کر کے غیر قوموں سے ملتے ' تو یہ جاہلانہ و طفلانہ خیال اُنمیں پیدا نہ ہوتا -

لیکن یاد رہے کہ اُن کے پیش رؤں کا یہ حال نہ تھا - اُنکا مشہور فاضل " براھمہر " برھمنوں کي تعظیم کے بیان میں کہتا ہے " جب یونانیوں نے باوجود ناپاک ہونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکی بھي تعظیم واجب ہوگئي - اُن کا درجہ بھي برھمن کا درجہ ہوگیا " !

خود میري حالت یہ ہوئي کہ مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي تہہ کرتا رہا - کیونکہ میں اُنکي زبان اور اُنکے طریقوں سے بے خبر تھا - لیکن جب کچھہ اُن کي زبان میں دخل پیدا ہوگیا تو میں اُنہیں اپنے یہاں کے علوم کي بنا پر اشیاء کي علتوں اور حساب و ریاضي کے براھین سمجھانے لگا - اسپر وہ سخت متعجب ہوئے اور استفادہ میں باہم پیش قدمي کرنے لگے - بڑي حیرت سے پوچھتے تھے : " ہندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکھا ہے ؟ کن کن سے فائدہ اٹھایا ہے ؟ " کیونکہ اُنکے خیال میں علم ' ہندوستان کے سوا کہیں ہے ہي نہیں - جب میں نے اُن سے کہا کہ میں پہلي مرتبہ اُن سے ملا ہوں اور جو کچھہ کہہ رہا ہوں ' یہ دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم ہیں ' تو وہ اور زیادہ متعجب ہوے ' اور بعضوں نے تو مجھے جادوگر سمجھنا شروع کر دیا "



قدیم یونانی ادب کا ایک نمونہ

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسي ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میري سہیلي کي شادي)

راستے میں اینک گلاب کے پھول بکھرے پڑے ہیں - شمعیں بھي ٹمٹما رہي ہیں ... ...

یہ میري سہیلي " ملیسا " کي شادي کي رات کا واقعہ ہے - میں اپني ماں کے ساتھہ گھر لوٹي - اس وقت میرے سر میں خیالات کا ہجوم تھا :

" آج میري سہیلي کو جو بات نصیب ہوئي ہے ' کل مجھے بھي نصیب ہوگي " میں خیال کرنے لگي " میں بھي ایسے ہي شاندار جلوس میں نکلوں گي - میري رتھہ بھي پھولوں سے لدي ہوگي ' زیتون کي شاخیں اُسپر سایہ کیے ہونگي ' بانسریاں بجتي ہونگي ' اور میري سہیلیوں کي میٹھي آوازیں سریلي بانسریوں میں مل جائینگي - میں بھي ایک دن اپنے بر کے پہلو میں " ملیسا " کي طرح نگاہیں نیچي کیے بیٹھونگي - مجھپر وہ عجیب راز کھل جائینگے جو یہ موقعہ اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہے ... اسکے بعد ؟ ..... یہ کہ میں اپنے بچوں کو اپني دودھ بھري چھاتیوں سے لگاؤں گي -

(راز)

... دوسرے دن میں اپني سہیلي سے ملنے گئي - انھیں ملتے ہي دونوں کے رخسار سرخ ہوگئے - وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئي اب ہم بالکل اکیلے تھے - مجھے اس سے بہت سي باتیں کہني تھیں - مگر اُسکي صورت دیکھتے ہي کچھہ یاد نہ رہا !

میري سہیلي جیسي ہمیشہ سے تھي ' ویسي ہي اب بھي ہے - کوئي فرق اس میں نظر نہیں آیا - لیکن یہ عجیب بات ہے کہ میں اُس سے کچھہ مرعوب سي تھي - میں اُس سے آنکھہ نہیں ملا سکتي تھي -

اچانک میرا ڈر دور ہوگیا - میں اُسکے زانو پر بیٹھہ گئي - اُسکے کان میں سب باتیں کہدیں - اُس نے بھي اپنا سر میرے سر پر رکھدیا اور پورا راز کہہ ڈالا !

(بانسري)

" لیکاسي " نے خوبصورت بانسري مجھے ہدیہ دي - وہ مجھے بانسري بجانا سکھانے لگا .....

میرے دل میں اُس وقت کوئی عجیب اور نا معلوم اثر پیدا ہو رہا تھا - لیکاسی نے بانسری میرے ہاتھہ سے نرمی کے ساتھہ لے لی اور بہت ہی دھیمی آواز میں ایک راگ سنایا - میرا دل زور سے دھڑکنے لگا - .....

ہمارے پاس کہنے کو کوئی بات نہ تھی - ہم باری باری بانسری بجا کر دل بہلاتے رہے -

ہم بالکل بے خودی کے عالم میں تھے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب ہم چونکے - رات قریب آ پہنچی -

مجھے بہت دیر ہو گئی ہے - لیکن میں اپنی ماں کو یقین دلانے کی کوشش کرونگی کہ میں اِس وقت تک اپنی کھوئی ہوی بیٹی ڈھونڈہ رہی تھی !

(جھونپڑا)

میرا چھوٹا سا جھونپڑا ' جہاں ہمارا نرم بستر رکھا ہے ؛ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے - وہ مجھے اس لیے پسند ہے کہ ہم نے اسی میں اپنی سب سے اچھی راتیں بسر کی ہیں !

ہمارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بنا ہے - وہ بھی مجھے بہت محبوب ہے ' کیونکہ وہ ہم دونوں کو جمع کرتا ہے !

میں کبھی کبھی بہت غمگین ہو جاتی ہوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں ہوتی ہوں ؛ تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہوں - مجھپر ایک طرح کی غشی سی طاری ہو جاتی ہے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پانی اُبل کر برف آلود پہاڑوں کی چوٹیاں چھپادے "

" جب انسان ' سمندر کی موجوں پر گیہوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "

" جب سورج کی روشنی ' تاریکی ہوجائے "

" جب چاند گر کر چور چور ہو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بھی روا ہوگا کہ تجھسے منہہ موڑلوں ' اور تجھے بھی حق ہوگا کہ مجھے بالکل بھلا دے ! اے بلیٹس ! اے میری محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتی ہے اور اندھیرا پھیل جاتا ہے ' تو میں خاموشی کے ساتھہ گھر سے نکل جاتی ہوں - ہرے بھرے میدانوں میں پہنچتی ہوں - میرا شوہر وہاں بے خبر پڑا سوتا ہے -

کبھی میں گھنٹوں کھڑی اُسے دیکھتی رہتی ہوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ..... میں اُسے اپنے قریب تنہا دیکھکر خوش ہوتی ہوں - پھر میں اپنا منہ اُسکے منہ سے قریب کرتی ہوں - کیوں ؟ اسلیے کہ اُسکی سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کی چمکیلی آنکھوں کے سوا ہمیں کوئی نہیں دیکھتا !

صبح ہو جاتی ہے

" اتنی جلدی روشنی لوٹ آئی ! " میں اپنے دل سے کہتی ہوں کس جگہ روشنی نہیں پہنچ سکتی ؟ کس غار میں سورج کی شعاع کبھی دکھائی نہیں دیتی ؟ مجھے اُسکی تلاش ہے - تاکہ ہمارا استغراق محبت کبھی ختم نہ ہو ... ہمیشہ کیلیے ! سورج کی کرنیں ہمیں پریشان کرنے نہ پائیں -

اقتباسات

ٹرازکی اور بد مستی

کون ہے جس نے مشہور روسی رہنما اور لینن کے بعد سب سے زیادہ حیرت انگیز روسی انسان " ٹرازکی " کا نام نہیں سنا ؟ یہ شخص جس نے اپنی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا لوہا دشمن تک سے منوا لیا ہے ' انقلاب روس سے پہلے امریکہ میں ایک معمولی درجہ کا بے وقعت اخبار نویس تھا اور شہر بوسٹن میں غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا - اُسی زمانہ کا یہ واقعہ اب اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ ایک دن ٹرازکی کو شہر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا کہ وہ سڑکوں پر بدمست پھر رہا تھا - چنانچہ ۲۴ گھنٹہ قید میں رکھا گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تھا کہ اُسکا یہی قیدی عنقریب دنیا کے مشہور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسہ)

(ہنسی)

مشہور فرانسیسی مصنف زیپلے کہتا ہے :

" ہنسی ' انسان کا ایک امتیازی وصف ہے "

یہ قول بالکل صحیح ہے - بہت سے قدیم فلاسفہ بھی یہی کہہ چکے ہیں - ہنسی اور مسکراہٹ ' دو الگ الگ چیزیں ہیں - ہنسی کی بھی کئی قسمیں ہیں : گونجنے والی ہنسی ' خشک ہنسی ' کھوکھلی ہنسی ...

ہنسی کا خاصہ انسان میں بے فائدہ نہیں ہے - ہنسی میں بہت سے جسمانی فوائد ہیں - دل کھولکر ہنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس ہوتا ہے - کیونکہ جس طرح دوڑنے کے بعد پھیپھڑونکی ہوا صاف ہوجاتی ہے ' اُسی طرح ہنسنے کے بعد اسکی حالت ہوتی ہے - پھر ہنسی کا اعضاء ہضم یعنی معدہ و جگر وغیرہ پر بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے - پیٹ بھر کے کھانے کے بعد ہنسی غیر معمولی سرعت سے کھانا ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے - اسی لئے دستر خوان پر ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرنا مستحسن ہے ' اور اسی لیے تنہا بیٹھہ کر کھانا ناپسند کیا جاتا ہے ' کیونکہ اس کا نتیجہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان ضعف معدہ یا دائمی قبض میں مبتلا ہو جاتا ہے - لقمہ منہہ میں لیکر ہنسنا نہیں چاہیے ' ورنہ آلات تنفس میں لقمہ کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشہ ہے - اگر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے تو پیٹھہ پر زور سے گھونسا نہیں مارنا چاہیے ' کیونکہ یہ سخت خطرناک ہے -

ہنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید ہے - جب انسان ہر خوشی کے موقعہ پر ہنسنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اُسے ہر مرتبہ ہنسنے میں خوشی حاصل ہونے لگتی ہے - البتہ بلا وجہ ہنسنا حماقت ہے -

لیکن آخر ہم ہنستے کیوں ہیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو ہنساتی ہیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں ہنساتیں - اس کا جواب مشکل ہے !

(سنڈے ریویو)

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب۔ رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہے۔ اختلاج قلب و سرد و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں، دو آنے (۲) فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خریدتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے

بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا

پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں

ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر

کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری

بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا

میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رَواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہی۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے



فائن گولڈن رسٹواچ	ریلوے ریگولیٹر واچ	شہرۂ آفاق سوئس میڈ
نئے فیشن کی خوشنما فینسی	مکمل سونے کیس خوبصورت مضبوط	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا
یا مرد انہ ہر طرح کی بہترین قیمت ۱۵	ہر طرح نہایت صحیح تاریخ والی قیمت ۱۵	پرزوں کا مضبوط ہر طرح کا سچا۔
آسٹ اپ سات لاپیٹ آٹھ آنہ ہر ہر	چین یا بچوپ لگے (ہر)	بجز مساقیمت دو روپے
محصول ڈاک پیکنگ سنی آرڈر میں ۲	محصول ڈاک پیکنگ سنی آرڈر میں ۲	محصول ڈاک پیکنگ سنی آرڈر میں

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہوا دیہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہر قیمت کے دوسرا ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے! آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے

نوٹ۔ ایجنسی یا دوگھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہی۔ ان سے حسب قیمت صدر چارج کیجائے گی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ، غیر ممالک کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ مرچنٹ واچ ہوس ۱۰ اسٹاکسٹ ویٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۳ مقام رحلی

فدائیان اسلام پر مضاب کا ہجوم

کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیتہ ملاحظہ فرمائیے

"الجمعیتہ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہی جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہی اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہی۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہی

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہی اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہی کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہی اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہی

اخبار الجمعیتہ کی پانچ خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہی۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق سلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہی۔
(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہی۔
(۴) حضرت مولنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہی۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہی جس سے اسکی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہی۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہی۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (۶ روپے) ششماہی تین روپے چار آنے (۳ر۴)

منیجر "الجمعیتہ" دہلی

بریدِ فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علیحدگی

۲ دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی آج سے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ امریکہ کے پانچویں صدر جیمس منرو نے امریکہ کی مجلس حکومت (سینٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسکے عظیم الشان سیاسی نتائج پیدا کئے۔ اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب منرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "امریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی بیرونی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے"۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دُنیا پیدا کرلے۔

چونکہ ولایات متحدۂ امریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، بالدا اور طاقتور جمہوریت ہے، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے امریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہے اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۲ء میں جب فرانس اور میکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کیوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر علناً مداخلت کی۔ منرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہموطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علیحدگی کی حالت میں تخلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کی موقعہ پر امریکہ میں سخت اختلاف آرا پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ولسن اور اُنکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب امریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دُنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے امریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ بالآخر دوسری جماعت ہی کو نجح حاصل ہوئی کیونکہ امریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا۔ لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر امریکہ کب تک دُنیا کے سیاست سے علیحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کبتک اُسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، امریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہے، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ مذہب منرو کے حامی زیادہ عرصتک اپنی استقامت لئے قائم رکھ سکیں،

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدۂ امریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے۔ دُنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے امریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن امریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت از روئے قانون حاصل ہوجاتی ہے۔

دُنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح امریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن ان مددگاروں کو مجلس حکومت (سینٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر امریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں۔ لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہے۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر ان اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت امریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس امریکہ میں گذارے ہوں اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف امریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہے۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کرسکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہے اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہے۔

ولایات متحدہ

جمہوریہ امریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہے ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں ایک کا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہے لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہے جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہے مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب از سر نو ہوا کرتا ہے اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہے۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہے۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

امریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ امریکہ، دول یورپ کو امریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہے!

(۱) جزیرۂ کیوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہے لیکن عملاً امریکہ ہی کی اُسپر حکومت ہے۔ اس جزیرہ کی آبادی ۱۰،۰۰،۰۰۰ ہے

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہے مگر آبادی ۵۵،۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹریکو۔ اس کی آبادی ۱۲،۳۰،۰۰۰ ہے، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہے۔

(۴) جزائر ہوائی۔ آبادی ۲۵۵،۰۰۰۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہے۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہے۔ آبادی ایک کروڑ ہے۔

امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے امریکہ کا درجہ کیا ہے:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں امریکہ کا رقبہ

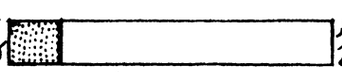

دنیا کی مجموعی آبادی میں امریکہ کی آبادی

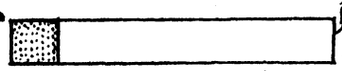

دنیا کی مجموعی پیداوار میں امریکہ کی پیداوار

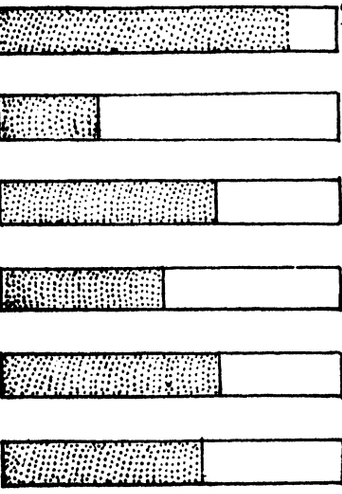

امریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے جنکی ادائی

انگلستان پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ
فرانس	۳۸۴۴	〃	〃
اٹلی	۱۹۳۲	〃	〃
بلجیم	۴۳۷	〃	〃
روس	۲۳۲	〃	〃
پولینڈ	۱۵۴	〃	〃
جوگوسلاویا	۱۰۶	〃	〃

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت آمریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت، الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہے۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کر دیا ہے، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کر سکا، اور عامۃ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر اب آمریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کر رہا ہے اور روز بروز اُس کی جاعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں۔ آمریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ آمریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۱۸ مہینے دورہ کر کے اپنا مفصل بیان شائع کر دیا ہے۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہے۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کر چکی ہے۔ نیز آمریکی جنگی بیڑہ کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کر لیا ہے۔ آمریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبۂ نیویارک کی روچسٹر یونیورسٹی ہے۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کر لی ہے اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کر دی ہے۔ اس شاخ کا نام عجیب ہے "ملعون ارواح والوں کی انجمن" اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کر لیا ہے۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہے "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہے" فیلاڈلفیا کی ایک انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہے۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی ہے۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہے، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ" ہے!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہے:

۱- عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔

۲- آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔

۳- جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔

۴- دین، طبیعت سے ماورا امور کی پرستش کا نام ہے، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہئے۔

۵- کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱- تمام گرجوں پر بلا کسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہئے۔

۲- سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔

۳- مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔

۴- تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔

۵- ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کر دئے جائیں۔

۶- تورات و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔

۷- اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔

۸- وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کر دئے جائیں جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہے۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔

۹- امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کر دی جائے "خدا پر ہمارا توکل ہے"

اخبار ورلڈ کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوٹوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو الحاد قبول کر چکی ہے مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اُس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہے اور موجودہ متمدن روح کا ساتھ نہیں دے سکتا جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہے خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھو دیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہو جائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے مخش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کر سکتا (موجودہ تورات کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہے) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کر کے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۵۰ فیصدی علماء عصر ملحد ہیں، یا کم از کم لادینی ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "واگابونڈ" نام شائع ہوتا ہے یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان افکار ہے۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہے۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہے، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ایک زمانہ میں "زئس" کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوپیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہو جاتے تھے۔ لیکن آج دنیا ان ناموں پر ہنستی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ دور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھو کر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہے۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں۔ چنانچہ سنسینا کی انجمن کی صدر مس کرسٹین واکر ہے۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہے۔ تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہے۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہے۔ اس کا نام کورن سلور ہے۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہے۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہے۔ اس کا قول ہے "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، ضرور ہے کہ اُس کے عقلی قوا میں خلل ہو!"

آمریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہے کہ قالین بافی کی صنعت ترکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی وہ جب سے جلا وطن کر دئے گئے ہیں، یہ صنعت بھی ترکی سے یونان میں چلی گئی ہے۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقۂ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہے) جنگ سے پہلے ۲۹۰، ۸ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۵۲۰، ۲۰ ترک، اور ۷۵۰، ۳ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً چگنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہے کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی ہے ۱۹۲۶ء میں ۳۰۵، ۱۱ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۹۴۰، ۳۰ ترک کاریگر کام کر رہے ہیں جنگ سے پہلے ۶۸۰، ۹۰، ۹ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۹۲۴، ۸۴، ۱۱ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ترکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

مستظلعین میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"، ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کر لی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مختار نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ترکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہے، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی

مرتد کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات (مقتبس از جواہر الفقہ)

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب رہی وہ اُس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگاؤ۔ سر میں تیل ڈالو"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کرو۔ مجھے بٹھا دو۔ میرے پیچھے تکیے لگاؤ"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے "کون کہتا ہے خلیفہ مررہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریھم انی لریب الدھر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں انھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھ مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

دورانِ علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا! آہ دنیا، اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کرچکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دوڑے، اور اُس کے سب مزے لوٹے گرمیوں دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بوڑھا بنادیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہے؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہے؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہے۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھادو۔ چنانچہ بٹھائے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُسوقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟

پھر چلا کر روئے اور دعا کی:

"اے رب! سخت دل، گنہگار، بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب وقد کفیتکم الترحال والرحلا

میں نے تمھارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دربدر ٹھوکریں کھانے سے پرواہ کردیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قبائل کی مدح میں کہے تھے:

اذا مت، مات الجود والقطع الندی من الناس الا من قلیل مصرد

تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین و اسکروا من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹائے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں "ہرگز نہیں، امیر المومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!"

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو پاس دیکھ کر کہا:

"اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہے"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی ابتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات موت کی حالت شروع ہوچکی تھی اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھے:

لو عاش حی علی الدنیا لعاش اما م الناس لا عاجز لا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہے، نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب دلن یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں وضو مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کرتا دیکھا وہ مونڈھے پر سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کرتا پہنا دوں؟" میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان! ضرور" چنانچہ آپنے کرتا عنایت کردیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھالئے تھے۔ وہ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھ، جب مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا بچھا کر مجھے اُسپر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہوگا"

(استیعاب - عقد الفرید)

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فھل من خالد ام ھالک وھل بالموت یا للناس عار

اگر ہم مرجائینگے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہے؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الا لیتنی لم أعن فی الملک ساعۃ ولم أک فی اللذات أعشی النواظر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ لیالی حتی زار ضنک المقابر

کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قاصد خط لئے دوڑا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا

ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہے؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہے۔

فمادت الارض او کادت تمید بنا کأن أغبر من ارکانہا انقلعا

قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہے

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ کانا جمیعا فظلا یسران معا

ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔

لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا

جو گر رہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ لو قارع الناس عن احلامہم قرعا

مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب۔ طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے محروم کردیتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے۔ لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے پیش روں سے کم تر اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہے اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہے اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس کے بعد برسر حکومت آیا ہوں۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہے، بدل ڈالتا ہے۔ اگر پسند کرتا ہے تو آسان کردیتا ہے"



برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ٹرکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟۔ غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ۔ درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہے۔ ایک ضروری مسئلہ یہ بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کردیا جائے۔ چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں۔ ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے۔ یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا پرو کلین کا پل ہے، جو اس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں ترکی ریلوے جاری ہو۔ مبصرین کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہے۔ ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہے۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہوجائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ٹرکی بالکل متصل ہوجائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادہر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا بجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اُسے کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہے کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہے اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہے۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہے کہ نومسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی۔ یہ عید دراصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہے جس میں قوم نے صدیوں کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) پر مجبور کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہے، اس لئے ترکی قوم اب تک اُسے ایک قومی و وطنی عید کی طرح مناتی ہے۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہے۔ اتنی ناقص کہ آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہے مگر وہ ناقص نہیں ہے۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲۰ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر رؤوف بکتابک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہے لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں فنی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، سن سانس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہے "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہے!"

اس کے بعد ۱۲۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکرایوبی سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کر لینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کر لی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطنیہ کی حفاظت بھی ہو جائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کر دی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیج دیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔



مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اقرار کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، کارداں، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے اور جہاں تک ہماری معلومات ہے، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہو گئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جا سکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئے، یا ظلمت کے احاطۂ درفتح مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت و طاقت کا ظہور ہے جسنے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کر دیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہو گئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاء حکومت میں کارروائی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریباً ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور دقیع قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں، وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کر سکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون و ادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہو چکے ہیں، یہ یقیناً ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریریں

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیاد" میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کر کے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے۔ پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد سے) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت و اخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشوں کی تمام کوششیں ایکگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتی ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دُوری اور بے تعلقی، خود غرضوں کے لئے میدان کشادہ کر دیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پا جاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خود غرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کر دے سکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہو سکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کر دے سکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خود غرض لوگ حکام کو دھوکا دینے سے ڈریں گے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہو جائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہو جائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دُوری، نفس جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دُوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کر رہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لمحہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمہارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے بنا بریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کر دئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دئے تھے"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنا دی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمام تر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض بحسن خوبی انجام دے گی۔

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس از حد اہم اور باشندوں کے لئے غایت درجہ ضروری و مفید ہے اس لئے

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر محلے سے مغز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ مغز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہے کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہے کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہے۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

سُلطان کی دوسری تقریر

سُلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بُنیاد ہے جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہے" وامرہم شوریٰ بینہم" میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی امانت رکھ دی ہے۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل وحمیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم نے شہر کے روساء و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کرلیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھاکر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہے۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہے۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علحدہ مجلس بنا دی ہے جس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہوسکتی ہے۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کرچکی ہے، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکمہ کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو جسقدر زیادہ ضرورت پانی کی ہے۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین عمدہ سڑکوں کا اجراء، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، ڈاک اور تار کے صیغہ کی اصلاح اس محکمہ نے وہ تمام طیاریاں مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی ڈاک خانوں کے جلسہ میں شامل ہونے کے بعد اب اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ آپکو اس پر غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت مطوفوں کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہے:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی طرف سے نامزد کرے گی۔ ان میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلا یا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہے۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزایافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور نذر و نیاز کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی والی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور ارتطامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر زر اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو، اپونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو دستوں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقعہ ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں دونوں کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲ ثلث اصوات (ووٹس) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہے۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہوگا کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کردے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے اور مجلس اُسے رد کردے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو فرد فرد توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کرے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہوگا کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سُلطان سے رجوع کرے جس پر ایک ماہ گزر چکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔

(۲) شیخ احمد سجینی۔

(۳) شیخ صالح شطا۔

(۴) شیخ عبدالقدر زواوی۔

(۵) شیخ محمد بن یحیی ابن عقیل۔

(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔

(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔

(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمۂ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا تاکہ سلطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین قرمان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال ان دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ اسپر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹہ کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے ان دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ تنکر کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کردئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہا کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہا اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف اختیار و قانون کام کرے گا، یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسے سرکاری خدمت سے بلا توقف الگ کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو

نوٹ: بقیہ حالات اگلے نمبر میں ملاحظہ کیجئے۔ اُنھیں سرکاری خدمت سے علیحدہ کردیا۔

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہے۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سوداگروں اور باشندوں کے طرزِ معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اس سفر کا آغاز، شرق اردن کے پائے تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہوگیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھاس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہے۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہے۔ میں نے پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پائے تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہے۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کردئے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کردئے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک قافلہ بھی ریاض جارہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہوگیا۔

یہاں یہ سُنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۰ دن آرام کے لئے زید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور نجد کو شرق اردن سے جدا کرتا ہے۔ یہ جبل آلدروز سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہے۔ اس کی آبادی ۱۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہے۔ یہاں نمک بھی بنتا ہے، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہے۔ محصول، زکوٰۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر، مجیدی، ہر ۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۲½ کا ہوتا ہے) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربار عام کی جگہ ہے) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اس گاؤں سے ۱۵ کیلو میٹر کے فاصلہ پر بدوی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اس قدر مشہور ہے کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہے۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہے کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کردی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہوچکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُستروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہوگیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہے بہت قیمت پر بکتا ہے۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دھوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہے "عربوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہے!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہے۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی، صحرائی بدو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ اُنکے اس طرزِ عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کرکے بھائی بھائی بنا دیا ہے!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہے اور پھر عبدالعزیز بن سعود کی"۔ اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اس کا نام "حفظہ" ہے۔ یہ دراصل وسط صحرا میں ریگ کی جگہ مٹی کا ٹیلہ ہے۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہے کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہے کہ اس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہے کہ قوم لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جاکر دیکھیں جہاں عذاب الٰہی نازل ہوچکا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ صدیوں سے اس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلاف توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اس کے منظر میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کردیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبداللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سُنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدئے اور بذات خود بھی قصبہ کے پھاٹک پر آکر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ چاروں طرف پہاڑیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہے۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھال کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہے۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہے۔ نجد کی مشہور جبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہے۔ اس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ ڈش

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات ضرور کہدینی چاہیے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہے۔ شریعۃ حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ اس کے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ۴ دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہے" حاکم نے تبسم کیا "اس بوری میں کیا ہے؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اس سے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے کہا "اس میں قہوہ ہے" حاکم نے پوچھا تو نے کیوں کر جانا؟ "اس نے کہا "اپنی لاٹھی سے دبا کر" امیر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگاؤ۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اس نے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہے، لیکن اس نے یہ جستجو کیوں کی کہ اس میں کیا ہے؟ اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی ان کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دارالحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہے۔ اس کا نام "قصر ارد" ہے۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت و خاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے، پیداوار کافی ہے اور باشندے طبیعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبدالعزیز نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امریکن سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے ہیں کہ اسی قسم کے حیلوں سے انھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمائے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آشپر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہے اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پائے تخت ریاض میں پٹرول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال دے سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہے۔ سلطان کی دلی آرزو ہے کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں مگر وہ یورپین کمپنیوں، تاجروں اور علمی محققوں کی آمد و رفت سے ڈرتے ہیں۔

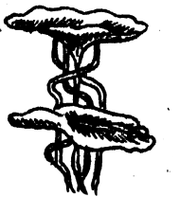

خواطر و سوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وھائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک انجانی خسارہ نے اسے دیوالیہ کردیا۔ گزشتہ ماہ اس نے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کرلی لیکن مرنے سے پہلے اس نے ایک تحریر لکھ کر اپنی میز پر رکھدی تھی

"میں اس وقت ابدیت و خلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہوسکتا ہے!

***

میرے فنا پذیر عقیدے میں دنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے اب تک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

***

میں نے بادشاہوں کی نیرنگیوں کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جسپر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا رأس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۱۸۰ کروڑ روپیہ) تک پہنچگیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۵۰،۰۰۰ پونڈ نفع کمایا تھا۔ ان حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

***

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل و دماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے؟ مجھ پر وہ وقت گزر چکا ہے جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

***

"گھوڑدوڑ کے ایک دور میں میں نے ۷۰،۰۰۰ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے الاکھ اور غربت کے اشلنگ دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ نقطہ میں لندن سے ڈیل تک کی ۱۸ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے منچسٹر پہنچا دیا جائے!

***

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہے۔ اس وقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

***

"زندگی کے متعلق میرا زم سے زم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہے جو طمع، شہوت، اور طاقت کے مہیب آتشیں اژدوں پر تپک رہی ہے۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہوچکے ہیں۔ ان کی جگہ خبیث، غاجرانہ، پرشور عناصر نے لے لی ہے۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہے کہ بالشویزم کے سوا کوئی اور قوت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

***

"زندگی کے تمام دن باہم شابہ ہیں، اکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی برا جیسا! پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع و ہوس سے اسی طرح لبریز جس طرح دنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! اگر کام بہت کم، نیکی اور بھلائی کے اور اسنانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہے۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں

***

"اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اس پر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ جلسے کرتا ہے، لہو و لعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ اس کی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اس کی دوستی کا لاکھوں دم بھرنے لگتے ہیں۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادھر اس کا سونا چاندی ختم ہوا، ادھر دنیا کی نظریں بھی پھر گئیں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ حسرت اور ندامت صرف یہ دو کروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اس کے پہلو میں

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بہا جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين كى ان نادر و اعلىٰ درجه كى بلند پايه عربى تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضرورى و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كى دماغى اصلاح كا كام دے :

اُسوهٔ حسنه ـــ امام ابن قيم كى فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائى روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" كى بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كى مبسوط بحث كى هے - بلا جلد ازهائى روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكى تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ـــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقىٰ ـــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام كے ضرورى حالات زندگى نهايت خوش اسلوبى سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصرى كى تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايك علمى ' اسلامى ' سه ماهى رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربى ' فارسى ' انگريزى ' اور درسرى زبانوں كى تمام اهم اور اعلىٰ مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - فى پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگى -

منيجر الهـــلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خوابى داشتن گرداغهاے سينه را

اردو صحافت كى تاريخ ميں الهلال هى وه رساله هے جو اپنى تمام ظاهرى اور باطنى خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهى -

الهـلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كى مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كى نئى رُوح پيدا كرنى چاهتا تها ' اس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپنى مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپنى نظير آپ هوتا تها - پهر اس كى ظاهرى خوبياں اردو صحافت ميں اعلىٰ طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويركے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كى وجه سے بهت سى ايسى خوبيان پيدا هوئيں جو پتهر كى چهپائى ميں ممكن نهيں - اِس كى جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمى ' مذهبى ' سياسى ' اور اجتماعى مباحث و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كى مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اِس كى تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد ليا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كى پهلى جلد مكمل (جو دفتر ميں بهى موجود نهيں) ساڑهے چار سو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدى هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑى سے بڑى قيمت پر بهى علحده كرنے پر راضى نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهى محفوظ ملا ' هم نے كوشش كى كه شائقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كى جا سكتى هيں مرتب كرلى جائيں اور جن جلدوں كى تكميل ميں ايك دو پرچوں كى كمى هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدللّٰه يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئى اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كى جلديں پورى مكمل هوئى هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شائقين علم و ادب كو آخرى موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتى ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدى كريں ' چونكه جلدوں كى ايك بهت هى محدود تعداد مرتب هوسكى هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كى تعميل هوسكے گى جو سب سے پهلے پهونچيں گى - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كى انڈكس به ترتيب حروف تهجى لگادى گئى هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه
جلد "البـلاغ" (جب دوسرى مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهى موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت فى پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر " البـلاغ پريس "

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات رفت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

الهلال

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - - سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں اُنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی اردر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

تھے - چند ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کی وطن فروشی اور سلطان عبد الحمید کی مذبذب اور متزلزل حکمت عملی کی کمزوری سے " تل الکبیر " کے معرکہ کے بعد انگریزی فوج مصر میں داخل ہوگئی ' تو عربی پاشا اور محمود بارودی پر مقدمہ چلایا گیا ' اور شیخ محمد عبدہ بھی ان کے ساتھہ گرفتار کرلیے گئے - اِن کا جرم یہ بتلایا گیا تھا کہ انھوں نے وقائع مصریہ میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں ایک کی حمایت کی گئی تھی - غالباً سعد زغلول بھی اُن کے تعلق کی وجہ سے مبتلاے محن ہوے لیکن بعد کو رہا کردیے گئے - فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحریک کوئی حصہ نہ تھا -

اسی زمانہ میں اِنہیں نئی تعلیم کا شوق ہوا - پہلے فرانسیسی زبان کی تحصیل کی - پھر قانون کا مطالعہ کیا - اور سنہ ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردی - اُن کی غیر معمولی ذہانت اور طبعی استعداد کے ثبوت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے مصر کی اعلیٰ عدالتوں میں وکالت کرنی چاہی ' تو سرکاری محکمہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا - کیونکہ نہ تو اُنھوں نے باقاعدہ سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی ' نہ یورپ کے مدارس قانون کی کوی سند رکھتے تھے - لیکن انھوں نے اپنے استحقاق و اہلیت پر اصرار کیا ' اور کہا " اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اہلیت پر ہے نہ کہ سند کے ایک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جاے - اگر میں یورپ کے سند یافتہ محامیوں سے (مصر میں قانون کے بیرسٹر کو محامی کہتے ہیں) بہتر ثابت ہوں تو میری درخواست منظور کی جاے " یہ واقعہ ہے کہ امتحان لیا گیا ' اور اُن کی قانونی استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھی پوری اُتری !

انکی غیر معمولی استعداد نے بہت جلد ترقی مناصب کی راہ اُن پر کھول دی - پہلے بعض قانونی مناصب پر مامور ہوے - پھر سنہ ۱۹۰۶ میں اس درجہ شہرت حاصل کرلی کہ وزیر تعلیم ہوگئے -

اسی زمانہ میں مصری مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے نظام میں وسعت ہوئی ' اور نئے نئے طریقہ رائج ہوے - یہ ہر موقعہ پر سرکاری مناصب کیلیے ایک اول درجہ کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انہیں اپنا رئیس منتخب کیا ' جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سیاسی مسلک)

سعد زغلول کی تعلیمی اور سیاسی ' دونوں زندگیوں کی ابتدا شیخ محمد عبدہ کی تعلیم و تاثیر سے ہوی تھی ' اسلیے وہ اپنی زندگی کے آخری سالوں تک (یعنے سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ التواء جنگ کے بعد انھوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کیا ہے) اُسی مسلک پر گامزن رہے جو واقعۂ عربی کے بعد خود شیخ محمد عبدہ نے اختیار کر لیا تھا - ہمیشہ اُنکا شمار شیخ کی جماعت کے مخصوص افراد میں رہا - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کی فیض صحبت نے پیدا کیا تھا ' نمایاں اور ممتاز تھے -

شیخ محمد عبدہ مرحوم کا یہ حال تھا کہ وہ فطرۃ کی بہترین دماغی بخششیں لیکر پیدا ہوئے ' لیکن جامع ازہر کی تعلیمی فضا سے کوئی بلند تر تعلیمی فضا حاصل نہ کرسکے - اسی اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاہرہ پہنچے ' اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطری جوہر اُبھر آئے -

سید موصوف کی دعوت اگرچہ تعلیمی اور دینی اصلاح پر مشتمل تھی ' لیکن اُس کا محوری مرکز سیاسی انقلاب تھا ' کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اسلام کی دینی روح ' سیاسی روح سے الگ نہیں ہے - انھوں نے مصر میں بھی انقلابی دعوت کی تخم ریزی کی - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کی مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگی سے تباہ ہورہا تھا - اغیار و اجانب کی مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رہے تھے ' طالبین اصلاح کی تمام امیدیں ولی عہد مصر توفیق پاشا سے وابستہ تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ' کہ پہلے خود قاہرہ کے فری میسن لاج میں داخل ہوئے ' پھر کوشش کرکے توفیق کو بھی اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرالیا ' اور اس طرح فری میسن کا مخفی اور محفوظ جماعتی دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحی خیالات سے پوری طرح متاثر ہوا ' اور عہد و اثق کیا کہ با اقتدار ہوتے ہی اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوری طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد وہ خدیو مصر ہوا ' اور سید جمال الدین اُن عہود و مواثیق کے ایفا کے طالب ہوئے ' تو پہلے تو لیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا ' اور کوشش کی کہ جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

سید جمال الدین یہ حالت دیکھکر نہایت متاثر ہوے - اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کی نجات کی راہ میں حائل ہوں ' اُنہیں راہ سے ہٹا دینا جرم نہیں ہے بلکہ انسانیت کی خدمت ہے - چنانچہ اُنھوں نے توفیق پاشا کے قتل کی کوشیشیں شروع کر دیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعہ کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کیا ہے کہ توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار ہوگئے تھے - توفیق پاشا قاہرہ سے اسکندریہ جا رہا تھا ' یہ پستول لیکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آیا تو

فقدناه ، والامال ترجو حياته
وفى الليلة الظلماء يفتقد البدر !



فقید الشرق ' احمد سعد زغلول

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماگسم گورکی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورگانی، دورہ "کاہنول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سُرخ و سفید پھولوں سے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور نوش میں مشغول تھا ——— سمرقندی شاعروں نے اس دورہ کو "پردۂ گگن" کے نام سے موسوم کیا تھا ——— اس دلچسپ مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، منار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ——— دورہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ——— ایسا معلوم ہوتا تھا، جانداز پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، ان قناتوں اور چھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ——— اس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمیں طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ——— خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ——— وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اسپر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ——— اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں، دیکھ سکتی تھیں ——— اُن سے زہر کی سی سُردی اور خنکی ٹپک رہی تھی۔!

•

شہنشاہ کے کانوں میں سرانديپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف..... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ——— تیمور کے قریب، اُس کے عزیز اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ——— سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ——— اپنے کیف مخمور میں مخمور نظر آتا تھا!

یہ وہی کرمانی ہے جس سے ایک دن تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے، تو تم کتنے میں خریدو گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زرّیں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپکی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ——— کیسا دہشت انگیز!! ——— کیسا دہ ہولناک!!! ——— اور کرمانی کی یہ بیخوف گفتگو!! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ——— اس بزم نوشانوش کے مترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ——— جس طرح بادلوں سے بجلی کوند جاتی ہے ——— "سلیدرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ———!

یہ آواز ——— ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سُنائی دی!!

تیمور کے انتقام جو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دُنیا اور دنیا والوں کے خلاف غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ——— یہ آواز ایک آشنا سی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کیسی تھی "یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ——— شہنشاہ کو جواب ملا "یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرمانروائے بحر و بر" کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ——— عورت خیمہ میں داخل ہوئی ——— برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیرے ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ——— بغیر کسی کپکپاہٹ کے، جو ایسے باجاہ ——— وجلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ سا خراج تھا ——— اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلائے اور بیباکانہ ——— خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سُلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ——— میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟ تیمور نے جواب دیا۔

"سُن اے امیر! تو جو کچھ بھی ہو اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ——— آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ——— تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئیگا، جب تک تو میری فریاد کو ——— میری داد کو نہیں پہونچیگا"۔

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا "اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی "میں سُن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سآزمو کی رہنے والی ہوں ——— تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سُنا ہوگا کیونکہ وہ دُور ہے ——— یہاں سے بہت ہی دُور!..... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ——— اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ——— اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ——— "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ———"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!..... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ——— آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ——— امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ——— ضرور ہے کہ میرا لڑکا بھی تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے"!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے "یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا "ہاں یہ دیوانی ہو مگر ایک ماں کی طرح"!

تیمور نے دریافت کیا "بڑھیا تو کس طرح اس قدر دور دراز راستوں سے اس جگہ آ پہنچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی؟"

آہ، ماں کی محبت!! ——— !! ماں کی ہی پرستش کرنی چاہئے! دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل صفات حسنات ——— سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ——— !! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورکی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، دہ "کانہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سُرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور ناؤ نوش میں مشغول تھا ——— سمرقندی شاعر دل نے اس دہ کو "پردۂ گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ——— اس دلچسپ مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ——— دہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیان کی رنگین جھنڈیاں ——— ایسا معلوم ہوتا تھا، جانمار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، ان قناتوں اور چھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ——— اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سنج زرنشین طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ——— خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ——— وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اسپر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید دیبا بال باہر نکل رہے تھے ——— اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ سکتی تھیں ——— اُن سے ایسی ہی سردی اور خشکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سرا پردہ کے مقیم کے دو گوشوار تھے جو رنگین نگینوں سے جڑے ہوئے تھے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف ——— مخملیں اور ساٹن کا پلنگ تھا ——— تیمور کے قریب، اُس کے زرنگار تخت پر شاہ خواتین، اور چند خواصیں ——— جن میں سے ایک تیمور کی چہیتی بیوی تھی ——— بیٹھی ہوئی تھیں!

تیمور کے خیمہ کے دروازہ پر، جو مشرق کی طرف کھلتا تھا، دو سپاہی ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے!

خیمہ کے سامنے، کچھ فاصلہ پر، ایک بڑا سا خیمہ تھا جس میں ایک دن، تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی،

"کرانی! اگر مجھے زندہ کیا جائے تو تم کتنے میں خریدو گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زرّیں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہو، دنہ خود آپکی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ——— کیسا دہشت انگیز!! ——— کیسا مہیب! ——— اور کرانی کی یہ بیخوف گفتگو!! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ——— اس بزم نوشانوش کے مترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ——— جس طرح بادلوں سے بجلی کوند جاتی ہے ——— "بایزید یلدرم" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ——!

یہ آواز ——— ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سنائی دی!!

تیمور کے انتقام جو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دنیا اور دنیا والوں کے خلاف غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ——— یہ آواز ایک آشنا سی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی "یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ——— شہنشاہ کو جواب ملا "یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ فشل و حرکت سے نقیری معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرماندہ بحر و بر" کی آستان بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کیا جائے"!!

تیمور نے حکم دیا ——— عورت خیمہ میں داخل ہوئی ——— برہنہ پا! بکھرے ہوئے بالوں سے سینہ چھپائے ہوئے! اپنی رنگین چادر کو سر سے پیر تک لپیٹے ہوئے! جو ہر قدم پر ——— تیز کانٹوں کی طرح ——— اُس کے پیروں میں چبھ رہے تھے ——— مگر اس کی آنکھوں سے ——— جو خوف و ہراس سے بالکل خالی تھیں ——— ایک ایسی روشنی نکل رہی تھی جو ہر چیز کو جلا دینے کے لئے کافی تھی!

خراج تھا ——— اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلا دئے! بیباکانہ ——— خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ——— میں نے ہی بایزید کو اور بایزید جیسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟ تیمور نے جواب دیا۔

"سُن لے امیر! تو جو کچھ بھی ہو اور جس حیثیت میں بھی ہو پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ——— آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ——— تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں اضافہ کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئیگا، جب تک تو میری فریاد کو ——— میری داد کو نہیں پہنچیگا"!

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا "اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی "میں سُن رہا ہوں تم اصل واقعہ بیان کرو"!

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سارے موکی بسنے والی ہوں ——— تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سنا ہوگا کیونکہ وہ دور ہے ——— یہاں سے بہت ہی دور! ..... میرا باپ اور شوہر راہی گیر تھے، ایک دن بعض قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ——— اُسنے رسنے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ——— اُس کی آواز بند ہو گئی تھی ——— "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ———

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت! ..... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"۔

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ——— آہ، پورے چار سال گزرے ہیں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ——— امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ——— ضرور ہو کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے"!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے "یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرانی نے کہا "ہاں یہ دیوانی ہو مگر ایک ماں کی طرح"!

تیمور نے دریافت کیا "بڑھیا تو کس طرح اتنی لمبی اور دور دراز راستوں سے اس جگہ آ پہنچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی شیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی؟"

آہ! ماں کی محبت!! ——— !! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے! دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل اور حسنات سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ——— !! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، قوت سے بڑھ کر

نہیں ـــــ اور شاعر اور سپاہی ـــــ کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا ـــــ!

مظلوم عورت نے کہا "تیمور! میرا لڑکا مجھے دلا دے!"

شاعر کرمانی بولا "ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہیے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں ـــــ ارسطو، فردسی، اور ـــــ اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ ـــــ عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ ـــــ سکندر، ہومر اور بہرام گور ـــــ یہ سب عورت کے ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اُٹھا کر ـــــ اسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہو جائیں، جو شخص ڈھونڈھ کر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا ـــــ" پھر اُسنے آہ بھر کر کہا ـــــ میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ ـــــ چونکہ وہ ماں ہے! ـــــ ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھو جانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے ـــــ ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا رُوح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کر لئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن کر ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے!
زمانہ کے اہل ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدان نمود پاتا رہا ہے!
حریم ہستی مہک رہا ہے!
وہ چیز جو آفتاب سے بھی ہے بڑھ کر اور بہشت سے بھی
ہزار درجہ بڑھا ہوا ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟
صنائے شبگوں میں ہیں سے بھی جو ہیں نمایاں ہوئے ستارے
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سائے ہیں لوریوں کے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب سا ہے!
میں جانتا ہوں کہ اُس کا اک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دل شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہر آرا ہے!
لب تکلم کا معجزہ ہے!
کرشمہ آرائی ہائے احساس حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمۂ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!
مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ ـــــ آہ وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبدا ہے!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہے!
وہ نغمہ ـــــ وہ کائنات کا ـــــ کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیار سے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

ترجمہ اختر شیرانی۔ لاہور

اقتباس و تراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کر دیا ہے کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تبدیلی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ دراصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے۔ افراد اگر "جدید" کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جدوجہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہو جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے۔

لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہو جاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیتہً متاثر ہو جاتی ہے طبیعتیں بے خود ہو جاتی ہیں۔ قدامت کا عشق دُور ہو جاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہو جاتی ہے۔ اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مدت میں جست کر کے وہ اُن منزل کو طے کر ڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی مؤثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مفاسد و آلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہیے جو اس جنگ نے مقاصر و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کر دی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعت کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جدوجہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ ان تیز انقلابات و تغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے حتی کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریباً منقطع کر لئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلابات تنفر دُور کر دیا ہے، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کروٹ ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہو گئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بیچین ہے۔ یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہے۔

اس نئی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہے۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج یہ لفظ ہر کہہ و مہ کی زبان پر ہے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پراسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ ۱۶۲۲ء میں روم کے پوپ گریگوریس پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہو گئی اور دورانِ جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مضر تحریکیں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، جماعتی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں، جماعت کے ماحول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہو جاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے۔ پس افراد سے

عالم مطبوعات و صحائف

دُنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہو چکی ہے کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کین بیرا میں ایک نیا دارالحکومت تعمیر کر رہی ہے۔ اب ملبورن کے "السٹریٹڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کر دی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دُنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب و منظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہے، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کر دی گئی ہے۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے مربع قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں اُن کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہئے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصہ سے زائد رقبہ، باغ و چمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہے کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، سرو قدانِ چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آراء ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہے جو دارالحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کر کے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہے، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہو جائے، اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ اس کے پیچ و خم اور نشیب و فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کر دی جائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہے!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقہ تزئین و آرائش زمین کا ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہے۔ اُس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دوڑا دی گئی ہے۔ دُور سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہے!

اس شہر کے حسن و جمال کو زمین کے اُس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہے جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہے۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح ہائے مسطح کی بلندی ہے۔ اور اس لئے آب و ہوا کافی خنک اور خوشگوار ہے۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اس سطح مسطح کو نیو ساؤتھ ویلز کے صوبے سے الگ کر دیا ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہے، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دارالحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہے جو انگورہ میں زیر تعمیر ہے۔ اس ماہر فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہے، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہے

اس دارالحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہے، وہ عارضی ہے۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن اُنھیں خیال کرنا چاہئے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دارالحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہو سکتا ہے! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہے، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہے "کین برا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہے جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہو چکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ مزیت حاصل ہوگئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہو چکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہے، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کین برا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہو چکا ہے، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہے۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جسوقت ہم انسان کی مادی سعی و جستجو کی یہ داستان شوکت و سطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہو گیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہے، اُتنی ہی اُسکی روح و معنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ و درخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال و خط دلفریب بنجا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمال روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہو سکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہے؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن و سکون۔ اُسکی معنوی سعادت و مسرت۔ اُس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دُنیا اور دُنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی و اہتمام ہے؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہے؟ دُنیا کی قومیں باہمدگر رشک و حسد سے مضطرب ہو رہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ لیکن روح و دل کی رفعت و سعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہے، نہ کسی کے دماغ میں طلب۔ آسٹریلیا نے نئے کین برے کا اور ٹرکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنا لیا۔ لیکن افسوس، کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح و دل کے سکون و قرار کے ایک نئے دارالحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال و تصرف پر نہیں مگر اُس کے اسی استغراق و پرستش پر بار بار ملامت کی ہے کہ: یعلمون ظاهرا من الحیوٰة الدنیا وهم عن الاخرة هم غافلون! (۳۰: ۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

کام لینے اور اُنھیں متاثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہے کہ جماعتی ذہنیت کو متاثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متاثر و مغلوب ہو جائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متاثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتھیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ پروپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کر دی ہے جس کے دھارے پر پڑ کر بے چون و چرا جنگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہے۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے، تاکہ افراد اس ذہنیت سے متاثر ہو کر اُس کے حامی اور طرفدار بنجائیں۔ جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو "پروپگنڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہے۔

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

حال میں ایک کتاب آم کیٹ ٹامسن کی تالیف ہوئی ہے جس کا نام The other side of medal ہے۔ یعنی تصویر کا دوسرا رُخ"۔ اس کا مصنف ایک شخص اہل تم ایڈورڈ ٹامسن ہے۔ اُسنے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہے کہ "غدر ۱۸۵۷ء کے اشتہار برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں یا حکومت کے عزیز ہیبت کے مظاہرہ کے لئے جو خونیں ریزیاں جائز رکھی گئی تھیں اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کر کے یکجا کر دئے جائیں اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی سامنے آجائے"

غدر ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سے زیادہ وحشیانہ طرز عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ ظاہر ہے کہ ۱۲ انگریز مقتدر تھے باوجود بہت بہادر شاہ مرحوم کی پیہم محافظانہ کوششوں کے باغی فوج نے انھیں قتل کر ڈالا۔ حالیا ۷ سے لے کر ۱۲ تک ذکر کردہ واقعات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں لیکن ان میں بھی غدر کے بعد ۵۰ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جان نکمی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جس میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا یا نہ ہوا ہو، لیکن یقیناً حد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔

مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے نوجی نوکروں نے جو حملے کئے، اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلاشبہ اخلاقی و انسانیت اُنکے لئے کوئی عذر نہ قبول نہیں کریگی۔

یہ غدر کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہل قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں!

لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاقی انسانیت کا مرقع ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دنیا کی اُن حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقعہ پر اپنی اخلاقی تیز (کریکٹر) کے مظاہرہ کا موقعہ ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتحیاب ہو کر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتل عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہ و بالا کر دیگئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ یہ سوال ہیں جو غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اس وقت تک معروضانہ نظر و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑی تھی اس نئی کتاب میں مسٹر ٹامسن نے سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دئے جائیں مصنف کو بڑی مشکل تو آزمودہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کر سکا۔ اسکے پاس حکومت ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مراسلات کے سوا اور کوئی ذریعہ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر مخلصانہ قرار دئے جا سکتے تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بحیثیت مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہو جاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دورِ حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد نے کیا ہے ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آگئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسن انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزور شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوسرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جاتے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں!

ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے ناآشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آجتک غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر مشتہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھایا ہے

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملائے تھے۔ اسواسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب دہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔

اینسن (Ansen) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سؤر کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی"

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سؤر اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور بیشتر اس کے کہ انھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے ایسے سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب اُنھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی جس طریقے سے یہ حکم سنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالت زار پر ترس آرہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے باواز بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جائے۔ لیکن کسی نے پروانہ کی جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کر سکتے تھے؟ ناچار انھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء) ایک رسالہ اور دو پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھولکر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلائے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہی، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہی۔ فرینک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہی "یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہو جائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہی" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہی، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بُری طرح سے خاکہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریباً ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہی۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہو گئے تھے نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۵۵ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہی کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اُڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہی کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہی کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہو سکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کر لینا چاہئے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں سزا کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹننٹ کے عہدے پر تھا، اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہی "ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا آئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہی۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہی لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لا کر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اُڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہی "ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے جس کی رُو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اُتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہی کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہو جائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی"

کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہی کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجہ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ "شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کر کے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے۔ میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کر کے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کر دیا تاکہ جاں کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں"

جب کاٹن نے یہ درد انگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہی۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کتنا ہی بے علاقہ ہو۔ اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھے،

ایک چشم دید گواہ لفٹننٹ مجنڈی بیان کرتا ہی "ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے لے کر دیکھ رہے تھے"۔ رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہی۔ بلکہ وہ کہتا ہی "میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہی "یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سؤر کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے منہ میں سؤر کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہو گئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۸ اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بنا کر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں بیشمار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کر دے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلا کر واپس آ رہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے مار دیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہو گئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہو کر باغی نہ ہو جاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہی "اُسنے بہت سے قیدیوں [illegible] کرنے پر مامور کیا۔ لیکن چونکہ یہ کام اُنکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہو گئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی!"

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہی "میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریزی افسر جو دہلی کے محاصرہ میں موجود تھا، لکھتا ہی "دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینا ڈ کانپور کے لئے کوچ رہا تھا، تو جرنیل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں "ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہی، تباہ کر دیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں اُنھیں سمار کر دیا جائے اور باشندے قتل کر دئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہی۔ اس لئے اسیر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کر دیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہو جائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکایا جائے"

بیگم اودھ نے ۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا "کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کر سکتے ہیں"۔

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخر کار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فنلڈ) نے تو ابتدا ہی سے اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا۔ "مجھے یقین ہی کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لیں گی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہی۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا: "لوگ انتقام پر تُلے ہوئے ہیں، اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہئے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح چالیس پچاس ہزار آدمی قتل کر دئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا "لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر، جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہی"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کر سکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانحعمری میں لکھتا ہی "میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہی لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی وہ جسے چاہے قتل کرے یا جس سے

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۱۹ جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے" اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اس میں حصہ لیا تھا، لیکن اُن کی دیکھ کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہوگئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے ان کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو پھر وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اس وجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آئندہ)

ہم بوسہ لوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دُور بھی کرنا چاہے تو دُور نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

شریر قوت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب بیشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کیضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہئے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دُنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی۔ کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ہر ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہے!

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغۃ تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہو گئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

نا اُمیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے نا امید نہیں ہو سکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آ سکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہو سکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

بنکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

ابنائے وطن کو نصیحت

ابنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کرے، غیر مستعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہیں جو تسخیر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے" آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دل میں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دل میں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہے۔ جو ہاتھ بھی آزادی کے لئے، میں سب سے پہلے اُسکا

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن وصنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب ومشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکے اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش وتزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب ونوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط وکتابت کیجئے۔ کم ازکم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف ومساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دُنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برِ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط وکتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ء (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہو کر بلا تفریق مذہب عالم ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہو اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے نواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، دَرد سر و دَوران سَر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سَوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہر اطور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرا دہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عیر) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھکر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہو۔ "فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی — تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھئے
کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو
قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop Guide to Great Britain
کا
دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

کھانسی
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو
تامل نہ کیجئے۔ اپنے قریب دوافروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!



اگر

آپ تمام دنیا دو سے قدم آگے رہنا چاہیں تو

ہفتہ وار رسالہ

انتخاب لاجواب لاہور

کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں

مینجر انتخاب لاجواب لاہور

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل یقین گولڈن سٹرواچ	ریلوے ریگولیٹر واچ	شہنشاہ عالم بی ایم پریسن سیڈ
		
نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی یادگار بنانے کی بہترین قیمت صرف ۱۰ روپے آٹھ آنے (۱۰/۸) محصول ڈاک پیکنگ مفت آرڈر فیس ۱۰	مکمل سلور کیس، خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت صرف ۱۰ روپے چھ آنے (۱۰/۶) محصول ڈاک پیکنگ مفت آرڈر فیس ۱۰	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا بہت سستا قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ بھی آرڈر فیس ۱۰
گارنٹی سال	گارنٹی سال	گارنٹی سال

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہی اور یہ رعایت اسی وقت تک ہے جب تک یہ گھڑیاں ختم نہیں ہوجاتیں اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہی۔ اُن سے پوری قیمت مندرجہ چارج کیجائے گی۔ ڈاکخانہ کا محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

نیشنل کارپوریشن امپورٹرز واچ ہوس۔ اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۳ مقام دہلی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رُو داداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

قیمت بارہ آنے۔ (مینجر الہلال کلکتہ)

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہی جو علماء کی زبان کہلانے کا مستحق ہی اور جس کا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہی۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اسکا مخصوص طریقہ ہی

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہی اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہی کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہی اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں پڑے اسیقدر کامیابی ہی

اخبار الجمعیۃ کی پانچ خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہی۔

(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہی۔

(۳) عربی، فارسی، اُردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہی۔

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہی۔

(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہی جس سے اُس کی دلچسپی میں اور اضافہ ہوتا ہی۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہی۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (۶/) ششماہی تین روپئے چار آنے (۳/۴)

مینجر "الجمعیۃ" دہلی

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جدكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد هے يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضا مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خوابى داشتن گرداغهاے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن درحقيقت وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي طرح پيدا كرنے چاهتا تها ' اس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلدياں جديد اُردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد ليا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بعحاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسباب نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" اجب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر " البلاغ پريس "

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رھنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ھفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ھوتے ھیں جنکي اھمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ھفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاھیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ھیں

دنیا کے ھر معلم اور ماھر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاھتے ھیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رھیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاھیے -

یہ ھر ھفتہ اس موضوع پر تمام اھم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماھرین فن اور مشاھیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ھوتے ھیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ھیں -

کیا آپ تجارت کرني چاھتے ھیں ؟

اگر آپ چاھتے ھیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ھندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاھئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاھئیں - ھندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاھئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ھوسکتے -

اگر آپ چاھتے ھیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاھیے کہ ھم سے خط و کتابت کریں - ھم یہ کام بہ حیثیت ایک ماھر فن کے کر رھے ھیں - خط و کتابت کے بعد ھي آپکو معلوم ھو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ھم کس درجہ مفید ھیں ؟

ھمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ھیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ھر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ھیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ھیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ھر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ھیں -

Printed and Published by
ABDUL QADIR AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۳

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵۔ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی اردر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه هم پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۳ | کلکتہ : جمعہ ۱۲ ۔ ربیع الاول ۱۳٤٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قاریین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ۱۰۱۲ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹ ۰	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱٤	نستعلیق ہون	۸٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

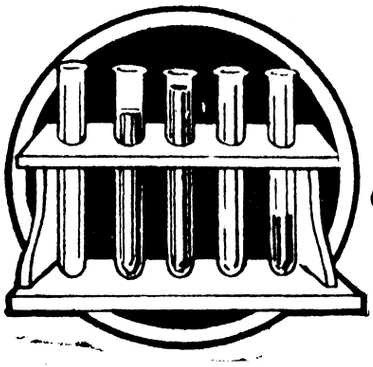

مذاکرہ علمیہ



قانون توارث جسمانی و معنوی

(منڈل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کي جسماني و معنوي زندگي ميں قانون توارث کا مسئلہ ' اُن اهم ترين مسائل ميں سے هے جنهوں نے قديم زمانے سے علماء کو اپني طرف متوجه رکها هے - طبيعي علوم کي ترقي کے بعد گزشته صدي ميں اِس مسئلہ نے اور بهي زياده اهميت حاصل کرلي اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کي - بهت سے نظريے قائم هوے - بهت سے مذاهب ترتيب دیے گئے - ليکن اِس سلسله ميں سب سے زياده شهرت و اهميت اُس نظريه کو حاصل هے ' جو اپنے موجد ' ڈاکٹر منڈل کي طرف منسوب هے اور " ناموس منڈل " کهلاتا هے - ذيل ميں هم اِس نظريه کي مختصر تشريح کرتے هيں -

(منڈل)

سنه ۱۸۲۲ ميں دو شخص ايسے پيدا هوئے ' جنهوں نے اپني پوري زندگي وراثت کے اثرات و نتائج کي بحث و تحقيق ميں صرف کردي : اِن ميں سے ايک انگلستان ميں پيدا هوا - اسکا نام گلٹن هے - اور اسکي کتاب " عظمت کي وراثت " بهت مشهور هو چکي هے - دوسرا منڈل هے - يه هنگرين نسل کا تها - سيليشيا ميں پيدا هوا - اسکي ابتدائي تربيت ديني تعليمات کي تهي - رهبانوں کي جماعت ميں داخل کر ديا گيا تها - ليکن ۲۹ سال کي عمر ميں رهبانيت ترک کردي اور وائنا کے دار العلوم ميں داخل هوکر طبيعي علوم کي تحصيل شروع کردي - تعليم ختم کرکے وه برون ميں اُستاد مقرر هوگيا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت کي تحقيق ميں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات ميں محصور تے -



ڈاکٹر منڈل

اپني تحقيق کے دوران ميں بالاخر وه ايک عجيب معامله پر پهنچا - اُسنے ديکها ' يه عجيب معامله ' وراثت ميں هميشه پيش آتا هے ' اور کبهي اُس ميں خلل نهيں پڑتا - يه وه وقت تها جب اُس کے تجارب ' عالم حيوان تک وسيع هو چکے تے - اُس نے شهد کي مکهيوں کے بهي پچاس چهتے بنائے تے - اور مختلف قسم کي مکهياں باهمديگر جمع کرکے اُنکي نسل کے جسماني اور معنوئي خواص کا تجربه کرتا تها ليکن مکهيوں کے متعلق اُسکي تحقيقات کے جمله اوراق ضائع هوگيے - سنه ۱۸۶۶ ميں اُس کا ايک چهوٹا سا رساله شايع هوا تها جس ميں يه نظريه پيش کيا گيا هے - يه رساله بهي گم نام هوگيا - يهانتک که سنه ۱۹۰۰ ميں علماء مغرب کي نظرين اُس پر دوبارہ پڑيں ' اور وسيع پيمانه پر اُسکي اشاعت کي گئي - آج حيوانات کي پرورش کرنے والوں ميں کوئي شخص بهي ايسا موجود نهيں جو منڈل اور اُس کے نظريه سے ناواقف هو يا اُس سے مستفيد نه هو رها هو -

(ناموس منڈل)

منڈل کا نظريه ' تين وراثتي اصلوں پر قائم هے :

(۱) پهلي اصل کا خلاصه يه هے که فرد کي بعض صفات ' (عام اِس سے که وه فرد ' حيوان هو يا نبات) اُسکي آينده نسلوں ميں مفقود نهيں هو جاتيں بلکه برابر باقي رهتي هيں ' اور عرصه تک بغير کسي کمي کے ظاهر هوتي رهتي هيں - اِسکي مثال يه هے که بعض انساني خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے هوتے هيں ' اور طويل زمانوں تک اُن کي نسلوں ميں بدستور قائم رهتے هيں - چنانچه بعض خاندانوں ميں زائد انگلياں ' يا کٹا هوا هونٹهه ' يا چندهي آنکهيں ' يا سفيد بالوں کا گچها ' غرضکه مختلف قسم کي جسماني خصوصيتيں هميشه موجود رهتي هيں اور اُن کے افراد ميں وقتاً فوقتاً پوري طرح ظاهر هوتي رهتي هيں -

(۲) دوسري اصل کا خلاصه يه هے که بعض صفتيں ايسي هوتي هيں جنکا ظهور مسلسل نهيں هوتا - تهوڑے تهوڑے وقفه کے بعد ظاهر هوتي هيں ' مگر برابر ظاهر هوتي رهتي هيں - يعني پهلے ايک مدت تک نمايان رهتي هيں - پهر غائب هوجاتي هيں - پهر لوٹ آتي هيں - پهر غائب هوجاتي هيں - صرف تجربه هي سے معلوم هوسکتا هے که کون صفت پهلي قسم کي هے ؟ کون صفت دوسري قسم کي هے ؟ اِسکي مثال يه هے که جب بے سينگ کے حيوانات کا سينگ والے حيوان ميں اتحاد تناسلي هوتا هے ' تو اُنکي نسل بے سينگ کي پيدا هوتي هے - ليکن جب يهي نسل آگے بڑهتي هے تو اُسکي اولاد ميں ايک خاص تناسب سے بعض افراد سينگ والے پيدا هوتے هيں - بعض بے سينگ کے -

برخلاف اِسکے جب کيس والے مرغ کا اتحاد بے کيس مرغي سے هوتا هے تو نسل ' کيس والي پيدا هوتي هے - ليکن پهر آگے چل کر بعض کے کيس هو جاتا هے - بعض کے نهيں هوتا - مگر يه معامله هميشه ايک هي تناسب سے پيش آتا هے -

(۳) تيسري اصل ' اُس تناسب کا تعين اور انضباط هے جو اِس توارث و تناسل ميں کار فرما هے - تشريح اُسکي حسب ذيل هے :

ایک بالکل سفید مرغی اور ایک بالکل سیاہ مرغ لو ' اور اُن کی نسل کا تجربہ کرو - اب ایسا ہوگا کہ اِن دونوں کے اتحاد تناسلی سے جو بچے پیدا ہونگے ' وہ نہ تو بالکل سیاہ رنگ کے ہونگے ' نہ بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے ہونگے - یہ اِس نسل کا پہلا طبقہ ہوا - اِس مخلوط رنگ کی مرغیوں کی نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقہ نسل کا پیدا ہوگا ' اُس کی حالت یہ ہوگی کہ اُن میں ۲۵ - فی صدی مرغیاں بالکل سیاہ ہونگی ' ۲۵ - فی صدی بالکل سفید ' اور ۵۰ فی صدی مخلوط رنگت کی - گویا دوسرے طبقہ میں اُن کے مورث اعلیٰ کی کامل رنگت ۲۵ - فی صدی میں نمایاں ہوی ' مگر ۵۰ - فی صدی میں مورث ثانی و اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رہا - اب اِس دوسرے طبقہ سے تیسرا طبقہ پیدا کرو - اِس تیسرے طبقہ کا حال یہ ہوگا کہ سفید سے سفید بچے پیدا ہونگے - سیاہ سے سیاہ پیدا ہونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وہی تناسب نمایاں ہوجائیگا ' جو دوسرے طبقہ میں تھا - یعنی اُسکی نسل میں ۲۵ - فی صدی سیاہ اور ۲۵ - فی صدی سفید ہونگے - باقی ۵۰ - فی صدی اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے ہونگے !

پھر اِن ۵۰ - فی صدی مخلوط رنگ والوں کی نسل جب اور آگے بڑھیگی ' تو اُس میں بھی یہ تناسب برابر قائم رہیگا - یعنی ہمیشہ نصف تعداد مخلوط رنگت کی ہوگی اور ۲۵ - فی صدی سفید ' اور ۲۵ - فی صدی سیاہ ہوگی -

لیکن تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلیٰ کی کامل رنگت متوارث ہوگئی تھی ' اُن کی نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم ہو جائیگی - سفید سے ہمیشہ سفید بچے پیدا ہونگے ' اور سیاہ سے ہمیشہ سیاہ -

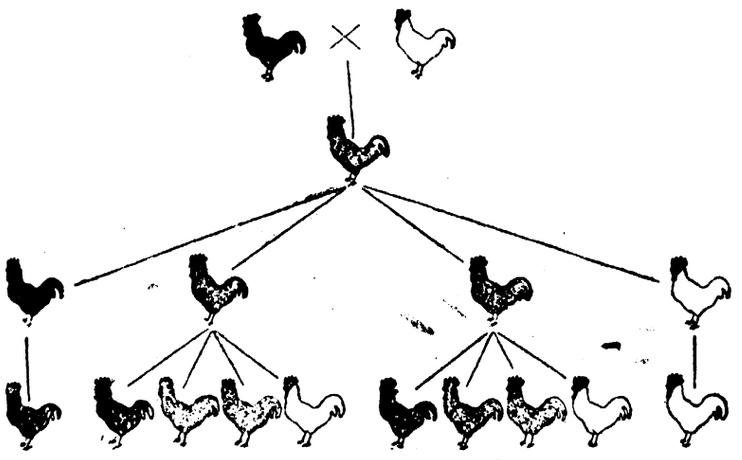

قانون توارث کا ایک عملی مشاہدہ

مرغیوں کی نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلیٰ کا سفید اور سیاہ رنگ ایک خاص عددی تناسب کے ساتھہ متوارث ہوتا ہے - مورث اعلیٰ سفید اور سیاہ رنگ کے ہیں - نسل کے پہلے طبقہ میں مخلوط رنگ کا مرغ پیدا ہوا ہے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقہ پیدا ہوا ہے ' اس میں ۲۵ - فیصدی سفید ' ۲۵ - فی صدی سیاہ ' اور ۵۰ - فی صدی مخلوط رنگت کے ہیں - پھر تیسرے طبقہ میں سفید سے سفید اور سیاہ سے سیاہ پیدا ہوتا ہے ' مگر مخلوط کی نسل میں وہی عددی تناسب قائم ہے -

اِس سے معلوم ہوا کہ :

(۱) قانون توارث میں مورث اعلیٰ کے دو مختلف جسمانی خواص ' پہلے طبقہ میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے ہیں جو ملا جلا مزاج ہوتا ہے - یعنی اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے ہوکر مخلوط ہوجاتے ہیں -

(۲) اِس پہلے نسلی طبقہ نے جو مخلوط مزاج کرلیا ہے ' وہ نسل کی آئیندہ افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا ہے ' اور اپنی نسل میں برابر قائم رہتا ہے ' لیکن ساتھہ ہی یہ عجیب بات بھی ہے کہ دوسرے طبقہ میں نصف تعداد ہمیشہ ایسے افراد کی پیدا ہوتی ہے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کی جگہ مورث اعلیٰ کے انفرادی خواص الگ الگ نمایاں ہوجاتے ہیں - اِس نصف تعداد میں آدھی تعداد ایک قسم کے خاصہ کی اور آدھی ایک قسم کے خاصہ کی ہوتی ہے - اِس طرح دو مختلف جسمانی خواص کے ماں باپ دوسرے طبقہ کی نسل میں بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے ہیں !

(۳) نسل کے تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر مورث اعلیٰ کے خواص انفرادی اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں ہوجاتے ہیں ' ان کی نسل میں آیندہ اِن اجدادی خواص کا اختلاط و امتزاج نہیں ہوتا ' بلکہ اجدادی خواص کی جو ایک قسم اُن میں نمایاں ہوئی ہے ' وہ مستقلاً قائم ہو جاتی ہے ' اور اپنی نسل میں متوارث ہونے لگتی ہے -

(۴) لیکن دوسرے طبقہ میں جو نصف تعداد ایسی پیدا ہوتی ہے ' جس میں اجدادی خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں ہوتے ہیں ' اُن میں قانون توارث کا یہ عددی تناسب برابر قائم رہتا اور آگے کی طرف بڑھتا ہے - یعنی اُن کی نسل میں وہی ۲۵ - ۲۵ - فی صدی الگ الگ آبائی خواص ظاہر ہوتے ہیں ' اور ۵۰ - فی صدی مخلوط و ممزوج رہتے ہیں -

(۵) ماں باپ کے الگ الگ جسمانی خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا ہو جاتی ہے ' وہ ہمیشہ اپنی نسل میں اِس طرح متوارث ہوتی ہے کہ نصف تعداد مخلوط قسم کی ہوگی ' اور نصف مورث اعلیٰ کے الگ الگ خواص کی -

(انسان میں قانون توارث)

ٹھیک یہی حالت انسانی وراثت میں بھی پیش آتی ہے - اگر کوئی خالص سفید رنگ کا انسان حبشی عورت سے شادی کولے تو اُسکی نسل ضرور سانولے رنگ کی ہوگی - پھر اگر کسی طرح خود اُسکی اولاد میں باہم دگر تناسل و توالد شروع ہو جائے ' تو مرغیوں کی طرح اِس نسل میں بھی ۲۵ - فیصدی اولاد خالص سفید رنگ کی ہوگی ' ۲۵ فیصدی خالص سیاہ رنگ کی ' اور ۵۰ فیصدی سانولی -

جسمانی خواص کے توارث کی یہ نوعیت ' معنوی خواص کے توارث کی طرف رہنمائی کرتی ہے ' اور یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا اِسی طرح انسان کے ذہنی و معنوی خواص و اوصاف میں بھی توارث کا سلسلہ قائم ہے ؟ اور اگر قائم ہے تو کیا اُس کا قانون بھی ایسا ہی ہے ' اور ایسا ہی عددی تناسب رکھتا ہے ' جیسا جسمانی خواص کے توارث میں ہے ؟ ان سوالات کا جواب بہت زیادہ تفصیل و بحث کا محتاج ہے - اِس لیے سر دست ہم اِنہیں نہیں چھیڑتے -



عهد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصي مطلق العناني

دنيا كي موجوده سياست پر ايک سرسري نظر

جنگ عظيم کے بعد پوري دنيا ' خاص کر يورپ اور بالخصوص اُن ممالک نے عجيب پلٹا کھايا ہے جو ميدان جنگ ميں يہ کہکر اُترے تھے کہ استبداد و ظلم مٹانا چاہتے ہيں - پہلے اِن ممالک ميں جو بھي نظام حکومة قائم تھا وہ جنگ کے بعد قائم نہ رہا اور علانيہ يا درپردہ اُس ميں بڑي تبديلي ہوگئي ہے - لوگ سمجھتے تھے اِس جنگ کے بعد دنيا ميں جمہوريت اور کامل حريت کا دور دورہ ہو جائيگا اور آزادي کا ايک ايسا نظام جاري و ساري ہو جائيگا جس کے عشق ميں اِنسانيت ہميشہ سے سرگرداں ہے ليکن نتيجہ بالکل بر عکس نکلا - جمہوريت و دستوريت کي جگہہ شخصيت و استبداد نے لے لي - اِس وقت کرۂ ارضي کے اکثر ممالک ميں شخصي حکومتيں قائم ہوگئي ہيں - فرق صرف اِس قدر ہے کہ پہلے بادشاہوں کي شخصيتيں زريں تختوں پر جلوہ گر نظر آتي تھيں اور اب عام افراد: يا فوجي افسر حکومت کي کرسيوں پر نظر آتے ہيں -

روس ميں خاندان رومانوف اور زار کي جگہہ بالشويک ڈيکٹيٹروں (مطلق العنان حکام) نے لے لي ہے - لينن نے جس طور پر حکومة کي ' وہ بھي زار ہي جيسي حکومت تھي - يعني شخصيت ' مطلق العناني اور استبداد - يہ بات دوسري ہے کہ زار کي شخصيت نے ملک کو تباہ کيا اور لينن کي شخصيت نے اُسے زندہ اور خوش حال کرديا - دنيا کي تاريخ ميں لينن جيسے مطلق العنان حاکم کي کوئي مثال نہيں ملتي جس نے اپنے غير متناهي اختيارات اِس طرح عوام اور مظلوموں کي بھلائي ميں صرف کيے ہوں -

يہي حال اٹلي کا ہے - اگرچہ پارليمنٹ اور دستوري پادشاہ (يعني محدود اختيارات رکھنے والا) بدستور موجود ہے ليکن حکومة ايک فرد واحد ' موسوليني کے آہني ہاتھوں ميں ہے - يہ شخص پہلے انقلاب پسند اور اشتراکيت کا حامي تھا ' پھر جنگ کے بعد ظالم پسند بن کر اٹلي پر حاوي ہوگيا اور مستبد سے مستبد بادشاہوں کي طرح استبداد و قہر کي حکومت قائم کردي - اِس نے صاف اعلان کرديا ہے " اِس وقت اٹلي کو ايک ايسے زبردست حاکم کي ضرورت ہے جو ہر بے چيني کو کچل کر فنا کرسکے " يہي صورت اسپين ' ٹرکي ' يونان ' اور اب چين ميں پيش آرہي ہے - اِن تمام ملکوں ميں شخصيتيں بر سر حکومت آگئي ہيں اور مفيد يا مضر نتائج پيدا کررہي ہيں - يہي نہيں بلکہ خود فرانس اور انگلستان ميں بھي شخصيت کي طرف ميلان بڑہ رہا ہے - فرانس ميں تو ايک سال پہلے اخبارات تک ميں يہ چرچا شروع ہوگيا تھا کہ موجوده اقتصادي اور سياسي گتھيوں کے سلجھانے ميں جمہوري نظام حکومة ناکامياب ثابت ہوا ہے - لہذا روس وغيرہ ممالک کي طرح يہاں بھي " ڈيکٹيٹر شپ " يعني شخصي استبداد قائم ہو جانا چاهيے - انگلستان ميں گو اب تک اِس قسم کا خيال با ضابطہ ظاهر نہيں کيا گيا ' ليکن عملاً ملک اِسي طرف جارہا ہے - موجوده کنسرويٹيو وزارت بھي درحقيقت ايک قسم کي ڈيکٹيٹر شپ ہي ہے اور اُس کے رجعي (قدامت پسند) ہونے ميں تو کوئي کلام نہيں -

(تاريخ کا سبق)

آخر يہ صورت کيوں پيش آئي ؟ اِس انقلاب کي علت کيا ہے ؟ تاريخ ہميں کيا سبق ديتي ہے ؟ جواب ظاهر ہے اور تاريخ عالم پر ايک سرسري نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے - تاريخ شاهد ہے کہ جب کبھي سوسائٹي کے نظام ميں برهمي پيدا ہوتي ہے اور دماغي بے ترتيبي اور اختلال ' عام ہوکر شورشوں اور بغاوتوں کا دروازہ کھول ديتا ہے ' تو ہميشہ يہي نتيجہ ہوتا ہے جو جنگ کے بعد آج ہم دنيا ميں اپني آنکھوں سے ديکھہ رہے ہيں - يعني مضبوط ارادے کے افراد برسر اقتدار آکر اپني شخصيتيں نمايان کرتے ہيں اور نظام حکومت اپني مرضي کے مطابق استوار کرديتے ہيں -



غازي مصطفى كمال پاشا

انقلاب فرانس ' اِس دعوى کي سب سے بڑي اور صاف دليل ہے - کيسے جوش و خروش سے قوم بغاوت کے ليے اُٹھي ؟ حريت ' مساوات ' اخوت کا راگ کيسي بلند آهنگي سے الاپا ؟ کيسے کيسے اصول و مبادي کا اعلان کيا گيا ؟ ليکن نتيجہ کيا نکلا ؟ يہي نہ کہ آندھي کي طرح حريت و مساوات کي ہوائيں آئيں اور نکل گئيں پھر جو فضا ميں سکون پيدا ہوا تو گرد و غبار کے اندر سے مستبد شخصيتيں - حکومت کي بے نيام آبدار تلواريں لئے نمودار تھيں ! اِن شخصيتوں ميں سب سے آخري مگر سب سے زبردست شخصيت نپولين بونا پارٹ کي تھي - اس عجيب انسان نے يہي نہيں کيا کہ بغاوت اور انقلاب کا قلع قمع کرديا بلکہ ساتھہ ساتھہ اپني شہنشاهي بھي قائم



موسولیني ' اٹلي کا ڈیکٹیٹر

کوني - قوم نے اِس نئي شہنشاهي کا اُسي جوش و خروش سے استقبال کیا ' جس جوش و خروش سے قدیم شہنشاهي کا خاتمہ کیا تھا اور حریت و آزادي کے علم بلند کیے تھے - ایک شخصیت کے خلاف عظیم الشان جہاد اِس پر جاکے ختم هوگیا که دوسري شخصیت قائم هوگئي - کیا اِس سے بھي زیادہ غیر معقول نتیجہ کسي تحریک کا نکل سکتا هے ؟ لیکن نہیں ' یہ نتیجہ بالکل معقول تھا - اجتماعي اصول و قوانین کے بالکل مطابق تھا -

یہ کیسے ؟ یہ اس طرح که انساني جماعتیں کتني هي شورش اور بیچیني کا اظہا ر یں یہ هے که اسپنسر کریں ' نظام حکومت کي کتني هي مخالف کے جلد مت جائینگي - نظر آئیں ' مگر وہ اپني اجتماعي افتا نگي - کیونکه اُن میں بے طبع سے مجبور هوکر در پردہ یہي خواهش کتابوں نے انفرادي اور رکھتي هیں که کوئي نه کوئي زبردست بادي پیش کر دیے ' نظام قائم هو ' جو هر قسم کي بیچیني ردیا - نیز همارے اخلاقي کا قلع قمع کردے اور امن و آمان هر میدان زیادہ وسیع کرنا طرف پھیلا دے - یہي سبب هے که جوں اثر بہت سست رفتار هي کوئي نئي شخصیت نمودار هوتي هے ' ید نه کرے - سب سے اور قوم محسوس کرتي هے که وہ شخصیت رت محفوظ رکھتا هے ' امن بحال کرسکتي هے ' تو بے اختیار کروہ رکھتے هیں - یعني اُس کے سامنے سر جھکا دیتي هے اور بلکه وہ دهشت ناک حریت و آزادي کي اپني تمام خواهشیں جماعت کي طرف سے نا دانستہ فراموش کر بیٹھتي هے - دنیا کي کي حفاظت کے لیے تمام تاریخي شورشیں همیں یہي بتاتي کے جسم کي محافظت ہیں - فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے یر دیتا - نیز روس کو بھي همیں یہي دکھایا هے - ایک محقق نے کیا هي خوب بتایا هے " فرانس کي " تیسري انقلابي کمیٹي " کے ممبروں میں سے عہد بونا پارٹي (نپولین) میں ایک نے بادشاهي قبول کر لي - پندرہ نے " کونٹ " کا لقب اختیار کیا - سات نے مجلس اُمراء کي شرکت منظور کي - اور چھ وزیر بن گئے " یہي وہ لوگ تھے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور عام بردار تھے -

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب هم تاریخ کي اِس عالمگیر جنگ کے بعد والے موجودہ انقلاب کو بخوبي سمجھه سکتے هیں - ایک مدت سے یورپ میں مختلف قسم کے خیالات اور نظریے پھیل رهے تھے - اِن خیالات اور نظریوں نے بتدریج دماغوں میں هیجان پیدا کیا - اِس هیجان نے اجتماعي ' سیاسي ' اور اقتصادي پیچیدگیاں پیدا کیں - اِن پیچیدگیوں نے جنگ عمومي کي آگ بھڑکائي - اور جنگ کے مذکورہ بالا اجتماعي کلیہ کي بنا پر لینن اور موسولیني اور مصطفی کمال جیسي آهني شخصیتیں پیدا کردیں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار هوئي هے ' وہ هرگز تعجب انگیز نہیں بلکه مستحکم و مضبوط اجتماعي قوانین کا فطرتي نتیجه هے - یہي هونا چاهیے تھا جو هوا ' یہي همیشه هوا کیا هے اور شاید همیشه یہي هوا کرے گا -

(انقلابات کے بانی)

یہاں یہ سوال بھي قابل غور هے که انقلابات کے بانی کون هوتے هیں : افراد یا جماعتیں ؟ کارلائل اور بہت سے محققین کي رائے هے که زبردست شخصیتوں کے افراد هي انقلابات پیدا کراتے اور اجتماعي نظام کي کایا پلٹ کر دیتے هیں - لیکن علم اجتماع کے دوسرے بہت سے علماء ' افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار دیتے هیں - وہ کہتے هیں قوموں کے دماغ میں انقلاب کي مخفي لہریں پہلے پیدا هوتي هیں ' پھر وهي چند افراد میں مجسم هوکر رونما هوتي هیں اور سوسائٹي پر انقلاب طاري هو جاتا هے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نہیں هوتے ' بلکه انقلابي لہروں کا مظہر هوتے هیں - زیادہ صاف لفظوں میں یوں کہو که جماعتي اثرات ' افراد کو طیار کرکے انقلاب کراتے هیں -

لیکن صحیح یہ هے که انقلاب کا موجب نه تنہا جماعتیں هوتي هیں ' نه صرف افراد - بلکه دونوں ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک مدد دیتي اور آگے بڑھ نئي فضا طیار کرنے میں مدد دیتے هیں - هوتا تو اُسکے جواهر باه یہ یقیني هے که اگر خاص قسم کے اجتماعي نظر آتے - کیونکه یه مت حالات و موثرات موجود نه هوتے تو لینن ' ضروري هے - ٹھیک اِسي موسولیني ' مصطفی کمال جیسے افراد اُبھر اجتماع انساني کے بقاء نہیں سکتے تھے - کیونکه یه افراد مدت سے بنابریں همیں قدامہ موجود تھے مگر اُسي وقت رونما هوے جب چاهیے - انکا جمود بھي حالات نے اُن کي مساعدت کي - لیکن جس طرح تجدد اور تق ساتھه هي یه بھي یقیني هے که اگر یه افراد جامدین ' اجتماع انسانی اپني غیر معمولي قوتیں کام میں نه لاتے کي رفتار میں اعتدال و تو اُن کے مساعد حالات بھي پیدا نہیں هوسکتے تھے اور انقلابات بھي طاري نہیں هوسکتے تھے -

هربرٹ اسپنسر نے اِس سے ثابت هوتا هے که انقلاب میں افراد ما بعد الالیات کے تطور اور جماعتیں دونوں برابر کی حصه دار تطور کي تین قسمیں هیر هوتي هیں ' تنہا کوئي ایک سوسائٹي ' آسمان و زمین اور سیاروں مین تبدیلي پیدا نہیں کرسکتا - اسکا تعلق طبیعي ظواهر انقلابي روح اور قومیں)

نبات و حیوان ' یہ بھي ثابت حقیقت هے که تمام قومیں انقلاب کي یکساں صلاحیت نہیں رکھتیں - تاریخ بتاتي هے که فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رهنے والي اکثر قومیں انقلاب کي زیادہ صلاحیت رکھتي هیں - آب و هوا اور دوسرے اسباب نے اُنہیں دوسري قوموں سے زیادہ حساس ' جلد متاثر هونیوالا ' اور خیالي بنا دیا هے - وہ نئے نظرے جلد



پرائمو دي ریورا ' اسپین کا ڈیکٹیٹر

قبول کر لیتیں اور اُن پر عمل کرنے میں تیزي سے پیش قدمي کرتي ھیں - لہذا وہ زیادہ انقلاب پسند ھیں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگریزي) قومیں ' زیادہ عملي ھیں - محض نظریوں سے متاثر نہیں ھوتیں - اُن کے جذبات اور دماغي رجحان زیادہ پائدار ھیں - وہ انقلاب کي طرف کم مائل ھوتي ھیں - جرمن قوموں کا بھي یہي حال ھے ' مگر ان میں احساس کسي قدر زیادہ ھے -

روس ' روحاني و نظري خیالات کي طرف سب سے زیادہ مائل ھیں - کمزور عقل اور کمزور ارادہ رکھتے ھیں - اِسي لیے ھر انقلابي دعوت کو لبیک کہنے کے لیے طیار رھتے ھیں - اِس خصوصیت میں اگر اُن پر کوئي سبقت لے گیا ھے تو وہ یہودي ھیں - یہ قوم باغیانہ دماغ رکھتي ھے اور ھر جگہ بغاوت کي تخم ریزي کرتي ھے - ایک محقق نے بتلایا ھے " اجتماعي نظامات پر سب سے زیادہ نکتہ چیں اور بغاوت کي سرگرم دعوت دینے والي کتابیں زیادہ تر یہودیوں ھي کے قلم سے نکلي ھیں - حتی کہ موجودہ سوشیلزم یا بالشویزم بھي ایک یہودي ھي کي ایجاد ھے - اِس کا نام کارل مارکس تھا - اور اِس مذھب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لینن ' ٹراسکي النسل ھیں - یہودیوں کے اِس خاصے کے دو سا وہ سامي نسل ھیں - اور معلوم ھے کہ سامي نسل نظریات کي دلدادہ ھوتي ھے - دوسرے یہ حالات نے یہودیوں کا دماغ باغیانہ کر دیا سب سے زیادہ مصیبتیں اِسي قوم نے اِسي کا نتیجہ ھے کہ اُسمیں بغاوت و ھوگئي ھے -

پھر یہ بات بھي خاص طور پر یاد رکھنے جمود و تقلید کي زیادہ دلدادہ ھوتي ھیں اور تبدیلي کے ساتھہ اپنے تئیں بدلتي نہیں و آري رھتي ھیں ' وہ اگرچہ دیر میں انقلابي مگر جب ایک دفعہ ھو جاتي ھیں تو پھر آتش انفجار بھي ھوتا ھے اور اچانک آن کي سوسا ھے - اِس اصل کي بنا پر پیشین گوئي ھندوستان میں جب کبھي انقلاب ھوگا تو نہ اور پوري موجودہ سوسائٹي کو درھم برھم کر ڈالے یہ ملک سخت جمود کي حالت میں رھا ھے اور تدریجي ترقي سے برابر انکار کرتا رھا ھے - ھندوستان میں جب انقلاب آئے گا تو دنیا بھر کے انقلابات سے زیادہ موثر ثابت ھوگا اور شاید سوسائٹي کي موجودہ کوئي چیز بھي باقي نہ چھوڑے گا - عادات و اطوار ' رسم و رواج ' خیالات و افکار غرضکہ کوئي شے بھي اُس کي ضرب سے نہ بچے گي - اگر ایسے ھولناک انقلاب سے بچنا ھو تو اُسکي صرف یہي ایک تدبیر ھے کہ ابھي سے ملک کو تدریجي ترقي پر لگایا جائے - جوں جوں حالات بدلیں ' ملک میں بھي تبدیلي پیدا کي جائے - ورنہ موجودہ جمود اور ٹھہراؤ ' آیندہ قیامت کا پیش خیمہ بننے والا معلوم ھوتا ھے -

علم اور دین

کیا فی الحقیقت علم اور دین در محارب فریق ھیں ؟

وہ زور شور اٹھتا ھے کہ دین اور علم میں نزاع قائم ھے ' اور یہ کہ علم اور دین ' دونوں کي فطرت میں اِس عداوت و تنافر کي بنیادیں مخفي ھیں - بلا شبہ یہ دعوی ایک مدت سے زبان زد خاص و عام ھے - مزید برآن تاریخ سے بھي اِسکي شہادت ملتي ھے - صرف تاریخ ھي نہیں ' خود ھمارا مشاھدہ بھي اِسکي تائید کرتا ھے - لیکن بایں ھمہ ابتک کوئي قطعي ثبوت اِس دعوے کي صحت کا نہیں ملا - تاریخي واقعات اور ھمارے مشاھدے کتنے ھي کثیر ھوں ' تاھم یقیني طور پر ثابت نہیں کر سکتے کہ دین اور علم کے طبائع فی الحقیقت باھم متضاد ھیں -

موجودہ تمدني حالات پر ایک سر سري نظر ' اس دعوے کے مشکوک کر دینے کے لیے کافي ھے - موجودہ عہد میں مادي علم کا شدت و قوت سے بہہ رھا ھے ' جس کي نظیر کسي پچھلے ...ي - لیکن با وجود اس کے ٹھیک علم کے ...ح کو بھي پوري مضبوطي سے قائم پاتے ...ب دیني روح انساني قلوب میں بہ حثیت ...خ نہیں ھوگي ' جتني اِس وقت ھے - بے ...کہ دنیا پر ایسے تمدني دور گزرے ھیں جن ...دہ گھٹ گیا اور مادیت کے غوغا پر اُسکا نعرہ ...اتھہ ھي ھمیں یہ بھي تسلیم کرنا چاھیے ...ب آواز کتني ھي پست کیوں نہ ھو گئي ...ب بنیادیں ھمیشہ یکساں طور پر استوار ...پوري تاریخ مین ایک لمحہ بھي ایسا بتایا ...ں دیني یقین و ایمان کے ستون متزلزل

...م میں معرکہ برپا ھوتا تو ابتک مدت کا ...۲۵ - صدیوں سے یہ دونوں نام نہاد حریف ...ں - مگر ابتک دنیا نے اُنکا کوئي فیصلہ کن ...ہ نہیں دیکھا - کیا یہ طویل و عریض مدت بھي فیصلہ کے لیے کافي نہ تھی ؟

لیکن فیصلہ ھوتا کیونکر؟ دونوں میں اگر فی الحقیقت کوئي نزاع ھوتي تو اُس کا فیصلہ بھي وقوع میں آتا - یہاں سرے سے جنگ ھي نہیں ھے - حقیقت یہ ھے کہ یہ دونوں اپنے لیے فکر انساني میں بالکل الگ الگ میدان رکھتے ھیں - یہي سبب ھے کہ دونوں اپني اپني جگہہ پر باقي و قائم ھیں - دونوں کا کہیں بھي حقیقي تصادم نہیں ھوتا - دونوں فکر انساني کے دو علحدہ علحدہ مظہر ھیں -

لیکن اگر حقیقت یہ ھے تو پھر اُس طویل اور خونیں تاریخ کي ھم کیا توجیہہ کریں جبکہ دیني پیشواؤں نے علم کا گلا گھونٹنے کي کوششیں کیں ؟ نیز اُس مبارزت طلبي کي کیا تاویل کریں جو اصحاب علم کي طرف سے اِس وقت تک دین کو دي جا رھي ھے ؟

اِس کا جواب یہ ھے کہ اگر ھم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ دین جو طبیعت انساني کا ثمرہ ھے ' اور وہ علم جو عقل انساني کا نتیجہ ھے ' دونوں میں کبھي تصادم نہیں ھوا ' جو تصادم ھوا ھے وہ سراسر اُس دین

اور علم میں ہوا ہے جو لاہوتي پیشواؤں کا مبتدع دین ہے اور ناقص و خام مدعیان علم کا کچ اندیش علم ہے ' تو ہم بڑي آساني سے نہ صرف پچھلي تاریخ کے تمام حوادث کي تعلیل کر سکینگے ' بلکہ مستقبل کے واقعات پر بھي روشني ڈال سکینگے -

(۲)

انساني جماعتیں شعور رکھتي ہیں مگر فکر نہیں رکھتیں - بلکہ کہا گیا ہے کہ جماعت کي شعوري ترقي کا پیمانہ ' اسکا وہ فرد ہے جو سب سے زیادہ کمزور فکر ' سب سے زیادہ مضطرب شعور ' رکھتا ہے - جماعت جس طرح محض شعور رکھتي ہے ' اسي طرح سراسر جمود سے بھي لبریز ہوتي ہے - اور یہ کہ اسکا یہ جمود ترقي کے گوناگوں میدانوں میں اُسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروري ہے -

سالہا سال سے علماء اجتماع وہي کہہ رہے ہیں جو گستاؤ لیباں کا نظریہ ہے - لیکن کبھي اُن کے ذہن میں یہ حقیقت نہیں آئي کہ جماعت ' ایک جامد مخلوق ہے - تغییر و تجدید بہت دیر میں قبول کرتي ہے - اِس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز عالم کارل پیرسن کا قول ملا ہے - وہ کہتا ہے :

" ڈارون اور اسپنسر کي تصانیف میں بڑا فرق یہ ہے کہ اسپنسر کي کتابیں باوجود اپني تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگي - برخلاف اس کے ڈارون کي کتابیں باقي رہینگي - کیونکہ اُن میں بے نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود ہے - اِن کتابوں نے انفرادي اور اجتماعي زندگي کے لیے ایسے اصول و مبادي پیش کر دیے ' جنھوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز ہمارے اخلاقي مطمح نظر کو بھي اونچا کرنا اور ہمارے سامنے میدان زیادہ وسیع کرنا شروع کردیا ہے - بلا شبہ اِن اصول و مبادي کا اثر بہت سست رفتار ہے ' لیکن یہ سست رفتاري ہمیں نا امید نہ کرے - سب سے قوي مؤثر ' جو ہمارے اجتماعي بقاء کي عمارت محفوظ رکھتا ہے ' وہ وہي صفت ہے جسے ہم سب سے زیادہ مکروہ رکھتے ہیں - یعني قدامت اور جمود کي صفت - اِسي قدر نہیں بلکہ وہ دھشت ناک مخالفانہ صدائیں جو ہر جدید فکر کے خلاف جماعت کي طرف سے بلند ہوجاتي ہے ' ہماري اجتماعي زندگي کي حفاظت کے لیے قوي ترین مؤثر ہیں - جماعت کا یہ جمود اُس کے جسم کي محافظت کرتا ہے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نہیں دیتا - نیز صالح کو غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا ہے "

عالم مادي اور جماعات انساني کي تکوین میں بہت بڑي مشابہت موجود ہے - دونوں میں ایسے عناصر موجود ہیں جو اُن کے نظام و توازن کي حفاظت کرتے ہیں - چنانچہ جس طرح جوہر فرد (ایٹم) میں دو متضاد کہربائي لہریں : ایجابي اور سلبي جاري ہوتي ہیں ' یا جس طرح تمام مادي دقائق میں جذب و دفع کي دو مخالف قوتیں جمع ہوتي ہیں ' ٹھیک اُسي طرح اجتماع انساني میں تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر ہوتے ہیں - زندگي کے لیے موت لازمي ہوتي ہے اور موت کے لیے بعث (دوبارہ زندگي) ضروري ہوتا ہے - اِس طریقہ پر غور کرنے سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جماعت کي سلبي صفات جنھیں ہم نا پسند کرتے ہیں ' در حقیقت اُس کے بقاء کے لیے ناگزیر ہیں .

اِس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے کوئي نرم مادہ لے لو اور اُس پر دباؤ ڈالو ' تم دیکھوگے کہ دباؤ کے ساتھ ہي اُس کي شکل بدل جائیگي - پھر دوبارہ اُسے ہٹاؤ ' فوراً دوسري شکل اختیار کرلیگا -

اس طرح ہر دباؤ پر وہ ایک نئي صورت میں تبدیل ہوتا جائیگا - پس اگر انساني جماعت کي طبیعت بھي اِسي مادے کي طرح نرم ہوتي ' اور اُس میں جمود و قدامت پرستي کي ٹھوس صفتیں نہ ہوتیں ' تو ظاہر ہے ' کیسي طوائف الملوکي اور انتشار پیدا ہوجاتا ؟ روز روز اُس میں تبدیلیاں ہوتي رہتیں ' اور نظام انساني تہہ و بالا ہوکر رہ جاتا -

تمام عملي فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذہب دیکھو ' کلبي ' اِبي کوري ' رواقي ' مشائي ' وغیرہم کے مذاہب پر نظر ڈالو - اِس کے بعد غور کرو کہ اگر اجتماع انساني کا مزاج نرم مادے کي طرح ہر وقت تبدیلي قبول کرنے کي صلاحیت رکھتا ' تو ان بے شمار اور متضاد مذاہب کي موجودگي میں اُس کا کیا حال ہوجاتا ؟ یقیناً اُس کا سارا نظام علم و فکر زیر و زبر ہوجاتا اور کوي وسطی و اصلح راہ پیدا نہ ہوتي -

یہي حال سیاست ' دین ' زبان اور اُن تمام امور کا ہے جن پر تمدن کے ستون قائم ہیں -

پس اب یہ واضح ہوگیا کہ تقدم و ارتقاء ایک ایجابي قوت ہے ' جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبي قوت یعني جمود کي صفت مدد دیتي اور آگے بڑھاتي ہے - اگر اجتماع انساني ایک مادي دقیقہ ہوتا تو اُسکے جواہر باہم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف نظر آتے - کیونکہ یہ متضاد عمل ' اُس کي ہستي قائم رکھنے کیلیے ضروري ہے - ٹھیک اِسي طرح تقدم و جمود کي متضاد صفتیں بھي اجتماع انساني کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمي ہیں -

بنابریں ہمیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نہیں سمجھنا چاہیے - انکا جمود بھي بقاء و حیات کیلیے اسي طرح ضروري ہے ' جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروري ہے - جامدین ' اجتماع انساني کیلیے ایک سلبي قوت ہیں ' جو جماعت کي رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رہتے ہیں -

(۳)

ہربرٹ اسپنسر نے اپني کتاب " مبادي معاشرت و اجتماع " ما بعد الالیات کے تطور کي بحث سے شروع کي ہے - وہ کہتا ہے تطور کي تین قسمیں ہیں : (۱) تطور غیر عضوي اور اسکا تعلق آسمان و زمین اور سیاروں کي بنا سے ہے - (۲) تطور عضوي اور اسکا تعلق طبیعي ظواہر سے ہے جنھیں ہم طبیعت حیہ اور مختلف درجوں کے نبات و حیوان کي ترکیب میں مشاہدہ کرتے ہیں - پھر وہ مظاہر ذہني (سائیکا لوجي) جو اُن صور حیہ کا خاصہ ہیں جو ترقي کي اُس حد کو پہنچ گئي ہیں جہاں طبیعت تطور نے انھیں اِن مظاہر کا اہل بنا دیا ہے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد العضویات - یہ في الحقیقت حالت اجتماعي کا سن بلوغ اور جماعت کے افراد میں تقسیم عمل ہے -

اگر ہم اِس اصول کي تحلیل کریں اور اپنے موضوع سے تطبیق دیں ' تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ تطور مابعد الالیات ' نشوء کا وہ آخري درجہ ہے جس تک حیواني جماعتوں کي ترقي پہنچي ہے - انسان بھي اِس سب میں حیوان کا شریک ہے بلکہ مابعد الالیات میں اُس زیادہ سے زیادہ ترقي تک پہنچ گیا ہے جہاں تک حیوان سے پہنچنا ممکن ہے - اگر یہي ہے تو پھر انسان کو باقي مخلوق پر کیا امتیاز حاصل ہے ؟ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد العقلیت سے ایک ایسي قوت حاصل کرتا ہے جسکے ذریعہ اپني عقل کو اپنے مجموع کي بھلائي میں لگاتا ہے !

کیا قانون کي نکتہ چيني، قانون کي توھين ھے ؟

تاريخ قوانين مدينہ کا ايک صفحہ

وکٹر ھيگو کي تقرير اپنے لڑکے کي حمايت ميں

(۱)

سنہ ۱۸۵۱ کا واقعہ ھے کہ فرانس ميں ايک مجرم کو قتل کي سزا دي جا رھي تھي - مجرم نے گلوٹين (انقلاب فرانس کے الۂ قتل) پر چڑھنے سے انکار کيا ' شور مچايا ' واويلا کيا ' نوحہ و بکا کيا ' سخت جسماني مزاحمت کي ' مگر اُسکي کوي سعي کارگر نہيں ھوي - عدالت فيصلہ کر چکي تھي - جلادوں نے بے دست و پا کرکے اُسے گلوٹين پر چڑھايا اور قتل کرديا گيا -

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب وکٹر ھيگو کے لڑکے چارلس ھيگو نے يہ منظر اپني آنکھوں سے ديکھا ' تو بے اختيار ھوگيا اور قتل کي سزا کے خلاف اخبار L, Evenement ميں ايک مضمون شائع کيا - حکومت کي نظر سے يہ مضمون گزرا تو کاتب پر قانون کي توھين کا مقدمہ دائر کيا ' کيونکہ اِس مضمون ميں براہ راست قانون کي اِس نوعيت پر حملہ کيا گيا تھا -

اِس واقعہ نے فرانس ميں سخت ھلچل ڈال دي - بيک وقت دو بحثيں پيدا ھوگئيں : سزائے قتل کي اخلاقي حيثيت اور قانون کي " نکتہ چيني " اور قانون کي " توھين " ميں فرق - اِنھي دونوں اھم بحثوں پر وکٹر ھيگو نے ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۱ کو عدالت ميں ايک بہت ھي بليغ اور پر زور تقرير کي - اِس موضوع پر يہ تقرير بے نظير سمجھي جاتي ھے - اِس مين فرانس کے شاعر نے قوت واستدلال اور قوت خطابت دونوں کا بہترين مظاھرہ کيا ھے -

---

فرد اور جماعت کبھي متفق نہيں ھوتے - وہ ھميشہ دو متضاد وجود ھيں - دونوں کي طبيعت ايک دوسرے سے بالکل مختلف ھے - دليل يہ ھے کہ ايک ھي زمانہ ميں رھنے والے افراد کي عظيم تعداد کبھي بھي جماعت کے تطور اور اُسکے مظاھر پر متنبہ نہيں ھوتي اور نہ اس تطور کو بھلائي اور امن کي طرف لانے کي کوشش کرتي ھے - فرد جماعت کے تطور سے خود بھي تطور حاصل کرتا ھے - ليکن اُسکے وقوع کي اُسے ھرگز کوئي خبر نہيں ھوتي - پھر خود جماعت بھي اپنے تطور کا کوئي احساس نہيں کرتي ' يہانتک کہ امتداد زمانہ ' جماعت کے تدريجي تطور کو نمايان کر ديتا ھے اور آئندہ نسليں اُسے محسوس کرتي اور ديکھتي ھيں -

فرد کا جماعت کے شعور کے ماتحت آجانا اُسے اپني مستقل عقليت سے دور کر ديتا ھے - جماعتي شعور کا دھارا اُسے جدھر چاھتا ھے ' بہا ليجاتا ھے : شر کي طرف يا خير کي طرف - جماعتي شعور اور انفرادي عقليت کي جنگ نے پوري انساني تاريخ بنائي ھے - تمام جنگي حوادث ' اجتماعي انقلابات اور مختلف مدنيتوں کے قيام ميں ھميں ھر جگہ يہي حقيقت نمايان نظر آتي ھے - يہي روح ' انسانيت کي گردن پکڑے ھميشہ کھينچتي ھوئي دکھائي ديتي ھے -

اِس تقرير کي قانوني اور ادبي ' دونوں حيثيتيں ايسي ھيں کہ ضروري ھے ' اردو علم ادب اس سے خالي نہ رھے - ھم نے حتي الوسع لفظي ترجمہ کيا ھے -

(وکٹر ھيگو کي تقرير)

" سرکاري وکيل کے ابتدائي الفاظ سننے کے بعد ميں نے يقين کرليا تھا کہ وہ الزام سے دست بردار ھو جائيگا - ليکن ميرا يہ يقين ' محض بے بنياد وھم ثابت ھوا اور بہت جلد دور ھوگيا - سرکاري وکيل نے متعدد کوششيں کيں (جو سب کي سب نا کام رھيں) کہ موضوع کو محدود و محصور کردے - ليکن موضوع کي طبيعت نے اُسے تفصيل پر مجبور کر ديا - نتيجہ يہ ھوا کے تمام پہلو روشني ميں آگئے ' اور وکيل کي خلاف مرضي معاملہ نے اپني پوري اھميت حاصل کرلي - ليکن مجھے اِس نتيجہ پر کوئي شکايت نہيں ھے -

" ميں اب بلا کسي تمہيد کے فوراً الزام کا مقابلہ کرتا ھوں -

" ليکن سب سے پہلے ھميں ايک بنياد پر متفق ھو جانا چاھيے - کيونکہ مشہور مقولہ ھے " موضوع کي عمدہ تعريف ' عمدہ بحث پيدا کرتي ھے " پس ھميں سب سے پہلے يہ طے کر لينا چاھيے کہ " قانون کي حرمت " کے معنى کيا ھيں ؟ يہ اس ليے کہ آج کي بحث کي بنياد يہي مسئلہ ھے -

" نا ممکن ھے اِس جملہ کے معنے يہ ھوں کہ قانون کي حرمت کے بہانے سے قانون پر نکتہ چيني روک دي جائے - اِس جملہ کے معني اس سے زيادہ کچھہ نہيں ھو سکتے کہ قانون کي تنفيذ کا احترام کيا جائے اور بس - يہ جملہ ' نکتہ چيني کي پوري آزادي ديتا ھے ' سخت سے سخت نکتہ چيني کي بھي ' بلکہ مذمت کي بھي - صرف ايک قانون ھي کي نہيں بلکہ خود ملک کے دستور (کانسٹي ٹيوشن) کي بھي جو سب سے اعلى قانون ھوتا ھے -

" يہ جملہ ھميں پوري آزادي ديتا ھے کہ تشريعي قوت (قانون ساز قوت) کو کسي " خطرناک " قانون کي منسوخي پر آمادہ کريں - اِسي قدر نہيں بلکہ يہ ھميں اجازت ديتا ھے کہ قانون کي راہ ميں ھر قسم کي اخلاقي اور معنوي دشواريں حائل کريں - بلا شبہ وہ ھميں مادي دشواريں پيش کرنے کي اجازت نہيں ديتا -

" قانون نافذ ھونے دو ' اگرچہ کتنا ھي خراب ' کتنا ھي ظالمانہ ' کتنا ھي وحشيانہ ھو - اپنے دل و دماغ کے سامنے اُسکي شکايت کرو - مقننہ سے شکوہ کرو - مگر خود قانون کو روکو نہيں - اُسے جاري ھونے دو - بيشک دھل کہو کہ وہ خراب ھے - ظالمانہ ھے - وحشيانہ ھے - ليکن اُسکي راہ روک کر کھڑے نہ ھو -

" ھم نکتہ چيني کرينگے - مذمت کرينگے - مگر بغاوت نہيں کرينگے - يہي وہ حقيقي معنى ھيں ' يہي وہ وحيد معنى ھيں " قانون کے احترام " کے ' اگر يہ نہيں تو اے حضرات ذرا غور تو کيجيے -

" قانون سازي کا مشکل عمل دو قسموں پر منقسم ھوتا ھے : مقننہ اور اخبارات - اگر ميري تشريع قبول نہ کي جائے تو اِسکا نتيجہ اسکے سوا کچھہ نہيں ھو سکتا کہ دوسري قسم معدوم ھو جائيگي - کيونکہ اخبارات کا فرض ھے کہ قوانين پر نکتہ چيني کرکے مقننہ کو قانون سازي ميں مدد ديں ' وہ مدد جس کے بغير کوئي قانون مکمل نہيں ھو سکتا - جب يہ قسم معدوم ھو جائيگي تو قدرتي طور پر پہلي قسم ' يعني مقننہ کا وجود بھي بيکار ھو جائيگا - يعني ھماري پارليمنٹ معطل ھو کر رہ جائيگي اور اُس کے ليے اِس کے سوا کوئي کام باقي نہ رھے گا کہ ھميشہ کے ليے بند ھو جائے -

" میرے خیال میں سرکاری وکیل کی منطق یہ خواہش تو نہ رکھتی ہوگی (قہقہ)

" اِس مسئلہ کے صاف کردینے کے بعد اب میں اصلی موضوع پر متوجہ ہوتا ہوں -

" جج اور جیوری ! اُس ضابطۂ قانون میں ' جسے ہم " قدیم یورپین ضابطۂ قانون " کہہ سکتے ہیں ' ایک ایسا قانون موجود ہے جس کی منسوخی پر گزشتہ سو برس سے تمام فلاسفہ ' مفکرین ' اور حقیقی سیاست داں زور دے رہے ہیں - سب کا بیک زبان مطالبہ رہا ہے کہ " مقدس تعزیرات " سے یہ قانون ہمیشہ کے لیے نکال دیا جائے -

" اِس قانون کے متعلق بکاریا نے کہا تھا " یہ بے دین قانون ہے " فرانکلین کہا کرتا تھا " یہ خوفناک قانون ہے " لیکن ہمیں معلوم ہے اِن دونوں پر کبھی توہین قانون کا مقدمہ نہیں چلایا گیا -

" اِسی قانون کے بارے میں لوئی فلپ نے (جس کا نام میں اُس احترام کے بغیر نہیں لے سکتا جو پیری اور بد نصیبی کے لیے اور ہر اُس شخص کے لیے ضروری ہے جو اِس قانون کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا ہو) کہا تھا " زندگی بھر مین اس سے نفرت کرتا رہا ہوں " اِسی قانون پر مسیو جیزو اور مسیو دی بروگلی نے سختی سے نکتہ چینی کی تھی -

" یہی وہ قانون ہے جسے ہماری پارلیمنٹ نے اب سے بیس برس پہلے تسلیم کیا ہے - یعنی اکتوبر سنہ ۱۸۳۰ ع میں - حالانکہ ٹھیک اِسی زمانہ میں ایک نیم وحشی امریکن پارلیمنٹ نے اِسے ملک کے ضابطۂ قوانین سے خارج کردیا تھا -

" یہی وہ قانون ہے جسے تین سال ہوئے فرنکفورٹ کانگریس نے منسوخ کیا - اور اِسی کو چند سال ہوئے انجمن جمہوریت رومان نے باطل کردیے جانے کا فیصلہ کیا ہے -

" یہی قانون ہے جسے ہماری مقنن مجلس نے سنہ ۱۸۴۸ ع میں بڑے پس و پیش کے بعد منظور کیا تھا - یہی وہ قانون ہے جو اِس وقت جب کہ میں تقریر کر رہا ہوں اُن دو تجویزوں کے رحم پر زندہ ہے جو اُس کے خلاف ہماری مقنن مجلس میں پیش ہیں -

" یہی وہ قانون ہے جسے ٹسکانیا اور روس ' دونوں ٹھکرا چکے ہیں ' اور اب وقت آگیا ہے کہ فرانس بھی اُسے نفرت سے ٹھکرا دے -

" یہی وہ قانون ہے جس کے سامنے سے انسانی ضمیر نفرت و کراہت کے ساتھ بھاگتا ہے -

" وہ قانون کیا ہے ؟

" قتل !

" اور اے حضرات ! یہی وہ قانون ہے جس نے آج یہ مقدمہ پیدا کیا ہے - یہی ہمارا حقیقی دشمن ہے - ممکن ہے سرکاری وکیل کو غصہ آجائے - لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اُس کے پیچھے بھی یہی قانون چھپا کھڑا ہے (قہقہ)

" مجھے اعتراف ہے کہ مسیو لیوں فوشو کی طرح گزشتہ بیس برس سے میں بھی یقین کرتا تھا کہ " اب گلوٹین ' عام میدانوں میں ظاہر نہیں ہوگی - لیکن مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اب گلوٹین ' قانونی نقاب اوڑھتی جاتی ہے - اب اُس کی حیثیت پہلے سے بہتر ہوگئی ہے - اب اُس نے میدان چھوڑ دیا ہے ' جہاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع ہوتی ہے - اب وہ سڑکوں کا ہجوم پسند نہیں کرتی - اب اُس کا تماشہ دل پسند نہیں رہا - اب وہ تماشہ تاریکی میں دکھاتی ہے - " سان جاک " کے قید خانے میں - خالی جگہ میں - لوگوں کی نظروں سے دور - میں اِس پر مطمئن ہوا - میں نے اُسے اپنا منھ چھپاتے دیکھا ' اور اِس شرم و حیا پر مبارک باد دی - لیکن اے حضرات ! یہ میری غلطی تھی - کیوں کہ اُس نے بہت جلد اِس عارضی حیا کا پردہ چاک کرڈالا اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ باہر نکل آئی !

" سان جاک کا قید خانہ یقیناً اِس ملکۂ قتل (یعنی گلوٹین) کے لیے توہین آمیز ہے - لہذا اب ہمیں طیار ہو جانا چاہیے کہ جلد اُسے پھر عام میدانوں میں سورج کے نیچے دیکھینگے - جلادوں کی قطاریں اُس کے سامنے کھڑی ہونگی - مسلح پولیس اور فوج اُس کے اعزاز میں دست بستہ ہوگی - بہت ممکن ہے اُس کا تخت خونیں ' اُسی بلدیہ (کارپوریشن) کے روشن دانوں کے نیچے بچھایا جائے ' جس کی کھڑکیوں میں کھڑے ہوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروری کو اُسے چلا چلا کر گالیاں دی تھیں -

" اب گلوٹین پھر طیاری کر رہی ہے - اُس نے سوچنا شروع کردیا ہے کہ مضطرب ہیئت اجتماعیہ کو اپنے استقرار کے لیے ' پھر تمام پچھلی روایات کی طرف لوٹ جانا چاہیے - چونکہ وہ خود بھی ایک قدیم رسم ہے ' اس لیے اُسے بھی از سر نو آگے بڑھنا چاہیے - وہ تمام مصلحین کے خلاف احتجاج بلند کررہی ہے ' کیونکہ اُنھوں نے انتہائی گستاخی کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ سر کاٹنے کا آلہ اُس مجمع کا نشان نہیں ہوسکتا ' جس کی کتاب ' انجیل ہے !

" وہ اِن مصلحین پر سخت خفا ہے - کیونکہ محسوس کرتی ہے کہ اِن خیالی آدمیوں کے سامنے ' جو نظام اطاعت نہیں جاتے ' وہ بے وقعت ہوتی ہے (قہقہ) وہ چاہتی ہے دنیا بھر اُسکی عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظیم سے جھک جائے - اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خفا ہو جائیگی ' اپنی توہین پر شور مچائیگی ' عدالت میں دعوی کریگی ' اور معارضہ طلب کریگی " (قہقہ)

جج — مقرر کے بیان پر استحسان یا مذمت کا اظہار قطعی طور پر ممنوع ہے - اِس موقعہ پر قہقہ نہایت نا مناسب ہے -

وکٹر ہیگو (تقریر جاری رکھتے ہوے) " یہ ملکۂ معظمہ (گلوٹین) خون کی مالک ہے - لیکن وہ اِسے کافی نہیں سمجھتی - وہ جرمانے اور قیدخانے کی بھی حاکم بننا چاہتی ہے -

" محترم عدالت ! جس دن میرے سامنے وہ پروانہ پیش کیا گیا جو میرے لڑکے کے نام آیا تھا - یعنی اِس مقدمہ کا سمن ' (آج کل ہم کتنے عجائبات دیکھ رہے ہیں اور ہمیں عجائبات دیکھنے کا کس قدر عادی ہونا چاہئے ؟) مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ وہ پروانہ دیکھکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی - میں نے تعجب سے کہا - کیا ؟ ... تو کیا اب ہم اِس حد تک پہنچ گئے ہیں ؟ کیا اب ہم اِس وجہ سے مجرم قرار پائینگے کہ عقل ' ضمیر ' آزادی خیال ' اور قانون طبیعت کے حامی ہیں ؟ کیا اب ہم سے صرف مادی احترام کافی سمجھا نہیں جاتا (جس سے ہمیں کبھی انکار نہیں ہوا ' جو ہم پر واجب ہے ' اور جسے ہم فعلاً پیش بھی کر رہے ہیں) بلکہ اب ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ معنوی احترام بھی اِن سزاؤں کیلیے پیش کریں جو انسانی ضمیر کو پاش پاش کر رہی ہیں - جنھیں دیکھکر ہر عقلمند کا رنگ فق ہو جاتا ہے - جنسے دین نفرت کر رہا ہے ؟ وہ سزائیں جو سنگ دلی سے بھی بڑھ کر ایک برائی ہیں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکی تلافی محال ہے - جو بالکل اندھی ہیں - وہ سزائیں جو انسانی خون سے تر بتر ہیں - جو دین سے بالکل دور ہیں - وہ جب مجرم کے سر پر نازل ہوتی ہیں تو شبہ ہوتا ہے کہ انسانیت اِس عالم میں موجود نہیں ہے - جب بے گناہ پر پڑتی ہیں تو خود خدا کے وجود میں شک پیدا ہو جاتا ہے ...

" لیکن نہیں ! نہیں ! ہرگز نہیں ! ہم ابھی اِس حد تک نہیں پہنچے ہیں ... میں نے کہا مجھے پروانہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی (آپ عنقریب جان لینگے میری حیرت کس درجہ عظیم تھی) کیونکہ میں نے خیال کیا ' اگر اِس " جرم " کا کوئی حقیقی مجرم ہے ' تو وہ میرا بیٹا نہیں ' خود میں ہوں -

" میں اِس وقت عدالت کے سامنے پوری صفائی سے اعلان کرتا ہوں کہ اِس جرم کا حقیقی مجرم میں ہوں ' میں ! کیونکہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں ہی اِن سزاؤں کے خلاف ہر ممکن ذریعہ سے جنگ کر رہا ہوں -

" میں تصریح کرتا ہوں کہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں نے ہر طریقہ سے " انسانی زندگی کی حرمت " بچانے کی کوشش کی ہے - یعنی وہی جرم کرتا رہا ہوں جو اِس وقت میرے لڑکے پر عائد کیا جا رہا ہے - میں نے یہ جرم اپنے لڑکے سے بہت پہلے شروع کیا تھا ' اور اِس سے کہیں زیادہ سخت طریقہ پر اُسکا ارتکاب کرتا رہا ہوں - مہربان سرکاری وکیل ! دیکھو ' میں خود اپنے خلاف گواہی دے رہا ہوں - میں اقبالی مجرم ہوں - حلفیہ اقبال کرتا ہوں - میں نے ہر موقعہ پر یہ جرم کیا ہے - بار بار کیا ہے - اصرار کے ساتھہ کیا ہے - ہمیشہ کرنے کا عزم رکھا ہے - یہ عزم اِس وقت بھی میرے قلب میں موجود - بلکہ اِس وقت بھی میں اِس جرم سے آلودہ ہو رہا ہوں - خود عدالت کے سامنے آلودہ ہو رہا ہوں !

" ہاں ... میں خود اپنی زبان سے بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنے جرم کا اعلان کرتا ہوں - میں اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگی بھر اُن تمام قوانین کی بیخ کنی کرتا رہا ہوں جو وحشیانہ ہیں - میں ہمیشہ اِس بوڑھے قانون کا دشمن رہا ہوں جو کہتا ہے " آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت " معتزم جج اور جیوری ! میں آپکے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ بھی زندگی بھر ایسے تمام قوانین سے جنگ کرتا رہونگا - میں ایک مصنف کی حیثیت سے عمر بھر اپنے قلم سے اُنکی مخالفت کرونگا ' اور ایک مقنن کی حیثیت سے اپنی آواز ہمیشہ اُنکے برخلاف بلند رکھونگا -

" اے حضرات ! میں اعلان کرتا ہوں (یہ کہکر مقرر نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر کے طرف اپنے دونوں ہاتھہ پھیلا دیے جو عدالت کے کمرے میں آویزاں تھی) اِس ذات کے سامنے جو اِسی قانون قتل کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائی گئی ' جسکے سامنے اِس وقت ہم کھڑے ہیں - یہ مقدس تصویر ہمیں اِس وقت دیکھہ رہی ہے - میں اِس مقدس " قربانی " کے سامنے قسم کے ساتھہ یہ اعلان کرتا ہوں - یہ وہ ہستی تھی جسنے انسانیت کی ابدی تعلیم کی خاطر ' اپنے تئیں جلادوں کے حوالہ کر دیا - انسانی قانون نے اُسے سولی پر لٹکایا ' حالانکہ اُسکا وجود خود " قانون الہی " تھا -

" ہاں میں اِسی تصویر کے روبرو بار بار کہتا ہوں کہ میرے لڑکے نے جو کچھہ کیا ' وہ صرف اِس وجہ سے کیا کہ میں نے بچپن ہی سے اُسے اِسکی تلقین کی تھی ... کیونکہ وہ جب سے میرا جسمانی لڑکا ہے ' اُسی وقت سے میرا روحانی فرزند بھی ہے - کیونکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے باپ کی راہ پر چلے - لیکن مجھے کا باپ کے طریقے پر چلنا بھی ایک عظیم جرم ہے - واقعی یہ جرم میرے لیے سخت حیرت انگیز ہے !

" حضرات ! میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ الزام واقعی میرے لیے شدید تعجب کا موجب ہے ..... "

تاریخ و عبر

ہندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

امریکا اور رأس امید کے اکتشافات

واسکو دی گاما نے ایک عرب کے ذریعہ کامیابی حاصل کی

مشہور مصری کاتب و محقق احمد زکی پاشا نے اپنے ایک سلسلۂ مضامین میں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشنی ڈالی ہے ' وہ نہایت اہم اور دلچسپ ہے - انکی بحث خلاصۃً حسب ذیل ہے :

" صلیبی جنگوں نے بہت سی مغربی قوموں کے مقبوضات ' شام میں پیدا کر دیے تھے - ایشیا کے دروازوں پر اِن مقبوضات سے یورپ کو بہت فوائد حاصل ہوئے - تمام مشرق کی مصنوعات حاصل کرنے اور ہندوستان سے تجارت بڑھانے کے بہترین موقع میسر آگئے صلیبیوں نے کبھی کبھی اِتنی قوت بھی پیدا کرلی تھی کہ خود دمشق اور قاہرہ سے خراج وصول کیا کرتے تھے - (۱) انھوں نے کرک پر قبضہ کر کے حجاز کے راستہ پر تسلط حاصل کرلیا تھا - عقبہ اور طور پر بھی قبضہ جمانے کی کوشش میں تھے ' اور قریب تھا کہ پورے بحر احمر پر چھا جائیں - (۲)

لیکن مشرق قریب کے سلاطین ' عین وقت پر بیدار ہوگئے - اُن میں باہم سخت حسد و منافست تھی - تاہم مشترک خطرے کے سامنے متفق ہوگئے ' اور اسدالدین ' نورالدین ' صلاح الدین ' نجم الدین ' ملکۂ شجرۃ الدر ' ملک الظاہر بیبرس ' منصور قلاؤں ' کی یادگار کوششوں نے مصر اور شام کی سر زمینیں یورپین حملہ آوروں سے پاک کردیں -

---

(۱) دیکھو ابن فضل اللہ کی " مسالک الابصار "

(۲) ابن فضل اللہ نے اپنی کتاب " التعریف بالمصطلح الشریف " میں لکھا ہے کہ اہل فرنگ نے کرک میں بحری بیڑے طیار کیے اور اُنھیں لیکر بحر قلزم میں پہنچے تاکہ حجاز پر حملہ آور ہوں اور اپنے دل کا بخار نکالیں - لیکن ایوبی اور مملوکی حکمرانوں نے اُنھیں پسپا کردیا - صلاح الدین ایوبی نے اُنکے بہت سے آدمی گرفتار کرلیے اور قتل نہیں کیے تاکہ جمرۃ العقبہ پر اُسی طرح ذبح کردیے جائیں جس طرح قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - (حاشیہ)

عکا ان توپخانوں کے باوجود بھی شہر عکا صلیبیوں کے قبضہ میں باقی رہا ' اور ان تمام نقصانوں کی تلافی کرتا رہا جو انہیں اپنے مشرقی مقبوضات سے محرومی کی وجہ سے پہنچے تھے - یہ دیکھکر ملک اشرف بن قلاؤں نے چاہا ' یہ مقام بھی ان سے واپس لے لیا جائے - چنانچہ اس نے حملہ کیا اور سنہ ۱۲۹۱ع میں کامیاب ہوگیا -

عکا کے واقعہ کے بعد مشرق کی فتح کے دروازے ایک مرتبہ پھر مغرب پر بند ہوگئے - لیکن وہ نا امید نہ ہوا ' اور روم کے پاپا اور یورپ کے بادشاہ برابر حملہ کی طیاریاں کرتے رہے - چنانچہ چارلس ہشتم شاہ فرانس نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اپنے جنگی بیڑوں کی قوت سے فلسطین اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلے - لیکن تجارتی مفاد نے اس وقت جنگی کارروائیاں کرنے کی اجازت نہیں دی - اور مشرق و مغرب کا تصادم ہوتے ہوتے رک گیا -

عکا کی فتح کے بعد مشرقی تجارت کی باگیں مصر کے ہاتھ آگئی - اب بحر متوسط کی تجارت پیشہ قوموں کیلیے اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسکندریہ ' دمیاط ' اور بیروت کے بازاروں کا طواف کریں - چنانچہ وینس اور جنیوا وغیرہ کے تاجر ان بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کیونکہ مشرق کی مصنوعات اور ہندوستان کی پیداوار حاصل کرنے کا اور کوئی دوسرا راستہ انکے سامنے موجود نہ تھا - اس زمانے میں ہندوستان کے گرم مسالے یورپ میں از حد مقبول تھے اور غذا کا لازمی جزو بن گئے تھے - یہ مسالے بھی مصر ہی کے راستے یورپ کو حاصل ہوتے تھے -

اس تجارتی مرکزیت نے مصر کو دولت و ثروت کا بھی مرکز بنا دیا - بادشاہ اور باشندے مالا مال ہوگئے تھے - تمام یورپ میں قاہرہ " قاہرۂ عظمیٰ " کے نام سے پکارا جاتا تھا !

(راس امید کی دریافت)

تقریباً دو سو برس تک یہی حالت رہی - یہانتک کہ سنہ ۹۲۲ھ (۱۵۱۶ع) میں مصر اپنی آزادی سے محروم ہوگیا - اسکی تجارتی مرکزیت کو شاید اب بھی کوئی نقصان نہ پہنچتا لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ اسی زمانے میں پرتگالیوں نے " راس امید " دریافت کرلی اور اس طرح مصر کی سیاسی اور تجارتی ' دونوں اہمیتیں ختم ہوگئیں -

راس امید ' اتفاقیہ طور پر دریافت نہیں ہوا بلکہ ضرورت نے اسکی طرف رہنمائی کی تھی - یوں کہنا چاہئے کہ ہندوستان کی تجارت اس کا باعث ہوئی - حقیقت یہ ہے کہ قدیم زمانے سے ہندوستان ' دنیا کی سیاست میں زبردست موثر رہا ہے - اسکی فتح کے لیے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا ہوئے اور بے شمار ملکوں کی آزادیاں پامال ہوئیں - یہی نہیں بلکہ نئی دنیا یعنی امریکا کا اکتشاف بھی اسی ہندوستان کی طمع و شوق میں ہوا -

عکا سے محروم ہوجانے کے بعد یورپ نے دیکھا کہ مشرق اور ہندوستان کی تجارت کیلیے اب وہ یک قلم مصر کے رحم پر ہے ' اور بلا وجہ مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا ہے - چنانچہ عقلاء یورپ نے غور کرنا شروع کیا کہ ہندوستان تک پہنچنے کی کوئی ایسی راہ نکلے جسمیں مصر کا توسط نہ ہو - اس مشکل کے دو حل انکے سامنے آئے : ایک یہ کہ بحر اٹلانٹک میں مغرب کی طرف سیدھے چلے جائیں ' یہانتک کہ ہندوستان کے ساحل پر پہنچ جائیں - دوسرے یہ کہ افریقا کا چکر لگا کر ہندوستان پہنچیں -

یہ دونوں نظریے ' پہلے جنیوا میں پھر لشبونہ (پرتگال) میں مشہور ہوئے - لشبونہ سے یہ خیال اسپین پہنچا اور یہ دونوں ملک اس پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کی مہم)

پہلا نظریہ یعنی بحر اٹلانٹک میں غرباً سفر ' سب سے پہلے جنیوا کے ایک باشندے کولمبس نے پیش کیا - میں کہتا ہوں " سب سے پہلے " حالانکہ اس سے میری مراد " اہل یورپ میں سب سے پہلے " ہے - کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کولمبس سے بہت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اس پر غور کرچکے تھے - صرف غور ہی نہیں بلکہ اسے عمل میں بھی لا چکے تھے ' اگرچہ کامیاب نہ ہوسکے -

میرا فرض ہے کہ یہ تاریخی حقیقت ' جس پر انسان اور زمانے کی ناانصافیوں نے پردے ڈال رکھے ہیں ' روشنی میں لے آؤں -

علماء یورپ ہمیں بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کولمبس کو خیال پیدا ہوا کہ بحر اٹلانٹک میں غرباً چلنے سے ہندوستان تک پہنچ سکتے ہیں - چنانچہ یہ خیال لے کر وہ لشبونہ گیا اور جان ثانی شاہ پرتگال کے سامنے پیش کیا - لیکن یہ بادشاہ بدنصیب تھا اس نے کولمبس کی بات نہ مانی بلکہ اسے مجنوں قرار دیا - کولمبس خفا ہوکر اسپین چلا گیا اور فرڈیننڈ اور ملکۂ ایزابلا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کیا - نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نئی دنیا تک پہنچ گیا جس کا نام اس وقت لوگوں نے " مغربی ہند " (Indes Occiden Tales) (۱) رکھا تھا کیونکہ کولمبس کا ارادہ ' ہندوستان پہنچنے کا تھا - اسی کی تلاش میں امریکہ نکل آیا - اسی لیے اسے ہندوستان ہی سے تعبیر کیا گیا -

لیکن جب کہ کولمبس ' لشبونہ میں یہ خیال لیے ہوئے بحر اٹلانٹک کی متلاطم موجوں پر امید کی نظریں ڈال رہا تھا ' تو کیا اس کے دل میں یہ خیال بھی گزرا تھا کہ اسی لشبونہ میں کبھی ہوکر عرب ٹھیک اسی مقصد بلکہ اس سے بھی بڑے مقصد سے سمندر پر نظریں ڈال چکے ہیں ؟

کیا کولمبس کو یہ خبر پہنچی تھی کہ اسی لشبونہ کے مسلمانوں نے اس سے بہت پہلے ارادہ کیا تھا کہ بحر ظلمات میں تحقیقات کے لیے در آئیں ؟

کولمبس کو شاید معلوم نہ ہوا ہو ' لیکن یہ واقعہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے - لشبونہ کے ان مسلمانوں میں سے جو " مغروریں " کے لقب سے مشہور ہیں ' آٹھ عم زاد بھائیوں نے کمر ہمت چست کی - جہاز طیار کیے - کئی مہینے کا کھانا پانی جمع کیا ' اور اس ہوا کے آغاز پر جو انہیں مغرب کے کناروں تک لیجا سکتی تھی ' بحر ظلمات میں روانہ ہوگئے - ان کے سفر کا حال شریف ادریسی نے اپنی کتاب " نزھۃ المشتاق فی اختراق الآفاق " میں لکھا ہے - اہل لشبونہ اپنے ان " مجنونوں " کو بھولے نہیں بلکہ ان کی یادگار باقی رکھنے کے لیے اپنے شہر کے ایک محلہ کا نام " درب المغروریں " رکھدیا -

---

(۱) گیارھویں صدی ہجری کے عرب مصنفوں کی کتابوں میں بھی امریکا کا نام (الھند المغربیۃ) لکھا ہے - دیکھو مقدمہ " کتاب الدر و المنائح للمجاھدین بالبارود و المدافع " جو مصر کے سلطانی کتب خانے میں محفوظ ہے -

کولمبس کو بیشک یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ امریکا تک پہنچ گیا - لیکن کس طرح پہنچا ؟ کیا اُس کے وہم میں بھی یہ بات موجود تھی کہ بحر ظلمات کے دامنوں میں ایک اور دنیا بھی چھپی ہوئی ہے ؟ اِس کا کوئی ثبوت موجود نہیں - وہ تو ہندوستان کے ارادے سے نکلا تھا اور محض اتفاق سے امریکا پہنچ گیا - لیکن لشبونہ کے مسلمان تو اِسی دنیا کی تحقیق کے لیے نکلے تھے - اُنھیں ہندوستان کی فکر نہ تھی - نہ تجارت و دولت کی طمع تھی - اُن کے سامنے صرف جغرافیائی تحقیقات تھی - ظاہر ہے کہ کولمبس اور اُن کے نقطۂ نظر میں کتنا اختلاف تھا اور دونوں میں کون زیادہ تحسین علم کا مستحق ہے ؟

یہی نہیں بلکہ کولمبس سے ڈیڑھ سو برس پہلے ہی مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تھا - ملک الناصر محمد بن قلاؤوں کے عہد میں ایک عالم ' قاہرہ میں موجود تھے - اِن کا نام ابو الثناء محمود بن ابی القاسم الاصفہانی تھا - ابن فضل اللہ العمری اپنی کتاب " مسالک الابصار فی ممالک الامصار " (جلد ۱ صفحہ ۳۱) میں اِن کا یہ قول لکھتے ہیں :

" میں اِسے بعید نہیں سمجھتا کہ زمین کے اِس رخ پر پانی کے ہٹ جانے کی وجہ سے جو خشکی نمودار ہوگئی ہے ' ویسی ہی خشکی زمین کے دوسرے رخ پر بھی موجود ہو - چونکہ یہ مستبعد نہیں ہے ' اِس لیے یہ بھی مستبعد نہیں کہ اُس طرف کی خشکی پر بھی ویسے ہی حیوان و نباتات موجود ہوں ' جیسے ہماری اِس زمین میں موجود ہیں ' یا وہ کسی اور جنس و نوع کے ہوں "

(واسکو ڈی گاما اور راس امید)

ہندوستان تک پہنچنے کے پہلے نظریہ نے امریکا کو ظاہر کیا - اب دوسرا نظریہ ہمارے سامنے آتا ہے - اِس سے مقصود یہ تھا کہ بحر اٹلانٹک میں افریقہ کے گرد گھوم کر ہندوستان کی راہ نکالی جائے -

یہ خیال سب سے پہلے جنیوا میں رہنے والے دو بھائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویڈینو Vadino کو ہوا - وہ اس مہم پر روانہ بھی ہوگئے مگر کامیاب نہ ہوے اور غرق ہوگئے -

لیکن یہ خیال برابر زندہ رہا اور ہمتیں بڑھاتا رہا - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑی تجارتی بیداری موجود تھی - پرتگالی ' ہمت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تھے - پرتگال کی نازک اندام عورتوں کا بھی اِس حرکت میں بڑا حصہ تھا - اُنھوں نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ اُنھی لوگوں سے شادی کرینگی جو افریقا کے ساحلوں پر اپنی شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجہ یہ ہوا کہ پرتگالی نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بہت سی بندرگاہوں کے مالک بن گئے - اِن مہموں میں عربوں اور یہودیوں نے اُنکی بڑی مدد کی - یہ لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے - اِنھوں نے پرتگالی بادشاہوں خصوصاً شاہ ہنری کو (جو ملاح کے لقب سے مشہور تھا) اپنی قیمتی معلومات سے آگاہ کیا ' اور اِس طرح افریقا کی تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رہنما بنے - یہی عرب اور یہودی تھے جنھوں نے پرتگال کو گینیا کی سونے کی کانوں سے آگاہ کیا تھا - غرضکہ سنہ ۱۴۱۳ سے سنہ ۱۴۸۶ تک پرتگالی اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پھیلاتے رہے ' یہانتک کہ سنہ ۱۴۸۶ میں پرتگالی امیر البحر جنوبی افریقا کے آخری نقطہ تک پہنچ گیا - یہی وہ مقام ہے جس کا ذکر قطب الدین نہروالی نے اپنی کتاب " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " میں اِس طرح کیا ہے " یہ جگہ ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع ہے - اِس کے ایک جانب پہاڑ ہے اور دوسری جانب بحر ظلمات ہے - یہاں سمندر سخت طوفانی حالت میں رہتا ہے - کشتیاں ٹک نہیں سکتیں - ٹوٹ جاتی ہیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام " راس طوفان " رکھا تھا - لیکن جان ثانی شاہ پرتگال نے اس کا نام " راس امید " رکھدیا - کیونکہ اِس کی دریافت نے براہ راست ہندوستان تک پہنچنے کی امید پیدا کردی تھی -

لیکن یہ امید جان کی زندگی میں پوری نہیں ہوئی - اس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثانی تخت نشین ہوا - اِسنے واسکو ڈی گاما کو سنہ ۱۴۹۷ میں اِس مہم پر روانہ کیا تا کہ ہندوستان کی راہ دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفرہ میں پہنچا - پھر ممباسہ آیا ' پھر ملندہ میں وارد ہوا - یہیں اِسکی ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا کہ " برق یمانی " میں مذکور ہے) " ایک بحری آدمی سے ہوئی - اسکا نام احمد بن ماجد تھا - اِسی نے نشہ کی حالت میں واسکو ڈی گاما کو ہندوستان کا سیدھا راستہ بتا دیا - اور اس کے بعد بحر ہند میں پرتگالیوں کی کثرت ہوگئی " لیکن خود پرتگالی مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئی ذکر نہیں کرتے - البتہ ایک ایسے آدمی کا وجود ضرور تسلیم کرتے ہیں جو واسکو ڈی گاما کا شریک سفر ہوگیا تھا - اور اُسکا نام وہ " معلم کنہ " Malem Cana بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان پہنچ کر گجرات میں فوت ہوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکھا ہے -

بعض پرتگالی مورخ کسی ایسے شخص کا وجود تسلیم نہیں کرتے - اُنکا بیان ہے کہ سلطان ملندہ نے واسکو کے ساتھ اپنے ملک سے دو آدمی کر دیے تھے جو بحر ہند سے بخوبی واقف تھے -

بہر حال یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ راس امید کی دریافت میں عربوں کا بھی حصہ ہے اور راس امید سے ہندوستان تک پہنچنے میں تو سراسر عربوں ہی نے رہنمائی کی تھی -

---

مختارات

(اخبار نویسی)

سلطان عبدالحمید نے معزول ہونے کے بعد کہا " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک ہی پاگل خانہ میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں ہر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز ہونا چاہیے " (روزولٹ - امریکا)

" اخبار نویس کی صورت دیکھکر شیطانوں کا باوا ' ابلیس ' بھی کانپ جاتا ہے " (ولیم سٹید)

" کیتھے مورزوں میں سے اخبار نویس بھی ہے " (ملکۂ اسپین)

" اے قلم تو نہایت خوبصورت ہے لیکن میری سلطنت میں تو شیطان سے بھی بدتر ثابت ہوا ہے " (آخری زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاہ " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کہا " تمھیں نے مجھے برباد کیا ہے "

جمہوریہ وینزوزلا (امریکا) کے صدر " کاسٹرو " کا قول ہے " اگر جہنم کا پھاٹک بھی میں کھلا دیکھوں تو آنا نہ چاہتا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا ہوں "

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے، الہلال)

"جوف" سے "حائل" تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے راستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں پر چڑھتے تھے۔ کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند پگڈنڈیوں پر چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگ مگا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔

اس سفر میں پہلے ۶ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں "جبہ" نام ایک آبادی ملی۔ یہاں کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُنھیں پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ "لہذا" اُنھوں نے کہا "ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان بناتے"

نویں دن ہم "قنا" میں پہونچ گئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔ حتیٰ کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور تھے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں "ام جلبان" ہے اور اس کی آبادی صرف ۴ گھر ہیں۔ مکانوں کے گرد خرمے کے چند درخت ہیں۔ یہاں کے باشندے حرف قاف کا تلفظ "گاف" کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن "حائل" ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے عم زاد بھائی امیر عبدالعزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔

ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی وسیع ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے ۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریباً ۱۵ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا یہی چاول ہے۔ قسم قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بدمزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں سن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ، جسے یہ لوگ "شوشی" کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود حاکم، امیر عبدالعزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دارالحکومت میں مدعو کیا اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دہوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قید خانہ دیکھنے گیا۔ مجھے یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قید خانے میں پہنچکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دہرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا "قیدی کہاں ہیں؟" سپاہیوں نے جواب دیا "جب مجرم ہی نہیں ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!" اسوقت مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی احکام شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجدیوں سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہے۔ حائل جیسی وسیع آبادی کے قید خانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا، یقیناً اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں "فیشی" کے معدنی چشمے کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا نمک پگھلا دیتا ہے۔ گردے کے جملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کر دیتا ہے۔ اس چشمے کا نام "ماء السماح" ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں اور سب شیریں اور عمدہ ہیں۔ آب و ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے خوب توانا تندرست ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔ یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی۔ پھر کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیر نگیں آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، دراصل قبیلۂ "شمر" کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ صحرا میں بود و باش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری بن گیا، اور حائل میں آباد ہو گیا۔

حائل میں "اخوان" بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں "حبان" کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت و قوت حاصل ہے۔ حائل، احساء، اور حجاز کی فتوحات انہی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور پامردی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر ان کا نام رعب و ہیبت طاری کر دیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔ دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج ان میں سے ہر شخص شریعت کے تمام عملی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر شروع کر دیا۔ اب منزل مقصود، بریدہ تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی "عدوہ" کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور دور تک سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد نظر فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہر چند تلاش ہوئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا گیا تو اُسنے کہا "میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی میں اُسے لا سکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا جاؤں" اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی زیادہ یقین ہو گیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: کہفہ، جوارہ، وتال، اور شقرہ۔

آخر الذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے وہ حکومت کو محصول ادا کئے بغیر نمک نکالتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن سبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُسنے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ: ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پُرمغز اور شیریں ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن، دولت مند، چست و چالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر، بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کردئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہوگئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ حضر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہوگیا ہے حتیٰ کہ میں نے اُنھیں حنفیہ تباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تباکو کا نام نجد میں "تیتن" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کرکے ہم نے ریاض، کا قصد کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق عادی اور طریق مستوی۔ آخر الذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح نجانہ کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آرہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "ابوشیجر" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ الّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہوگئی۔ ٹڈی سے پناہ مانگتی ہو۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کرکے رکھ لیتے ہیں اور دُور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ سفر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: شجرہ، برہ، دوعیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی دعوۃ وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد، حجاز فتح کرکے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہوگئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کروادیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی* مجلس میں بے تکلف جا سکتا ہوں۔ نیز اپنے افسروں کو حکم دیا کہ میری ہر طرح مدد کریں۔

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جو ان دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "ضدات پنجاب" میں لکھتا ہے۔ "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کرکے اپنے کمان افسر کو قتل کیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دئے گئے"!

۱۳ مئی کو ۳۸۰ ہندوستانی سپاہیوں سے احتیاطاً اسلحے لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک ان پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ اس اثنار میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے سالار کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کردیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کردیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ ان میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولہ باری سے مارے گئے تھے۔ باقی زندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے اُن کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں ان سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ان میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو انھوں نے قتل کردیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کرکے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کرکے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کرلئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں بند کیا گیا۔ دوسرے روز سکھ لڑکے نے آئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے اُنھیں رخصت دے دی گئی تاکہ امرتسر جاکر عید الضحیٰ منائیں۔ عید الضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک نالہ مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری ان کو گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بوڑھا آدمی بے ہوش ہوگیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۳۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر ہیں۔ چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرمی اور سانس بند ہونے کی وجہ سے توڑ تڑپ کر مرچکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس حادثہ کا تاثر ضمیر انسانی کو ہمیشہ عائد ہوتی ہے۔ جسنے سن تہاسکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اسمیں شک نہیں۔ کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی ادھر اُدھر منڈلا رہے ہیں اُنھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔" لارنس ۲ راگست ۵۷ء لاہور"

لارنس کے بعد منٹگمری[1] پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعہ کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ و حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ تمھارے واسطے

* یہ بلیک ہول کیا تھا؟ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی جس میں ۱۸ جون ۱۷۵۶ء کو نواب سراج الدولہ نے ۱۴۶ انگریز قیدیوں کو بند کیا تھا۔ ان میں سے ۱۲۳ دم گھٹنے سے مر گئے تھے۔ صرف ۲۳ زندہ بچے تھے۔ (الہلال)

[1] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سر جان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

عنوان شرف ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں بھی کچھ گڑبڑ ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہے، کہ وہ بھی منحرف ہو جائیں۔ تاکہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس مذہب کی ضرب المثل نرم مزاجی اور حلم و بخشش کا سخت مداح تھا، لیکن اُسنے بھی ایسے ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہاڈسن کو ایک چٹھی لکھی یہ وہ شخص تھا۔ جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا تھا۔ انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسنے ہاڈسن کے اس فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہے:

"میرے پیارے ہاڈسن۔

میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے بھی قتل کرو گے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ مقتل پر جانے کے قابل نہ تھا۔ منٹگمری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو مفصلہ ذیل خط لکھا ہے "مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود اپنی زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا، ۲۶ پلٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ پھر رہے ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کر کے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد میں قتل کر چکے ہو، اب ہمیں اپنی فوجوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں"

ایک کے بدلے ۵۰۰

اس مجروح قیدی اور ۴۱ آدمیوں کو لاہور بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ بے دریغ قتل کر دئے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہے کہ کمان افسر کے قتل کے بعد دو دن کے اندر، اس کے بدلے ۵۰۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہے۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کر کے پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہے۔ جہاں سیکڑوں ہندوستانی قتل کر کے پھینک دئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "ایک افسر نے جو رینا ڈ کی فوج کے ساتھ مقرر تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا تھا، دو دن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی۔ مقتولین میں وہ لوگ تھے جو پلٹن کو اُس کی راہ میں مل جاتے تھے ۱۲۔ آدمیوں کو محض اسوجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب پلٹن کوچ کر رہی تھی تو ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! جو گاؤں راہ میں آتا تھا، جلا دیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ افسوسناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ اگر ہندوستانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ہم لوگ شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے کی کوشش کی اور رینا ڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات خالی کر کے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد و نوش کا سامان ملنے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی دیہات بالکل ویران ہو جاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ اُنھیں علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی اُنھیں پھانسی ضرور دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہے "انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ انکے ملازم بھی جو عام طور پر غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے رحمی سے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ پھر بھی انکی وفاداری اور نمک حلالی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیس جو ہماری نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے سسک رہے تھے مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دہلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے، لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے مہلک ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ وہ علانیہ طور پر کہتے تھے "تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کر دیا جائے" یہ وہ ملازم تھے۔ جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ولسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہے کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہے:

"مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کر رہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلا تمیز قتل کر رہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط و کتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں درج ہے کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی اُنہی میں جلا دیا جاتا تھا۔ انگریز تحریر طور پر کہا کرتے تھے "ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا"!

واقعات قبل از حادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ اُنھیں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتا دو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ در گروہ گرفتار کر کے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کر دئے جاتے تھے!

دہلی ۱۴ ستمبر ۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کولپینڈ بیان کرتی ہے کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے چار پانچسو آدمی بے دریغ کر ڈالے۔ گورے سپاہی ان خوفناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انہی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مٹکاف صاحب کے حوالے کر دوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا۔ مٹکاف سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ "جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہے، وہ اسے قتل کر دیتا ہے"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کر دیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دئے جاتے تھے۔ انگریز افسر بڑی متانت سے پاس بیٹھ کر یہ مناظر دیکھا کرتے۔!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپوٹ لکھی تھی۔ ذیل میں اُس کا اقتباس دیا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں لوگ بلا امتیاز پھانسی دئے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلائے گئے۔ ان خوفناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہو گئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑ گیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشت کاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں ہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہے"

مجنڈی لکھتا ہے "گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دئے گئے۔ اُسوقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی کہ آیا قیدی سپاہی ہے یا اودھ کا کسان ہے؟ صرف اتنی بات کہ کہ حمڑا سیاہ ہو۔

مارٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ [illegible] کا مضمون یہ ہے۔ "جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی سیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۴۰۔ ۴۰۔ [illegible] ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے [illegible] کامل امید تھی کہ اُنھیں معاف کر دیا جائے گا، لیکن وہ [illegible] ہوئے"

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور [illegible] کی وجہ سے کانپتے تھے، گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے"

یہی مصنف بیان کرتا ہے کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہو گئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے"

مسٹر مارٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۵۷ء کو لکھتا ہے "کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۱۴ مقتول عورتیں دیکھیں جن کے گلے انکے شوہروں نے کاٹ ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی تھیں۔ ہم نے ایک آدمی

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اُسنے کہا انکے خاوند دشمن اسواسطے قتل کردیا ہے کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کردیا تھا۔ اس شہر نے نادرشاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جبدن دہلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑے ہے تھے، شہر سے نکلکر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے، یہ واقعات قطعاً نظر انداز کردیئے ہیں۔ اسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب نوح کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی تاریخ نادر شاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہے۔ حالانکہ نادرشاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا نادرشاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے۔ اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ ان سے ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کہ صورت حال کیا تھی۔

سر جارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہے۔ "یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، انھیں قتل کرنے سے انکار کردیا تھا، یہ ظالمانہ فعل انکے ۵۰ ہمعاش ہمراہیوں میں سے ایک کنجرے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہے کہ مسز جیمیریا سز جینگز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہان فانی سے کوچ کرگئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہے، تو ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہئے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل وسلب کی شہرت سُنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہورہا تھا"

ان دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کر رکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر انھیں قتل کردیا، سر جارج کیمپل ان تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں،

(مترجمہ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)



مراسلہ

ایک جواب طلب مراسلہ

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہے جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ ۱۹۱۳ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط وکتابت کی تھی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق وحقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے تھا چونکہ خط وکتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پاسکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھہریں۔ وہ آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہوچکی ہے، اور آزادی فکر کے ساتھ سائل کے مطالعہ کی استعداد لکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا دوہتائی اضطراب دُور ہوچکا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں کنونشن کانگریس کے موقعہ پر پھر کلکتہ آئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہے۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں درج کیا جاتا۔ میں حسب معمول اسکا جواب اُنھیں بھیج دیتا، لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تاثرات کا پتہ چلتا ہے، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہوگیا کہ یہ خط الہلال میں درج کردیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کردیا جاتا ہے، لیکن جواب آئندہ ہفتہ تک لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کرلینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مُہلت نہیں ہے۔ (ابوالکلام)

میں نے اِدھر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کرچکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک جھٹکارا نہ ہوسکا اور شاید کچھ دنوں اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں اب بھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اُٹھا رکھتا، لیکن اس طرح ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کردی ہے اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا اس لئے مجبوراً یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب، یا اسے چھیڑ کر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کردیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کردیں۔

جناب پر ایک مدت سے میرے دل کا حال پوری طرح روشن ہے۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہوکر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتاً فوقتاً جو مدد ملی ہے، اس کے لئے مدۃ العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹادیئے، اور میرے دل کو جو پریشان مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہوگیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصاً مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کردی وہ ایسی ہے کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق پرستی سے بالکل محروم نہ ہوگیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

.....

آپ کو معلوم ہے کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کررہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے گا۔ ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈی جاتی ہے، تو صرف یہی نہیں کہ نہیں ملتی بلکہ برخلاف اس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند داغ شک وشبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا گیا اور جو جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور مولانا

صاحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمائیں، میری بے ادبی شمار فرمائی جائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوئے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہو گئے ہونگے اُس کا آپ اندازہ فرمالیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہے اور اس کے احکام کا یہی حال ہے تو پھر وہ تعلیمات شبہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہے، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہے کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بنیاد بات پر اکٹھے ہو جائیں اور اس زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا رد نہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اُس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہو گیا۔ دُنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دُنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہے، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہے لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہے لیکن میں نے کہا اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو جاسکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو جوابیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ کچھ عجب طرح کی مذہبی مینٹلٹی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور مولنا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہے، فتویٰ جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بُرائی کی بات نہیں ہے کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زباں دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اسپر فخر ہے تو یہ ایسا فخر نہیں ہے جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دُنیا میں طاقت ملی ہے اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہے اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہے۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہئے تھا کہ اُسنے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہے، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہے۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہے اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہے۔ اُس نے ہر گوشہ کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہے۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے دو ٹکڑے کر دئے جائیں۔

آپ یقین فرمائیے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولنا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کر لیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندوستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر بانی اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندوؤں، پارسیوں، بدھسٹوں، کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہئے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہے، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ درتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہے، انھوں نے بتلایا ہے کہ کتاب سارم مسلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہے۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہرحال جمعیت العلما کے فتوے اور مولنا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہے۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہوا سے بازاری گالیاں دی جائیں۔ اور ملعون، کتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جائیں جیسے مولنا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لے لیا جاسکتا ہے جو اُس نے بانی اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہے؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش و خروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہے حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے آئے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندوؤں نے اس طرح شور مچایا ہے نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو مینٹلٹی ثابت ہوتی ہے وہ قابل تحسین نہیں ہے۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ہندوؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھی جو اس وجہ سے کہ ان میں ہندوؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہے جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہے۔ یہ کتابیں بیس بیس تیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی ہندوؤں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کر دئے جائیں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوا دوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہے۔ جو مولوی عبدالحق صاحب نے لکھی ہے جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اسمیں ایک نظم ہے جس کا ٹیپ یہ ہے،

کہو یہ کون دھرم ہے؟

اس میں ہندوؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہے کہ کوئی مہذب آدمی اسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہے کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہے تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور و غل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کر دیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہئے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہے کہ اسوقت ملک کی جو عام حالت ہو رہی ہے اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش و خروش کا جو حال ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کر سکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دور کر دیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں صاف صاف معلوم ہو جائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کرتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سُنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ درتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟ (دیکھو صفحہ کالم اول)

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہِ مصر کا سفر انگلستان - ترکی قرضے کا تصفیہ - ٹرکی اور ایران - ترکی پائے تخت

شاہِ مصر کا سفرِ انگلستان

ترکی اخبارات، شاہِ مصر کے سفرِ انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام مشرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہارِ خیال کرتا ہے:

"شاہِ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا کین نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہِ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلہ مصر، جو ۷۵ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہئے، وہ آئندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا، اس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اس مقصد کے لئے اُسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اُس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر ہلاہل کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر اکالا لام ہے۔ بہت سی قوموں نے اُسے ہضم کرنا چاہا، مگر جینے بھی اُسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہِ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر اپنی آزادی پر مُصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تلا ہوا ہے"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اُس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دئے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اُس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔ یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اُس کی آمدنی یہ بارِ گراں اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدۂ سیورے کے بعد معاہدۂ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی ردوقدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ٹرکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذ کے سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ٹرکی کا تمام قدیم قرضہ اُن تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ٹرکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ٹرکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۶۹۲، ۸۴، ۶۱، ۱۷ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رُو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ٹرکی	۴۹۵، ۹۷، ۴۵، ۸	لیرہ
یونان	۷۵۳، ۵۴، ۱۰، ۱	"
شام	۴۵۹، ۸۸، ۸، ۱	"
سربیہ	۵۷۹، ۳۵، ۵۴	"
عراق	۷۸۹، ۷۱، ۲۰، ۵	"
فلسطین	۴۲۹، ۸۴، ۳۲	"
بلغاریہ	۳۵۴، ۷۶، ۱۷	"
البانیہ	۲۳۳، ۳۳، ۱۶	"
حجاز	۵۱۸، ۹۹، ۴	"
یمن	۱۰۴، ۸۲، ۱۱	"
شرق اردن	۶۱۰، ۴۳، ۷	"
اٹلی	۲۰۰، ۴۳، ۲	"
نجد	۱۵۰، ۲۹، ۱	لیرہ
عسیر	۱۳۸، ۲۶	"
موصل	۳۵۳، ۰۰، ۱۵	"
معان	۲۸، ۷۲۸، ۱	"

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں: سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ٹرکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ٹرکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آگئے، جنھوں نے طرفین میں سوءِ ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحد کی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اسنے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پا کر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دن سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اُس سے فائدہ اُٹھا کر اسنے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اُسنے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پُر امن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اُس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اُسنے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم طرز زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریبی آبادیوں میں غارت گری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ٹرکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ اُنھیں کون ہتیار تقسیم کرتا ہے؟ اُنکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمربستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے

"سرحد کے ترک افسر ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی رنگین خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ترکی، بڑھیا ترکی ہی کی لڑکی ہے۔ بڑھیا ترکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ترکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آ رہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے"

اسی لب و لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں وقیع اخبار موجود نہیں ہیں۔ اُن کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ ضرور اجنبی انگلیاں ان اخبارات

بقیہ مضمون صـ۱۷

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اُسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپنے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے .....

کو ٹرکی کے خلاف اُکسا رہی ہیں۔ یہ اخبار، اجنبیوں کے پُروہ میں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی تکرار ہے۔ لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں۔ بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں۔ چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد عام زندی خاں نے اخبارات کو حسبِ ذیل بیان دیا ہے:

"اخبار آزادیں، جو چاہیں لکھیں۔ ایرانی اخبارات کی طرح ترکی اخبار بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لبِ لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہے"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہے۔ اُس نے کہا

"دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دوامی ہے۔ دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمربستہ ہیں۔ کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کر سکتا"

اُمید کی جاتی ہے، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہو جائے گی۔

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ پاشا کے سفر آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہو جائے گا۔ مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے۔ اُس نے لکھا ہے:

"جب ہم نے ارادہ کیا کہ ٹرکی کی از سرِ نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہیے۔ ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا۔ وہ ضرورت اب تک موجود ہے۔ جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں، اُسوقت تک انگورہ ہی کو پایۂ تخت رہنا چاہیے لہٰذا اس کی تبدیلی کا سوال، اسوقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا"

مکتوبِ شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

اِدھر دو تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا۔ کیونکہ حالات میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہرِ سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی۔ ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں۔ اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہے۔ اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصہ ضرور قبول کرے گی۔ خصوصاً اب جبکہ دروزی مجاہدین نے ہتیار ڈال دیئے ہیں، حکومت بھی نرم ہو جائے گی اور باشندوں کی ضرور اشک شوئی کرے گی۔

لیکن اِن فریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آ ہی گیا جب اُنھیں حقیقت عُریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا۔ مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں مکر و ریا کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ دروزی جہاد ختم ہو جانے سے حکومت کی ہمت بلند ہو گئی۔ اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست جو وہ شام کے بارے میں طے کر چکی ہے، ظاہر کر دی۔ ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے۔ اور وہ حسبِ ذیل ہے:

"ہائی کمشنر کو اپنے قیامِ پیرس کے دوران میں بارہا موقعہ ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملات خارجہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورتِ حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کر دیں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں۔

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بار بار تبادلۂ خیال کیا۔ حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کر دیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بنیادیں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رُو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جس پر چل کر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے"، اور یہ آمادگی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا۔ اس لئے فرانس مجلسِ اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا۔ یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدت دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرق قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صفِ اول میں پہونچا دیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہے، ان جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہے۔

ان جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہے۔ حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہے اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہے کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کر دی ہے، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں۔

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانون اساسی۔

یہ سیاست، جسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کر چکے ہیں اور جسے حکومت فرانس اور مجلسِ اقوام نے منظور کر لیا ہے، ضرور ہے کہ ملک کے قانون اساسی میں قائم رکھی جائے۔ ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے۔

لیکن یاد رہے کہ قانون اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں۔ انہی حکومتوں کو حق ہے کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے لئے باہم معاہدے طے کریں۔ حکمبردار سلطنت، انہیں ہر ممکن مدد دے گی اور انکے امین حکم کی حیثیت سے کام کرے گی۔

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس مقصد کے لئے بھی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی۔

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہو گیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہے جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہے۔

ملک کی ترقی کے لئے امن و امان کی موجودگی ضروری ہے۔ بدامنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ اُلٹے نقصان یقینی ہے۔"

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہے؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھے گا۔

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہے کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بے چارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔ نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے۔

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہو چکی ہے، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہے۔ فرانس ابھی اس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ جبل دروز کی علیحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا۔

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ جن دروز سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جا رہا ہے، وہ ملک میں نہایت ہر دلعزیز تھے۔ مثلاً عبدالغفار باشا اطرش، امیر حسن، نجم باشا طبی، شیخ محمد البحری، حمزہ درویش وغیرہم۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اسے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے۔ بلکہ انکے خونیں جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدتِ سیاسی قائم ہو۔

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہو گئی۔ عام رائے نے معلوم کر لیا کہ یہ چیز بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پچھلے ہفتے ہائی کمشنر، دمشق آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا نفس ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا۔ یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا۔ اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کر دیا۔

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کر دیا ہے

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہو رہی ہے۔ داماد احمد نامی بک، دمشق کی حالیہ حکومت کا صدر ہے۔ اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ شام کے تخت شاہی پر عنقریب متمکن ہو گا۔ اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہے اور بُری طرح خادمانِ قوم کو ستا رہا ہے۔ حال کا واقعہ یہ ہے کہ اسنے اخبار الجوائب کے ایڈیٹر شہیر آتی آفندی کو دمشق سے نکال

بریدِ فرنگ

مکتوبِ امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں آمریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی آمریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کر لیا ہے۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہے اور ہر جگہ اُسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہے کہ آمریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی کو مکدر کرنے والا ہے۔ لہذا اُسے بدل ڈالنا چاہیے۔

آمریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہے جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہے۔ یعنی مرد و عورت، عقد کر کے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ شادی کے دو دَور یا دَرجے کر دئے جائیں: ایک تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر اُنھیں تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ عقد، اُن کی زندگی کو پُرمسرت نہیں بنا سکتا تو اُنھیں حق ہوگا کہ فوراً جُدا ہو جائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ ساتھ خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کر دیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہے۔ یہ ایک عدالت کا جج ہے اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہے۔ اسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہے۔ خود اُس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہے کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل پیدا ہونے نہ دیں گے۔ بارہ مہینے یک جا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ اُن کی طبیعتیں باہم متفق ہو سکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کر دیں ورنہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہے۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو اُن تمام مصائب سے نجات پا جائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابلِ رشک بنا دے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو اُنھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہو گئے تو اُن کی درخواست منظور کر لی جائے گی، ورنہ اُنھیں جبراً جُدا کر دیا جائے گا۔

یہ ہے تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہے۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہے۔ مگر مذہبی پیشوا اور اُنکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہو جائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہو جائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھا چاہیے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہے؟

آمریکہ کی دولت

ولایات متحدۂ آمریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں، اُتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھلا رکھا ہے۔ اسمیں اسی معاملہ پر بحث کی ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"جس کے پاس تین چار کرور ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت آمریکہ میں "دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑپتی، اب آمریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف "تا روپوں" کا ہوتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شایع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ آمریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر یعنی ۲۰ کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، اُن کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہے۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے آمریکہ پر کھل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے آمریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
دو ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک " "	۲۹
۴ ملین تک " "	۱۵
۵ ملین تک " "	۹
۵ ملین سے زیادہ " "	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ، ناقص ہے۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ سرکاری روداد میں ان کے نام شایع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور اُن کا بیٹا، مسٹر ملن آمریکی وزیر مال، اُن کا بھائی، مسٹر ہوٹینی، مسٹر وینڈ بلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ آمریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہے کہ امیروں کی دولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر سے زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کیا:

اُجرت اور تنخواہ پانے والوں سے:	۴،۴۰،۰۰،۰۰۰ ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے:	۹۷،۰۰،۰۰۰ "
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے:	۱۸،۵۰،۰۰۰ "
سود خوار مہاجنوں سے:	۴۸،۵۰،۰۰۰ "

آمریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل علمائے اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کی رائے میں آمریکہ کی دولت کسی پائیدار بُنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ملک کی دولت کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد و شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷



ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر و شام، فلسطین، ہندستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز عہد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم ہی سے خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کیجاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، تشنّی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سودا وی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرابی نواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اسلئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں دو آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی ملسکتا ہے۔ "فہرست دلچسپ مفت خبری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی ——— تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو

تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوافروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتی ہیں

ہماری یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور درسي زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خوابى داشتن گرداغهاى سينه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويرکے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلدیں جديد اردو علم ادب کے عامي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے پر آمادے نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب مرتب چهپي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه
جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر " البلاغ پريس "

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رھنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ھفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ھوتے ھیں جنکي اھمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ھفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاھیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ھیں

دنیا کے ھر معلم اور ماھر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاھتے ھیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رھیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاھیے -

یہ ھر ھفتہ اس موضوع پر تمام اھم خبریں اور مباحث جمع کر دیتا ھے - ماھرین فن اور مشاھیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ھوتے ھیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ھیں -

کیا آپ تجارت کرني چاھتے ھیں ؟

اگر آپ چاھتے ھیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ھندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاھئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاھئیں - ھندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاھئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ھوسکتے -

اگر آپ چاھتے ھیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاھیے کہ ھم سے خط و کتابت کریں - ھم یہ کام بہ حیثیت ایک ماھر فن کے کر رھے ھیں - خط و کتابت کے بعد ھي آپکو معلوم ھو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ھم کس درجہ مفید ھیں ؟

ھمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ھیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ھر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ھیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ھیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ھر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ھیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۴

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٤ | کلکتہ : جمعہ ١٩ ۔ ربیع الاول ١٣٤٦ ہجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارییں الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ١١٢٠ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٢٩٩
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	٣٠٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢١٥	نستعلیق ھون	١٠٥

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٤ | کلکتہ : جمعہ ١٩ . ربیع الاول ١٣٤٦ ہجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی . ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارییں الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ١١٢٠ مراسلات وصول ہوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٢٩٩
موجودہ مشترک طباعة کی حق مین	٣٠٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢١٥	نستعلیق ہون	١٠٥

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی .

آراء کی دیکھی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی . آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الہلال



بریدِ فرنگ

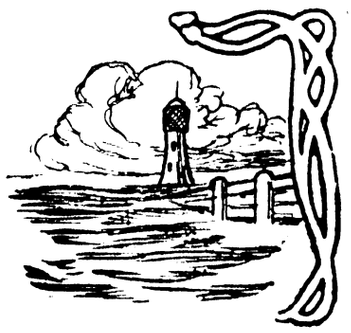

مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس کي کشمکش - فرانس میں شاهي دعایة - عورتوں کیلیے جبري فوجي خدمت - عورتوں کے سیاسي حقوق

(الهلال کے مقاله نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

اِدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هیں - انگلستان دیکهتا هے که جرمني کي تباهي کے بعد اُسکے اصلي اور زبردست دشمن دو هیں : روس اور فرانس - روس اُسکي ملک گیري کا دشمن هے ' اور فرانس دنیا کے هر خطه میں اُسکي ملک گیري کا شریک بننا چاهتا هے - یهي وجه هے که انگلستان نے بیک وقت دو سیاسي میدان جنگ قائم کر دیے هیں - ایک میں روس سے نبرد آزمائي کر رها هے - دوسرے میں فرانس سے -

فرانس کو زک دینے کے لیے انگلستان نے یه تدبیر کي هے که اُسے یورپ میں اُسکے تمام دوستوں اور حامیوں سے محروم کر دیا هے - اِس وقت فرانس بالکل بے یار و مددگار هے - انگلستان کي یه قدیم حکمت عملي هے که وه حریف کے مقابله میں بذات خود بهت کم آتا هے - دور سے دوسروں کو شه دیتا اور نئے نئے دشمن اپنے حریف کے سامنے کهڑے کرتا رهتا هے - اِس وقت بهي اُسکا یهي طرز عمل هے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمني سے رها - اب اُس کي تباهي کے بعد اتّلي کو کهڑا کر دیا هے - فیشیسزم نے اتّلي کو دیوانه بنا دیا هے اور وه ناعاقبت اندیشانه انگلستان کا چیلا بن گیا هے -

اتّلي پر افسوں پهونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانیا ' بلغاریا ' یونان ' اسپین ' لیتهونیا ' استهونیا ' اور فنلینڈ کو بهي ملا لیا - صرف پولینڈ ابتک فرانس کے زیر اثر تها مگر آج کل سر آسٹن چمبرلین اُسے بهي مسحور کر رهے هیں ' اور با خبر لوگوں کو یقین هے که امروز فردا میں پولینڈ بهي انگریزي جال میں پهنس جالیگا -

اِس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا هے - فرانسیسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان کو گالیاں دے رهے هیں - اُنهیں صاف نظر آ رها هے که بحر متوسط میں انگلستان اُن کي قوت کس طرح مفلوج کر رها هے اور اتّلي کو آگے بڑهاکر اُنکي قومي هستي کے لیے سخت خطرے پیدا کر دیے هیں -

اخبار " طان " نے اِس هفته ایک افتتاحیه شایع کیا هے اور اُس میں انگلستان پر بهت لے دے کي هے - وه لکهتا هے :

" برطانیا یقین کرتا هے که اِس وقت دنیا کے امن اور جنگ ' دونوں کي کنجیاں اُسي اکیلے کے هاتهه میں هیں - اُس نے خفیه معاهدوں کي قدیم سنت پهر زنده کي هے اور پورے یورپ میں سازشوں کا جال پهیلا دیا هے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اتّلي پر هے - اتّلي کي رضامندي وه هر قیمت پر خرید رها هے - لیکن یه قیمت وه اپني جیب سے ادا نهیں کرتا ' بلکه دوسروں کي جیب پر سودا کرتا هے - سان ریمو کانفرنس سے پهلے هي انگلستان نے اتّلي کو ایشیائے کوچک کا ایک وسیع علاقه رشوت میں پیش کیا تها - لیکن ٹرکي کي قوت نے اتّلي کے حوصلے پست کر دیے - پهر جنیوا کانفرنس سے پهلے اُس نے اتّلي کو فرانس کے برابر بحري قوت رکهنے کا حق دے دیا - پهر لندن کانفرنس سے پهلے اتّلي کو ٹیرول کا معارضه اور تجارتي مراعات دیکر اپنا کرلیا تها - سنه ۱۹۲۴ء کے ختم هونے سے پهلے هي گریلینڈ کا علاقه اتّلی کو دیدیا گیا - اکتوبر سنه ۱۹۲۵ء میں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس میں اتّلي کو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي - ۵ دسمبر سنه ۲۵ء کو اتّالین طرابلس میں کفره اور جغبوب ' سنوسیوں کے متبرک شهر بهي شامل کر دیے گئے - ابهي پورا مهینه بهي گزرنے نه پایا تها که ۲۹ دسمبر کو افریقا اور ایشیا میں اتّالین مطالبات پر " دوستانه غور " کیا گیا - اِس کے ایک مهینه بعد ۲۷ء جنوري سنه ۲۶ کو اتّلي کے جنگي قرضه میں سے ایک بهت بڑي رقم معاف کردي گئي - ۱۶ اپریل سنه ۲۶ کو اتّالین علاقه اریٹرا آور بهي زیاده وسیع کر دیا گیا اور حبش کي بانت میں اتّلي کا ساجها بهي تسلیم کرلیا گیا - پهر ۷ء اگست میں اتّلي اور اسپین کے ما بین معاهده کرایا گیا اور انگریزي مدبروں نے اعلان کیا که یه معاهده بحر متوسط میں سیاسي توازن کي بهترین ضمانت اور فرانس کي گردن دبانے کا عمده ذریعه هے - پهر ۲۰ دسمبر سنه ۲۶ کو جب که اتّلي اور فرانس کے تعلقات نهایت کشیده تهے ' جرمني اور اتّلي میں معاهده پر دستخط ثبت کرا دیے گئے - یه معاهده در حقیقت هجومي دفاعي معاهده هے اور اِس نے فرانس کي سلامتي کے لیے شدید خطره پیدا کر دیا هے - اِسکے ایک مهینه بعد ۲۰ء جنوري سنه ۲۷ء کو بحر احمر کے عربي سواحل کي تقسیم هوئي اور اتّلي نے جو کچهه مانگا ' انگلستان نے بخوشي دیدیا "

" اتّلي کي یه خوشامد ' محض موسولیني کي سیاه آنکهوں کے لیے نهیں هے - در اصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسي طرح سوار کرنے کي فکر میں هے ' جس طرح اب سے پهلے جرمني کو مدتوں سوار رکهه چکا هے - انگلستان نے یورپ کي تقریباً تمام چهوٹي بڑي سلطنتوں کو پهسلا کر اپنے هاتهه میں لے لیا هے اور فرانس کو چهوت بنا کر الگ کردیا هے ... "

اِس ایک اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات کي موجوده نوعیت معلوم کر لي جاسکتي هے اور اندازه هو سکتا هے که اِس وقت یورپ کي سیاست کس طرف جا رهي هے ؟

یہ بات نہیں ہے کہ انگلستان کی نیش زنی کے مقابلہ میں فرانس خالی بیٹھا شکوے شکایت ہی کر رہا ہو - اِس سیاسی جنگ میں وہ بھی اپنی تمام قوت و قابلیت صرف کر رہا ہے - بلاشبہ اِس وقت یورپ میں اُسے بڑی حد تک شکست اٹھانی پڑی ہے - لیکن اُسنے اِس شکست کا بدلہ انگلستان سے مشرق قریب و بعید میں لے لیا ہے - ٹرکی کی طرفداری کرکے اُس نے برطانیا کو سخت نقصان پہنچایا ہے - اور اب چین میں بھی برطانیا سے مختلف روش اختیار کرکے اُسے ایسی زک دی ہے کہ مدتوں نہ بھولے گا -

مسیو بریاں وزیر خارجیہ نے حال ہی میں مسئلۂ چین پر ایک طویل تقریر کی ہے - اُن کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں :

" چین کا مسئلہ اِس وقت دنیا کا سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بری طرح بد حواس کر ڈالا ہے - مگر اِس بارے میں فرانس نے ایک بالکل صاف اور ٹھوس مسلک قرار دے لیا ہے - وہ مسلک یہ ہے کہ ہم چینی انقلاب کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرینگے - چینی قوم پرست اچھی طرح دیکھ چکے ہیں کہ فرانس اُن کا کیسا قدردان اور مداح ہے - یہی وجہ ہے کہ فرانس کے جملہ حقوق چین میں بالکل محفوظ ہیں - حالانکہ " بعض " دوسری سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے لیے فوجیں بھیجنا پڑی ہیں - ہم چین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری طرف سے اُس کے لیے نہ تو جنگ کا خطرہ ہے ' نہ ہم اُس کی راہ میں کوئی روڑا اٹکانا چاہتے ہیں "

(فرانس میں شاہی)

اِس وقت فرانس میں سخت اندرونی خلفشار موجود ہے - قوم تین بڑے گروہوں میں بٹ گئی ہے - ایک جماعت مرجودہ جمہوری نظام کی حامی ہے اور یہی سب سے بڑی جماعت ہے - دوسری جماعت اشتراکیوں کی ہے - وہ چاہتی ہے اشتراکی نظام قائم ہو جائے - تیسری شاہ پسند ہے اور شاہی کا اُلٹا ہوا تخت پھر از سر نو بچھانا چاہتی ہے -

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئی زمانہ بھی فرانس پر ایسا نہیں گذرا کہ شاہ پسند جماعت موجود نہ رہی ہو - ڈیوک دی اورلیان کا خاندان برابر تخت شاہی کا دعوے دار رہا - آجکل شاہ پسندوں میں پھر حرکت پیدا ہوئی ہے اور اُنھوں نے بڑی سرگرمی سے اپنی دعایۃ شروع کردی ہے - گزشتہ ہفتہ کونت دی بلوا نے اخبارات میں ایک پر زور مضمون شایع کیا ہے اور اُس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بالشویک خطرے کے استیصال اور یورپ کی تمام مشکلات کے حل کی حقیقی صورت یہی ہے کہ فرانس کی موجودہ جمہوریت توڑ دی جائے اور شاہی حکومت قائم ہو - کونت نے تخت شاہی کیلیے ڈیوک دی گیز کا نام بھی پیش کیا ہے جو قدیم خاندان شاہی کا ایک بڑا رکن اور فی الحال بادشاہی کا دعویدار ہے -

(عورتوں کی فوجی بھرتی)

فرانسیسی حکومت بہت بڑے پیمانہ پر جنگی طیارہاں کر رہی ہے - حال میں اُسنے ایک مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے - اِس سے مقصود فرانسیسی عورتوں کو فوجی خدمت پر مجبور کرنا ہے - اِس تجویز نے تمام ملک میں بیچینی پیدا کردی ہے - عورتوں میں ناراضی عام ہے اور مردوں کی بھی بہت سی انجمنیں برہمی کا اظہار کر رہی ہیں -

عورتوں کی انجمن نے اِس تجویز پر دو اہم اعتراض کیے ہیں : ایک یہ کہ اِس معاملہ پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نہیں لی گئی - دوسرے یہ کہ فرانسیسی عورت ابتک اپنے سیاسی حقوق سے محروم ہے - چنانچہ اُسے مجلس حکومت ' بلدیہ ' اور مجلس ضلع وغیرہ نمائیندہ مجلسوں میں انتخاب کا حق نہیں دیا گیا ہے -

عورتوں کی مشہور زعیم مدام میزم نے اخبارات میں احتجاجی مضمون شایع کیا ہے - وہ لکھتی ہے :

فرانسیسی عورت ' وطن مقدس کی خدمت سے جی نہیں چراتی - لیکن جبکہ اُسے مردوں کے برابر حقوق دینے سے انکار کیا جاتا ہے تو اُس پر مردوں سے زیادہ بوجھ ڈالنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ؟ فرانسیسی عورت اگر اور کوئی خدمت انجام نہ بھی دے ' جب بھی اُسکی یہ خدمت کیا کم ہے کہ وہ وطن کے لیے مجاہد پیدا کرتی ہے ؟ اُسکی یہی ایک خدمت اور اِس خدمت کی شدید تکلیفیں اُسے مردوں کے هم پله کر دیتی ہیں - پھر فوجی خدمت کا ایک نیا بوجھ اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب میں کیوں اضافہ کیا جاتا ہے ؟"

نیز یہی خاتون لکھتی ہے :

" عورتوں سے فوجی خدمت لیکر حکومت فرانس ' ملک کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتی ہے - اِس وقت جبکہ تمام سلطنتیں جنگی طیاریاں کم کرنے پر غور کر رہی ہیں ' ہماری حکومت ایک نئی طیاری کا اضافہ کرنے پر تلی ہوئی ہے - حکومت کی یہ تجویز لندن اور جنیوا کے معاہدوں کے بالکل خلاف ہے - ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارا ملک فوجی چھاؤنی بن جائے "

(عورتوں کے سیاسی حقوق)

حکومت فرانس کی اِس تجویز نے عورتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایک نیا ولولہ پیدا کردیا ہے - اُنھوں نے باضابطہ کوشش شروع کردی ہے - تمام سیاسی پارٹیوں سے اُنھوں نے درخواست کی ہے کہ حق انتخاب ہمیں بھی دیا جائے ' ورنہ ہم تمام ملک میں شورش برپا کر دینگے -

فرانس کی عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کی حالت سے ہے - وہ کہتی ہیں ' دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عورتوں کو حق انتخاب حاصل ہو گیا ہے - پھر ایک اکیلے فرانس کی عورتیں اُس سے کیوں محروم ہیں ؟ حالانکہ سب سے پہلے فرانس ہی نے جمہوریت کا علم بلند کیا تھا -

عورتوں کی یہ حجت قوی ہے - کیونکہ واقعی اکثر متمدن ملکوں میں عورتوں کو انتخاب میں شرکت کا حق حاصل ہو گیا ہے - چنانچہ ڈنمارک میں یہ حق سنہ ۱۹۱۵ع میں حاصل ہوا - روس میں سنہ ۱۹۱۷- میں - ہولینڈ ' یوکرین ' استھونیا ' لتھونیا ' ایرلینڈ اور برطانیا میں سنہ ۱۹۱۸- میں - برطانوی قانون کے الفاظ یہ ہیں " تمام سیاسی حقوق ہر اُس عورت کو حاصل ہیں جو تیس سال کی عمر رکھتی ہے ' شادی شدہ ہے ' یا اپنے نام سے کرایۂ مکان ادا کرتی ہے ' یا یونیورسٹی کی سند رکھتی ہے " سویڈن ' ناروے ' آسٹریا ' زیکوسلاویا ' ہنگری ' اور جرمنی کی عورتوں کو یہ حق سنہ ۱۹۱۹- میں حاصل ہوا - اهل بلجیم ' ٹرنسوال ' آسٹریلیا ' نیوزی لینڈ ' اور ولایات متحدہ امریکا کو سنہ ۱۹۲۰ع میں -

ظاہر ہے اِس صورت میں فرانس کی عورتیں اپنی محرومی پر کیونکر صبر کر سکتی ہیں ؟

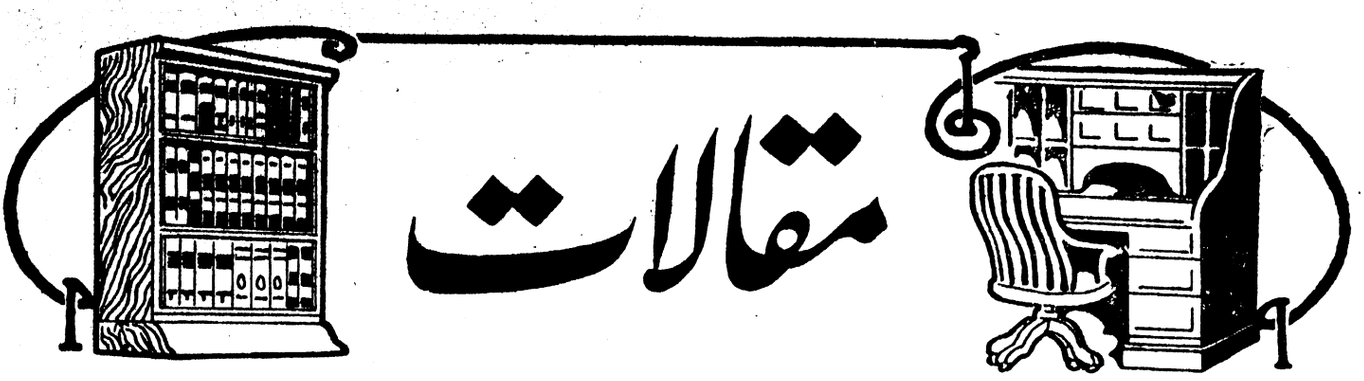

قانون کی تنقید اور قانون کی توھین

تاریخ قوانین مدنیۃ کا ایک صفحہ

وکٹر ھیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یہ ایک منحوس قانون ھے - یہ قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا ھے جو ادب و حیا سے بالکل خالي ھیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منھ چھپا لیتي ھے - خطرناک مناظر ! وحشیانہ مناظر! یہ قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاھتا ھے - اُس کي قربانیاں کتني ھي کم ھوں ' مگر حد سے زیادہ خوفناک ھوتي ھیں ! اُس کے نتائج کتنے ھي ھولناک ھوں ' مگر وہ انسانوں کو نکتہ چیني کي اجازت دینا نہیں چاھتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکتہ چیني کي جرأت کرتا ھے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توھین " خیال کي جاتي ھے - اور وہ عدالت کے اندر مجرموں کے کٹھرے میں کھڑا کیا جاتا ھے !

" پھر اِس کے بعد ؟ جرمانہ ! اِس کے بعد ؟ قید خانہ !

" اگر یہي ھے تو آئیے ' ھم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رھي - آئیے ' اب ھم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب ھم متمدن قوم باقي نہیں رھے -

" ھاں اب ھمارے لیے یہي اولیٰ ھے کہ اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبھي فرانس نامي کوئي ملک موجود تھا ' تو اب وہ موجود نہیں رھا - تم نے فرانس کو بدل ڈالا ھے - بلا شبہ فرانس ' شاہ پسند نہیں ھے - لیکن میں دعوے سے کہتا ھوں کہ وہ جمہوري بھي نہیں ھے - اب وہ اِن دونوں کے سوا کچھ اور ھوگیا ھے ! (قہقہہ)

جج — میں دوبارہ تنبیہ پر مجبور ھوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا ھوں ' ورنہ ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر ھیگو — (تقریر جاري رکھتے ھوئے) آئیے ھم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري ! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تھے ' اور رھي " قانون " تھے ... بہت خوب - لیکن مجھے یہ کہنے دیجیے کہ جو ھولناک سزائیں یہ محاکم تفتیش دیا کرتے تھے ' اُن سزاؤں کا احترام قانون کا احترام نہیں تھا - ایک زمانہ میں ھاتھ کاٹنا قانون تھا ' لیکن ھاتھ کاٹنے کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانہ میں آگ سے داغنا ' قانون تھا ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبھي قانون نہ تھي - اب ھمارے زمانے میں گلوٹین ' قانون ھے ... بہت خوب ... میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا ھوں کہ اگرچہ آج گلوٹین قانون ھے ' مگر خود گلوٹین کي کبھي تعظیم نہیں کي گئي اور نہ اس وقت کي جا رھي ھے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یہ کیونکر؟ میں ابھي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا ھوں -

" میں کہتا ھوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بھي نفرت و کراھیت کے اُسي گڑھے میں پھینک دینا چاھتے ھیں ' جس میں اب سے پہلے ' ساري جہان کي تحسین و آفریں کے غلغلہ کے ساتھ ' آگ سے داغنے ' ھاتھ کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الاباد تک کے لیے پھینک چکے ھیں -

" باشندے چاھتے ھیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے ھوئے منحوس قانون کي لاش اٹھا پھینکیں - کیونکہ یہ عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رھا ھے .... آہ ... جلاد کا منحوس چہرہ .... !

" چونکہ ھم یہ انساني فرض ادا کرنا چاھتے ھیں اِس لیے ھم پر شورش پھیلانے کا الزام لگایا جاتا ھے -

" ھاں بے شک ھم نہایت خطرناک لوگ ھیں - حد سے زیادہ خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے کہ ھم گلوٹین کي منسوخي چاھتے ھیں ... ! اس سے بھي بڑھ کر کوئي جرم دنیا میں موجود ھے ؟

اخبار ..... اِل کے محرر پر الزام ھے کہ اُسنے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تھوڑي دیر کے لیے ھم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ ھو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُس قانون کے سامنے کھڑے ھوں جو ھر قانون کي بنیاد ھے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو ھر سینے میں محفوظ ھے !

جب " سرون " نے ' جو اپنے عہد میں سرکاري وکیل تھا ' یہ کہا تھا کہ " ھمارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کھولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے ھیں " تو کیا اُس نے یہ کہہ کر قانون کي توھین کي تھي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تھا " ... اِن ججوں کا ذکر نہ کرو - اِن میں سے آدھے بندر ھیں اور آدھے چیتے " (قہقہہ) تو کیا اُس نے قانون کي توھین کي تھي ؟

" جب " روبر کولر " نے ایک قانون کے متعلق جو پارلیمنٹ میں گلا پھاڑ کر کہا تھا " اگر تم یہ قانون بنائے ھو تو میں قسم کھا کر کہتا ھوں کہ میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یہ کہہ کر اُس نے قانون کي توھین کي تھي ؟

آثار علمیہ خطیہ

صحیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ

(مجدد الدین فیروز آبادی اور دولۃ رسولیہ)

انسان کی طرح کتابوں کی بھی زندگی ہے - جس طرح انسان پر پیدایش ' موت ' اقامت و سفر ' غربت و ہجرۃ ' اور عروج و زوال کے حوادث و ایام گزرتے ہیں ' ٹھیک اسی طرح کے حوادث و ایام سے فکر انسانی کی ان کاغذی مخلوقات کی تاریخ بھی مرتب ہوتی ہے - ایک شخص دنیا کے کسی خاص حصے میں پیدا ہوتا ہے ' لیکن سیلاب حوادث اچانک اُسے دنیا کے ایک دور دراز حصے میں پہنچا دیتے ہیں جسکا اُسے کبھی وہم و گمان بھی نہ ہوا ہوگا - یہی حال دنیا کی مشہور و معروف کتابوں اور اُن کے تاریخی نسخوں کا بھی ہے - سینکڑوں ہزاروں کتابیں اور اُن کے نسخے آج دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں - اگر اُن کی تاریخی حیات پر نظر ڈالی جائے ' تو انقلاب و حوادث عالم کی ایک عجیب و غریب داستان نمایاں ہوجایگی - نہیں معلوم انتقال اور تغیر کی کیسی کیسی منزلوں سے گزرنے کے بعد ' وہ اپنے مولد و منشاء کی جگہ ' ان مقامات میں آج پناہ گزیں ہو سکے ہیں - بہت ممکن ہے کہ ایک کتاب اب سے ایک ہزار برس پہلے دنیا کے کسی ایک گوشہ میں پیدا ہوئی ہو ' اور آج دس صدیوں کے اُن انقلابات و تغیرات کے بعد جن سے بے شمار ملکوں اور قوموں کی موت و حیات اور عروج و زوال کی داستانیں وابستہ ہیں ' دنیا کے ایک دوسرے انتہائی گوشہ میں پہنچ گئی ہو!

(ایک نسخہ کی سوانح حیات)

شیخ ابو اسماعیل ازدی نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں فتوح الشام کی روایات جمع کیں - صاحب ابن عباد نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے خزانۂ کتب کے لیے اُس کا نسخہ ابن فارس امام لغۃ و عربیۃ کی زیر نگرانی و تصحیح لکھوایا - پانچویں صدی میں یہ نسخہ نہیں معلوم حوادث و تغیرات کی کتنی منزلیں طے کرکے غزنی پہنچا ' اور سلاطین غزنویہ کی مواھیر اُس پر ثبت ہوئیں - پھر غزنی سے نکل کر دشت غربت و مہاجرت کی نئی نئی منزلیں طے کیں ' اور تمام بلاد ایران و عراق طے کرکے مصر جا پہنچا ' چنانچہ ساتویں صدی کے اواخر میں شیخ ابو یعلی مصری کا دستخط اُس پر ثبت ہوا ' اور نصف صدی تک اسی سر زمین میں مقیم رہا - پھر اُس کے بعد یہی نسخہ یمن پہنچتا ہے ' اور کتب خانۂ شاہی کی مہر اس پر ثبت ہوتی ہے - نیز بعض سلاطین یمن اسی نسخے پر اسکی قرأت و درس کی اجازت اپنے شیوخ سے لیتے ہیں - پھر یمن سے یہ نسخہ نکلتا ہے ' اور کالی کٹ (مالا بار) پہنچتا ہے ' مگر وہاں کی آب و ہوا راس نہیں آتی ' اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دکن پہنچکر سلاطین عادل شاہی کا مہمان ہوتا ہے - یہاں عرصہ تک مقیم رہتا ہے ' لیکن اُس کے بعد پھر طرح طرح کے تغیرات و حوادث پیش آتے ہیں - یہانتک کہ بالآخر یہ نسخہ سنہ ۱۷۹۹ - میں ایک فرانسیسی کے ہاتھ لگتا ہے اور اب پیرس کے قومی کتب خانے میں محفوظ ہے !

کتاب عراق میں پیدا ہوئی ' رے میں لکھی گئی ' غزنی میں مقیم ہوئی ' غزنی سے مصر پہنچی ' مصر سے یمن ' یمن سے مالا بار ' مالا بار سے بیجا پور ' بیجا پور سے پانڈی چری ' پانڈی چری سے ایشیا اور یورپ کے تمام بری اور بحری فاصلے طے کرکے پیرس دار الحکومت فرانس میں !

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

(ہندوستان کا گذشتہ دور علم)

اِس سلسلہ میں ہندوستان کا پچھلا دور علم خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے - یہ ملک عربی و اسلامی تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعید و مہجور تھا - دمشق ' بغداد ' قاہرہ ' اندلس ' خوارزم ' شیراز ' رے ' اصفہان ' یمن ' وغیرہ ممالک ' عربی و اسلامی تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رہے ' لیکن ہندوستان ان میں سے کسی ملک سے بھی متصل اور قریب نہ تھا - تاہم ہندوستان میں وقتاً فوقتاً علوم عربیۂ و اسلامیہ کے جیسے جیسے عظیم الشان ذخیرے جمع ہوے ' اور عربی علوم کے اصولی نسخوں اور امہات نقل و کتابت کا جیسا قیمتی سرمایہ فراہم ہوا ' وہ کسی طرح بھی اسلامی تمدن کے مرکزی مقامات سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا ' اور ہندوستان کے امراء و علماء کی علمی قدر دانیوں اور علمی مساعی کی حیرت انگیز شہادت بہم پہنچاتا ہے - گذشتہ نو صدیوں کے اندر بے شمار ملکی انقلابات پیش آے - ہر انقلاب میں علم و تمدن کا پچھلا ذخیرہ برباد ہوا ' اور نئے ذخیروں کی از سر نو بنیادیں پڑیں - خصوصاً سترھویں صدی کے اوائل سے لیکر غدر سنہ ۵۷ ع کی انقلابی بربادیوں تک کا زمانہ تو علمی ذخائر کی تباہیوں کا ایک مسلسل دور تھا - بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ جونپور ' مالوہ ' دکن ' دھلی ' آگرہ ' لکھنؤ ' اور مرشدابات میں نو سو برس کے اسلامی تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کیے تھے ' اُن کا دو تہائی حصہ یکقلم برباد ہوگیا ' اور ایک تہائی حصہ جو باقی رہا ' اُس کا بھی بڑا حصہ منتشر ہوکر یا تو یورپ پہنچ گیا ' یا گمنام اور مجہول گوشوں میں ناپید ہوگیا - با ایں ہمہ آج بھی ہندوستان کی فراہم شدہ کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر یا ملک سے باہر لگ سکتا ہے ' اُس سے ہم اسکی عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں - عربی و اسلامی علوم و فنون کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جس کی امہات کتب کے اصولی نسخے (یعنی وہ نسخے جو یا تو مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوے تھے ' یا آئمۂ فن کے درس و مطالعہ میں رہ چکے تھے اور اسلیے نقل لینے کے لیے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے ' یا اسی طرح کی کوئی اور اہمیت رکھتے تھے) ہندوستان نہ پہنچے ہوں ' اور نہ صرف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں ' بلکہ ایک ایک قصبہ اور قریہ کے اندر اُن کی بڑی تعداد موجود نہ ہو - قران مجید ' صحاح ستہ ' معاجم و مسانید ' تفاسیر و شروح ' امہات اصول و فقہ ' تاریخ و علوم کے وہ نسخے جو سلاسل علم کے آئمہ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

خوارزم ' بلاد فارس ' اور مغرب و اندلس میں لکھے گئے یا انکی تصحیح کی گئی تھی ' نہ صرف دھلی و آگرہ کے شاھی کتب خانوں میں بلکہ جونپور اور اودہ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمی کے لکھے ہوے مصاحف ' رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصحفہ قرآن ' حفاظ حدیث کے لکھے ہوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ' حافظ ابن صلاح اور نووی جیسے اکابر حدیث کے دستخطی صحیحین ' حافظ ابو الحجاج مزی اور امام ذھبی کی مصحفہ صحاح ستہ ' حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کی خود نوشتہ مصنفات ' آگرہ اور دھلی میں اسی طرح ملتی تھیں ' جس طرح بغداد اور قاھرہ میں مل سکتی تھیں !

(پانچ نسخے)

ھندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بھی اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقی ھیں - حیرت ھوتی ھے کہ علم و فن کے اُن ذخائر کی کثرت و عظمت کا کیا حال ھوگا ' جو اتنی بربادیوں کے بعد بھی بے نام و نشان نہ ھو سکے ؟

ھم چاھتے ھیں ' اس سلسلہ میں بعض تاریخی نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کی تاریخ پیش نظر ھے - یہ وہ نسخے ھیں جن میں سے کسی کی زندگی پانچ صدیوں سے کم نہیں ھے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے ھیں :

(۱) جامع صحیح بخاری کا نسخۂ رسولی مصحفۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس و سفر السعادۃ -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصحفۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمہ - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاھرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدین الابیوردی (المتوفی سنہ ۵۵۷ ھ) مصحفۂ مصنف جس پر قاضی الفاضل یعنے قاضی عبدالرحیم بن علی وزیر سلطان صلاح الدین ایوبی کا دستخط ثبت ھے -

(۴) تاریخ مکہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی - مصحفۂ شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزی -

(۵) مقامات حریری کا نسخہ غرناطہ جو امیر ناصر الدین عسقلانی (المتوفی سنہ ۷۳۳ ھ) کے کتب خانہ میں داخل ھوا - پھر



سنہ ۹۷۰ میں دکن پہنچا ' اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامی نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاری نسخۂ رسولی)

آج ھم صحیح بخاری کے نسخۂ رسولی کے آخری صفحہ کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے ھیں - یہ نسخہ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دھلی کے کتب خانہ میں موجود ھے - اس نسخہ کی تاریخی نوعیت حسب ذیل ھے :

(۱) اصل نسخہ بغداد میں لکھا گیا ھے اور وھاں درس و املاء میں رہ چکا ھے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ' اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکی تصحیح کی اور جابجا بین السطور اور حواشی میں اختلاف رواۃ و نسخ کی نسبت فوائد و منہیات کا اضافہ کیا -

(۳) شام سے یہ نسخہ غالباً مصر پہنچا ' اور خاندان رسولی کے امراء مقیمین قاھرہ کے ھاتھ لگا - جب وہ یمن پر قابض ھوے تو اُن کے ساتھ یمن پہنچکر شاھی کتب خانہ میں داخل ھوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس ' یمن پہنچے ' اور سلطان ملک الاشرف رسولی نے اُن سے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کرنی چاھی ' تو اسی نسخہ پر درس و املاء کا سلسلہ جاری ھوا ' اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کی سطور تحریر کردیں -

چنانچہ کتاب کے آخر میں شیخ مجدد الدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم ھے :

" ..... سماعاً علی لجمیع الصحیح مولانا و مولینا و خلیفۃ اللہ فی عصرنا ' السلطان بن السلطان بن السلطان ' المالک الملک الاشرف ' ممھد الدینا و الدین ' اسماعیل بن العباس بن علی بن داؤد ' خلد اللہ سلطانہ ' و شید بعدلہ قواعد الدین و ارکانہ ؛ فی بضع و ثلثین مجلساً من شھر رمضان ' سوی المجلسین الاخرین فی شوال ' من عام تسعۃ و تسعین و سبعمائۃ ' و اجزت روایتہ و روایۃ سائر ما یجوز لی و عنی روایتہ بشرطہ - قالہ و کتبہ الملتجی الی حرم اللہ تعالی محمد بن ابی محمد بن محمد بن ابراھیم الفیروزابادی تجاوز اللہ عنہ ' و صلی اللہ علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ و سلم "

(یمن کے سلاطین رسولی)

یمن کے خاندان رسولی کا تذکرہ عام تاریخوں میں بہت کم ملتا ہے ' اس لیے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہیں - اس نسخہ کی تاریخ حیات کی توضیح کے لیے ضروری ہے کہ مختصراً اس کا ذکر کر دیا جاے -

یمن میں ساتویں صدی ہجری کے اوائل سے لیکر تقریباً نویں صدی کے درمیانی عہد تک ایک خاص خاندان کے افراد کی حکومت رہی ہے جو " رسولی " کے لقب سے مشہور تھا - یہ لوگ اصلاً ترکمان تھے ' اور ترکمانوں کے قبیلہ " میجک " سے تعلق رکھتے تھے ' لیکن جب اتفاقات وقت نے یمن جیسے خالص عربی ملک کا حکمران بنا دیا ' تو ضرورت ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطین و امراء سے ملادیں - چنانچہ ظاہر کیا گیا کہ اُن کے مورث اعلیٰ جبلہ بن ایہم غسانی کی نسل سے ہیں جو حضرۃ عمر (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں مسلمان ہوکر پھر مسیحی ہو گیا تھا ' اور قسطنطنیہ چلا گیا تھا - الحاق نسب کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ جبلہ عرصہ تک روم میں مقیم رہا - اُس نے اگرچہ مسیحی مذہب اختیار کرلیا تھا ' لیکن اس کا قلب مطمئن نہ تھا - مرتے وقت اُس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ بلاد روم سے نکل کر اسلامی ممالک میں جائیں اور مسلمان ہوکر زندگی بسر کریں - وہ ترکمانوں کے قبائل میں آکر مقیم ہوگئے - اور اس طرح ان کی عربیت ' ترکمانیت سے مبدل ہوگئی !

اس خاندان کا پہلا فرد جو تاریخ میں نمایاں ہوتا ہے ' محمد بن ہارون بن یوحیٰ رستم ہے - خلفاء عباسیہ کے زمانے میں یہ عراق آیا اور تھوڑے عرصہ کے اندر عزت و قبولیت حاصل کرلی - اُس زمانے میں حکومت بغداد کو ایک سفیر و رسول کی ضرورت تھی جو مصر و شام میں احکام خلافت کا مبلغ ہو - خلیفہ نے محمد بن ہارون کا اس غرض سے انتخاب کیا ' اور اس طرح یہ خاندان پہلے عراق سے شام میں ' اور پھر شام سے مصر میں منتقل ہوگیا - بغداد کی سفارت و وکالت کی بنا پر محمد بن ہارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تھا - یہ تلقب اس قدر مشہور ہوا کہ آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کی نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر میں جب ایوبیوں کی حکومت قائم ہوی ' تو یمن اُس وقت مصر کے زیر اثر تھا - انہوں نے وہاں کی ولایت کیلیے توران شاہ بن ایوب کو بھیجا ' اور اسکے ساتھہ خاندان رسولی کو بھی روانہ کر دیا ' کیونکہ مصر میں انکی موجودگی سیاسی مصالح کے خلاف تھی - عرصہ تک یہ خاندان یمن میں امراء و اشراف کی زندگی بسر کرتا رہا - لیکن ساتویں صدی کے اوائل میں جب ملک ظاہر بیبرس مصر میں حکمراں ہوا ' تو یمن میں ایسے تغیرات و حوادث پیش آئے کہ اِس خاندان کو اِمارت سے نکل کر ریاست و فرمانروائی کی تخت نشینی کا موقعہ ملگیا ' اور کچھہ عرصہ کی کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بھی اس کا استقلال تسلیم کرلیا - اس خاندان کا پہلا حکمراں ملک المنصور نور الدین عمر بن علی بن رسول تھا - یہ سنہ ۶۲۸ - میں مسند نشین ہوا ' اور سنہ ۶۴۷ ھ میں اپنے غلاموں کے ہاتھوں قتل ہوا - یمن کے علاوہ حجاز و حرمین کی حراست و خدمت بھی مصر سے نکل کر اسی حکمران خاندان کے قبضہ میں آگئی تھی -

(ملک الاشرف)

اِسی سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعیل بن عباس بن علی بن داؤد رسولی تھا ' جسکا اس نسخہ کی تحریر میں ذکر ہے ' اور جس کے کتب خانہ سے یہ نسخہ نکل کر کسی طرح ہندوستان پہنچ گیا ہے -

ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنہ ۷۷۸ - ھ میں مسند نشین ہوا ' اور سنہ ۸۰۳ - ھ میں انتقال کیا - شیخ شرف الدین بن ابی بکر المقری نے مرثیہ لکھا تھا ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کیے ہیں :

هو الدهر كرت بالخطوب كتائبه
و غضت بانياب حداد نوائبه

تمام مورخین بالاتفاق شہادت دیتے ہیں کہ اس خاندان کے تمام سلاطین اہل علم و فضل تھے ' اور علم و فضل کی قدر شناسی میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھے - اس خاندان کا پہلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کی نیابت سے ترقی کرکے استقلال و فرمانروائی کی حیثیت حاصل کرلی ' سلطان نورالدین تھا - الخزرجی صاحب عقود اللوء لویہ (جس کا ذکر آگے آتا ہے) لکھتا ہے کہ اُس کی زندگی کی سب سے بڑی مشغولیت یہ تھی کہ اطراف عالم سے اہل علم و فضل کو یمن و حجاز میں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپنی مملکت معمور کردے - مکہ معظمہ ' تعز ' عدن ' زبید ' وادی سہام ' اور تہامہ کے ایک ایک قصبہ میں اُس نے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کیں - مکہ معظمہ کا مدرسہ اُس عہد کے تمام مدارس حجاز پر فوقیت رکھتا تھا - زبید میں تین مدرسے الگ الگ تعمیر کیے - مدرسۂ شافعیہ ' مدرسۂ حنفیہ ' اور دارالحدیث - اِن سب کے لیے اوقاف و محاصل تھے جن سے مدرسین و طلباء کو وظائف دیے جاتے تھے - (جلد اول : ۸۴) ملک المظفر جو اس سلسلہ کا دوسرا فرمانروا ہے ' وہ نہ صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا بانی تھا ' بلکہ خود بھی صاحب علم و فضل تھا - تفسیر ' حدیث ' اور طب میں اُس کی مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی شوکانی نے ذکر کیا ہے - الخزرجی لکھتا ہے کہ حدیث کی تمام امہات کتب اس نے اپنے قلم سے لکھی تھیں - ان کی تعداد و ضخامت دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ حکومت کی آلودگیوں کے ساتھہ علم و کتابت کے لیے اِتنا وقت کیونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمی شوق کا یہ حال تھا کہ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر جب اُس کی نظر سے گزری تو بعض حصے ناقص اور تشنہ محسوس ہوے - اُس وقت قاہرہ میں تاج الدین بن بنت الاعز قاضی القضاۃ تھے - اُنہیں لکھا کہ تفسیر کے مصححہ نسخے بھیج دیں - اُنہوں نے چار نسخے بھیجے - لیکن ان سب کا بھی وہی حال تھا - اس پر خیال ہوا کہ خود مصنف کے قلم کا لکھا ہوا مسودہ دیکھنا چاہیے - چنانچہ ایک سفارت یمن سے ہرات بھیجی گئی - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکھا ہوا اصلی نسخہ بصرف کثیر حاصل کیا - خود سلطان موصوف کی یہ عبارت خزرجی نے نقل کی ہے " میں نے جب یہ اصلی نسخہ دیکھا تو میری کاوش دور ہوگئی ' کیونکہ اس میں وہ تمام مقامات سادہ چھوڑ دیے گئے تھے ' اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا ارادہ نظر ثانی کا تھا جو پورا نہ ہوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اہل نظر نے تفسیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے ' وہ سلطان موصوف کی صحت نظر و رائے کی تصدیق کرینگے -

اسي خاندان کا تيسرا حکمران الملک المويد تها جس کي نسبت خزرجي نے تصريح کي هے که اسکي تصنيف مختصر کتاب الجمهرة علماء عصر ميں مقبول و مشهور هے -

ملک الاشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمه حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر کامنه ميں درج کيا هے - وه لکهتے هيں علم و فضل کا قدر شناس تها اور خود بهي تمام علوم عربيه و دينيه ميں درجهٔ رسوخ و نظر رکهتا تها - اسکي مصنفات ميں سے يمن کي دو تاريخيں ' تاريخ ابن خلکان کا مختصر ' اور فن انساب ميں بغية ذوي الهمم اس درجه کي کتابيں تهيں ' جنکي اهميت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کيا تها -

خود ملک الاشرف کا (جسکے کتب خانه کا يه نسخه هے اور جس نے اِس پر فيروز آبادي سے سند حديث لي) يه حال تها که مصر ' حجاز ' شام ' عراق ' اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکي قدر شناسيوں نے کهينچ بلايا تها - اس نے بهي اپنے پيشروؤں کي طرح بلاد يمن و حجاز ميں متعدد عظيم الشان عمارتيں درس و ترويج علم کيليے تعميرکيں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کيليے وقف کر ديے - وه خود بهي صاحب علم و فضل تها اور علوم لغة و ادب اور فقه و حديث کا هميشه اشتغال رکهتا تها - اُس کي علمي قدر دانيوں کا اندازه کرنے کے ليے صرف وهي معاملات کفايت کرتے هيں جو اس ميں اور فيروز آبادي ميں پيش آتے رهے - عربي لغة کي سب سے زياده مقبول و متداول کتاب القاموس اُسي کي قدر دانيوں نے فيروز آبادي سے لکهوائي تهي - چنانچه قاموس کے ديباچه ميں مصنف اِس خاندان کے مدح کرتے هوئے لکهتا هے :

مولي ملوک الارض ' من في وجهه
مقباس نور أيما مقباس

(مجدد الدين فيروز آبادي)

مجدد الدين فيروز آبادي اُن اکابر عالم ميں سے تهے جنهيں سلاطين وقت کي فياضيوں نے صف علم کي طرح صف اِمارت ميں بهي ممتاز کرديا تها - اُن کا سنه والادت ۷۲۹ ھ - هے اور تاريخ وفات ۲۰ شوال سنه ۸۱۷ - ھ غازرون ميں پيدا هوے ' شيراز ميں ابتدائي تعليم حاصل کي - اور عراق اور مصر و شام کے آئمهٔ علوم سے تکميل کي - اُن کے اساتذه ميں وقت کے تمام آئمهٔ علوم مثلاً شيخ تقي الدين سبکي ' ابن مظفر النابلسي ' حافظ علائي ' ابن نباته ' عز الدين ابن جماعة وغيرهم کے نام نظر آتے هيں - امام ابن قيم بهي اُن کے اساتذه ميں هيں - يه اُنهي کے فيض تلمذ کا نتيجه تها که اگرچه اُن کي ابتدائي نشو ؤ نما فقهاء شافعيه کے زير اثر هوئي ' ليکن تقليد کي بندشوں سے آزاد هوگئے ' اور اصحاب تحقيق و اجتهاد کا ذوق و مشرب پيدا هوگيا - چنانچه ان کي کتاب سفر السعادة اور الاسعاد في رتبة الاجتهاد ميں اِس ذوق کي جهلک صاف نمايان هے - اُس عهد کے سلاطين ميں کوئي پادشاه ايسا نهيں هے جس نے اُن کي قدر داني نه کي هو - شاه منصور بن شجاع صاحب تبريز ' ملک الاشرف صاحب يمن ' بايزيد يلدرم ' تيمور صاحب قران ' احمد بن اويس صاحب بغداد ' ناصر الدين محمد شاه دهلي ؛ اِن سب کے درباروں ميں وه پهنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال هوے - سنه ۷۹۶ ھ ميں هندوستان سے واپس جاتے هوے سواحل يمن ميں اُترے اور ملک الاشرف سلطان يمن سے ملاقات هوئي - وه ان کے فضل و کمال کا غلغله پهلے هي سن چکا تها - يه مرقعه غليمت تصور کيا ' اور يمن کي اقامت پر اصرار کيا - اُس زمانے ميں يمن کے قاضي القضاة جمال الدين الريمي شارح التنبيه کا انتقال هوگيا تها اور منصب خالي تها يه اس منصب پر مامور هوے اور بيس سال تک يمن کے قاضي القضاة رهے -

(نسخه کي تاريخي توثيق)

خوش قسمتي سے يمن کے خاندان رسولي کي ايک مستقل تاريخ شائع هوگئي هے - يه شيخ علي بن الحسن الخزرجي کي العقود اللؤلؤيه في تاريخ الدولة الرسوليه هے جسے دو دو جلدوں ميں گب ميموريل فنڈ کے امينوں نے قاهره ميں چهپوا کر شائع کيا هے - اس کا اصلي نسخه يمن سے عهد عالمگيري ميں ' هندوستان آيا تها ' اور معتمد خاں عالمگيري کے کتب خانے ميں داخل هوا تها - وهاں سے نکلا اور محمد شاه کے عهد ميں اسکے وزير قمر الدين خاں منت کے قبضه ميں آيا - قمر الدين خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن هسٹنگز کے پاس پهنچا - اُس نے انديا آفس کے کتب خانے کي نذر کرديا -

اس تاريخ ميں سلاطين رسوليه کے عهد کے واقعات روزنامچه کي طرح تاريخ وار درج هيں - ميں نے اس خيال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالي که شايد اس نسخه کے درس و املاء کي طرف کوئي اشاره مل جاے - ميرا قياس صحيح نکلا - فيروز آبادي نے صحيح بخاري کے درس و املاء کي جن مجالس کا اپني عبارت مين ذکر کيا هے ' ٹهيک اُنهي تاريخوں ميں اُسکا ذکر خزرجي نے بهي کيا هے -

سنه ۷۹۶ کے واقعات ميں لکهتا هے :

" ۲۴ رمضان کو يمن ميں امام فقيه علامة القاضي الاجل مجد الدين محمد بن يعقوب الشيرازي پهنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کيا - چار هزار درهم بطور رقم ضيافت کے پهلے هي دن مرحمت فرماے - اس سے پهلے چار هزار درهم عدن بهيجے گئے تهے تاکه عدن سے زبيد تک کے مصارف سفر ميں مدد ديں - شيخ موصوف علوم حديث ' نحو ' لغة ' تاريخ ' اور فقه ميں درجهٔ مشيخت رکهتے هيں - انکي مصنفات ميں سے بخاري کي شرح هے جو نهايت مشرح اور مفيد هے " (جلد ۲ : ۲۶۵)

پهر سنه ۷۹۷ ھ - کے وقائع ميں لکهتا هے که ۶ - ذي الحجه کو شيخ مجد الدين قاضي القضاه مقرر کيے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے ميں شائع هوا - (صفحه ۲۷۸)

سنه ۷۹۹ - ھ کے وقائع ميں لکهتا هے :

" و في شهر رمضان من هذه السنة سمع السلطان صحيح البخاري من حديث رسول الله صلعم علي القاضي مجد الدين يومئذ و کان ذا سند عال من طرق شتى " (صفحه ۲۸۶)

اس تصريح سے عبارت مندرجهٔ نسخه کي پوري توثيق هوگئي - معلوم هوگيا که سلطان ملک الاشرف نے فيروز آبادي سے صحيح بخاري کي سند و اجازت حاصل کي تهي ' اور رمضان ميں املاء و سماع کا سلسله جاري رها تها - جو نسخه زير درس و املاء رها ' اور جس پر سند دي گئي ' وه يهي نسخه هے - نهيں معلوم اس نسخه پر ايام و حوادث کے کيسے کيسے تغيرات گزر چکے هيں ؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پرانے مشرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کر دیے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزروعہ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کر رکھے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہو جائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کر کے دنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت ان میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۴۰ مسجدیں ہیں۔ ان میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر منبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن، نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کر لیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد بادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُسوقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخور دانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں عام لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچے کی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسروں اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبدالعزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کر لیتا ہے۔ عمر ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا مرکش جبہ پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن عموماً بغل میں دبائے رہتے ہیں تاکہ تیز چلنے میں

پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ انھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کر دیئے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنا دی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہو گئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام اہل القبلتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کر دیں ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم ایسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا انھیں صراط مستقیم دکھائے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی انھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے مدتوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحراء ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جسنے انھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کر دیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علیحدہ علیحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہو جائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے اسی صحرائی

پادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کردی ہو۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہو۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دارالسلطنت میں واپس آئے تھے۔ وہ ہم سے ۴ دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہو۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشہ گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کررہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہو جو نہ دولت سے محبت کرتا ہو نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہو"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہوسکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہوگئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پاجائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہو۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہوگئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احساء، کویت، اور جرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہو۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کرلی ہو اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہو۔ اس لئے کہا جاسکتا ہو کہ یہ تجارتی شہر ہو نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات ہے سے بیدار ہوجاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آبیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہو۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا میرے خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہو کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبدالعزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کرکے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہو۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہو۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امراء سے ملاقات ہوتی ہو۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر ابہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں، نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہو کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہو۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہو۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہو۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہو کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اسمیں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبداللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کررہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہو، حالانکہ سید عبداللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبداللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہو"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبداللہ بن عائد نے۔

اس مجلس سے اُٹھ کر سلطان اپنے والد "عبدالرحمن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ ان کی عمر اب نوے سال کے قریب ہو مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہوکر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہو۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہو۔ اس کی شرافت و سخاوت دور دور مشہور ہو۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معلومات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحراء میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہو۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کردی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلۂ ارطاویہ اور سلطان بن مجاد شیخ قبیلۂ غطغط، سلطان ابن سعود کے مخالف ہوگئے ہیں ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال موسم حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہوگیا تھا، اسمیں فیصل الدرویش کی رائے ہو کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہو۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کررہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن مجاد کو کچھ شکایت ہوگئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہوگئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہو کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہو کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شریعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھدی گئی ہو موت کا ایک وقت مقرر ہو۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی لہذا اُسے موت سے بے خوف ہوکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈنی چاہئے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہو کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہوجانا، شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر اُنھیں اس درجہ یقین ہو کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہو۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالہ کردیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہو، تو بیک زبان نعرہ مارتے ہیں "واخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنۃ!" (اے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہوگیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد وایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنۃ" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہو تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کا قول ہو "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہو، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مرکر سرمدی زندگی حاصل کرو!" میدان سے بھاگنا اُنکے خیال میں ایسا عیب ہو کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہو کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کردیتی ہو اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہو۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت، عرب میں اس قدر مشہور ہوگئی ہو کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار، سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا بین ثبوت ہو۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہوگئی تھی کہ بے لڑے ہتیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احساء اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی، سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہو کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہوجاتی ہو، اُسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہوجاتا ہو۔ کہتے ہیں مردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہوگئے ہیں۔ آخرت میں انھیں جو درجہ ملے گا وہی اصلی درجہ ہو ہمیں انکے لئے اسی کی دعا کرنی چاہئے۔

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔ اس پر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہے۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالی صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحۂ بکاء بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجماميز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن ملال کی شہادت دے رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغاز مرض

۱۵ اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب ظاہر ہوا اور بالآخر یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ واپس آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطباء سے معائنہ کرایا گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ دوشنبہ کو مرض نے از سرِ نو حملہ کیا۔ ۱۰ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے اپنی حرم سے اچانک کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہوگئی، اور اسی دن یعنی ۲۳ اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائرِ روح پرواز کر گیا! انا للہ وانا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے وفادار مرید اور بھانجے فتح اللہ باشا برکات بھی بستر مرگ کے پاس موجود تھے۔ وفات کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر کر آئے۔ حاضرین نے دُور کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثناء میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ باشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن انھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر یک دفعہ سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شنیق اُوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو! اتنا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے، لیکن اگر تم چاہو تو انھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو"

مگر یہ وقت نصیحت سُننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب جوار کے لوگوں نے سُنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہوا

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے مصر میں ان دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر اُنھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کر دی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ اوپر کئی سال سے یہ مغز خاتون بیمار ہے۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کر دی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کر کے کی تھی۔

مجلس وزراء

اطلاع پاتے ہی مجلس وزراء کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دئے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے، اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزراء اور سفراء دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امراء، وزراء، سفراء، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علماء، کاہن، ربی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں جمع تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب منہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں، مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منشف دوائیں دے کر آنکھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزراء اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہی معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رُو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے"، ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کر دیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے اس سے انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کر لیا تھا۔ اُنھوں نے اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے"، مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الہ الا اللہ — البقاء للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحمك یا سعد!" عورتیں چلائیں "فلتحی ذکری سعد!"

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج اور پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۴ بجے جنازہ روانہ ہوگیا

جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا۔ اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علیحدہ علیحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارکن تھے۔ چھاپے خانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر.....

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے۔ صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں، ..... بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہے، اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ بھی تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال اور صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ہلتے تھے اور ہم آغوش ہو جاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کر رہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہے، اور وہ آزادی خواہ مصری قوم ہے۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا، بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۶ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ ادا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کر رہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رکا۔ ۷ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ ان میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہے۔ دُنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا! ایسا ماتم تھا کہ دل لے جاتے تھے۔ ۶ مغز آدمی بیہوش ہوکر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسجی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پُورے معنی میں نشانِ غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد مرگیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہے! یہ ایسی مصیبت ہے جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا۔ سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمدللہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہے گی۔ ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مرجائیں گے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہے گی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر "بیت الامہ" (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہے جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہے کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہو چکا ہے، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پُوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا۔ وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنادی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت وعظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کرڈالیں۔ رکاوٹیں دُور کردیں اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کردی۔ اپنی بے مثل محبت سے ناممکن کو ممکن بنا دیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا، سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے بلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستور العمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑھائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ وجلال کا ایک عظیم پرتو اُسپر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی.....

"سعد ہی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ اللہ تھا۔ ہدایت کا نور تھا عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا....

"محترم خاتون! اسوقت جبکہ حزن وملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہے، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہے، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور غم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہے کامل آزادی کے حصول کی جدوجہد جاری رکھیں گے اور پُورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت وہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کردی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہے جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی....."

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلاکر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہو جائیے۔ وہ کہتی ہیں آپ کی تقریر سے میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ آپ کی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں۔ میری زبان انہی کے اظہار سے قطعاً عاجز ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ آپ سب کے ساتھ رہے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ ہانم زوجۂ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوار خداوندی میں پہنچ چکا ہے، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمھاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا پیسالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمھاری مصیبت ہے۔ اُس کا ماتم خود تمھارا ماتم ہے۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اسی لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمھاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کرلو۔ ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہے اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہے!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مرگیا، مگر الحمدللہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہے۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ ہو گئی، والذکری تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت وشجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہے جو بے روک ہوتی ہے، ایسی ہمت لاتا ہے جو لاتناہی ہوتی ہے۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہے تو وہ حق یہی ہے کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پُورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کردیں۔ مصر کو یاد رکھیں مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا مبتدا و منتہا ہے۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے۔ بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا۔ یہ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، در اصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہے جس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ یعنی آزادی، یعنی خود مختاری۔ اسی پر ہم جینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمھاری طرف دیکھ رہا ہے، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمھیں پکار رہا ہے، تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تم نے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو، بے شک سعد مرگیا، مگر مصر زندہ رہے! بے شک قوم کا رہنما مرگیا، مگر قوم زندہ ہے! قومی آرزؤں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑھکر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کردی تھی، ہمیں آیندہ بھی راہ راست دکھائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کرے گا....."

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک بلند مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو حالت خطابت میں ظاہر کرینگے۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی عمارت بنادی

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُنہیں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۱۰ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہے کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ ان کپڑوں میں ایک سبز جبہ بھی ہے جو وہ اپنے ملکی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علی حالہ رکھا رہے گا۔ مگر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الاسلام ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر اصلی ہے۔ اس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام لکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آ رہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ ان دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے اور اس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہے۔ اگر میں ان تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چھٹی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہے کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہے؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہے؟

ٹائمس آف لندن لکھتا ہے:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہے کہ تاریخ اُنھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز زندہ روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا مکمل نمونہ تھے زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاق عادت شجاعت شدید صراحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے اُنھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آج تک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور ملک کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مشرقی رہنما مغربی رہنماؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں، لیکن سعد زغلول، اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت و مافی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں۔ جو ۵۰ سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی ... برطانیہ نے زغلول کو جلاوطن کیا تھا۔ لیکن اس عظیم انسان کے دل میں اس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہے جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پورے حوصلہ سے اُن کا جواب دے سکتا ہے۔ کوئی شخص بھی اس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا ....!"

ڈیلی نیوز لکھتا ہے:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و لیاقت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علم بردار ہے!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دل میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا۔"

مانچسٹر گارڈین لکھتا ہے:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے ۳ مرتبہ جلاوطن ہونا پڑا۔ انگریزی نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملا لیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہنماؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔"

یہ انگلستان کے متعصب متعصب اخبارات کے خیالات ہیں لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اس سے بہت زیادہ لکھا ہے۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ فاضر کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہے: سعد پاشا، مصر کے اس وقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جد و جہد میں گزرا۔ وہ دنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے ...."

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہے: "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علم بردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا ...."

اخبار "دیبا" لکھتا ہے "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی ...."

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہے۔ آئندہ ہفتے انشاء اللہ میں لکھوں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہے؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے قارئین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔

۵ اکتوبر ۱۸۷۸ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۱/۲ کا ہوتا ہے) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم خوش اطوار ہے۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہے یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہے۔ اُس وقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۲۳ قرش ہو گئی۔

۳ مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول" کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۱۰ ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کمشنری میں محافظ دفتر کا فدات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ جون ۱۸۹۱ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر وجہدوم کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے

یکم فروری ۱۸۹۳ء میں تنخواہ ۵۰ پونڈ ہو گئی۔

یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ اپریل ۱۸۹۹ء میں اُنھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔

۱۲ جنوری ۱۸۹۹ء میں اُنھیں میرافشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۰۱ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہو گئی۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

۱۲ نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ جنوری ۱۹۱۰ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔

۲۳ فروری ۱۹۱۱ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ جنوری ۱۹۱۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے ممبر مقرر ہوئے۔

۱۰ جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔

۲۳ اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہو گئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے چلتی کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اس ہفتہ کا کام ختم کر کے ان کی از سر نو تعمیر شروع کر دی جاتی ہے۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ آئندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اس صورت میں آئندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر پیر تک پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہو سکا ہے۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ میعاد میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اب وقت تک مولانا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہے جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہے۔ اُن حضرات کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب وقت تک مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سر نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہو جائیں گے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکالیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اس کے لئے کافی وقت نکالیں گے۔

منیجر

ادبیات

اِنَّ مِنَ البَیانِ لَسِحرًا!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریرین

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہے۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہے۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ ان سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

"ہمہ تن خشوع ہو کر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سرخ رُو کر دیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کر کے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں اتارے ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے منہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کر دیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سروں میں حکمت اُتاری، جسموں میں نظام قائم کر دیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہے"

علماء دین

"میں علماء اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکر گزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہو کر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کر دی۔ تمام اختلافات دُور کر دیئے، اور ثابت کر دیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض و سماء کی عبادت سے ہے۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیاء نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیاء نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہو گئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ تم سب کا فخر ہے۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہے۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین پکارے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہے۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقاء سے کہیں بلند ہے"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہے۔ یہ علم جو اس مبارک اتحاد کا نشان ہے، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ علم میرے ہاتھ میں دے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہئے اور وہ مصری قوم ہے"

وکالت

وکلاء کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا:

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے ان خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہے لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار کیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اسوقت ہے۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہو گیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رکن بھی اُس میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اُسوقت خود وکلاء کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اس پیشہ میں در آیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کر سکوں

"یہ اُسوقت کی بات ہے جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تھا اُس کی ذرا سی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کر دیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کر رہا تھا سرکاری وکیل نے کہا آج پیشی بڑھا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا "مقدمہ کا التوا ناروا ہے، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلا سبب رکھنا ناجائز ہے" حاکم خفا ہو گیا "فوراً اپنے الفاظ واپس لو" حاکم نے کہا "عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورت حال کا مقابلہ کیا۔

"اسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہو گیا اور حکام، وکلاء کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتائے۔ اُسنے یہ مطالبہ ہمیں بتایا ہے کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے روداد طلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہئے کہ خاموشی سے ہماری کوششیں دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہے کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہو جانے پر طیار ہیں۔ سب آرام، ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کر لو۔ ہم اس سب پر صبر کر لیں گے، مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دست بردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہے"

قومی وحدت

"قوم اسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہے، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہے، جس کا شعور ایک ہے، جس کی آرزو ایک ہے۔ ہماری قوم کی اسوقت آرزو کیا ہے؟ کامل خود مختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اُس میں نہ فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ پوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہے نہ "فلاحین" (کسان) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہو سکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہو سکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہے پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ہے تو وہ ایک ہی فرقہ ہے۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہے ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کر لیا ہے۔ یہ معانقہ صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا دنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہے۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔

م۔ ہم شیطان کے پجاری نہیں ہیں جو انسانوں میں پھوٹ ڈالتا ہے۔ ہم خدا کے پرستار ہیں جو انسانوں میں محبت کا رشتہ پیدا کرتا ہے"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز عہد تک ارزاں ہیں!

برّ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔
بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ دہلی

شربت روح افزا ۲۹۲ء (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اہم باسمی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہو اور جس کو چشم بد (حوادث) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم شتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج ہر موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، نارنگی وغیرہ اور بہت سے اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہر طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خدا و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں امید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوغیر ہندوستان کی صنعت کا امیدافزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں فی پرسنٹ کمیشن ملیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور سرلفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

• واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہو۔ "فہرست دواخانہ مع قیمتی ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی ——— تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو

تأمل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوافروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہی جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رُواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل بھروسہ گولڈن سٹرواچ	ریلوے ریگولیٹر واچ	شہور عالم ٹی ٹائم چیمپئن میڈ
		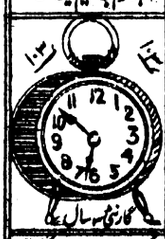
گارنٹی	نمونہ	گارنٹی ۳ سال کی
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی باڈی ٹائم بتانے میں بہت صحیح مضبوط ساخت اور اعلیٰ درجہ کی کاریگری۔ سنی آرڈر فیس ۴ محصول ڈاک پیکنگ	اصل سلور کیس نہایت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت صرف پین باچھ روپے آٹھ آنے (۵) محصول ڈاک پیکنگ۔ سنی آرڈر فیس ۴	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا۔ بجا سستا قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ۔ سنی آرڈر فیس ۴

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ بکمیت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں ہمارے اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدنے کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے بھی قیمت مندرجہ چیج کیجائے گی! محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس! اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۸۲ مقام دھلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے یہ

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہیئے!

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العبودية الرقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - تو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

النخر الجلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان ايين دفتر پارينه را
تازه خوابى داشتن گرداغهاے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويركے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاف نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرائي جائيں تاكه جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے كي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی موالد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الهلال

جلد ۱

نمبر ۱۵

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - ساڈھ روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکر وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرائیے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني اردر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ | کلکتہ : جمعہ ۳ ۔ ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارییں الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۴۹
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۳۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق ھون	۱۱۷

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

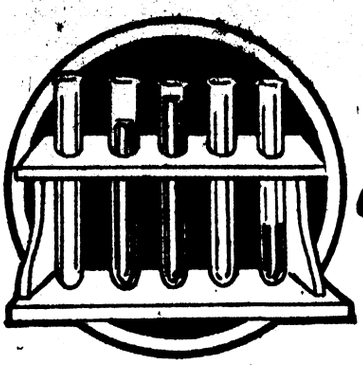

مذاکرہ علمیہ



برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمي تجربہ)

قارئین الہلال ڈاکٹر ووزنوف کے نام سے واقف ہوچکے ہیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقہ ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج ہو چکا ہے - آج ہم اُس کا ایک اور تجربہ - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریہ - پیش کرتے ہیں - یہ نظریہ بلاشبہ عجیب ہے - اتنا عجیب کہ بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حوالہ دیتا ہے -

جدید نظریہ یہ ہے کہ صرف بوڑھے ہي جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکہ ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمي و دماغي قوی میں کہیں زیادہ برتر ہوگي - ڈاکٹر ووزنوف اِس آیندہ نسل کو " سرپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یہ دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح ہے - اُس کا دعوی ہے کہ اِس نسل کا ہر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونہ ہوگا ' بہت طویل العمر ہوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا ! .

اعادۂ شباب کا معاملہ ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگہ پا چکا ہے - علم ' اُس کي راہ میں بہت سي مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک و شبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھ چکے ہیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریہ ہي ہے ' اگرچہ ڈاکٹر ووزنوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریہ کي تکمیل میں بھي وہ بندر کي گلٹیوں سے کام لینا چاہتا ہے -

تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر ووزنوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمي و عقلي قوی کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافہ کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر ہوگي - اب تک وہ میندھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں آٹھ برس کے ایک لڑکے پر تجربہ شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قوی کي مالک ہوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو اُس کے دامنوں میں " سرپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا ہے - یہي انسان اور اُس کي نسل ابد الآباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یہ نسل ایک ایسي قہرمان عقل و جسم کي مالک ہوگي کہ تمام مخلوقات اُس کي قوت قاہرہ کے سامنے جھک جائینگي ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یہ کچھ زیادہ نتیجہ خیز عمل نہ تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ہونگے - یہ تجربے صرف بوڑھوں ہي پر نہیں ہونگے - اب میري توجہ کا مرکز کم عمر بچے ہونگے - وہ بچے جنکي عمر آٹھ اور دس برس کي ہے - بندر کي گلٹي ہي یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انہیں ایک نیا آدمی بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذہانت اور جسماني قوت رکھتے ہیں - یہ بچے اور اُن کي نسل ' مستقبل میں یقیناً نہایت عظیم ہوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یہ در پیش ہے کہ ترقي یافتہ بندروں (شمپانزي اور اورنگ اوٹنگ) کي کافي تعداد موجود نہیں ہے - اگر ہر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یہ مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریہ)

ہندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا ہوگا - حالانکہ وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بہت کم ہیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماہر ہے - چنانچہ سائنس داں' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب ہي کچھ ہے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یہ عجیب ڈاکٹر ' رورنوف اور اُسکے تمام ہم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز ہیں - جواني واپس لانے کا جو طریقہ اُنھوں نے ایجاد کیا ہے ' غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضي ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر ہوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعوی ہے کہ وہ بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کي عمر ' دو سو برس تک طویل کردے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري ہے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں ہیں - پھر انجیکشن کے ذریعہ وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یہ مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي علم و تجربہ حاصل نہیں ہوا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھ کر سخت ہو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کردونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھ ہی کہیں) مچھلی میں کیریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تہیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غالب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح وسالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتا ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورایڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کر لیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلۃ المخ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

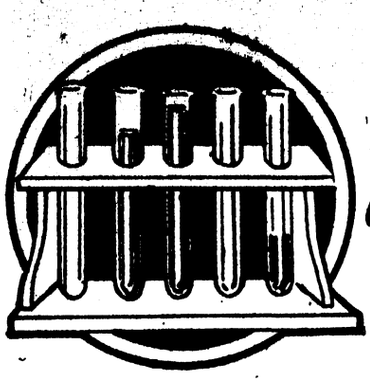

مذاکرہ علمیہ



برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمي تجربہ)

قارئین الہلال ڈاکٹر وورنوف کے نام سے واقف ہوچکے ہیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقہ ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج ہو چکا ہے - آج ہم اُس کا ایک اور تجربہ - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریہ - پیش کرتے ہیں - یہ نظریہ بلاشبہ عجیب ہے - اتنا عجیب کہ بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حوالہ دیتا ہے -

جدید نظریہ یہ ہے کہ صرف بوڑھے ہي جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکہ ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمي و دماغي قوی میں کہیں زیادہ برتر ہوگي - ڈاکٹر وورنوف اِس آیندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یہ دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح ہے - اُس کا دعوی ہے کہ اِس نسل کا ہر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونہ ہوگا ' بہت طویل العمر ہوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا !

اعادۂ شباب کا معاملہ ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگہ پا چکا ہے - علم ' اُس کي راہ میں بہت سي مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک و شبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھ چکے ہیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریہ ہي ہے ' اگرچہ ڈاکٹر وورنوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریہ کي تکمیل میں بھي وہ بندر کي گلٹیوں سے کام لینا چاہتا ہے -

تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر وورنوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمي و عقلي قوی کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافہ کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر ہوگي - اب تک وہ میندھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں اٹھ برس کے ایک لڑکے پر تجربہ شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قوی کي مالک ہوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا ہے - یہي انسان اور اُس کي نسل ابد الآباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یہ نسل ایک ایسي قہرمان عقل و جسم کي مالک ہوگي کہ تمام مخلوقات اُس کي قوت قاہرہ کے سامنے جھک جائینگي ... میں اب تک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یہ کچھ زیادہ نتیجہ خیز عمل نہ تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ہونگے - یہ تجربے صرف بوڑھوں ہي پر نہیں ہونگے - اب میري توجہ کا مرکز کم عمر بچے ہونگے - وہ بچے جنکي عمر آٹھ اور دس برس کي ہے - بندر کي گلٹي ہي یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انہیں ایک نیا آدمي بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذہانت اور جسماني قوت رکھتے ہیں - یہ بچے اور اُن کي نسل ' مستقبل میں یقیناً نہایت عظیم ہوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یہ در پیش ہے کہ ترقي یافتہ بندروں (شمپازي اور اورنگ اوٹنگ) کي کافي تعداد موجود نہیں ہے - اگر ہر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یہ مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریہ)

ہندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا ہوگا - حالانکہ وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بہت کم ہیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماہر ہے - چنانچہ سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب ہي کچھ ہے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یہ عجیب ڈاکٹر ' وورنوف اور اُسکے تمام ہم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز ہیں - جواني واپس لانے کا جو طریقہ اُنھوں نے ایجاد کیا ہے ' غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضي ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر ہوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعوی ہے کہ وہ بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کي عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري ہے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں ہیں - پھر انجیکشن کے ذریعہ وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یہ مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي علم و تجربہ حاصل نہیں ہوا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھ کر سخت ہو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کردونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ درحقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھ ہی کہیں) مچھلی میں کیریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غائب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خودکشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح وسالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بوڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کراوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورایڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کرلیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کترن پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلۃ الملخ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

افسانـــه

ترکی تاریخ کا ایک مجہول صفحہ

(شاہزادہ چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاہزادہ " چم " کا نام سنا ہوگا - عام طور پر مورخوں نے بھی اِس کا ذکر نہیں کیا ہے - نتیجہ یہ ہے کہ یہ نام بالکل اجنبی معلوم ہوتا ہے - حالانکہ اِس کا واقعہ ترکی تاریخ میں ایک نہایت ہی غم ناک فاجعہ (تریجدی) ہے - اور اِس وقت بھی مشرقی دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس ہے - آج ہم قارئین الہلال سے اِس تاریخی شخصیت کا تعارف کراتے ہیں -

(۱)

چم — یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " — ایک بد نصیب مشرقی شاہزادہ ہے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کی - زمانے نے بے وفائی کی - حسرت و غم نے اُسکا پیچھا کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیہ کا یہ منجھلا لڑکا تھا - اُس میں جسمانی قوت ' ذہانت ' حسن ' خوش مزاجی ' رقیق احساس ' شجاعت ' جملہ اوصاف جمع ہوگئے تھے - پیدائشی شاعر تھا - ترکی شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود ہیں ' اور اُس کی ذہنی بلندی اور شاعرانہ تخیل کا بہترین ثبوت ہیں -

اُس کا آغاز نہایت امید افزا تھا - گمان ہوتا تھا کہ قدرت اُس پر پوری طرح مہربان ہے - ابھی اُس کی عمر دس برس ہی کی تھی کہ اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کی قابلیت کا معترف ہوگیا اور صوبۂ قسطموني کا حاکم مقرر کردیا - یہاں شعراء و ادباء کی ایک بڑی جماعت موجود تھی - کم سن شاہزادے نے اُنھیں باریاب کیا ' تعلقات بڑھائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتھہ شعر و ادب کا با قاعدہ مطالعہ کیا - تھوڑے ہی مدت میں اپنے استادوں سے بھی بازی لے گیا - اُسی زمانے میں ایک فارسی قصے " خورشید و جمشید " کا ترکی شعر میں ترجمہ کیا اور اپنے والد کے نام ہدیہ کیا - محمد فاتح بہت خوش ہوا - پہلے سے زیادہ مہربان ہوگیا اور صوبۂ گلیشیا کی حکومت سپرد کردی - اُس وقت چم کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی ' مگر وہ پختہ کار حکمراں بن چکا تھا -

گلیشیا میں اُس نے اپنی انتظامی قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یہ صوبہ پہلے سلجوقیوں کی ایک ریاست تھا - آل عثمان نے اُسے فتح تو کر لیا تھا ؛ مگر پوری طرح قابو نہیں پاسکے تھے - ہمیشہ بدامنی اور شورش برپا رہتی تھی - سابق سلجوقی حکمراں بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رہتے تھے - مصر کے چرکس بادشاہ اور ایران کے شہنشاہ اُن کی امداد کرتے تھے - اُس وقت ترکی سلطنت میں اِس صوبے سے زیادہ مشکل حکومت کسی صوبے کی نہ تھی - والیوں پر والی آتے تھے اور ناکام لوٹ جاتے تھے -

لیکن چم نے آتے ہی اپنی بے نظیر ہمت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمہ کردیا - ہولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گھس جاتا تھا - دست بدست لڑائیاں لڑتا تھا - بڑے بڑے شہ زوروں سے نبرد آزما ہوتا اور ہمیشہ غالب رہتا - تھوڑے ہی دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چھا گیا - چم کا نام دل دہلا دیتا تھا - باشندے ڈر سے اُس کا نام نہیں لیتے تھے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے !

(۲)

پانچ برس تک نہایت بیدار مغزی سے حکومت کرتا رہا - ہر طرف امن و امان قائم ہوچکا تھا - کوئی پیچیدگی بھی باقی نہیں رہی تھی - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلی پیدا کی ' اور اِسی تبدیلی سے اُس کی بد نصیبی کا آغاز ہوا -

حکومت کی ذمہ داریوں سے غافل ہوگیا - عیش و عشرت کی بساط بچھا دی - نفس پرستی کا دروازہ کھول دیا - اُس کا محل بوالہوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبہ بن گیا -

اب تک وہ پوری قوم کا محبوب تھا - کوئی نہ تھا جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نہ خیال کرتا ہو - ملک بھر کی یہی رائے تھی کہ آئندہ سلطان وہی ہوگا - لیکن اِس نئی تبدیلی نے اُس کی شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا - دو جماعتیں قائم ہوگئیں : ایک اب بھی اُس کی مؤید تھی - پورے یورپ کے مقابلے کی قوت اُسی میں دیکھتی تھی - یہ جماعت وزیر اعظم محمد نشانی پاشا کی تھی - دوسری جماعت فسق و فجور کی وجہ سے اُس کی سخت مخالفت تھی - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجھتی تھی - اِس جماعت کا سرگروہ ' شیخ الاسلام تھا -

چم کا حریف ' بایزید تھا - یہ اُس کا بڑا بھائی اور ترکی دستور حکومت کی رو سے اپنے باپ کا وارث تھا - سلطان محمد کی زندگی میں دونوں حریف دور دور رہے - لیکن اُس کی وفات کے بعد تصادم ضروری تھا -

چم ' عقلمند ' بہادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشی کی وجہ سے غفلت کا شکار ہوگیا تھا - بایزید ' بے قوف ' بزدل ' پست ہمت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تھا - بایزید اپنے بھائی کی قابلیتوں سے واقف تھا ' اِس لیے بہت بیدار رہتا تھا -

(۳)

اپنے باپ کی وفات کے وقت دونوں بھائی پایۂ تخت ' قسطنطنیہ سے دور تھے - چم گلیشیا میں تھا اور بایزید آماسیا کا حاکم تھا - وزیر اعظم محمد نشانی پاشا چونکہ چم کا طرفدار تھا ' اس لیے اُس نے سلطان کی موت فوج سے مخفی رکھی - کیونکہ فوج تمام تر ترکی علماء کے زیر اثر تھی - اُس نے پہلے ایک خفیہ قاصد چم کے پاس بھیجا کہ فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض ہو جاؤ - نیز وہ تدبیریں بھی لکھدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تھا - کئی دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بھیجا اور تخت نشینی کی دعوت دی -

دونو قاصد روانہ ہوگئے - مگر چم بد قسمت تھا - اُس کا قاصد پہنچ نہ سکا - کوتاہیہ کا حاکم سنان پاشا ' بایزید کا طرفدار تھا - وہ حقیقت سے واقف ہوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسری مصیبت یہ پڑی کہ پایۂ تخت کی فوج کو سلطان کی

وفات کا پتہ چل گیا - وہ شاہی محل میں گھس پڑی اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کی آمد تک تخت پر بٹھا دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے تاکہ وہ وفادار اور اطاعت شعار رہیں - معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ فوج سازش سے بھی واقف ہوگئی اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب چم کی زندگی کے ہولناک تاریک دن شروع ہوتے ہیں - قاصد ہوا کی طرح اڑ کر بایزید کے پاس پہنچا - ولی عہد گویا پہلے ہی سے طیار بیٹھا تھا - فوراً روانہ ہوگیا اور نہایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل ہوا - لیکن قصر شاہی میں فوج نے داخل ہونے نہیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپنی وفاداری کی قیمت لینی چاہی - بایزید ' ڈرپوک تھا - فوراً خزانے کا منہ کھول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یہی بخشش فوج کا مطالبہ اور قرضہ بن گئی اور سلطنت کے لیے بہت مضر ثابت ہوئی - [illegible] اسکندر اُس کا جانشین

بایزید تخت نشین ہوگیا اور اپنے بھائی میں کی جو چم کو قید میں چم پر قابو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے [illegible] کیا کرتا تھا - بلکہ ایک لگا - چم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر [illegible] تھا - باپ کی وفات اُس وقت معلوم ہوئی جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین ہوچکا تھا !

سخت متحیر ہوا کہ کیا کرے ؟ یہ ظاہر تھا کہ صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کی کوئی جماعت باقی نہیں رہی ہے - علماء اُس کے سخت خلاف ہیں اور عام رائے اُنہی کے زیر اثر ہے - اب اُسے اپنے سامنے دو ہی راہیں نظر آتی تھیں : بھائی کی اطاعت ' یا جنگ - پہلی صورت کی طرف اُس کا رجحان تھا ' مگر دو باتوں سے ڈرتا تھا : ایک یہ کہ گلیشیا کی حکومت اُس کے ہاتھ سے چھین لی جائیگی - دوسرے یہ کہ بایزید اُسے قتل کرنے کی کوشش کریگا - کیونکہ ترک سلاطین کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بھائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تھے - اگرچہ وہ کتنے ہی مطیع و وفادار ہوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپنی کامیابی کی قوی امید تھی - گلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تھے - اُس نے خیال کیا ' بایزید بزدل اور پست ہمت ہے - ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا -

(٥)

چنانچہ وہ فوراً کمر بستہ ہوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسہ کی طرف بڑھا - بروسہ ' قسطنطنیہ کی کنجی ہے - اُسے یقین تھا ' بایزید کی طیاری سے پہلے ہی وہ بروسہ پر قابض ہوجائے گا - مگر بایزید بھی غافل نہ تھا - مقابلہ کی طیاری کرچکا تھا - چم کے متحرک ہوتے ہی اُس نے بھی ایاز پاشا کی قیادت میں ایک فوج روانہ کردی ' اور خود بھی ایشیائی ساحل پر جنگی کارروائی کرنے کیلیے آ موجود ہوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسہ کے سامنے پہنچیں - شہر والوں نے اپنی بربادی کے خوف سے دونوں پر شہر کے دروازے بند کر دیے - باہر ہی باہر فیصلہ کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم ہوا اور پہلے ہی معرکہ میں بایزید کی فوج بھاگ نکلی - چم ' مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا اور اپنی سابق عیاشی پھر شروع کردی - اب اُسے کامل یقین تھا کہ پایۂ تخت کا مالک ہوجائے گا -

لیکن یہ اُس کی سخت غلط تھی - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کی سپہ سالاری میں بھیجی - مگنیا سے ایک دوسری فوج اُس کی کمک پر چل دی ' اور دونوں نے مل کر چم پر حملہ کردیا - عیش پسند شاہزادے کے سپہ سالار ' نصوح نے دشمن کی قوت دیکھی تو درۂ ازراد کی طرف پسپا ہوگیا - خود چم کو بھی بروسہ خالی کرنا پڑا - صرف سترہ دن کی حکومت اُس کی قسمت میں لکھی تھی !

بایزید نے صرف اپنی جنگی قوت ہی پر بھروسہ نہیں کیا ' بلکہ سازش کا جال بھی پھیلا دیا - بڑی بڑی رشوتیں دے کر چم کے بہت سے آدمی ملا لیے - حتی کہ اُس کا وزیر یعقوب بھی خیانت پر آمادہ ہوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو یہی شہر چلنے کا مشورہ دیا - یہاں بایزید کی ایک بڑی فوج موجود تھی - فوراً چم پر ٹوٹ پڑی - اب بھی پلہ شاہزادے ہی کا بھاری تھا - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپہ سالار نصوح نے دغا کی اور فوج کا ایک بڑا حصہ لے کر دشمن سے جا ملا - اب چم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا -

لیکن ابھی ایک امید باقی تھی - سلجوق خاتون ' سلطان محمد فاتح کی بیوی ' دونوں بھائیوں میں صلح کی کوشش کر رہی تھی - خود چم نے اُسے بروسہ سے بھیجا تھا - تجویز یہ تھی کہ سلطنت تقسیم ہوجائے - یورپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء چم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بہت کچھ سمجھایا - بھائی کے حقوق یاد دلائے ' مگر کامیابی نہ ہوئی - بایزید نے صاف کہدیا " بادشاہوں میں رشتہ نہیں ہوتا "

چم ' شکست کھا کر بھاگا - راستہ میں خود اُسی کے سپاہیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمی کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شہر میں اِس طرح پہنچا کہ تن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا اور سردی سے اُس کا تمام بدن کانپ رہا تھا - اگر ایک شخص رحم کھا کے اُسے اپنا گرم کوٹ نہ دے دیتا تو یقیناً ٹھٹھر کر مر جاتا !

شکست کے ایک ہفتہ بعد وہ قونیہ پہنچا - یہاں اپنی ماں اور بیوی سے ملاقات ہوئی - اِنہیں لے کر شام روانہ ہوا ' اور شام سے ۲۸ جون سنہ ۱۴۸۲ع کو مصر پہنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائی نے شہر کے باہر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مہمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مہینے آرام

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا - وہاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئی - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - اُنھوں نے شاہزادے کو از سر نو قسمت آزمائی کا مشورہ دیا اور اپنی عقیدت و خدمت پیش کی - اِنہی میں قاسم بک حاکم گلیشیا بھی تھا -

(٦)

جم نے پھر کمر ہمت چست کی - حلب پہنچا - وہاں بایزید کے کئی باغی سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - اُنھیں ساتھ لے کر گلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد گلیشیا کو خود مختاری بخش دے گا -

جم نے ایک بڑی فوج جمع کرلی اور قونیہ کے طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھ روانہ ہوا - اُس کی فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگی آدمی تھا - کدیک احمد باشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے ہی جم کی فوج تہہ بالا کر ڈالی -

جم ' پھر بھاگا اور گلیشیا کے پہاڑوں میں پن
نے ایک وفد بھیج کر خواہش کی کہ جنگ سے
زندگی اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس
صوبوں کی حکومت بخش دی جاے - بایزید
سلطنت میں دو ساجھی جمع نہیں ہو سکتے
جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ ح
تعاقب بھی شروع کردیا - جم کے لیے اب وسی
اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر
قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہا
مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(٧)

شاہزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ
قسطنطنیہ کی فتح کا واقعہ ابھی تازہ ہی تھا -
ترکوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے - قومی امی
عثمانیہ کی تباہی کے خیال سے اِس باہمی خ
منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و
پہنچائینگے -

جم نے جزیرۂ رودس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبی مجاہدین " سینٹ جان کے سواروں " کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلیٰ نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاہزادے کی حمایت قبول کرلی - آنے کی دعوت دی اور اپنا جنگی بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

۲۳ - جولائی سنہ ۸۲ ۱۴ - کو جم کا رودس میں شاہانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکی ضیافتیں شروع ہوئیں - بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کی حکومت کو دائمی صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا - ساتھ ہی بہت سے امتیازات بھی پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں جم کی حوالگی کی درخواست کی - جزیرہ کی حکومت بہت خوش ہوئی - اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں - مگر جم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان ہے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کی حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملہ طے کرلیا - دوسری طرف جم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کی زندگی خطرے میں ہے - بایزید نے اسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں - لہذا مصلحت یہی ہے کہ فرانس چلا جائے -

(٨)

بد نصیب شاہزادہ راضی ہوگیا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع میں جزیرے سے روانہ ہوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے - وہاں آزاد شاہانہ زندگی بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کی حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا -

شاہزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند
یں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت اختیار
، شاہی کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں
قاصد بھیجا اور امداد کی درخواست کی -
آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور
۱۴۸۳ ع میں نیس سے دوسری جگہ لے
ہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے
ے تھے -

سے دھوکا دیا گیا ہے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ
ہیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ
دوسرا ہنگری کو - مگر اُس کے میزبان
ر مل گئی اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن

(٩)

، پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے - قلعہ ساسناگ
اُس کی لڑکی ولینیا ہیلانا حسن و جمال
ے نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا - دوشیزہ کو
وگئی - محبت نے مرد میدان جم کی
جنگ و جدل سے نفرت ہوگئی - حکومت
وش زندگی کی طلب پیدا ہوئی - اُس

نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کی درخواست کی - مگر سنگ دل بھائی کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھ کر اُس کی ہمت اور بھی بڑھگئی - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ جم کو فوراً اپنی حدود سے خارج کردے -

جزیرۂ رودس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے جاتا ہے - فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ ہوگئے - پوپ اینوسین ہشتم سے ایک بہت بڑی قیمت لے کر ' ۱۳- مارچ سنہ ۱۴۸۹- کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(١٠)

جم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات ہوئی - جم نے اپنی مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کی کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکی ماں اور پیاری مدتوں سے جدائی

کا غم کھا رہی ہیں - مگر پوپ نے منظور نہیں کیا - اُس نے کہا " یورپ کے بادشاہ ترکی پر چڑھائی کرنے کی طیاری کر رہے ہیں تاکہ تمہیں تخت نشین کردیں " ساتھہ ہی اُس نے بہت اصرار کیا کہ مسیحی دین اختیار کرلے تاکہ " دنیا کے ساتھہ آخرت کی عزت بھی حاصل ہوجائے "

جم ' پکا مسلمان تھا - پوپ کی یہ دعوت حقارت سے رد کردی - اُس نے سختی سے کہا " اگر تمام دنیا کی بادشاہی مل جاے ' تو بھی میں اپنا دین فروخت نہیں کرونگا " اِتنا ہی نہیں بلکہ غیور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جھکانے یا اُس کے ہاتھہ کو بوسہ دینے سے بھی انکار کر دیا ' جیسا کہ شاہان یورپ کا دستور تھا - اُس نے کہا " میں مسلمان ہوں - پوپ کے سامنے نہ تو جھک سکتا ہوں ' نہ اُس کا ہاتھہ چوم سکتا ہوں ! "

پوپ نے اُسے ویٹیکان میں نظر بند کردیا اور دول یورپ کو ترکی پر حملہ کی ترغیب دینے لگا - مگر اُس وقت بھی یورپ میں باہم دگر سخت منافست تھی - آپس میں کوئی سمجھوتا نہ ہوسکا - اِسی اثناء میں پوپ نے انتقال کیا اور مشہور ظالم کارڈنیل ' اسکندر اُس کا جانشین ہوا - اِس نے اُس عظیم رقم پر قناعت نہیں کی جو جم کو قید میں رکھنے کے صلہ میں بایزید سے سالانہ وصول کیا کرتا تھا - بلکہ ایک بہت بڑی رشوت لے کر اُس کے قتل

(۱۱)

اُسی زمانہ میں (ستمبر سن
فرانس نے روم کا محاصرہ کرلیا ' اور صا
کہ جم اُس کے حوالہ کر دیاجائے - پو
چاہا - اُس زمانے میں یورپ کے روح
بھی سب سے بڑے ماہر تھے - پوپ کے
اگر ایک تندرست آدمی کو کھلا دیا
اُس کی تندرستی پر کوئی اثر نہیں
بعد آہستہ آہستہ اُسکی تاثیر کام کرنے
کا خاتمہ کر دیتی تھی - پوپ نے یہ
اطلاع بایزید کو دیکر اُس سے مطلوبہ ر
جم ' چارلس کے حوالہ کردیا ' اور اُس

جم ' شاہ فرانس کے قبضہ میں
خوج کشی کے لیے آمادہ کرنا شروع
کہ یورپ اُس کی طرفداری نہیں
سب سے بڑی اسلامی سلطنت تب
نے قطعی طور پر انکار کردیا - بادی
مگر اب اُس کی دائمی رہائی کا وقت بھی آ پہنچا تھا - پولس رسول کے جانشین پوپ کا زہر اُس کے جسم میں سرایت کرچکا تھا - وہ ابھی ناپولی ہی میں تھا کہ ۲۴ - فروری سنہ ۱۴۹۵ع میں انتہائی حسرت و یاس کے ساتھہ اِس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا !

اُسکے آخری الفاظ یہ تھے :

" خدایا ! اگر دشمنان دین مجھسے مسلمانوں کے خلاف کام لینا چاہتے ہیں ' تو مجھے جلد موت دیدے ' اور اُن کا مقصد پورا نہ ہونے دے ! "

مختارات

حب ذات کس میں زیادہ ہے : مرد میں یا عورت میں ؟

(ایک مصری خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجھے یہ ظاہر کردینا چاہیے کہ دنیا کی ترقی کے لیے جس طرح ایثار کرنے والے ضروری ہیں ' اُسی طرح حب ذات رکھنے والے بھی ضروری ہیں - اگر ایک آدمی بھی حب ذات نے والے لوگ کس کی خدمت
ت کر مر جائینگے - کیونکہ اُن کے لیے
ی موقعہ موجود نہ ہوگا - لیکن
ے دنیا میں تقریباً مساوی تعداد
وجود رہینگے ' اِس لیے اِس صورت
نہیں ہے -

حب ذات کس میں زیادہ ہے :
یال میں جواب صرف ایک ہی
می طور پر جنس نسوانی میں یہ
رتیں علی العموم حب ذات کی
ں اپنی طبیعت پر تھوڑا سا غور کرکے
برخلاف اِسکے مردوں میں ایثار
غور کریں کہ اُنکے آرام و آسائش کے
ں ؟ ہمارے لیے دروازے کھولتے
نا دیتے ہیں - ریل اور ٹرام وغیرہ
ہ خالی کر دیتے ہیں - ہمارے
سکہ اٹھنے بیٹھنے ' کھانے ' پینے '
ہیں - خود تکلیف اٹھاتے ہیں
اور ہمیں آرام دیتے ہیں !

حقیقت یہ ہے کہ عورت ' مرد کی اِس خصلت سے بہت خوش ہوتی ہے - اِسے اُسکی مردانگی کی علامت سمجھتی ہے - اسی طرح مرد بھی عورت کی حب ذات پسند کرتا ہے - بلکہ اگر ہم عورتوں میں حب ذات نہ ہوتی ' تو مرد ہم سے سخت نفرت کرنے لگتے - یہی حب ذات ' بناوٹی کمزوری ' مصنوعی نزاکت ؛ وہ ادائیں ہیں جو ہمیں مرد کی نظر میں معزز و محبوب بنائے ہوئے ہیں -

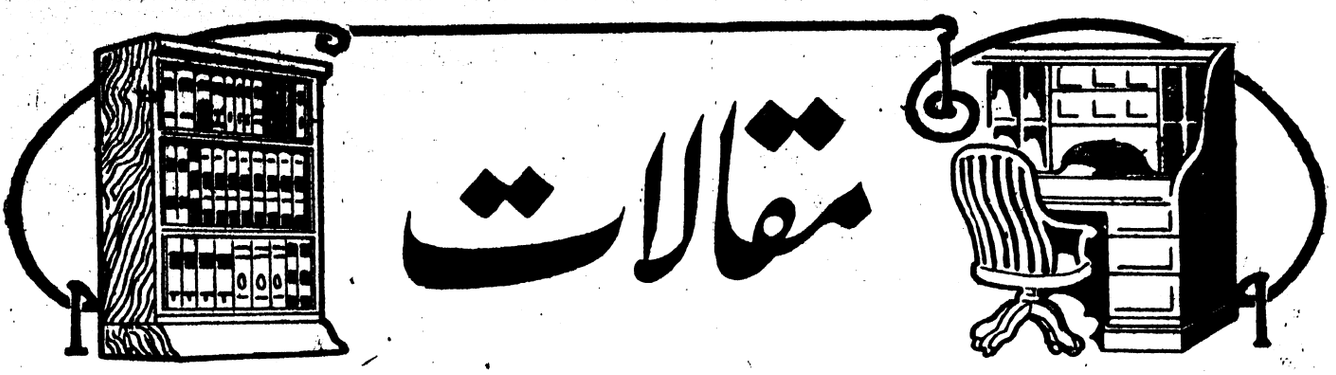

مقالات

علم الاجتمـــاع

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ہے جس کا موضوع بحث انسان کي اجتماعي زندگي ہے - انسان کي اجتماعي زندگي کي پيدايش ' اُس کي نشو و نما ' اُس کے طبعي احوال و تاثرات ' اُس کي مزاجي کيفيات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطريق استقراء اس طرح استقصا کرنا : کہ اس بارے ميں اصول و کليات مرتب ہو جائيں ؛ علم الاجتماع کا دائرۂ نظر و بحث ہے - تاريخ علوم ميں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ايک مدون علم کے ترتيب دیے ' وہ علامۂ ابن خلدون ہيں - اُن کا مقدمۂ تاريخ اس علم کي عديم النظير کتاب ہے -

علامۂ ابن خلدون کے بعد صديوں تک اِس علم ميں کوئي اضافہ نہيں ہوا - گذشتہ صدي ميں جب موسيو کا ترميز نے مقدمہ کا فرانسيسي ترجمہ شائع کيا تو علماء مغرب کو اِس طرف توجہ ہوئي - رفتہ رفتہ يہ مبحث وقت کا سب سے زيادہ اہم اور دقيق موضوع نظر بن گيا - بلاشبہ فرانسيسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاريخ کي طرف متوجہ ہو چکے تھے ' اور تاريخ کي نئي فلسفيانہ ترتيب کي بنياديں پڑ چکي تھيں - نيز اصول قوانين و نظامات حکومت پر بھي مونٹسکيو اور بنتيھم جيسے مفکرين کي کتابيں شائع ہو چکي تھيں - ليکن اِن مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مواد نہيں کہا جا سکتا - يہ واقعہ ہے کہ ترجمۂ ابن خلدون کي اشاعت سے پہلے يہ عام بہ حيثيت ايک مستقل علم کے ' يورپ ميں زير بحث نہ تھا - جس قدر کتابيں بھي اس علم پر لکھي گئي ہيں ' سب کي سب گذشتہ صدي کے اواخر ميں مرتب ہوئي ہيں ' اور يقيناً اُن کا اولين سرچشمہ مقدمۂ ابن خلدون ہي ہے - موجودہ زمانہ ميں ڈاکٹر ليباں کي مصنفات سب سے زيادہ وقيع سمجھي گئي ہيں - اُس نے نہ صرف اس موضوع پر ہي کتابيں لکھيں ' بلکہ وہ کام بھي انجام ديا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کيا تھا مگر پورا نہ کرسکا - يعني متعدد اقوام کي تاريخيں بھي اسي علم کے اصول و کليات کے ماتحت ترتيب ديديں -

ذيل ميں ہم ايک مختصر مگر وقيع رسالہ کا ترجمہ درج کرتے ہيں جو ترکي ميں ڈاکٹر احمد شعيب بک نے سنہ ۱۹۱۰ ع ميں انقلاب عثماني کے بعد لکھا تھا ' اور بلاد اسلاميہ کے اہل علم ميں نہايت مقبول ہوا تھا - ڈاکٹر موصوف قسطنطنيہ کے مدرسہ حقوق (قانون) ميں استاذ تھے ' اور اُن گنتي کے اصحاب علم و نظر ميں سے تھے ' جنھيں ترکي کے نئے عہد تعليم و ترقي کا ماحصل سمجھنا چاھئے - سنہ ۱۹۰۸ ع ميں جب دستوري انقلاب ہوا ' تو انھوں نے مرحوم جاويد بے اور احمد رضا بے کے ساتھہ شريک ہوکر ايک نہايت وقيع ماہوار رسالہ " مجلۂ علوم اقتصاديہ و اجتماعيہ " جاري کيا تھا - ترکي کے تمام مشاہير اہل قلم کي رائے ہے کہ اس سے بہتر علمي رسالہ ترکي زبان ميں شائع نہيں ہوا - يہ رسالہ اسي مجلہ ميں بہ دفعات شائع ہوا تھا - پھر مطبع ثروت فنون نے کتاب کي شکل ميں مرتب کرکے چھاپ ديا -

اِس موضوع ميں يہ مقالہ مختصر ہے ' مگر رسوخ نظر و فکر کے ساتھہ لکھا گيا ہے - ہم اِس کا ترجمہ شائع کر ديتے ہيں تاکہ اُردو ميں ايک ترک مفکر کي بہترين کتاب منتقل ہوجائے - البتہ يہ ظاہر کر دينا ضروري ہے کہ مصنف نے مقالہ کي تمہيد ميں فطرۃ انساني کے خير و شر پر جو اظہار راے کيا ہے ' اور اِسے رزسو کا مذہب قرار دیکر اسکي يک قلم تغليط کر دي ہے ' ہم اسے مصنف کي لغزش نظر سمجھتے ہيں اور اس سے متفق نہيں ہيں - مقالہ کا ترجمہ مکمل ہوجائے تو بطور استدراک و تعليق اس مسئلہ پر مختصراً اپني راے ظاہر کر ديںگے - اس مقام کے علاوہ بعض ديگر مقامات بھي مزيد نظر و کاوش کے مستحق ہيں ' اور انکي طرف بھي خاتمہ ميں اشارہ کر ديا جائيگا -

اِس مقالہ کے ساتھہ ہم علامۂ ابن خلدون کي تصوير بھي شائع کر ديتے ہيں - يہ ايک قديم قلمي مرقع کا عکس ہے جو دمشق کے ايک قديم کتب خانہ ميں محفوظ تھا اور اب رباط کے مجمع علمي (عربي اکاديمي) نے اپنے عجائبات خانہ کے آثار عتيقہ ميں داخل

کر دیا ہے - اس تصویر میں علامۂ موصوف جس لباس میں دکھائے گئے ہیں ' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں مسلمانان مغرب (مراکش و تیونس) کا عام لباس تھا - اور مصر و شام میں بھی اسی وضع کا عمامہ استعمال کیا جاتا تھا - علامۂ موصوف کا آخری عہد مصر میں بسر ہوا ہے - بہت ممکن ہے ' یہ تصویر اصلی اور مستند ہو -

---

(علم الا جتماع)

پہلے یہ علم ' علماء و مفکرین کے ایک نہایت تنگ دائرے میں محصور تھا ' مگر اب وہ ایک ضروری موضوع بن گیا ہے اور سب کے لیے اُس کی تحصیل لازمی ہوگئی ہے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت میں ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ عملاً لازم و ملزوم بن گئے ہیں - ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک مفقود ہو اور دوسرا موجود ہو سکے - روز بروز ثابت ہوتا جاتا ہے کہ عام اجتماع اور علم افراد ' دونوں باہم دگر وابستہ ہیں - ان میں تفریق ناممکن ہے ' اور یہ ' کہ تمام فلسفی اور اخلاقی مسائل ؛ اجتماعی مسائل میں داخل ہیں -

فرد اپنی صفتیں اور خصلتیں ' اپنی قوم و جنس سے ورثہ میں پاتا ہے - یہی معنی ہیں " جماعت " کے - علم جماعت (یا اجتماع) مادی اور معنوی حیات کے علم سنن و نوامیس سے بحث کرتا ہے - نیز اُس کا تعلق علم الحیاۃ سے بھی گہرا ہے - کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ جملہ کائنات اپنے آغاز کے وقت ایک ہی عظیم جماعت تھیں - یہ اس لیے کہ وہ شروع میں غیر مرئی جوہر فرد (ایٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعہ تھیں - بنا بریں علم اجتماع ' جملہ علوم کا مجموعہ اور خلاصہ ہے -

(قوم کا نظام اُسکی استعداد و ضرورت کے مطابق ہوتا ہے)

اِس علم کے اساتذہ کی رائے ہے کہ ہر قوم کا سیاسی و اجتماعی نظام دوسری قوموں سے نمایاں طور پر مختلف ہوتا ہے - ہر قوم کا نظام ' اُس کی ذہنی و تمدنی حالت کا ترجمان ہوتا ہے - اِس نظام کی اہمیت اور خوبی ہمیشہ اعتباری ہوتی ہے - جماعتوں کے نشو و ارتقاء میں سیاسی نظامات ' سبب و عامل ہونے سے کہیں زیادہ خود مقصد و عمل ہوتے ہیں -

قوم کی مخصوص سیاسی تنظیم ' صرف اُس کی موجودہ زندگی ہی کی میزان نہیں ہوتی ' بلکہ اُن تمام انتظامی دوروں کا بھی پتہ دیتی ہے جو اُس پر گزشتہ زمانوں میں گزر چکے ہیں - کسی انسان کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں کہ ملک میں کوئی ایسا نظام جاری کردے جو نظری طور پر سب سے بہتر اور ترقی یافتہ معلوم ہو - تاریخ بتاتی ہے کہ غیر فانی قوانین قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس لیے کامیابی حاصل کی تھی کہ اُنھوں نے پہلے قوم کی ضروریات معلوم کرلی تھیں ' پھر اِن ضروریات کے مطابق قانون بنائے تھے - سولن نے کیا ہی خوب کہا ہے " میں نے ایتھنز کے باشندوں کے لیے ایسا قانون طیار نہیں کیا ہے جو عقلاً سب سے افضل ہے - بلکہ ایسا قانون بنایا ہے جو اُن کی استعداد اور ضرورت کے موافق ہے "

تمدن کی تاریخ یہ حقیقت پوری طرح ثابت کر رہی ہے کہ ہر قوم کا نظام ' اُس کی ضرورت کا مظہر ہوتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ اُن قوموں کے نظام تقریباً یکساں ہوتے ہیں جو ترقی کی مساوی سطح پر پہنچ گئی ہیں - پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ کسی قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذریعہ بدلا جاسکا ہو - بلا شبہ یہ صورت کبھی فتوحات اور انقلابات کے بعد پیدا ہو جاتی ہے - مگر تبدیلی محض ظاہری اور لفظی ہوتی ہے - حقیقت و واقعہ پر اُس کا کوئی اثر نہیں پڑتا - اِس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں - جزیرۂ کارسیکا مدت سے فرانس جیسی متمدن حکومت کے ماتحت ہے ' مگر آج تک اِس جزیرہ کی وحشت دور نہ کی جا سکی - یہی حال آئرلینڈ کا ہے - صدیوں تک ساتھ رہنے پر بھی وہ انگلستان سے منزلوں دور ہے - حقیقت یہی ہے کہ قوموں کی طبیعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل ہوتا ہے - نظام کی تبدیلی اُسی وقت ممکن ہے جب قوم کے دماغ میں بھی تبدیلی پیدا ہو جائے -

(اچانک ترقی ناممکن ہے)

مقننوں کی قدرت سے باہر ہے کہ اپنے دل سے کوئی ضابطۂ قانون ایجاد کرکے قوم کو اُس پر چلادیں - بڑی بڑی بغاوتوں اور عظیم فاتحوں نے اگر اِس طرح کی جرأت کبھی کی ' تو یہ زبردستی زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکی اور قدیم حالت پھر لوٹ آئی - اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر حیوان کو کسی ایسی بات پر مجبور کیا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف ہے ' تو وہ اُسی وقت تک اُسے کرتا رہیگا ' جب تک دباؤ موجود ہے - لیکن دباؤ ہٹتے ہی فوراً اُسے چھوڑ دے گا - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کے نظام ' اُنکی ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظہر ہوتے ہیں - اور یہ کہ اُن کی تبدیلی ' قوم کی ذہنیت کی تبدیلی کے بعد ہی ممکن ہے - قوموں کی ذہنیت ' فوراً تبدیل نہیں ہو سکتی - بہ تدریج اور آہستگی سے بدلتی ہے -

سیاسی و اجتماعی نظام کے نشوء و تکوین کا باعث وہی ہوتا ہے جو خود کائنات کی تکوین کا باعث ہے - یہی وجہ ہے کہ اچانک تبدیلی محال ہے - یہ ایک اٹل اجتماعی قانون ہے کہ نمایاں تبدیلی ' اُن بہت سی مخفی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتی ہے جو صدیوں تک جاری رہتی ہیں - ہم تبدیلی کا احساس اُس وقت کرتے ہیں جب وضعی قوانین آکر ہمیں بتانے لگتے ہیں - ہم خیال کرتے ہیں تبدیلی اِنہی قوانین کا نتیجہ ہے - حالانکہ یہ تبدیلی ایک طویل و مسلسل حرکت و عمل کا نتیجہ ہوتی ہے -

حقیقی مقننوں کا فرض صرف یہ ہے کہ قوم کی راسخ عادتوں اور خصلتوں کی تائید کریں ' مگر صرف اُنہی کی جو مفید ہوں - مضر کی مضرت کم کرنے اور بتدریج دفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں -

بسا اوقات قوم کے سمجھنے کے لیے اُسکی تاریخ سے کہیں زیادہ اُس کے ضابطۂ قانون کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے - کیونکہ ضابطۂ قانون ہمیں بالکل صحیح طور پر بتا دیتا ہے کہ قوم کی اجتماعی حالت اور ضروریات مختلف زمانوں میں کیا کیا تھیں ' اور اُن میں بتدریج کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء ہمیشہ تدریجی ہی ہوتا ہے - جب تاریخ ہمیں کسی قوم کی بابت بتلائے کہ وہ ترقی یافتہ تمدن کی مالک تھی ' تو ہمیں فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا یہ تمدن ' ایک طویل ماضی کا نتیجہ ہے - اگرچہ یہ ماضی ہمارے لیے کتنا ہی مجہول کیوں نہ ہو - کیونکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ زبان اور ادب (لٹریچر) کا وجود اچانک نہیں ہوجاسکتا - خود اُن کا وجود ہی اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ ایک قدیم ماضی رکھتے ہیں - موجودہ مغربی تہذیب کی مثال اِس حقیقت کے فہم کے لیے بالکل کافی ہے - یورپ اپنی موجودہ تمدنی سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر ہی

پہنچا ہے - یہ سراسر جنون ہے کہ کوئی قوم ترقی کے بلند درجہ تک اچانک پہنچ جانے کا خیال کرے -

(سلطنت کی تکوین اور روسو کا نظریہ)

جوزیف دومستر اور بونلڈ نے سلطنت (اسٹیٹ) کی تکوین کا جو نظریہ قائم کیا تھا ' وہ اب اس حد تک شکست ہوچکا ہے کہ اس کے بطلان کے لیے کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی - اسی طرح " اصحاب جمہوریۃ " (جن کا سر گروہ روسو ہے) کے نظریے بھی غلط ثابت ہوچکے ہیں -

مذہب جمہوریۃ ' سولھویں صدی کے اواخر میں اپنے پورے عروج کو پہنچ گیا تھا - ہنری سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقہ نے اس مذہب سے ہٹنا شروع کیا - سترھویں صدی میں ہوبس اور گروبیو نے ظاہر ہوکر اس مذہب کی از سر نو حمایت شروع کی - لیکن وہ اس نتیجہ کی کوئی توجیہ نہ کرسکے کہ اس مذہب کے تسلیم کرلینے کے بعد یا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا ہے ' یا جماعت کا -

آخر میں روسو نے آکر یہ تمام نظریے اپنی کتاب " عقد اجتماعی " میں جمع کردیے - روسو کی رائے ہے کہ انسانی افراد اپنی طبیعی خود مختاری سے اس بنا پر دست بردار ہوے ہیں کہ انہیں اس کے معاوضہ میں امن و اطمینان ملے - چنانچہ انہوں نے باہم معاہدہ کرلیا کہ انفرادی زندگی کے بجاے جماعتی زندگی بسر کرینگے - اس معاہدے نے ان میں اجتماعی اخلاق کی ایک خاص طبیعت پیدا کردی -

روسو کا خیال ہے کہ فرد فطرتاً نیک ہوتا ہے - رذالت و شر ' جماعت سے پیدا ہوتا ہے - افراد فطری طور پر عدل و انصاف کے دلدادہ ' خیر اور نیکی کے پرستار ' اور نظام کی اطاعت کی طرف راغب ہوتے ہیں - وہ ہمیشہ نیک اور خوش نصیب ہوتے ' اگر جماعت کی برائیاں انہیں لگ نہ جاتیں -

حریت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ؛ یہ " عقد اجتماعی " کی بنیادی دفعات ہیں - روسو نے ان کا ذکر اپنے بیان " حقوق انسانی " میں بھی کیا ہے -

روسو کے زمانہ میں یہ نظریہ بہت مقبول تھا کہ انسان فطرتاً نیک اور عاقل ہے - اس کا ہر عمل حتی کہ ہر حرکت کسی نہ کسی معقول سبب پر مبنی ہوتی ہے - اس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفہ یہی خیال رکھتے تھے - حتی کہ ارکان سلطنت کا بھی اسی پر ایمان تھا - چنانچہ ٹرگو نے تربیت پر ایک رسالہ لکھکر بادشاہ کو دیا اور دعوی کیا کہ " اس پر عمل کرکے فرانس کی حالت ایسی ہوجائیگی کہ ابھی یقین نہیں کی جا سکتی " نیز کہا کرتا تھا " انسانی اخلاق کی فضیلت پر ایمان رکھنا فرض ہے "

جرمنی میں بھی کانٹ اور ریختی نے اس مذہب کا علم بلند کیا تھا - لیکن ان کے رد کے لیے بڑے بڑے فلاسفہ اٹھ کھڑے ہوئے - ہیگل ' اسٹراوس ' اسٹوارٹ مل ' اسپنسر ' آرگست کونت ' ٹین ' رینان وغیرہم نے اپنی اپنی جگہ اس کی دھجیاں اڑادیں -

خود اشتراکیوں نے بھی یہ مذہب قبول نہیں کیا اور اسے منطقی مغالطہ قرار دیا - زومر مائن کہتا ہے " عقد اجتماعی کا نظریہ ' محض ایک وہم ہے "

اقتدار قومی کا نظریہ بھی اب تک محض ایک دعوی ہی دعوی ہے - عمل میں آج تک اس کا کبھی ظہور نہیں ہوا - تاریخ نے بھی اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی - بناپریں اسے بھی ایک خیالی و وہمی نظریہ ہی کہہ سکتے ہیں -

(فطرۃ انسانی)

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ عقل و حکمت انسان کی فطری صفت نہیں ہے ' بلکہ سخت جد و جہد کے بعد کسب کی جاتی ہے - یہ صفت ' اگر اسے صفت کہنا صحیح ہو ' اب تک غیر دائمی حالت توازن میں ہے - علم وظائف الاعضاء (فیزیولوجی) اور علم النفس (سائیکولوجی) بتاتے ہے کہ " انسان فطری طور پر اتنا ہی مریض ہے ' جتنا مجنون ہے - ہمارے اعضاء کی سلامتی اور عقل کی درستگی ' سراسر اتفاقات کا نتیجہ ہے - دماغ کا عمل بھی ہمیشہ مضطرب ہوتا ہے - منطقی قیاسات اور اعلی خیالات ' صرف ایک محدود روشن خیال جماعت سے مخصوص ہوتے ہیں - انسان کے ارادے پر اصلی حکمرانی ' اس کے عقل و دماغ کو نہیں بلکہ جسمانی ترکیب ' مادی ضرورت ' حیوانی طبیعت ' قوت خیال ' حرص و طمع ' اور شخصی اغراض وغیرہ خصلتوں کو حاصل ہے "

ہمارا یہ خیال کہ انسان فطرتاً نیکی ' خیر ' حلم ' اور اجتماعی مصلحت کو ؛ بدی ' شر ' غصہ ' اور شخصی مصلحت پر ترجیح دینے کی طبیعت رکھتا ہے ' درحقیقت اپنے آپ کو سخت دھوکا دینا ہے - کیونکہ وحشت و ظلم کی جو صفات ہم نے اپنے اجداد سے ورثہ میں پائی ہیں ' اب تک ہمارے ذہن و دماغ میں پوری طرح راسخ ہیں - انسانی دماغ کی ساخت ہی کچھ اس وضع کی ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے خیالات و اوہام کا بندہ رہے - شدید ہیجان ' شک و شبہ ' جذبات ' سادہ لوحی ' خود غرضی ' یہ انسان کی امتیازی خصوصیات و صفات ہوگئی ہیں -

یہ حقائق پیش نظر رکھنے کے بعد ' ہم بآسانی فیصلہ کردے سکتے ہیں کہ انسانی فطرۃ کے متعلق روسو کا نظریہ سراسر وہم و خیال ہے - اور اس کے ہم مشربوں کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں -

(سلطنت کی تکوین میں اقلیم کا اثر)

سلطنت کی تکوین میں اقلیم کے اثرات کو بہت دخل ہوتا ہے - سیاسی و اجتماعی نظامات ' اقلیم کی تبدیلی سے بدل جایا کرتے ہیں - اس کی مثال یہ ہے کہ جو قومیں میدانوں اور سبزہ زاروں میں بود و باش رکھتی ہیں ' ان کی اقلیم کا اقتضاء ہی یہ ہوتا ہے کہ بدوی زندگی بسر کریں - ان کی مرکزی حکومت میں ابوی اقتدار کا رنگ غالب ہوتا ہے اور استبداد کمزور ہوتا ہے - یہ قومیں ہمیشہ فتوحات و حکمرانی کی دلدادہ ہوتی ہیں - برخلاف ان کے وہ قومیں جو جنگلوں میں شکار پر زندگی بسر کرتی ہیں ' اپنی مرکزی حکومت میں استبداد غالب رکھتی ہیں اور ابوی شفقت کمزور ہوجاتی ہے - ان میں جہالت نمایاں ہوتی ہے - وسعت نظر مفقود ہوتی ہے ' اولوالعزمی اور بلند ہمتی ناپید نظر آتی ہے ' فتح و استیلاء کا جذبہ مردہ ہوجاتا ہے ' ہمیشہ تنگ دائرے ہی میں زندگی بسر کرتی رہتی ہیں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قدیم ترین حکومتوں کے ظہور کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسانوں کا اجتماع اور باہمی اشتراک عمل ؛ صرف ضرورت ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا - وہ ابتدائی ضرورت ' دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تھی - اور بمقبول زمانوں میں ہر چیز انسان کے لیے خطرناک تھی '

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.
By Harry Charles Luke.
(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفہ ہرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے ہفتہ وار ادبی ضمیمہ میں مندرجہ بالا کتاب پر ان الفاظ میں تنقید کی ہے :

" اگرچہ فلسطین کی آبادی ساڑھے لاکھ سے زیادہ ہے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۶۵ - فرقوں کے اشخاص موجود ہیں ' پھر بھی مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلی بھی وہاں نظر نہیں آیا ' اور اسکے لیے انہیں شام جانا پڑا - یہ وہی فرقہ ہے جو جنگ صلیبی کے زمانہ میں بہت مشہور ہوگیا تھا - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے ہیں - شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہونگے کہ یہ وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کی کس طرح اطاعت کرتے تھے ' اور کس طرح اسکے کہنے پر ہر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آمادہ ہو جاتے تھے - حتی کہ دوسروں کا قتل یا خود کشی بھی ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی -

اس اسماعیلی فرقہ نے اگرچہ اپنی تمام رسمیں ترک کر دی ہیں - پھر بھی ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاہ لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پھولوں کے تاج رکھنے کی رسم اب تک رائج ہے - مسٹر لیوک نے اپنی کتاب میں اس فرقہ کے نہایت دلچسپ حالات لکھے ہیں - باخبر مصنف ہمکو ایک اور فرقہ کا بھی پتہ دیتا ہے جو سمرتین کہلاتے ہیں - ان کا خاندانی مذہبی پیشوا نابلس میں رہتا ہے اور سالانہ کوہ گرزم پر اپنی قدیم ترین قربانی ادا کرتا ہے جو کتاب الخروج میں درج ہے - اس کتاب میں ان معصوم حبشیوں کا بھی تذکرہ ہے ' جنکا کام قیمتی چھتریاں لیجانا اور دوسروں کی چھتریں پر ناچنا یا عبادت کرنا ہے - اسکے علاوہ یہاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات ہیں ' اور جنکی وجہ سے اکثر خانہ جنگیاں رونما ہوتی رہتی ہیں ' نہایت وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں "

" اگرچہ فرقوں کے اعتبار سے مسیحی فرقوں کی تعداد اسلامی فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بھی شریک ہیں ' کہیں زیادہ ہے ' لیکن آبادی کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابلہ میں تین ہیں - اسی طرح تعداد میں وہ یہودیوں سے بھی زیادہ ہیں - مصنف نے ان قوموں کے حالات کے ساتھہ ترکوں کے اوس برتاؤ کی بھی مثالیں دی ہیں ' جو وہ اپنے عیسائی اور یہودی رعایا کے ساتھہ کرتے تھے - چنانچہ اُس نے اُن احکام کی نقلیں درج کی ہیں جنکے ذریعہ ارمنیوں ' پادریوں ' اور یہودی ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت ملتی تھی - حکمناموں کی نقلوں کے بعد مصنف نے موجودہ طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنہ کرکے اول الذکر کو ترجیح دی ہے -

ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقہ کو " اسماعیلی " کے لقب سے پکارا ہے ' وہ اگرچہ اسماعیلیہ ہی کی ایک شاخ ہے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کی جاتی ہے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلی فرقہ سے بہت کچھہ مختلف ہیں -

بیگم فہمی کا عجیب مطالبہ

(قاتلہ کا مقتول شوہر کی جائداد پر دعوی !)

قارئین الہلال کو یاد ہوگا کہ اب سے تقریباً دو سال پہلے لندن کے ایک ہوٹل میں بیگم فہمی نے (جو ایک فرانسیسی عورت ہے) اپنے شوہر فہمی بے مصری کو گولی کا نشانہ بنایا تھا - لندن میں اوس پر مقدمہ چلایا گیا ' لیکن وہ چھوٹ گئی ' اور اب وہی قاتلہ اپنے مقتول شوہر کی جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والی ہے !

اور اُس کی ہلاکت پر تلی ہوئی تھی - یہی سبب ہے کہ ہمارے اجداد کو پہلی فکر یہی ہوئی کہ حیوان و انسان کی دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچہ وہ اِس کا سامان مہیا کرنے میں مشغول ہوگئے -

ہر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق ہوتا ہے جو اُسکے وجود کا باعث ہوتی ہیں - انسانی اجتماع کی ابتدائی ضرورت دو قسم کی تھی :

(۱) داخلی خطروں کا سد باب .

(۲) خارجی حملوں سے مدافعت .

اِسی ضرورت نے انسانی جماعت کو حکومت کی تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یہ تھا کہ حکومت ' جماعت کے افراد کی قوت اِس طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' کہ جماعت ' داخلی و خارجی خطروں سے محفوظ رہ سکے - لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں ' جیسا کہ روسو کہتا ہے ' کہ جماعت کے افراد کسی مقام پر جمع ہوے اور بحث و مباحثہ کے بعد باہم عہد و پیمان کر لیا ' بلکہ صورت یہ ہوئی ہوگی کہ جماعت کے سب سے زیادہ عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا ہوگا اور اپنی زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹھا ہوگا - پھر وقتی ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتی قوانین بنانے میں اُس کی رہنمائی کی ہوگی -

انانیت اور حب ذات انسان کی فطرت میں داخل ہے - دو آدمیوں کی مصلحتوں میں ادنی تصادم بھی عداوت و فساد کا موجب بن جاتا ہے - مدتوں انسان نے اِنہی حالات میں انفرادی زندگی بسر کی - لیکن بالآخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا کہ قتل ' خونریزی ' نہب و سلب ' جماعت اور افراد ؛ دونوں کے لئے مضر ہیں - انسان مجبور ہوا کہ اپنے سابق طرز زندگی میں تبدیلی پیدا کرے اور ایک نئی مگر زیادہ پر امن اور آرام دہ زندگی اختیار کرے -

یہی تجربہ یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کی اصلی اور ابتدائی بنیاد ہے -

اس سلسله میں اخبار پیپل لندن کے نامه نگار نے اوس سے ملاقات کي تهي - اس ملاقات کے حالات یه هیں - نامه نگار لکهتا هے :

" یه کوئي تعجب کی بات نه تهي که وه مجهے نه پهچان سکي - اور واقعة تو یه هے که میں خود بهي مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تها که حسین لباس میں یه ملبوس حسینه وهي پریشان سفید روح هے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکها تها - آج اوس کے رنگین ' روشن ' تر و تازه چهره ' اور بارقار حرکات میں کہیں بهی اون خطروں اور اندیشوں کا پته نه تها جنهوں نے اسے اپنے شهزاده شوهر کے قتل پر مجبور کردیا تها "

" تمام دنیا کي طرح میں نے بهي سنا تها که مرحوم فهمي بے کي جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان هے ' اوسکي دو بهنوں اور چچا کو مل گئي هے - اسکا یه فیصله که اب وه خود قاهره جاکر یه دعوی از سر نو پیش کریگي ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تهي "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آماده کیا هے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وه کهتے هیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نه کروں ' سماعت نہیں هو سکتي - اسلیے میرے پاس قاهره جانے کے سوا اور چاره کار کیا هے ؟ "

" لیکن مجهے یاد تها که اس سے پہلے تین مرتبه بیگم فهمي نے قاهره جانے سے انکار کردیا تها ' اور اُسکے وجوه میں ایک وجه یه بهي بتلائي گئي تهي که وه خائف هے - میں نے اس کي طرف اشاره کیا تو وه هنسي اور پهر مسکراتے هوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسي سے نہیں ڈرتي - مصري میرے دوست هیں - شریف هیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا هٹا کر بتایا که اُس کا هاتهه زخمي تها ' اس لیے وه قاهره جانے کے قابل نه تهي - اُس نے یقین دلایا که اب وه پہلے اسپین جائیگي ' وهاں سے سیدها مصر پهنچیگي - یه کهتے هوے اُس نے ایک خاص انداز سے اپنا هاتهه اٹهایا ' اور اُس کي آنکهوں میں ایک عجیب روشني پیدا هوگئي - قاهره کا مصري انصاف اُس کے لیے کوئي خوفناک چیز نہیں هے - جو قاضي اِن آنکهوں سے متاثر هوے بغیر رهیگا ' اُس کے متعلق سمجهه لینا چاهئے که اُس کے سینه میں دل کي جگه یقیناً پتهر کا ٹکڑا هوگا - اس رعنائي کے باوجود بیگم فهمي تین شادیاں کر چکي هے ' اور اُس کي ایک هفده ساله لڑکي بهي موجود هے ! "

" بیگم فهمي کو اس بات کا یقین هے که وه قاهره میں اپنا مقدمه جیت لے گي - اُس نے مجهے بتایا که حال هي میں اُس نے ایک مقدمه جیتا هے - وه مقدمه ایک ڈریس کیس (صندوق ارائش) کے متعلق تها جس کي قیمت ۴ هزار پونڈ هے - یه بکس اُن دو بکسوں میں سے تها جو شادي سے کچهه دن قبل شهزاده فهمي بے کے لیے بنائے گئے تهے - ایک سیاه کچهوے کي کهال کا اُس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اُس کي منسوبه کے لیے - حادثه قتل کے بعد فهمي بے کي بهن نے اس بکس کے لیے مقدمه دائر کیا - بیگم فهمي اس کے لیے لڑي اور بالآخر کامیاب هوگئي - اُس نے کہا " یه مقدمه اِس لیے نه تها که وه بکس بهت قیمتي تها ' بلکه یه اصول کا سوال تها - اُس نے یه بکس مجهے دیا تها - اور میرے لیے ضروري تها که میں اُسے حاصل کروں " آپ کو یه سن کر متعجب نه هونا چاهیے که بیگم فهمي نے اپني چوتهي شادي کا خیال ترک نہیں کیا هے ' اگرچه اس میں عجلت نہیں هے "

ڈاک کي تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کي بین الاقوامي مجلس کا ایک اجلاس حال میں به مقام هالینڈ منعقد هوا تها - اس سلسله میں ڈاک کے موجوده طریقه کي تاریخ بهي بیان کي گئي جس کا خلاصه حسب ذیل هے :

" قدیم زمانه میں خطوط کي امد و رفت کے مختلف طریقے تهے - ڈاک کا محکمه زیاده تر بادشاهوں کي خدمت کیلیے تها - بادشاه اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عهده داروں اور درستوں کو بهیجا کرتے تهے - محکمۂ ڈاک یه تها که کچهه لوگ خطوط لیکر گهوڑوں اور اونٹوں وغیره سواریوں پر سفر کیا کرتے تهے -

مصریوں نے اپني ترقي کے زمانه میں ڈاک کا باقاعده انتظام کیا - مصریوں سے یه چیز رومانیوں نے لي - شهنشاه اگسٹس کے زمانه میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز هوا -

سانویں صدي عیسوي میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکه یه زمانه فرانس میں سخت بد امني کا زمانه تها ' اس لیے یه انتظام کامیاب نه هوا اور جلد موقوف هوگیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمه از سر نو قائم کیا تاکه اسکي وسیع سلطنت میں مراصلات کي آساني هو - مگر زیاده عرصه وه بهي قایم نه رهه سکا -

آخر سنه ۱۴۶۴ع میں لوي چاردهم نے اُسکا پهر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوري هوشیاري اور مضبوطي سے قائم کر دیا - سولهویں صدي میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پهیل گیا تها ' اور هر شخص کو حق حاصل هوگیا تها که جب چاهے ' اپنے خطوط ڈاک کے ذریعه بهیج دے - سنه ۱۶۲۷ع میں خط نویسي کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنه ۱۶۲۹ - سے منی آرڈر بهي ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنه ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد هوئے - لیکن تهوڑي مدت بعد اُنکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ اُنهیں بهول گئے - سنه ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاري اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجه دلائي گئي که ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجه نہیں کي گئي - سنه ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکي ضرورت محسوس کي - اسکے بعد باقي سلطنتوں نے بهي انکي تقلید کي - ذیل کے نقشه سے معلوم هوگا که دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاري هوئے هیں :

انگلستان	—		سنه ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنه ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوري	سنه ۱۸۴۸
اسپین	۲	مارچ	سنه ۱۸۴۸
سوئٹزرلینڈ	۱۴	اپریل	سنه ۱۸۴۹
پرشیا	۱	جنوري	سنه ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلی	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۱
هالینڈ	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنه ۱۸۶۱
ٹرکي	۳	مئی	سنه ۱۸۶۶
مصر	۱۵	دسمبر	سنه ۱۸۶۶

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم مشرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور تعلیم گاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس تک ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کر کے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ ان کی غیور طبیعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہو گئی۔ انھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہوئی خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہو گئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد ان کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمۂ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی "آیندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، ۷ فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اُڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر عام پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدۂ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علماء قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "حمایۃ" (پروٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہٰذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہدنامہ ہے جس میں ایجاب قبول، بنیادی شرط ہے۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی اور نہ قیامت تک کبھی پیش آ سکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود "حمایۃ" کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہٰذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی"

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و قہر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کارروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلاٹین نے فیلڈ مارشل جنرل ایلن بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضمون نہ لکھیں۔ کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ اُس علاقہ کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل ایلن بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کے لئے کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہٰذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہے، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اُس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے!"

گرفتاری اور جلاوطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے ۵ سربرآوردہ آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلاوطنی سے واپس آکر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے ہم [illegible]

بقیہ مضمون صفحہ ۱۶

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبداللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ بیس دن بعد مروان کو یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ ابان نے عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبداللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبداللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دارالخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں "بوصیر" میں جا کر چھپ گیا۔

عبداللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابوالعباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کر دے اور خود آگے نہ بڑھے چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ھ ہجری میں پیش آیا تھا۔

سُنیں۔ اُنھوں نے کہا:

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں اندھی قوت نے حق پرس کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر سرحد سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور دروازوں میں بندوقیں اُٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کردیئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کرلینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور پلٹنان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اُتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اُسے روک دیا گیا۔ صلیب احمر کی ایک بھدی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی مظاہرہ میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں تنی ہوئی تھیں۔ اُن کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی۔ مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا اظہار کرنا چاہا اور کردیا"

ہندوستان کو شرم آنی چاہیئے!

مرحوم کو گرفتار کرکے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپکے تمام عزیز قارئین اُسے شرمناک خیال کرینگے۔ ہمکو یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کرکے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

"مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے مکان سے جو بالکل غیر آباد تھا۔ حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُسنے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسروں نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اُتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمے کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے ڈالتی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمدللہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں صحرا کے ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُسوقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام تکلیفیں برداشت کرگیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقاء مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشار کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہوجاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہمہ وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اُٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُسپر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جارہے ہیں۔ ۴ جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۳ ستمبر سے ۳۰ مارچ ۱۹۱۴ء تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری دنیا بھر سے الگ کردیئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت نہیں پڑتی تھی ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی۔ . . . لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار گئیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلا دیتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور غایت کیسی نبیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط اُنھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۸ دسمبر ۱۹۱۲ء

"عزیزتی!

"تمھارا ۲۰ دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے سرِدست تمھارے سفر کے التوا کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جسنے یہ مصیبت تم پر آسان کردی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہیئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبداللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ ہذب مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی، اچھی ہے۔ کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچے نہیں دیئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہرحال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۱۳ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمدللہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچتے۔ میں یہ خیال نہیں کرسکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہنچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دیئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری اُمیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کردے۔ والسلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ بچے کی صحبتوں میں بھی شخصیت آدمی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کردی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہوگئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کے لئے آواز بلند کی یہ اس جدوجہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی نا امید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہو کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہوجاتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر ہی نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان پڑھی اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب مہارت رکھتے تھے۔ ایسی لچھے گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ ظرافت و بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح ۶ بجے بیدار ہوتے تھے۔ غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ میں

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاوّل کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ہُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں، اور داعی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ متبائن ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُس پر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طمّاع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساقط اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حُسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈھی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادّی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اُسنے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُسنے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور پادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

***

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے منہ پھیر لیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

وراودتہ الجبال الشم من ذہب عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ پادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو پادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے پادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی پادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی پادشاہی کوئی بڑی پادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب اور دل عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکما، اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ دنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو انھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

***

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہئے، اگرچہ دنیا انہی مظاہر پر مری مٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہے، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد اَمٹ اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الٰہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۸)

منہمک ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کر کے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸-۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔



مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، ان میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لا الٰہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دنیا کے تمام زخرفات و تمتعات ہیچ تھے!

***

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُسوقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہٰذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہٰذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست و گریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہٰذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جسپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں — تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی ارزومند جنگ نہیں زندگی کی کارفرما جنگ!

***

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لا الٰہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہو گا یا باطل ہو گا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے — حالانکہ وہ باطل نہیں ہے — تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے — حالانکہ وہ حق ہے — تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امیر، فقیر سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہو گی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام مدعیان علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہو گی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پر جلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق، باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہے گا صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارخانۂ فطرت کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہو گی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایان دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں یہ تمام چیزیں۔ کُہر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نور کے دمکتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکون موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطان عظیم، نورانی تاج علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہو گا، اور جہل ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بند من ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبر و قوت جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں اُس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں۔ وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہو گا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لا الٰہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہو گا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہو گا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہو گی۔ اُس دن سارا جہان بانگ دہل پکار دے گا "لا الٰہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہو گا نہ کبھی ہلاک ہو گا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہٰذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہٰذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک رب ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اس لئے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی "اشہد انّ محمداً رسول اللہ!"

م کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلاوطن کر دینا چاہیے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں۔ لیکن میں مجنون نہیں ہوں؛ کیونکہ تم کہتے ہو میں تمہارا سردار ہوں! (قہقہہ)

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایتہ"

"انگریز کہتے ہیں "تم ہماری غلامی میں نہیں؛ ہماری حمایۃ (پروٹیکٹریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار رہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُسنے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا:

"بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزان من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں عزیزو! وہ تم ہو، تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، تحرک نبض ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار بنوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے۔ جو حریت و آزادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پوجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُر امید ہے۔ جس کی اُمیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نامہ تمام کام پورا کرنا یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیتی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہے۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہے"

جلاوطنی

"زغلول جلاوطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادی کے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب وملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظرثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

صرف ۱۵ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

کابینٹ گولڈن رسٹواچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالمی ٹائیٹینک جرمن سیٹ
		
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی بالڈ ٹائم پیس کی بیحد مقبولیت مع ہنٹر اب سات روپیہ اٹھ آنہ میں محصول ڈاک پیکنگ بنی آرڈر فیس ۱۰	مکمل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت مع چین پانچ روپے آٹھ آنے (بھیجا) محصول ڈاک پیکنگ بنی آرڈر فیس ۱۰	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پائدار کا مضبوط ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ بنی آرڈر فیس ۱۰

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ بکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت بھی وقت تک ہے جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں ہیں گی اسکے بعد ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ کو ملیں گی یا نہیں لہذا جلد آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدنے کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے پوری قیمت مندرجہ بالا وصول کیجائے گی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ: امپیریل واچ ہوس۔ اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۲ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے یہ

یاد رکھئے

جب آپ کسی دوکان سے قلم لیں تو آپ کو

"شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہیئے!

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ء (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۱۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہو اور جس کو چشم بد (حاسدین) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے نواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، دردِ سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے لئے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طبعِ پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خدا و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمیدافزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایکروپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں فی پیکنگ دیا جائے گا۔

نوٹ:۔ اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہو۔ "فہرست دواخانہ مع خبری ۱۹۱۲ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ:۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے سی قریب دوافروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Bretain

کا

دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

۱۹۲۷

الهلال

جلد ۱

نمبر ۱۶

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۶

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٦ | کلکتہ : جمعہ ١٠ ۔ ربیع الثانی ١٣٤٦ ہجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 7, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٣٠١ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٣٧٥
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٣٧٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٢٨	نستعلیق ھون	١٢٧

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال



مقالات

علم الاجتمـــاع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ شکار اور جنگ میں رهبي شخص اُس کا سردار هو ناچاهیے' جو اسلحه کے استعمال میں مشاق اور جسماني قوت میں اصلح هو - یه حال صرف انساني جماعتوں هي کا نہیں هے - چڑیاں بھي جب ایک اقلیم سے دوسري اقلیم کو جاتي هیں ' تو اپني سرداري اور پیش قدمي کے لیے اپنا سب سے زیادہ قوي اور تیز نظر فرد منتخب کرتي هیں - همیشه دیکھا جاتا هے که چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچھے اڑتے هوئے جاتے هیں !

اپني تکوین کے آغاز میں سلطنت کي بھي یهي صورت هوئي - افریقه ' اسٹریلیا ' اور نیوزي لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود هیں جو یه اجتماعي نظام پیش کر رهے هیں - بعض قبائل ایسے بھي هیں جن کا سردار دائمي نہیں هوتا ' عارضي طور پر منتخب کر لیا جاتا هے - چنانچه قبائل تسمان کا یهي حال هے - اُن کا جب کوئي خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا هے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا هے - لیکن اِس ضرورت کے ختم هوتے هي سردار کي سرداري بھي ختم هو جاتي هے ' اور وه باقي افراد کي طرح ایک فرد عام هو جاتا هے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور هیں ' اُن میں فرد کا کوئي اقتدار نہیں هوتا - چنانچه قبائل درجي میں کوئي بھي سردار نہیں هے - تمام افراد بالکل مساریانه زندگي بسر کرتے هیں -

یهي حال قبائل اسکیمو کا هے - اِن کي تعداد اگرچه بهت زیاده هے ' مگر آج تک اُن میں کوئي سردار نہیں هے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یوروپین جہاز پہنچے ' تو اُنھیں یه دیکھه کر سخت حیرت هوئي که بحري سپاهي اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت تے هیں !

(حکومتوں کي تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائي حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ هي نه تھي - لیکن جو حکومتیں جنگي ضرورت سے قائم هوتي هیں ' وه فرد هي کے ماتحت هوتي هیں - ابتدائي جنگوں کے تجارب نے انساني جماعتوں کو یقین دلا دیا که نظام و ترتیب کي قوت ' کثرت تعداد کي قوت سے کہیں زیاده مؤثر هوتي هے - بهت سي جماعتیں محض اِس لیے برباد هو گئیں که اُن میں کوئي نظام موجود نه تھا - انتشار و فوضویت عام تھي - چنانچه بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگي اختیار کرنے پر مجبور هو گئے -

جمله مستبد حکومتوں کي پیدائش ' جنگ هي سے هوئي هے - شخصي حکمراني کا باعث ' جنگ سے بڑه کر کوئي چیز نہیں هوسکتي - چنانچه قرون اولی میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگي خطره پیش آیا ' تو قهري حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم هوگئي - لیکن اُس کے دفع هوتے هي مینسناتس ' جو اِس حکومت کا حاکم تھا ' اپنے کھیت میں هل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسي بهت سي مثالیں موجود هیں که زیاده سے زیاده حریت پسند قوموں میں بھي جنگوں نے ایسے آدمي پیدا کردیے' جو شروع میں حامي حریت معلوم هوتے تھے مگر جنگي ضرورتوں نے اُنھیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگي قومیں — اپنے جغرافیائي موقعه کے لحاظ سے — استبدادي طرز حکومت هي پر برقرار رهیں - اسي طرح تمام وسیع ممالک ' جن پر دشمنوں کے حملے هوتے رهے یا جن میں اندروني شورشیں زیاده برپا هوتي رهیں ' اُن کي حکومتیں لازمي طور پر استبدادي رهي هیں - برخلاف اِن کے چھوٹے چھوٹے اور چہار طرف پہاڑوں سے محفوظ ملکوں کي حکومتیں جمهوري هوا کرتي هیں - چنانچه قدیم زمانے میں یونان اور موجوده زمانے میں سوئٹزر لینڈ اُن ممالک کي مثال هیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا هیں - لیکن قوم ترکمان — بدویت کي حالت میں — شخصي استبداد کي طرف مائل رهي هے -

(حکومتوں کي تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت ' اگرچه براه راست حکومتوں کي تکوین کا باعث نہیں هے ' لیکن جنگ کے بعد وه بھي اُن کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي هے - کیونکه صناعت ' دولتمندي کا اولین سبب هے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب هے -

ابتدائي انسان نے جوں هي آلات کو ترقي دي ' مختلف قسم کي صنعتیں ظاهر هونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولي محنت کے ذریعه اِتني پیداوار مہیا کرلي جو اُن کي ضرورت سے زیاده تھي - چنانچه اُس کي فروخت اور مبادله سے اُنھیں کافي دولت حاصل هوگئي - اِس دولت سے اُنھوں نے دوسروں سے زیاده رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بہت جلد ضرورت محسوس هوئي که حریص و طماع غریبوں سے اپني دولت محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں - چنانچه اُنھوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کي بنیاد رکھي اور اُسکي خاص شکل تجویز کي -

اِس قسم کي حکومتیں ' جو صناعوں اور تاجروں کے هاتھوں ظاهر هوئیں ' قدرتي طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکھتي تھیں ' جنھیں جنگوں نے پیدا کیا تھا - کیونکه اول الذکر میں کامل شخصي اقتدار قائم نہیں هو سکتا تھا - صناعوں اور تاجروں کي جماعت کو بھي رسوخ حاصل تھا - اِس قسم کي حکومتوں کي مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنگ کي حکومتیں تھیں - یه حکومتیں جنگي حکومتوں سے بہت سي باتوں میں مختلف هوتي هیں -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاھوں پر رعایا کي کوئي نگراني نہیں ھوتي - لیکن تجارتي حکومتوں میں تجار و اعیان ' حا کم کي نگراني کرتے ھیں ' اور حاکم ' تجار و اعیان کي نگراني کرتا ھے ' کیونکہ پوري قوم اِس ممتاز طبقہ کے مظالم کا نشانہ بن سکتي ھے -

(حکومتوں کي تشکیل میں مذھبي پیشواؤں کا دخل)

ایک تیسري قوت بھي ھے جو حکومتوں کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي ھے - وہ قوت کاھنوں اور مذھبي پیشواؤں کي ھے - قدیم زمانے میں دیني پیشواؤں کو غیر معمولي اھمیت و طاقت حاصل تھي - مصریوں اور یہودیوں میں اِن کا اقتدار بے روک تھا - یہ اِنھي کاھنوں کي قوت تھي جس نے مخارق سے فرعون کي پرستش کرائي اور روموس اور ریموس (۱) کو جنگ کے دیوتا کي اولاد تسلیم کرا دیا - چین کے شہنشاھوں کے متعلق بھي ایسا ھي اعتقاد تھا - سیام کے بادشاہ تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے یاد کیے جاتے ھیں -

غرضکہ سیاسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتیجہ ھوتي ھے - کمزور ھمیشہ طاقتوروں کا لقمہ ھوتے ھیں - قوت صرف مادي ھي نہیں ھوتي - دیني ' اخلاقي ' اور فکري بھي ھوتي ھے - بلکہ کبھي کبھي اقتصادي بھي ھوتي ھے - مارکس کا قول ھے کہ اقتصادي قوت ھي سیاسي قوت میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتي ھے - اُس کي یہ رائے ھر حال میں صحیح نہیں ھے ' اگرچہ اقتصادي قوت ' سیاسي نظامات کي تاریخ میں بہت مؤثر رھي ھے -

(سیاسي حکومت ' اور باھمي تعاون کي تاثیر اُمت کي تکوین میں)

سیاسي حکومت کا ظہور ' ایک اجتماعي حادثہ ھے - یہ حادثہ ھمیشہ ایک ھي قسم کا ھوتا ھے - جماعتیں اپني قلت و کثرت میں کتني ھي متباین ھوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع میں کوئي تباین پیدا نہیں ھوتا -

انسان ' باھم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے ھیں - صرف اسي تعاون کے ذریعہ ھم اپني ضرورتیں پوري کرسکتے ھیں - انسانوں کي ضرورتیں اور قابلیتیں مختلف اور متفاوت ھیں - اِسي صورت حال نے اُنھیں مجبور کر دیا ھے کہ تقسیم عمل کے اصول پر باھمي تعاون سے کام لیں -

ھمارے اجداد کي اجتماعي روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنھوں نے دور توحش سے دور بداوت میں قدم رکھا - جغرافیائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور ھوکر بہت سے قبیلے متحد ھوگئے - اُن کے اتحاد نے ایک نیا مجموعہ پیدا کردیا - اِسي مجموعہ کا نام بعد کو " اُمت " یا " قوم " ھوا - پھر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طریقہ رائج ھوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ ھوگیا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر دیے گئے - پھر صنعت و حرفت کے وسیع پیمانے پر ظہور نے سرے سے یہ غلامي بھي موقوف کردي -

اِسي تدریجي ارتقاء نے قومیتیں پیدا کیں ' اور قبائلي سرداروں کو شاھي تختوں پر بٹھا دیا - پہلے زمانے میں پادشاہ کا اولین کام یہ تھا کہ فوج کي سپہ سالاري کرے - مصریوں ' اشوریوں ' اور یورپین قوموں کي تاریخ ایسي مثالوں سے لبریز ھے -

(۱) روموس اور ریموس ' مندر وستا کي راھبہ " رھي سیلویا " کے توأم لڑکے تھے ' اور زنا سے پیدا ھوئے تھے - مگر راھبہ نے دعوی کیا کہ وہ جنگ کے دیوتا مریخ کي اولاد ھیں - روموس ' روم کا بانی ھے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي راے میں جماعت ' ایک حقیقي زندگي رکھتي ھے - اُن کا خیال ھے کہ جماعتي ذھن و وجدان ' فردي ذھن و وجدان سے علحدہ وجود رکھتا ھے - قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا بھي نظریہ یہي تھا کہ جماعت ' ایک عظیم زندہ وجود ھے - گویا وہ سینکڑوں سروں کا حیوان ھے - ھمارے زمانے میں بھي متعدد علماء نے یہي کہا ھے - چنانچہ ورمس وغیرہ کہتے ھیں کہ جماعتیں ' اپني مستقل زندگي رکھتي ھیں - وہ جسم حي کي مثال پیش کرتے ھیں - وہ کہتے ھیں علماء فیزیو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقہ فیصلہ ھے کہ اجسام حیہ کي اساسي طبیعت یہ ھے کہ ھر عضو اپني جگہ پر ایک خاص عمل انجام دیتا ھے جس سے مجموعي جسم کي زندگي برقرار رھتي ھے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پھولوں وغیرہ سے مرکب ھوتا ھے - اِن میں سے ھر چیز اپني جگہ پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے لیے کام کرتي ھے -

اعضاء کا یہ تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار دیا جا سکتا ھے :

(۱) مختلف اعضاء میں وظائف کي تقسیم و تحدید -

(۲) وہ غرض و غایت ' جس کے لیے بطریق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے ھیں -

یہ دونوں اصلیں ' تمام انساني و حیواني جماعتوں میں پائي جاتي ھیں - یہ اِس لیے کہ اگر اعضاء جسم میں وظائف کي تقسیم نہ ھو ' تو اُس جسم میں سرے سے وصف عضویت ھي موجود نہیں ھو سکتا - مثلاً اگر ھم ایک رنگ کا ٹیلہ دیکھیں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابہ ھوں ' اور سب ایک ھي عمل انجام دے رھے ھوں ' تو ھمیں فیصلہ کر دینا پڑیگا کہ اِس ٹیلے کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم نہیں ھے - یعني اُس میں خود عضویت کا وجود ھي نہیں ھے - یہي حال انساني جماعت کا ھے - جس انساني گروہ کا ھر فرد اپني علحدہ زندگي بسر کرتا اور جماعت کے لیے کوئي کام نہیں کرتا ھے ' ھمیں کہنا چاھیے کہ وہ گروہ سرے سے جماعت ھي نہیں ھے ' بلکہ دور وحشت میں پڑا ھوا ھے -

(وظائف کي تقسیم)

جسم میں عضویت کا آغاز اُسي وقت سے ھوتا ھے جب اُس کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم ھو جاتي ھے - یہي حال انسانوں کا ھے جب اُن میں تقسیم عمل نافذ ھو جاتي ھے - بعض کھیتي پر لگ جاتے ھیں - بعض کپڑا بننے لگتے ھیں - بعض مکان بنانے لگتے ھیں ..... اِس حالت میں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " ھو جاتا ھے -

میلن کي راے ھے کہ عالم اقتصاد میں تقسیم عمل ' عالم فیزیو لوجي (وظائف الاعضاء) میں تقسیم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابہ ھے - یہ تقسیم ھي جسم حي کي خصوصیت پیدا کرتي ھے - اور یہي تقسیم " جماعت " کو موجود کرتي ھے -

اِس کي مثال یہ ھے کہ زندہ جسم میں معدہ ' نہ تو دل کا فرض انجام دیتا ھے ' نہ دل معدے کا - گزشتہ تفصیل سے واضح ھوچکا ھے کہ زندگي پیدا کرنے میں تقسیم وظائف ' تعاون ھي کي بنیاد پر قائم ھوتي ھے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے لیے خود عمل نہیں کرتا ' بلکہ اُس کي غذا معدہ مہیا کرتا ھے ' اور قلب یہ غذا اُس تک پہنچاتا ھے - یہي حال جماعت کا ھے -

ضروري ہے کہ اُس میں بھي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمہ داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یہ ہوتي ہے کہ مجموع یعني جماعت ' قائم و محفوظ رہے - ہر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطہ اور غایت ہوتا ہے - چنانچہ مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار ہوتا ہے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم ہوتا ہے - اِسي طرح جماعت کا ہر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار ہوجاتا ہے -

یہ اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکھتے ہیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعہ میں ایسے ہي دائرے بناتے چلے جاتے ہیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیہ کي بحث میں بتایا ہے کہ جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے ہیں :
نظام ھضمي ' مجموعہ عصبي ' نظام تنفس -

یہي حال سلطنت کا ہے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مہیا کرتا ہے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبھالتا ہے- تیسرا فریق — اور وہ درمیاني فریق ہے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے تاکہ باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یہ عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بہت مشابہ ہے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء ہیں اور اُن اعضاء ثلاثہ کے قائم مقام ہیں جو حیاۃ حیواني قائم رکھتے ہیں -

یہاں پر ایک سوال قابل لحاظ ہے - ہمیں اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے - " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد ہي موجود ہوجاتي ہے ؟ — گھڑي کا آلہ یا جہاز کا آلہ ' کائنات حیہ کے مشابہ ہے - چنانچہ وہ بھي دوسرے اجسام حیہ کي طرح مختلف اعضاء سے مرکب ہے - اِس کے اعضاء میں بھي تقسیم عمل ہے اور اپنے اعمال کي انجام دھي میں تعاون رکھتے ہیں - یہ آلات ' زندہ اجسام سے اِس قدر مشابہ ہیں کہ وحشي انسان اُنھیں سچ مچ زندہ وجود ہي سمجھ لیتے ہیں- اگر یہي بات ہے تو پھر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي رہ جاتا ہے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینٹس نے یہ دیا ہے کہ " لکڑي یا لوہے کا متحرک آلہ ' في نفسہ کوئي عضویت نہیں رکھتا - برخلاف اِس کے ہر زندہ وجود عضویت اور مستقل زندگي رکھتا ہے - ہر عالم حی ' ہزاروں زندہ عوالم کا مجموعہ ہے "

ویر خوف اور ڈوڈ برناڈ نے ثابت کیا ہے کہ ہر حیوان اپنے سے بہت زیادہ چھوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب ہوتا ہے - ہمارے جسموں کے اندر بہت سي ذي روح کائنات موجود ہیں - اِن میں سے ہر ایک مستقل زندگي رکھتي ہے - اِن کائنات کي زندگي ہمارے ہي خون سے ہے - یہ کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواھشیں ' امراض ' اور حرکات رکھتي ہیں - اگر ہم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بھي اُس کا ہر ٹکڑا زندہ رہے گا - بلاشبہ ترقي یافتہ حیوانوں کي یہ حالت نہیں ہے - لیکن ان حیوانات کے بھي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زندہ رہتے ہیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑھنا اِس بات کي دلیل ہے کہ اِن میں زندگي موجود رہتي ہے - اِسي طرح یہ بھي واقعہ ہے کہ کئي چوہوں کي دمیں اگر ایک چوہے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بھي زندگي پیدا ہو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' ہیئت اجتماعیہ کي بنانے والي ہے - پوري ہیئت اجتماعیہ ' عورت کے قبضۂ اختیار میں ہے - سب کچھ اُسي کي مدد سے اور اُسي کیلیے ہوتا ہے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم ہے - وہ عورت ہي ہے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیدہ آداب ' اور رقیق احساس سکھاتي ہے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکھتي ہے- عورت ہي کے ذریعہ مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب ہے - عورت کے قریب ہونے ہي سے ہم محسوس کرتے ہیں کہ جذبات کا طوفان اور ایمان کا دھارا اِتنا زبردست ہے کہ اُسے روکا نہیں جا سکتا ' اور یہ ' کہ انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نہیں چل رہا ہے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشہور ہے کہ علماء و فضلاء خشک مزاج ہوتے ہیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجہ سے خشک دماغ ہو جاتے ہیں - یہ چیز اِس قدر مشہور ہوئي کہ عام اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بہت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکہ علم اور بشاشت میں ہرگز کوئي تضاد نہیں ہے - زیادہ سے زیادہ ہنس مکھہ آدمي بھي بڑے سے بڑا عالم ہوسکتا ہے - اِس کي سب سے زیادہ نمایاں مثال جاپان میں موجود ہے - یہاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج ہوتے ہیں - حال میں مشہور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تھا - وہاں کے لوگ اُس کي ہنسي اور خوش طبعي دیکھکر متعجب ہوگئے -

بادشاھون کو ھدیہ

بادشاھوں کے لیے ایک مصیبت ھدیے بھي ہیں جو اُنھیں بہت بڑي مقدار میں ہمیشہ پہنچتے رہتے ہیں - ایڈورڈ ھفتم کے پاس سیکڑوں صندوق ' سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چھڑیوں سے لبریز بطور ھدیہ کے آیا کرتے تھے - وہ ھدیے بہت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاھم بعض نادر چیزیں لے بھي لیتے تھے - چنانچہ ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بھر وزن کا ایک آلو بھیجا تھا - اُسے بادشاہ نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاھزادي کا ممي کیا ہوا ھاتھہ بھي منظور کرلیا تھا ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تھے !

یہي حال سابق قیصر جرمني کا تھا - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پہاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتھر کاٹ کر ھدیہ بھیجا تھا - اسے قبول کر لیا - نیز ایک بوڑھیا کا سو مارک کا نوٹ بھي منظور کرلیا تھا - اِس عورت نے دربان کے ھاتھہ شہنشاہ کو ایک لفافہ بھیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوہ ایک خط تھا : " کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظہ کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکھا - یہ سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بلیائن خرید لیجیے "



ایک قدیم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسی سفارت

عرصه هوا ' زمانهٔ حال کے مشہور مصری مصنف جرجی زیدان موسس الهلال قاهره نے اپنی سیاحت یورپ کی یاد داشتیں شائع کرتے هوے لکھا تھا " سوربن یونیورسٹی میں ایک قدیم مرقع میری نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسی سفارت کا خلیفه هارون الرشید کے دربار میں ورود دکھلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے بغداد بھیجی تھی ' اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وہ عجیب و غریب گھڑی ارسال کی تھی جس کا تمام یورپ میں عرصه تک شہرہ رها "

جرجی زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تھا - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بر تو گدیلوں سے بنائی گئی هے ' بیٹھا هے - سر پر خود کی وضع کی قلنسوہ هے اور اس پر عمامه بندھا هے - حبشی غلام عقب میں کھڑے هیں ' اور فرانسیسی سفارت کے ارکان زمین بوس هو رهے هیں -



مجھے اس مرقع سے بہت دلچسپی هوی لیکن اِسکی تاریخ قدامت کی کوئی تصریح نہیں کی گئی تھی - میں نے خیال کیا ' بہت ممکن هے زمانهٔ حال کے کسی مصور نے واقعهٔ سفارت کے تخیل کو مرقع کی صورت دیدی هو ' یا کسی تاریخی کتاب کی ٹین کے لیے طیار کیا گیا هو - میں چاهتا تھا ' اس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجھے اپنی ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام مواد کی ضرورت تھی -

گذشته سال ایک تقریب سے مجھے موقعه ملا که موسیو بلوشر سے خط و کتابت کروں - یه فرانس کے مشہور فارسی داں مستشرق هیں اور کچھه عرصه سے پیرس کے قومی کتب خانه کے فارسی حصه کی از سر نو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کی نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تھا :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعنے سوربن یونیورسٹی کا) وہ اصل نہیں هے - اصلی مرقع کی نقل هے - اصلی مرقع اس کتب خانه میں (نیشنل لائبریری پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کی صحیح تاریخ معین کی جا سکے ' لیکن اس میں کوئی شک نہیں که سولھویں صدی میں یه مرقع موجود تھا - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعهٔ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے ' تو اس میں یه مرقع بھی درج کیا گیا تھا - مرقع کے نیچے یه عبارت لکھی گئی تھی " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کی سفارت — اس مرقع کی نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تھا " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وہ بھی اصل نہیں هے - کسی دوسرے نسخه کی نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں ' اور اُن رنگوں کا استعمال سولھویں صدی کے بعد شروع هوا هے — * * * * * * * * * سولھویں اور سترھویں صدی میں یه مرقع منجمله اُن تصاویر کے تھا ' جن سے فرانس کے شاهی قصر آراسته کیے جاتے تھے - قصر تریلری کے لیے یه مرقع ایوان استقبال کی اُن تصویروں کی قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تھا ' جو اسکی دھنی اور بائیں دیوارون پر قدم آدم جتنی ترتیب دی گئی تھیں - میں اگرچه یه کہنے کے لیے کافی تاریخی تصریحات نہیں پاتا که یه مرقع اصلی هے ' تاهم اس کی تاریخی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا - کم از کم یه بات بالکل صاف هے که خود شارلیمین کے عہد کا هو یا نه هو ' لیکن سولھویں صدی سے پیشتر کا رائج و مشہور مرقع ضرور هے * * * * ایک دوسرے واقعه سے بھی اس مرقع کی تاریخی حیثیت کی تصدیق هوتی هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسی سفیروں کے ساتھه اپنے خاص سفراء بھی بھیجے تھے ' اور ان کے ذریعه بیت المقدس کی طلائی کنجیاں اور بہت سے قیمتی تحائف روانه کیے تھے - انھی تحائف میں وہ اپنے عہد کی عجیب و غریب گھڑی بھی تھی جس کا ذکر اُس عہد کے مورخ اے جی نارٹ Eginhart نے

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

مصطفی فاضل باشا

اور لائحۂ اصلاحیه

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامه)

اُنیسویں صدي کے وسط میں دولۃ عثمانیه کي سیاسي و اجتماعي اصلاحات کي جو حرکت شروع هوئي تهي ' عام طور پر اسکي ابتدائي تخم ریزي مرحوم مدحت پاشا کي طرف منسوب کي گئي هے - لیکن واقعه یه هے که مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعي اول نه تها - اسے منظم و وسیع کرنے والا تها - ترکي اصلاح و تجدید کي اصلي تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع هوتي هے - في الحقیقت نوجوان ترکوں کي اجتماعي حرکت کا حقیقي موسس وهي تها -

(اصلاح کي ابتدائي فضا)

عثماني دارالخلافۃ میں جس شخص نے یورپ کے تمدني انقلاب کا پہلے پہل مطالعه کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تها - امراء دولۃ میں یهي پہلا شخص هے جسنے یورپ کي زبانوں سے واقفیت حاصل کي - اسکي نشوؤنما سلطان محمود مصلح کے عهد میں هوي تهي - سنه ١٨٣٩ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال هوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشیں هوا ' تو یه لندن میں عثماني سفیر تها - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقي دي اور وزارت خارجیه پر مامور کردیا - یه اسي شخص کي سعي کا نتیجه تها که اسي سال کے ماه جون میں دولۃ عثمانیه کي تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخي فرمان صادر هوا جو " خط گل خانه " کے نام سے مشهور هے - اسکا نام " گل خانه " اسلیے هوا که سراے " توپ قپو " کے چمنستان (گل خانه) میں اُس کا اعلان هوا تها - اس اعلان میں دولۃ کے قانوني اور منظم هونے کا یقین دلایا گیا تها - نیز مسلم اور

کیا هے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا هي مرقع فرانس میں موجود هے جیسا یه زیر بحث مرقع هے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکهایا گیا هے اور عرب سفیر اِس حالت میں نمایاں هیں که اپنے تحائف پیش کررهے هیں - اس سے صاف طور پر یه بات واضح هو جاتي هے که واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کي تصویریں به یک وقت طیار کي گئي تهیں - اور عجب نهیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کي گئي هوں - یه دوسرا مرقع پیرس کي مشهور عمارت پنتهیوں Pantheon کي دیواروں پر اِس وقت تک موجود هے - یهاں شارلیمین کے عهد کے مختلف مرقع دکهائے گئے هیں ' من جمله ان کے عربي سفارت کا استقبال بهي هے "

- اس مرقع کي نقل هدیۂ قارئین هے -

ذمي کے حقوق کے مساوي هونے ' اور هر طرح کے غیر قانوني امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تها -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عهد وزارت میں تعلیمي و معاشرتي اصلاحات کي جو روح پیدا کی تهي ' اُس کا نتیجه یه تها که ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافته افراد کي پیدا هوگئي - ان میں سب سے زیاده نامور شخص دو هوے : عالي پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقي کي ' اور اپنے عهد کے مشاهیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عهد کے تمام اِجرات اصلاحیه کي باعث و کارفرما شخصیتیں یهي تهیں - معاهدۂ پیرس (٣٠- مارچ سنه ١٨٤٦) میں دولۃ عثمانیه کو جو کامیابي هوي ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلي نے روس کے بر خلاف ساتهه دیا ' وہ بہت کچهه انهي دونوں کي مساعي کا نتیجه تها - معاهدۂ پیرس کے بعد هي تاریخ اصلاح عثماني کا دوسرا فرمان شائع هوا تها جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا هے - اس میں " خط گل خانه " کي مزید تائید کي گئي تهي ' اور تمام رعایا کي آزادي حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تها - یه بهي تمام تر فواد اور عالي هي کي مساعي کا نتیجه تها -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالي پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردي ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو هونے والا تها - یه مصطفی فاضل پاشا کي شخصیت تهي ' جس نے اس نئي فضا کو نشوؤنما دي ' اور " نوجوان " ترکوں کي جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکهدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا که اپنے عظیم اعمال اور عظیم قرباني سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئي عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علي بانی خاندان خدیویۂ مصر کا پوتا اور ابراهیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تها - سنه ١٨٣٠ع میں پیدا هوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کي - مصر میں محمد علي کے زمانے سے مغربي علوم و السنه کي اهمیت کا احساس عام هو چلا تها ' اور خاندان خدیوي کے تمام افراد فرانسیسي زبان کي تعلیم حاصل کرنے لگے تهے - مصطفی فاضل کو بهي اسکا موقعه ملا - اس طرح مغربي علوم و تمدن کے فهم و مطالعه کا دروازه اُس پر کهل گیا - ابهي سلطان عبدالمجید هي کا زمانه تها که وہ قسطنطنیه آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین هوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر هوگیا - پهر کچهه دنوں کے بعد جب مالیات کي وزارت کي جگه خالي هوي ' تو حکومت کي نظر انتخاب اسي پر پڑي -

(لائحه اصلاحیه)

یه وہ وقت تها ' جبکه دولۃ عثمانیه کي زوال پذیر هستي کي حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کي آخري مهلت درپیش تهي ' اور قریب تها که همیشه کیلیے اُسکي شش صد ساله عظمت و جلال کي دیواریں سرنگوں هوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئي اصلاحات کي بنیاد رکهي - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاها - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بهي اس سلسلۂ اصلاح کي تیسري کڑي

ہوتا ' تو بہت ممکن تھا ' اصلاح و تجدد کی راہیں باز ہو جاتیں - لیکن عبدالعزیز کے مجنونانہ استبداد نے جسکے ساتھ شخصی حکمرانی کے تمام عیش پرستانہ عناصر فساد بھی جمع ہوگئے تھے ' اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے - خزانہ بالکل خالی تھا - یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے - مالیات کے بہترین وسائل مکفول ہوگئے تھے - روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمہ باغیچہ تک اپنی مخفی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا - روسی سفیر جنرل اگناتیف کا اقتدار روز بروز بڑھرہا تھا ' اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسی کے مشوروں پر کار بند تھا - سلطان کا تمام وقت محل کی عیش پرستیوں میں صرف ہوتا - بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابی کا موقعہ نہیں ملتا - شخصی حکومتوں کا قدرتی مزاج ہی شخصی انانیت اور مستبدانہ قہر و جبر کا ہوتا ہے - پھر اگر خصوصیت کے ساتھ اُسکا کوئی حکمران " مستبد " ہو جاے ' تو ظاہر ہے ' اُسکا استبداد کس درجہ لا علاج اور بے پناہ ہوگا ؟ تمام ترک اہل قلم متفق ہیں کہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھی زیادہ مستبد تھا - کوئی بات بھی اسے اسدرجہ طیش و غضب میں نہیں لاتی تھی جس قدر اس بات کا تصور ' کہ دنیا کی کوئی مخلوق اُسے " مشورہ " دنیا چاہتی ہے ' یا نصیحت کرنے کی جرأت رکھتی ہے - ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئی ایسی جرأت کر بیٹھے ' اُنھیں فوراً اسکی سزا بھگتنی پڑی - اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کارخانۂ سلطنت روز بروز درہم برہم ہو رہا تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر ہونے لگے تھے یہ حالت جاری تھی ' مگر ہر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا - کوئی صدا نہ تھی جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا ہوتی !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالاخر جنبش ہوئی ' اور دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت الی الحق کی بے خوف صدا بلند ہوئی - یہ مصطفی فاضل کی صدا تھی - وہ صداے حق ' جسے نہ تو سلطان عبدالعزیز کی سطوت و جبروت روک سکی ' نہ امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یہ صداء اصلاح " لائحۂ اصلاحیہ " کے نام سے مشہور ہے - یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبد العزیز کے نام لکھا گیا تھا - مصطفی فاضل نے یہ مکتوب سنہ ۱۸۶۷ میں لکھا ' اور بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا - لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ہوا تو شدت تحیر سے انگشت بدنداں رہگئے - دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ بالکل ایک نئی قسم کی جسارت تھی - ایسی جسارت جسکی مصطفی رشید ' فواد پاشا ' اور عالی پاشا جیسے مصلحین بھی جرأت نہیں کرسکتے تھے !

سلطان عبدالعزیز نے یہ لائحہ پڑھا ' اور وہی نتیجہ نکلا جو متوقع تھا - مصطفی فاضل کو قسطنطنیہ سے ہجرت کرنی پڑی - وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم ہوگیا - مصطفی فاضل کے اسی قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کی سب سے پہلی بنیاد پڑی - قسطنطنیہ کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ' اور مصطفی فاضل کی امداد و سرپرستی میں متحدہ زندگی بسر کرنے لگے - اُس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنھوں نے نہ صرف دولۃ عثمانیہ کیلیے سیاسی انقلاب کی تخم ریزی کی ' بلکہ ترکی علم ادب و کتابت میں بھی دور جدید کی بنیاد ڈالی ' اسی عہد کی پیداوار ہیں - نامق کمال بے ' ضیا پاشا ادیب ' سعد اللہ پاشا ' ابوالضیا توفیق ' وغیرہم کی نشوؤ نما اسی دور میں ہوئی -

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صلہ صرف مہاجرت ہی کی صورت میں نہیں ملا ' بلکہ اُسکی تمام ترکی جائداد بھی ضبط کرلی گئی - اگر فرانسیسی حکومت درمیان نہ پڑتی تو شاید مصری جائداد سے بھی محروم ہو جاتا -

مصطفی فاضل کا لائحہ ' تاریخ شرق جدید کا ایک اہم واقعہ ہے - جس جرأت و صراحت کے ساتھ وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا ہے ' اور استبداد و شخصیت کی جگہ آزادی و شوریٰ کی دعوت دی گئی ہے ' اُس کی کوئی دوسری نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتی - ہم چاہتے ہیں یہ پورا لائحہ اردو میں منتقل ہو جاے ' کیونکہ یہ تاریخ شرق جدید کی ایک قیمتی دستاویز ہے -

(مسئلہ اصلاح اور ایک اصل مہم)

یہ موقعہ تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ نا گریز ہے - دولۃ عثمانیہ میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کی جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں ' وہ اگرچہ اس اعتبار سے قابل احترام ہیں کہ استبداد و فساد کے مقابلہ میں حریت و اصلاح کی طلبگار تھیں ' لیکن ساتھ ہی یہ واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُنکی بنیاد میں یورپ کی عامیانہ تقلید و محاکات کے سوا کوئی مجتہدانہ بصیرت موجود نہ تھی -

صدیوں سے اسلام کی حقیقی دینی روح مفقود ہو چکی تھی - اسلام کے حقیقی سرچشمۂ شرع و تعلیم کی جگہ طرح طرح کے انسانی ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے ' اور اجتہاد و نظر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں استوار ہوگئی تھیں - ضرورت تھی کہ ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا ہوتے ' جو سب سے پہلے اُمت کے دینی مزاج کی درستگی کی کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانہ مزاج بھی درست نہیں ہو سکتا تھا - اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمی و صناعی فوائد کے اخذ و اختیار کی راہ خود بخود کھل جاتی - البتہ بصیرت و اعتبار کے ساتھ کھلتی - تقلید و کور چشمی کے ساتھ نہ کھلتی - لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا - دولۃ عثمانیہ میں ایسے علماء نا پید تھے اور ہمیشہ نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت ہوں - امراء و حکام جہل و اوہام کی تاریکی میں گم تھے - اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنھیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا ہونے کا موقعہ مل گیا - یہ اپنی کسبی بصیرت و روشنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقلید کی راہ سے استبداد و جہل کی مضرتوں پر مطلع ہوے ' اور اصلاح و انقلاب کی سعی شروع کردی - سعی صحیح تھی ' بروقت تھی ' لیکن سامی بصیرت و نظر سے محروم تھے - مرض کا احساس غلط نہ تھا ' لیکن نہ تو تشخیص کامل تھی ' نہ علاج ہی صحیح تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ اس راہ میں جس قدر قدم بھی اُٹھے ' وہ اگرچہ اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نہ تھے ' لیکن مجتہدانہ بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئی صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نہ کر سکے ' اور شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے -

بہر حال بحث و نظر کا یہ مقام دوسرا ہے - اِس کے فہم و ذوق کے لیے دوسری قسم کی صحبتیں مطلوب ہیں - یہاں جو حقیقت قلم بند کرنی ہے یہ ہے ' کہ گذشتہ صدی کے مشرقی مصلحین کی تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیہ کے بانی و داعی ہونے کا شرف حاصل ہے ' اور اسکا یادگار کارنامہ " لائحۂ اصلاحیہ " ہے :

(مصطفی فاضل کا لائحہ)

اعلیٰ حضرت !

کلمۂ حق بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہنچنا ' بہت مشکل ہے - درباری اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے ہیں - بادشاہ فرمانروائی کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کی لذتوں میں غرق ' راہ صواب سے غافل ہو جاتے ہیں -

وہ خیال کرتے ہیں کہ قومیں اپنے ہی کرتوت سے پریشانی میں پڑتی ہیں - اور اپنی ہی غفلت سے پستی میں گرتی ہیں - سلطنتیں ' جب برباد ہوتی ہیں ' تو قضاء و قدر کے بے روک ہاتھوں ہی سے برباد ہوتی ہیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور ارہام کو ارہام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ہی اخلاص اور بڑی ہی جرأت کی ضرورت ہے - بادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ اخلاص و جرأت کی ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا - خود اعلیٰ حضرت سلطان اِس کے شاھد ہیں - وہ لوگ بھی اِس سے ناواقف نہیں جو میری جلا وطنی کا سبب ہوے ہیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلیٰ حضرت کی ذات شاھانہ سے اپنی عقیدت ثابت کرتا اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود — اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا — کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمی ہوں جس نے اعلیٰ حضرت کے سامنے شاہی حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کی جرأت کی ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلیٰ حضرت اور سلطنت عثمانیہ کی خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلیٰ حضرت کے عرش سے جو عقیدت و رابستگی ہے ' اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگی ہے ' اُسی نے مجھ میں یہ قوت پیدا کردی ہے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ہمیں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں پیش آرہے ہیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ہمت دلاتا ہے کہ اُن مصائب کی تشریح کروں - کوئی ایک بھی مخفی نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاہر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ہمیں شفا بخش سکتا ہے ' بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کی مسیحی رعایا کی جانب سے جس سرکشی کا برابر اظہار ہوتا رہتا ہے ' وہ یقیناً ' ہمارے اجنبی دشمنوں کی شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اِس امر کی بھی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حکومت کا برتاؤ اپنی تمام رعایا کے ساتھ کوئی عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھی تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ ' ظلم کے سوا کچھ نہیں ہے - جہل ' اُس سے پھیلتا ہے ' فقر و فاقہ اور شر و فساد کی اُس سے پیدائش ہوتی ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحی رعایا ہی ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے - حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - مسلمان ' جن کی حمایت پر کوئی یورپین سلطنت نہیں ' مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رہے ہیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ہیں - وہ ابتک محض اِس لیے صبر کیے بیٹھے ہیں کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادی ہیں - نفس بلند رکھتے ہیں - اُن کی یہ صفات ' یورپین تخیل سے بہت بلند ہیں - اِس لیے یورپ والے اُنہیں سمجھ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان ' اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کی نسل ہیں جو فرمانروائی کے تخت پر جلوہ گر ہوچکے ہیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص ' قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں ہوا - لیکن اعلیٰ حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے - مصیبت آخری حد تک پہنچ چکی ہے - آلام نے اُن کا جسم کھا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کی اب اُن میں قدرت باقی نہیں رہی - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا ' یاس و نا اُمیدی کا شکار ہوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ہوگیا ہے - آپ یقیناً اُس سے متنفر ہیں ' اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے عظماء و اکابر بھی اُس سے بیزار ہیں - لیکن وہ مجموعی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ ہے - حتیٰ کہ خود اعلیٰ حضرت بھی ' جنکی قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے ' شاید اُسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کی خبر سمع مبارک تک پہنچتی ہی نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگی تباہ کر رہا ہے - اُس کی شخصیت گرا رہا ہے ' اُس کے فضائل برباد کر رہا ہے -

میرے آقا ! آپ کی رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ہیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ہیں کہ یہ امت — جو ہماری عزت و فخر ہے — کس طرح نسل کی کمی اور ہجرت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور و کم تعداد ہوتی چلی جا رہی ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ہوں - ممکن ہے اِس میں ہمارے فوجی نظام کو بھی کچھہ دخل ہو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ہوں ' وہ یہ ہے کہ ہم مغلوب قوموں کے مشابہ ہوتے جاتے ہیں - روز بروز ہماری معنویت کمزور ہو رہی ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ہوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! ہمارے اسلاف نے چار صدی پہلے مشرق کی رومن شہنشاہت تہہ و بالا کر ڈالی ' عروس البلاد اور ملکۂ جہاں ' قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے ' اور وہ فتح عظیم حاصل کی جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کی جاتی ہے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ہی نہ تھی - اُن کی وہ اولو العزمی اور بہادری ' درحقیقت ' اُن کی معنویت ہی کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کی اطاعت ' خوش دلی سے کرتے تھے ' نہ کہ خوف اور مجبوری سے - یہی وجہ تھی کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکی - عقل پر اندھی تابعداری غالب نہ آسکی - اُنکی خود داری برابر باقی رہی - استقلال ذاتی نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کی روح ' عزت نفس کی روح سے مل گئی تھی - دونوں روحیں ' مضبوط اخلاق کی بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالی جسے استبداد کی رذیلتیں گھن کی طرح لگ گئی تھیں ' اور ظلم و جور نے اُس کی تمام چولیں ہلا ڈالی تھیں -

بلاشبہ ' مضبوط اخلاق ہي اِس وجود میں تنہا ایک قوت نہیں ہے - کیونکہ یہاں جرائم کي بھي جرار فوجیں کھڑي ہیں ' اور گناہوں کے تخت بھي بچھے ہیں - لیکن یہ یقیني ہے کہ مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور ہے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نہیں ہوسکتي - جب وہ کسي قوم کا ساتھہ چھوڑ دیتا ہے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بھي گر پڑتي ہے - اُس کا یہ خاصہ عجیب ہے کہ جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت ہوتي ہے ' اُس کا دائرہ بھي وسیع و عظیم ہوتا جاتا ہے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانہ سے کمزور ہو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا ہونے لگتي ہیں -

اعلیٰ حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواہ ' انتہائي رنج و ملال سے دیکھہ رہے ہیں کہ قوم کي شہامت ' زائل ہو رہي ہے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم ہوتي جاتي ہے - یہ اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي رہ سکتي ہیں ' اگرچہ کتني ہي راسخ ہوں ' جبکہ مسیحي رعایا کے ساتھہ مسلمان بھي گونا گوں ذلتوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور ہر قسم کي دنائت کے گھونٹ اُنہیں زبردستي پلائے جارہے ہیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رہي ہے - یہ حکام وہ ہیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار ہیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم کہ وہ شاہي احکام قوم میں جاري کرتے ہیں یا اپني ہوا و ہوس سے کام لیتے ہیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالی ہے - نتیجہ یہ ہے کہ آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں - اِس کے معنے یہ ہیں کہ خود حضور کے عرش معلیٰ کے روبرو بھي ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ہیں ' کیونکہ کوئي شخص بھي اُن کي شکایت عتبات عالیہ تک پہنچانے کي قدرت نہیں رکھتا ' اور چونکہ اُن کے جرائم ذات شاہانہ کے علم میں نہیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بھي نہیں ہو سکتي - لہذا وہ بالکل نڈر ہوگئے ہیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک ہیں - ہر قسم کي برائیاں کھلے بندھوں کر رہے ہیں - باشندے دو گروہوں پر منقسم ہوگئے ہیں : ظالم حاکم ' کوئي نہیں جو اُن کا ہاتھہ پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نہیں جو اُس پر ترس کھائے - حاکم ' جس کا دعویٰ ہے کہ اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت ہے ' لہذا بے روک اور بے قید ہے - وہ اِس قوت کي گھمنڈ میں جملہ معائب و نقائص سے آلودہ ہوتا ہے - محکوم ' جس کا کام یہ رہ گیا ہے کہ ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنھوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑھا دیے ہیں - اگر کبھي کسي کے منہ سے فریاد کي چیخ بلند ہو جاتي ہے تو یہ حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے ہیں - لہذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑ گئي ہے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي ہے ' مگر خوف سے چپ ہے - ظلم کے ہاتھہ اُس کا گلا دابے ہوئے ہیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نہیں کہ ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا ہے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن ہے - یقیناً ہم وطن سے بے حد محبت کرتے ہیں - حب الوطني ' ہماري ہمتیں بلند کرتي ہے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بھي ہم پر آسان کردیتي ہے - ہم بہادر سپاہي ہیں ' موت سے نہیں ڈرتے - ہم میں وقار ہے اور ہمارے اسلاف سے ہمیں میراث میں ملا ہے - ہمارا امتیازي وصف ' صریح اخلاص ہے - یہي اخلاص ہمیں آمادہ کرتا ہے کہ مسرات کو جملہ محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یہ صفات حمیدہ ہم میں زیادہ مدت تک باقي رہینگي ؟ کیا ہم خیر و شر کے اِس تصادم کا ہمیشہ یونہي مقابلہ کرتے رہینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یہ اخلاق ہم سے رخصت ہو جائینگے ' اُسي دن ہماري موت بھي نازل ہو جائیگي - ہم کسي کو بھي اپنا حامي و مددگار نہ پائینگے -

کاش ہماري مصیبت ' صرف ہمارے معنوي انحطاط ہي پر ختم ہو جاتي اور اِس جہل عمیم اور فساد عظیم تک نہ پہنچتي جو ہمارے تمام عقلي قویٰ تباہ کر رہا ہے -

میرے آقا ! جب ہمارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بھي نہ تھي - لیکن وہ ذوق سلیم رکھتے تھے - یہ ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تھا ' جیسا کہ تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصہ ہے - وہ علم نہیں رکھتے تھے ' مگر عقل کے مالک تھے - وہ عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراہت رکھتي ہے - وہ اُن لوگوں سے بالکل مختلف تھے جو ہمارے ہزاول دیکھتے ہي بھاگ کھڑے ہوئے تھے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایہ مفلوج ہوجاتي ہیں ' جس میں انفرادي ہمت کے لیے کوئي گنجائش نہیں ہوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیادہ استبداد سے متاثر ہوتے ہیں - کیونکہ یہ استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نہیں کھاتا - ہم ترکوں میں وہ شرمناک قابلیت ذرا بھي موجود نہیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تھي - اُن کي حالت یہ تھي کہ عقل و فطنت رکھتے تھے مگر نہ ذلت سے گریز کرتے تھے نہ مطلق العنان حکومت سے نفرت رکھتے تھے - ہم بالکل سادہ دل پیدا ہوئے تھے - ہمارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تھي - لیکن جب ہمارے خیالات ہم سے چھین لیے گئے تو ہم مغبوط الحواس ہوگئے - عقل کي نعمت سے محروم ہوگئے - اگر یہي حالت جاري رہي تو ایک دن آئیگا جب ہم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نہ رہے گي - کوئي ایک آدمي بھي ایسا نہ ملیگا جو انتظام سنبھال سکے -

حضور والا ! ہم اب ایک ایسے زمانے میں ہیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي ہے ' جس کي عقل بڑي اور علم زیادہ ہو - یہي باعث ہے کہ تمام یورپ میں علم کا غلغلہ بلند ہے اور تمام قوتیں اُس پر صرف ہو رہي ہیں - کوئي حکومت بھي اِس کے فکر و اہتمام سے خالي نہیں ہے - سوئٹزرلینڈ میں ایک آدمي بھي اَن پڑھہ دکھائي نہیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹھي بھر امرا حکومت کرتے تھے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار ہوتے جاتے ہیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں ہو رہي ہیں - مجھے یقین ہے کہ پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي ہے کہ وہ مغلوب سے علم میں زیادہ تھي - کیا ہمارے لیے روا ہے کہ اپنے عقلي انحطاط پر قانع رہیں ' حالانکہ ہمارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تھک کوششیں کر رہا ہے ؟

میں اِس خیال سے پناہ مانگتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وہ محل کس کام کے جنھیں مکین نہ ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائدہ جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟



بریدِ فرنگ

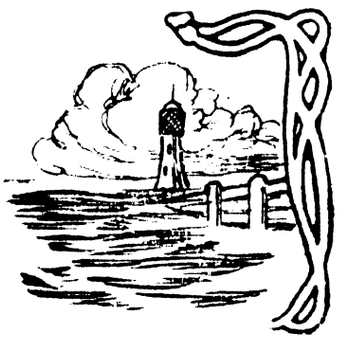

آزادي ' قوموں کے لیے اولین مربي ہے - آزادي ہي تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتي ہے - کوئي مربي بھي آزادي کا قائم مقام نہیں ہوسکتا - کوئي مربي بھي آزادي کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کي تحقیر کرتي ہیں ' کیونکہ علم اُنھیں کچھہ بھي فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اُسي وقت علم کي طرف راغب ہوتي ہیں ' جب اُنھیں اپنے حقوق کي جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتي ہیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں - ہر جاہل اور غلام قوم ' بزدل ہوتي ہے یا خائن -

اعلی حضرت! اِس وقت ہماري مصیبت صرف یہي نہیں ہے کہ ہم معنوي کمزوري اور عقلي فساد میں مبتلا ہیں - ہماري مصیبت اِس سے بھي بڑي ہے - ہم ہر جگہ ایک جبار و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے ہیں - وہ بے رحم دشمن ' ہمارا افلاس ہے - حضور نے کتني مرتبہ اپنے خزانے خالي دیکھے ؟ کتني مرتبہ تنخواہیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے ؟ آپ کا رحیم قلب یہ سوچ کر ہمیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کي تنخواہیں بہت حقیر ہیں ؟ یہ اس لیے کہ حضور جانتے ہیں' مشرقي عہدہ دار جب تنخواہ کافي نہیں پاتے ' تو رشوت خوار ہو جاتے ہیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالي ہونے پر ہمیں اُتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کي غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاري خزانہ محض اِس لیے خالي رہتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کي حکمتوں میں صرف اعلی حضرت ہي کي حکومت ایسي ہے جو اِتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کي سلطنت نہایت عظیم ' وسیع ' اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اِتنا قلیل خراج بھي ادا نہیں کر سکتي ! لیکن ہمارا یہ تعجب باقي نہیں رہتا جب ہم دیکھتے ہیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ ' ایک بد ترین طریقہ ہے - ہماري قوم ' بہت ہي کم کام کرتي ہے - وہ ہر ہنر سے جاہل ہے - یہي وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کي قدرت نہیں رکھتي - حالانکہ دوسرے ملکوں کي رعایا ہم سے بہت زیادہ خراج بخوشي ادا کر دیتي ہے -

اعلی حضرت کي سلطنت میں ہر چیز کو زوال آگیا ہے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئي چیز بھي تباہي سے نہ بچي - ہم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے ہیں اور اپنے فقر و فاقہ کے مشاہدہ پر قانع ہیں - فقر کي ہیبتناک صورت ہمارے سامنے ہے - ہم اُس کي دہشت سے ہمت و جرأت کا کوئي کام کر ہي نہیں سکتے -

بد نصیب کروڑ پتي

(کیا دولت ' حسرت کا سبب ہے ؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے ؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند ' خوش نصیب ہیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئي قاعدۂ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتي ' انتہاء درجہ بد نصیبي کي زندگي بسر کر رہے ہیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج ہیں جنھیں مسرت و سعادت کي زندگي حاصل ہے !

حال میں مسٹر چارلس ولنٹ نے جو ایک مشہور امریکن کروڑ پتي ہیں' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اِس لائق ہے کہ مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے ہیں :

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئي لازمي شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت ' در حقیقت خود اُس شخص پر موقوف ہوتي ہے جو اُس کا متمني ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان ہیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھي جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگي بسر کر رہے ہیں !

مجرد دولت سے اُسي شخص کو مسرت حاصل ہو سکتي ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھي جمع ہو جائے -

دولت سے وہي شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اُس کا جمع کرنا ہي نہیں جانتا ' بلکہ خرچ کرنا بھي جانتا ہے - میرے خیال میں وہي دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے ہیں جو اپني دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے ہیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے ہیں " اگر ہمیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو ہم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگي بسر کریں " لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اِتني دولت جمع ہوجانے کے بعد بھي وہ خوشي محسوس نہیں کرینگے ' الا یہ کہ وہ یہ بھي سیکھہ لیں کہ اپني دولت کس طرح خرچ کرني چاہیے ؟

جب میں نے دولت جمع کرني شروع کي' تو ایک لمحہ کے لیے بھي مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتي بن جاونگا- میرے خواب میں بھي یہ بات کبھي نہیں آئي تھي کہ ایک

ملین ڈالر بھي جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یہ خیال تھا کہ کسي طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمي بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابي کیا تھي ؟ اُس کا معیار کیا تھا ؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکہ کوئي مفصل خیال ذھن میں موجود نہ تھا - کامیابي کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہي تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردي - مجھے خود تعجب ہوا کہ تھوڑي ھي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ہونے لگي تھي اور ابتک جمع ہوتي چلي جاتي ہے !

مجھے آج تک اپني غربت اور تنگ دستي یاد ہے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گد گداتي تھیں ' مگر میں اپني کوئي خواھش بھي پوري نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹي بھي نہیں ملتي تھي - میں دربدر کام تلاش کرتا پھرتا ' اور کہیں بھي کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالاخر ایک کام ملا - ایک بحري حوض میں نوکري مل گئي - ھفتہ وار سولہ شلنگ تنخواہ مقرر ہوگئي - میں بہت خوش ہوا - مگر فوراً ھي میري خوشي رنج سے بدل گئي - کیونکہ اِس کمپني کے منیجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا کر نہایت خشکي سے کہا " یہ تنخواہ تمھیں ملے گي ' اگرچہ تم اِس کے کسي طرح بھي اھل نہیں ہو ! "

میں نے کوئي جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصہ تھا - میں نے عزم کرلیا کہ کچھہ ھي ہو جائے ' میں اپني حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچہ میں نے کوشش شروع کردي ' اور چند ھي سال بعد یہي مسٹر گوبس مجبور ہوئے کہ مجھے اپني عظیم کمپني کا شریک بنا لیں !

مجھہ سے لوگ پوچھا کرتے ھیں " آدمي کروڑ پتي کیسے بن جاسکتا ہے ؟ " میرا جواب ھمیشہ یہ ہوتا ہے کہ دولت جمع کرنے کا کوئي خاص قاعدہ نہیں ہے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ہے : ذھانت اور قسمت - اگر انسان کو اِن دونوں میں سے کافي حصہ ملا ہے ' تو بلا شبہ وہ بہت زیادہ دولت جمع کرلے سکتا ہے -

بہت سے معمولي ذھانت کے لوگ ھمیشہ " زمانہ " کو ملامت کیا کرتے ھیں کہ اُن کا ساتھہ نہیں دیتا - وہ کہتے ھیں " اگر ھمیں ایک موقعہ بھي میسر آجائے تو ھم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یہ اُن کي غلطي ہے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ہے - اُن کي ذھانت و قابلیت کا ہے - اعلیٰ ذھانت کے لوگ ھاتھہ پر ھاتھہ رکھہ کر موقعہ کا انتظار نہیں کیا کرتے - وہ خود موقعہ پیدا کرتے ھیں اور اُس سے فائدہ اُٹھاتے ھیں -

میں نوجوانوں کو ھمیشہ نصیحت کرتا رھتا ہوں کہ اپني تمام قوتیں اور کوششیں ایک ھي طرف متوجہ رکھیں - کیونکہ بغیر اِس کے دولت حاصل نہیں ہو سکتي - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگندہ کر دینے سے اکثر ناکامي کي مصیبت پیش آجایا کرتي ہے - ھمیشہ ایک مرکز بنانا چاھیے ' اور اُسي پر تمام قوتیں صرف کردیني چاھییں - بلا شبہ میں بھي اُن لوگوں میں ہوں جو بیک وقت بہت سي تجارتیں پھیلائے ہوئے ھیں - لیکن یہ میں نے اب کیا ہے جبکہ ایک بڑے سرمایہ کا مالک بن چکا ہوں - شروع شروع میں نے کبھي یہ جرأت نہیں کي کہ بہت سے کام لے کر بیٹھہ جاؤں -

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازي مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطني کا انتخاب - وزراء آستانہ میں - غازي کے خلاف سازش -

(غازي مصطفیٰ کمال کا پیغام)

مجلس وطني کے انتخاب کے سلسلہ میں غازي مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکي قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ہے - یہ تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھي ہے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ہے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادي کے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقہ سي " کي کارگزاریاں یاد دلائي ھیں اور پھر قوم سے اپني جماعت کے انتخاب کي درخواست کي ہے - وہ لکھتے ھیں :

" آج موقعہ ہے کہ ھم گزشتہ چارسال کے اندر اپنے عظیم اصلاحي و تعمیري جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھہ وہ کامیابیاں دیکھیں جو ھم نے حاصل کي ھیں - ھمارا ملک ایک ایسي مہیب جنگ سے جس کي نظیر تاریخ میں نہیں ملتي ' فتحمند نکلا تھا - اُسے اُن مساعي و اعمال کي سخت ضرورت تھي جنسے قومیں زندہ رھتي ھیں - یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ ترکي قوم نے فتح و نصرت دیکھي تھي - ترکي قوم کي پوري تاریخ فتوحات سے لبریز ہے - لیکن چونکہ پہلے ترکي قوم میدان جنگ سے باھر کوئي کوشش نہیں کرتي تھي ' اس لیے اپني فتح سے کوئي فائدہ بھي نہیں اٹھا سکتي تھي - بلکہ بتدریج اُسکي فتح ' شکست بن جاتي تھي - جو فتحمندي بر قرار نہیں رکھي جاتي ' اُس کے نتائج بسا اوقات '

محنت اور چستي کو بھي کامیابي میں بہت بڑا دخل ہے - شروع میں میرا دستور یہ تھا کہ صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیارہ بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ہوں کہ آج کل کے نوجوان اِتني محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وہ اُتني محنت بھي کریں ' جتني وہ آساني سے کرسکتے ھیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیادہ لذیذ کوئي چیز بھي نہیں ہے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ہوں - بہترین بادباني کشتي بھي میرے پاس ہے - میں نے شکار بھي بہت کھیلا ہے - عیش و آرام کے جملہ سامانوں سے بھي متمتع ہوا ہوں - مگر میں سچ کہتا ہوں - مجھے کسي بات میں بھي اُتني لذت حاصل نہیں ہوئي ' جتني اپني روز کي محنت میں حاصل ہوتي ہے - میں سمجھتا ہوں ' میري کامیابي کا سب سے بڑا راز میري اِسي محنت میں ہے -

شکست سے بھي زیادہ بد تر ثابت ہوئے ھیں - لیکن اِس مرتبہ ھم نے اِس قدیم سنت پر عمل نہیں کیا - ھم فوراً اصلاحي اور تعمیري کوششوں میں لگ گئے - حالت امن میں ھماري مساعي ' حالت جنگ کي مساعي سے بھي کہیں زیادہ عظیم تھیں- ھم نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ اِس فتح مبین سے فائدہ اٹھائینگے اور اِسے ترکي قومیت کي تجدید کا سنگ بنیاد بنا دینگے - چنانچہ ھم نے ایسا ھي کیا !"

اِس کے بعد غازي نے اپني جماعت کي کارگزاریاں بیان کي ھیں :

" جنگ آزادي سے ملک ایک عظیم اصول لے کر باھر نکلا - وہ اصول یہ تھا " سیادت بلا کسي قید و شرط کے صرف قوم ھي کي ھے " اِسي اصول کي بنا پر جمہوریت کا اعلان کیا گیا - اِسي اصول کي بنا پر منصب خلافت موقوف کیا گیا جو صدیوں سے ترکي قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا :- ھماري جمہوري جماعت کي رائے ھے کہ ھر اجنبي مداخلت سے جمہوریت کي حفاظت کرنا ترکي قومیت کے مستقبل کے لیے نا گزیر ھے - یہي سب سے بڑا وطني فرض ھے - یہي قوم کي زندگي کي اصلي ضمانت ھے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حیرت انگیز ترقیوں کا ذکر کیا ھے جو اِس قلیل مدت میں اُن کي جماعت کے ھاتھوں ظاھر ھوئي ھیں - بالآخر پیغام اِس عبارت پر ختم ھوتا ھے :

" اِس زندگي میں میرا سب سے بڑا بھروسہ اور میري سب سے بڑي قوت یہ ھے کہ قوم مجھپر اعتماد کرتي ھے - یہي سبب ھے کہ میري زندگي کا سب سے بڑا مقصد بھي یہي رھا ھے کہ اِس امانت کو زیادہ سے زیادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کرنے کي کوشش کروں - اگر تم ھمارے نام زد کردہ اشخاص کو اپني مجلس وطني میں بھیجوگے' تو ھم دوبارہ تمھاري خدمت کا موقعہ حاصل کر سکینگے - مجھے پورا یقین ھے کہ مستقبل میں ترکي جمہوریت اور ترکي قوم کي آرزو بھي زیادہ شاندار خدمتیں میں انجام دے سکتا ھوں - عنقریب تُرکي کا مستقبل بہت ھي عظیم ھوگا ' کیونکہ اُس کے افراد پوري ھمت سے مستقبل کي تعمیر میں مصروف ھیں "

(مجلس وطني کا انتخاب)

مجلس وطني کے انتخابات ختم ھوگئے ھیں - ھر طرف سے خبریں آ رھي ھے کہ جمہوري یا کمالي جماعت کامیاب ھو رھي ھے - لیکن یہ کامیابی کوئي ایسي کامیابي نہیں ھے جسے انتخاب اور مقابلہ کي کامیابي سے تعبیر کیا جائے - کیونکہ اِس جماعت کے سوا کوئي دوسري جماعت ملک میں موجود ھي نہیں ھے - اور اگر ھے تو انتخاب میں شریک نہیں ھوئي ھے -

غازي مصطفی کمال کي جمہوري جماعت کي طرف سے ۳۱۶ - امیدوار کھڑے کیے گئے ھیں - اُن کي تفصیل حسب ذیل ھے :

۴۹ - انتظامي آدمي ھیں - ۴۶ - کاشتکار ھیں - ۴۰ فوجي افسر ھیں - ۳۴ وکالت پیشہ ھیں - ۲۵ علمي آدمي ھیں - ۲۵ تاجر ھیں - ۲۳ اخبار نویس ھیں - ۲۳ ڈاکٹر ھیں - ۲۳ ماھر اقتصادیات ھیں - ۹ سیاسي ھیں - ۷ انجینیر ھیں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمی ھیں - ۳ آلات سازي کے ماھر ھیں - ایک درا ساز ھے -

اِس مرتبہ مخالفین سے میں کسي ایک شخص کو بھي اِس جماعت نے نامزد نہیں کیا - چنانچہ علیؑ فؤاد پاشا ' طیار پاشا ' کاظم قارا بکیر پاشا وغیرہ میں سے کوئي بھي انتخاب میں شریک نہیں ھے -

(تمام وزراء آستانہ میں)

اِس وقت تمام وزیر آستانہ ھي میں موجود ھیں - پرسوں غازي کي صدارت میں مجلس وزارت با ضابطہ منعقد ھوئي - جمہوري حکومت کي یہ پہلي مجلس سلاطین آل عثمان کے تاریخي محل ' طولمہ باغچہ میں جمع ھوئي اور مختلف مسائل پر غور کیا -

اِس واقعہ سے پھر لوگوں میں یہ افواہ پھیل رھي ھے کہ اگر پایۂ تخت انگورہ سے پوري طرح منتقل نہ ھوا ' تو بھي قسطنطنیہ گرمائي پایۂ تخت ضرور بنا دیا جائیگا -

(غازي کے خلاف سازش)

اِس ھفتہ کا اھم واقعہ غازي مصطفی کمال پاشا کے قتل کي سازش ھے - اِس سازش میں چار آدمي گرفتار ھوئے ھیں - تین ارمني ھیں - ایک ترک بتایا جاتا ھے - سازشیوں نے پولیس سے مقابلہ بھي کیا - ایک قتل ھوگیا - تین پکڑ لیے گئے - پولیس کا بھي ایک سپاھي قتل ھوا ھے -

مجرموں نے اقرار کیا ھے کہ حکومت یونان کے اشارے سے اُنھوں نے یہ اِرادہ کیا تھا - تجویز یہ تھي کہ غازي موصوف جب انگورہ واپس جانے لگیں تو راستے میں اُنکي ریل ڈائنامیٹ سے اُڑا دي جائے -

اِس خبر نے یہاں کي عام رائے میں سخت ھیجان پیدا کر دیا ھے - کیونکہ ترکي قوم ارمینوں اور یونانیوں کي سازشوں سے بہت نقصان اُٹھاچکي ھے - سعید حلیم پاشا وزیر اعظم ' غازي انور پاشا ' جمال پاشا ' طلعت پاشا ' کاظم بک وغیرہ ' تُرکی کے ایسے فرزند تھے ' جنمیں سے ھر شخص اپني جگہ دنیا کا بڑا آدمي شمار ھوتا تھا - مگر شقي ارمنیوں نے سب کو ایک ایک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا " اور تُرکي کے دل پر ایسے زخم لگائے ' جو مدتوں مندمل نہ ھونگے -

اب اِن بد بختوں کي نظر غازي مصطفی کمال پاشا پر ھے جو اِس وقت ترکي قوم کي روح رواں ھیں -

الھلال کی تصاویر

افسوس ھے کہ دسہرہ کي تعطیل کے وجہ سے (جو کلکتہ میں پوجا کي تعطیل کہي جاتي ھے) وہ تصاویر طیار نہ ھوسکیں جنھیں الھلال کے صفحات میں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کي تلافي آئندہ اشاعت میں کي جائے -

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بُثینہ سے مشہور عام ہے۔ ابوسہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابوسہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُسنے کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں"، جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بُثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دُنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بُثینہ کی طرف میں نے بُری سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بُلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مرجاؤں، تو گھر کا تمام سامان تھارا ہے۔ صرف تیر کمان کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بُثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وما کنی بجمیل وثوی بصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آپہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہو گیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجاد الذیل فی وادی القری نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بُثینۃ فاندبی بعویل وابکی خلیلک دون کل خلیل

"بُثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پوری کردی۔ جمیل نے ۸۲ھ (۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں"، مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الگ الگ ہو جاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کر دیئے جاؤگے"

۸۳ھ (۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح پیٹ کر کپڑے نہ پھاڑنا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چمڑے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈالکر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکالوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یُوں (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یُوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

جاں سوز قت کی گفتگو ہو چکی جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پڑائی سے موت دیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اما تری البحر تعلو فوقہ جیف وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تحن عثرت ایدی الزمان بنا ونالنا من تجنی بؤسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

۱۲۳ھ (۷۴۰ء) میں قتل ہوا

ابوجعفر منصور

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا اُسوقت ابوجعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھکر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایۂ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کر دیئے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ ان کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منصب نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان مال سے تیری مدد کی ہے اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پُورا نہ کر سکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

۱۵۹ھ (۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابوعبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جانے والے ہیں، جس کی آپ نے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے روبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پہلی

امنی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا، خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں لہٰذا مجھے معاف کر دے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُسنے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اہل دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی فی رؤس الجبال ارعی الوعولا

ابوحازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمدللہ۔ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

۸۸ھ (۷۰۶ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کُند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاح کا نہیں ہے۔ جلّاد! اپنا کام کر!"

جلّاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

۸۵ھ (۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند المات بام جریر واغیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

۹۰ھ (۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لحہ دھڑکا لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہنچا اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی ہوا!"

۹۶ھ (۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ ولیس یرجم الا الشجر الثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصروف الدہر یعترنا ہل غیر الدہر الا من لہ قدر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہدو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہوتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہل قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحان عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری و معنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہے، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے وسٹمنسٹر، پیرس کے بانتھیوں، ریمس کے کینسے، ایتھنز کے کربول، اقصر کے معبد کرنک، اسوان کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہے۔ میں نے جلیل القدر تو تاخن آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے اکتشاف نے دنیا بھر کے اعصاب ہلا دئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدیسۂ صوفیہ، جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عرف و عادت کے اعتبار سے، ایک مستقبل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹنیان نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی پادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدنظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ ان میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی اب تک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشان شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہے کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسے سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس کی محراب — حالانکہ وہ کنیسا تھی۔ بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤ گے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدہر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کرو گے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت اب تک بالکل کنیسے ہی کی ہے۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا اُفقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط آجتک کیسا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشر عشیر بھی تصور نہ کر سکیں گے مختصر یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہے۔ تقریباً ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ٹرکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہزارہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ٹرکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی!

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سونچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکال کر پہن لیتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ بلند کنارا پیچھے کر دیا اور پست کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۶ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ،

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۷)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آجائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے"

۱۸۴ھ (۸۰۰ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقی لہ — فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

رکنا جمیعاً فرق الدہر بیننا — الی الابد الاقصی فمن یأمن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

۱۸۶ھ (۸۰۲ء) میں وفات پائی۔

مفلحون تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی مگر عجمیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہے۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المؤمنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متأثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہے۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اُس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیسہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہے!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر کہہ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہے۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کأنہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونیۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہے "فاسجدوا للہ واعبدوا"

دیواروں پر جا بجا "اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسماء گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہے کہ اُس میں آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش یورپ مدت سے کر رہا ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُسوقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُسوقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بروقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔

اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کر دیا۔ اُنھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہے اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزاء قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہے کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہے۔

افسوس ہے، اس خط میں آپنے اپنے جو تأثرات ظاہر کئے ہیں، وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہے۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات ان دونوں کا عددی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سر رشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے اور افسوس ہے کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہے کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہے، اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہے، تو پھر آپ "دوسرے مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہے، یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بحیثیت تعلیم کے ہے اور ایک چیز اُسکے پیروں کا فہم و عمل ہے۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہے، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہے، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہے (اور کم از کم میرا تأثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہے) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہے کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو جائے تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپ کو یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہے۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمرہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہے جسکے پیروں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں مذہب کو چھوڑئیے۔ دنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروروں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروروں افراد کے احوال و ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متأثر ہو چکے ہیں کیونکر کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہے؟

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے ہیں۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پجاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زبان دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں بلکہ مان لینے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی ہوس ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب ملجائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت ان دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب معرفت کا استغراق باقی رہجاتا ہے۔ نفس ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہو تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمراہی کا بھی فیصلہ کر لیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا کے پرستاران مذاہب میں ننانوے فی صدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہو، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہو، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہو جائیگا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم بہ اعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہو، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کریگا کہ آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتداد زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یک قلم منقلب ہو گئی ہے، اُنکے پیروؤں کی علمی و عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کر سکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیروؤں کی علمی و عملی زندگی میں اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں بسبب اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرف اور مبدل کر دیتے ہیں اور عملی روح یک قلم مفقود ہو جاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے اس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آجاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہوتی کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جا سکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ ان دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آجائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہو گئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرف ہو جانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا جس طرح اس زمانے میں جبکہ اُس کا بنیانی خاکہ ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جا سکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ لے سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دور جو بیسیوں کی دماغی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی روح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیروؤں کی عملی ذہنیت نے بحیثیت مجموعی ایک نئے قسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جا سکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہو جا سکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جا سکتی اور پرکھی جا سکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی علمی روح امتداد زمانہ کے موثرات و عوامل سے متاثر ہو چکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکی تعلیمات کی بنیادیں بھی دوسروں کی طرح منہدم ہو گئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کر لے سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تامل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ دنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروان مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی تراجم سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یک قلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہو جائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہو جا سکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجایش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کر لے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُسپر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہو جائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کر دے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تاثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہئے۔



اشتہار کے لئے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

خط و ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرے کے لئے + بیوی کے لئے



ہر گھڑی میں یہ خوبیاں ہیں

۱۔ دیکھنے میں خوبصورت، چال کا اچھا

۲۔ کل سلور کیس، خوبصورت مضبوط

۳۔ ٹائم نہایت صحیح بتانے والی قیمت صرف

گھروں میں اگر آپ کی عزت ملاحظہ فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھی جائیں گی یہ عنایت محض مال کی کثرت کی وجہ سے ہے اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تیس روپے فی گھڑی ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے

جاچ کیجائے گی! وغیرہ وغیرہ

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں

تو

آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ دیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمّٰی ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حاسدوں سے) محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سودا وی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہر الطور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خدا و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور با وجود اعلیٰ خیال ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ فی صدی کمیشن دیا جائیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خریدتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ مع خبری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو

تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوافروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بہا جواہر ريزے

اس سلسلہ ميں ہم نے اماميں کي ان نادر و اعلى درجہ کي بلند پايہ عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کيا ہے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نہايت ضروري و ناگزير ہے - اميد کہ يہ "سلسلۂ تراجم" بد نصيب ہندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنہ — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپيہ -

کتاب الوسيلہ — لفظ "وسيلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تيميہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد اڑھائي روپيہ ' مجلد سوا تين روپيہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد ' ذريعہ معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے ہيں دس آنے -

تفسير سورۃ الکوثر — امام ابن تيميہ کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطہ کا فرق بدلائل بيان کيا ہے - چھہ آنے -

سيرت امام ابن تيميہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہايت خوش اسلوبي سے بيان کيے ہيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپيہ -

ائمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامہ — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يہ ايک علمي ' اسلامي ' سہ ماہي رسالہ ہے جس کے خريدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اہم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بہترين تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کيا ہے- اسکے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظميں اور ممالک اسلاميہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے ہوے حالات درج کيے جاتے ہيں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپيہ پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقہ نمبر ۲۴ شيرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھين

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان اين دفتر پارينہ را
تازہ خواہى داشتن گر داغہاے سينہ را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الہلال ہي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاہري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ايک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' ليکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاہتا تھا ' اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اس کے ہر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذہب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپني مجتہدانہ خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ ہوتا تھا - پھر اس کي ظاہري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پہلا نمونہ تھيں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس ميں ہاف ٹون تصاويرکے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ايسي خوبياں پيدا ہوئيں جو پتھر کي چھپائي ميں ممکن نہيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذہبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترين مجموعہ ہيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سر روپيہ ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بھي موجود نہيں) ساڑھے چارسو روپيہ ميں حيدرآباد سے خريدي ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بھي علحدہ کرنے کيليے تيار نہيں - پچھلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کي کہ شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي ہيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي ہو انہيں دوبارہ چھپوا ليا جاے -

چنانچہ الحمدللہ يہ کوشش ايک حد تک مشکور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل ہوگئي ہيں - ہم اس اعلان کے ذريعہ شايقين علم و ادب کو آخري موقعہ ديتے ہيں کہ اس قيمتي ذخيرہ کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکہ جلدوں کي ايک بہت ہي محدود تعداد مرتب ہوسکي ہے اس لئے صرف انہيں درخواستوں کي تعميل ہوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچيں گي - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيہ
" " چہارم ۱۰ روپيہ " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ہيں جن ميں سے ہر پرچہ اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے- قيمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوہ ہے -

منيجر "البلاغ پريس"

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے امامین کي ان نادر و اعلیٰ درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد ازھائي روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے ہیں - تو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمي ' اسلامي ' سہ ماہي رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الهلال بك ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان ایں دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال ھي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاھري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاہتا تھا ' اس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذھب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اُسکا ھر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کي ظاھري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ھاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اُردو عالم ادب کے علمي ' مذھبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ھیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید لیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چار سو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ھیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے پر تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسباب نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ھیں مرتب کرالي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ھو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ہوگئي ھیں - ھم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے ھیں کہ اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي ایک بہت ھي محدود تعداد مرتب ہوسکتي ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کي تعمیل ہوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - ھر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " چہارم ۱۰ روپیہ " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ھر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ھیں جن میں سے ھر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت في پرچہ ۸ آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر " البلاغ پریس "

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رھنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ھفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ھوتے ھیں جنکي اھمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ھفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاھیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ھیں

دنیا کے ھر معلم اور ماھر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاھتے ھیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رھیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاھیے -

یہ ھر ھفتہ اس موضوع پر تمام اھم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماھرین فن اور مشاھیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ھوتے ھیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ھیں -

کیا آپ تجارت کرني چاھتے ھیں ؟

اگر آپ چاھتے ھیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ھندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں، نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاھئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاھئیں - ھندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاھئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ھوسکتے -

اگر آپ چاھتے ھیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاھیے کہ ھم سے خط و کتابت کریں - ھم یہ کام بہ حیثیت ایک ماھر فن کے کر رھے ھیں - خط و کتابت کے بعد ھي آپکو معلوم ھو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ھم کس درجہ مفید ھیں ؟

ھمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ھیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ھر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ھیں، اس کارخانے میں طیار کي جاتي ھیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ھر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ھیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBHRI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۷

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - ساڈھ روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر آپکي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۷ | کلکتہ : جمعہ ۱۷ ۔ ربیع الثانی ۱۳٤٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ۱٤۰۱ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	٤۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲٤۰	نستعلیق ھون	۱٤۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال



حضرت ابراهیم اور ایک بادشاہ کا مکالمہ

آیۂ کریمہ "الم تر الی الذی حاج ابراهیم" کی تفسیر

ایک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

جیسا کہ جناب کو معلوم ہے، میں گذشتہ سال سے ایک سلسلۂ رسائل کي ترتیب میں مشغول ہوں جن کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطالب حکیمانہ ایک ایسے نئے اسلوب سے بیان کیے جائیں کہ آج کل کي مذهب سے برگشتہ طبیعتیں اُن سے تشفي حاصل کر سکیں - ایک همدرد ملت رئیس دکن نے اُنکے انگریزي زبان میں ساتھہ ساتھہ ترجمہ کرانے کا بھي انتظام کر دیا ہے، اور اُمید ہے کہ چند ماہ کے اندر اُنکي اشاعت کا سلسلہ شروع هو جایگا * * * * * اِس سلسلہ میں قرآن مجید کے متعدد مقامات ہیں جو ایک عرصہ سے میرے سامنے ہیں - لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ جیسا تشفي بخش حل اُنکا هونا چاہیے، اِس وقت تک نہیں هو سکا ہے، اور جب تک خود اپني طبیعت مطمئن نہ هو جائے، دوسروں کے سامنے قدم اُٹھانا دیانت تحریر کے خلاف سمجھتا هوں - یہ عرض کرنا ضروري نہیں کہ قرآن مجید کے فہم و مطالعہ کا جسقدر بھي خاکسار ذرق پیدا کرسکا ہے، وہ سب جناب هي کے طفیل ہے، اور جناب هي کي تحریرات کے شغف کا نتیجہ ہے - اِسلیے اِن مشکلات میں بھي جناب هي سے دستگیري کي اُمید ہے - اگرچہ وہ مقامات ایک سے زیادہ ہیں، مگر سر دست میں جرأت نہیں کرسکتا کہ جناب کا زیادہ وقت لوں - صرف ایک مقام کي نسبت اپنا اِطمینان چاهتا هوں جسکے خاطر خواہ حل نہ هونے کي وجہ سے خاکسار کي زیر ترتیب کتاب کا کام رک گیا ہے -

سورۂ بقرہ میں حضرت ابراهیم علیہ السلام اور ایک پادشاہ کے مناظرہ کا ذکر ہے جسکي نسبت همارے مفسرین کا بیان ہے کہ وہ نمرود تھا : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربہ ان اتاہ اللہ الملک، اذ قال ابراهیم ربي الذي یحي و یمیت، قال انا اُحي و اُمیت، قال ابراهیم فان اللہ یاتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب، فبهت الذي کفر، و اللہ لا یهدي القوم الظالمین - مضمون اِس آیت کا یہ ہے کہ حضرت ابراهیم سے نمرود نے خدا کے باب میں حجت کي - اسپر اُنھوں نے فرمایا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے - یعني زندگي اور موت اُسي کے قبضۂ و تصرف میں ہے - اگر کوئي دوسري هستي خدائي کي مدعي ہے، تو اُسے چاهیے کہ یہ قوت و تصرف اپنے اندر ثابت کرے - نمرود نے اِسکے جواب میں کہا - اگر یهي وصف خدائي کا ہے تو یہ مجھہ میں بھي ہے - میں بھي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهیم نے یہ سنکر فرمایا کہ خدا پورب سے سورج نکالتا ہے - تو پچھم سے نکال دے - اِس پر نمرود مبہوت هوکر رهگیا -

یہ دراصل حضرت ابراهیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ ہے جسمیں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي ہے اور حضرت ابراهیم اسکے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں - اب اس آیۃ کي تفسیر میں چند درچند مشکلات حائل هیں :

(۱) اول یہ کہ جب نمرود خدا هونے کا مدعي تھا، تو ظاهر ہے کہ دلیل پیش کرنا اسکے ذمہ تھا - نہ کہ حضرت ابراهیم کے ذمے جنکي حیثیت منکر کي تھي - لیکن یہاں حضرت ابراهیم اس سے کوئي دلیل نہیں مانگتے - بلکہ خود اپنے پروردگار کي پروردگاري کي دلیل پیش کر دیتے هیں کہ " الذي یحي و یمیت " اور وہ اس سے معارضہ کرنے لگتا ہے -

(۲) پھر جب اُنھوں نے ایک ایسي دلیل بیان فرمادي تھي جس سے بڑھکر واضح اور قاطع دلیل نہیں هوسکتي، تو چاهیے تھا کہ نمرود کے جاهلانہ اور طفلانہ معارضہ کي قلعي کھول دیتے - کیونکہ وہ اپنے جہل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دینے کا وہ مطلب سمجھہ هي نہ سکا تھا جو موثّي سے موثّي انساني عقل کو بھي سمجھہ لینا چاهیے - وہ بول اُٹھا کہ یہ بات تو مجھے بھي حاصل ہے - ضروري تھا کہ حضرت ابراهیم فرماتے، موت اور حیات بخشنے سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ اَن دیکھي ذات تمام جانداروں کو نیستي سے هستي بخشتي ہے، اور پھر ایک خاص وقت پر فنا کر دیتي ہے، اسي طرح تو بھي ایک چھوٹا سے چھوٹا کیڑا بنا دیکھہ - لیکن آپ یہ نہیں کہتے، بلکہ فوراً اس دلیل کو چھوڑ کر ایک دوسري دلیل پیش کر دیتے هیں - یعني سورج کو اسکي معمولي سمت کي جگہ دوسري سمت سے نکالدینے کي فرمایش کرتے هیں - اس سے لازم آتا ہے کہ گویا آپنے پہلي دلیل کي کمزوري مان لي - اور (نعوذ باللہ) نمرود کے معارضہ سے لاچار هوگئے - اسلیے اسے چھوڑ کر نئي دلیل کا سہارا لیا - ایک معمولي مناظر کیلیے بھي یہ بات دلیل عجز ہے، چہ جائیکہ ایک جلیل القدر پیغمبر کیلیے -

(۳) پھر دوسري دلیل جو پیش کي گئي، اُس پر بھي شبہات وارد هوتے هیں - قرآن مجید ناطق ہے کہ پہلي دلیل سے نہیں مگر دوسري دلیل سے نمرود لاجواب هو کر رهگیا - مگر اعتراض هو سکتا ہے کہ جس شخص کي شرخ چشمي کا یہ حال تھا کہ موت و حیات کے وصف الهي تک کا بیان اُسے چپ نہ کرا سکا، وہ اِس دوسري دلیل سے کس طرح لاجواب هوگیا ؟ اگر کہا جاے، اس لیے کہ وہ پچھم کی طرف سے سورج نکالنے پر قادر نہ تھا، تو جواب یہ ہے کہ وہ موت و حیات بخشنے پر بھي تو قادر نہ تھا ؟ جس طرح اس بات کا ایک غلط مطلب ٹھہرا کر اُس نے معارضہ کر دیا تھا اور حضرت ابراهیم ترک دلیل پر مجبور هوگئے تھے، اسي طرح اِس کا بھي کر دے سکتا تھا - کہدیتا میں بھي ایسا کر سکتا هوں -

(۴) علاوہ بریں دلیل کے معنے یہ هیں کہ وہ ایسي بات هوتي ہے کہ اس کے اثبات سے مدعا کا ثبوت متحقق هو جاتا ہے - لیکن حضرت ابراهیم کي دوسري دلیل ایسي معلوم نہیں هوتي - اُس کا اثبات اس مقدمہ کے اثبات پر موقوف ہے کہ " خدا وهي هوسکتا ہے

جو سورج کو جس طرف سے چاہے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کی جگہ کسی دوسری سمت سے نکلنا کوئی دنیا کا محسوس واقعہ نہ تھا جو لوگوں کے علم میں ہوتا اور حضرت ابراہیم اُسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے - نمرود کہہ سکتا تھا کہ اچھا اگر یہی دلیل ہے تو تمہارا پروردگار پورب کی جگہ پچھم سے ایک مرتبہ نکال دکھائے - اِس پر حضرت ابراہیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاہتے کہ نظام شمسی کا پورا کارخانہ درہم برہم کرکے سورج دوسری سمت سے نکلتا ہوا دکھا دے ؟

(۵) علاوہ بریں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی دلیل سے رجوع کرکے دوسری دلیل پیش کی ' تو ضروری تھا کہ یہ پہلے سے زیادہ واضح و اقطع ہوتی - اُن کی پہلی دلیل یہ تھی کہ موت و حیات کی باگ اللہ ہی کے ہاتھ ہے - دوسری یہ کہ اجرام سماوی اُسی کے حکم و مشیت سے کام کرتے ہیں - ظاہر ہے کہ دوسری دلیل پہلی سے زیادہ وزنی نہیں کہی جا سکتی - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیہی معاملہ خصم کو ساکت نہ کر سکا ' تو اجرام سماوی کا معاملہ کیا مفید اثبات ہو سکتا ہے ؟

میں نے بڑے ہی شوق سے حضرت امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھی تھی - کیونکہ وہ قرآن مجید کے مقامات کو عقلی مباحث سے صاف کرنا چاہتے ہیں - مگر میں عرض نہیں کر سکتا کہ مجھے کس قدر مایوسی ہوئی ؟ لطف یہ ہے کہ انہوں نے پوری تفصیل کے ساتھ یہ تمام شبہات خود ہی لکھے ہیں ' لیکن جواب کا جو کچھہ حال ہے ' اس کا اندازہ اِس سے کرلیجیے کہ اُس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل کو اور زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا پاتا ہوں -

پہلے شبہ پر انہوں نے بالکل توجہ نہیں کی ہے - دوسرے شبہ کے دو جواب دیے ہیں - ایک یہ کہ ایک دلیل چھوڑ کر دوسری دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز ہے - اس میں کوئی حرج نہیں ' کیونکہ دوسری دلیل پہلی دلیل سے اوضح ہے - اِسے عام مفسرین کی طرف منسوب کرتے ہیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا ہے - وہ یہ ہے کہ " یہ ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کا اختیار کرنا نہ تھا - بلکہ ایک ہی دلیل کی مزید و ضاحت کرنی تھی : و هوا نا نرى حدوث اشياء لا يقدر الخلق على احداثها ' له امثالة ' منها الاحياء و الاماتة ' و منها السحاب و الرعد والبرق ' و منها حركات الافلاك و الكواكب ' و المستدل لا يجوز له أن ينتقل من دليل على دليل آخر ' لكن اذا ذكر لايضاح كلام مثالا ' فله أن ينتقل من ذلك المثال الى مثال آخر ' فكان ما فعله ابراهيم من باب ما يكون الدليل و احداً ' إلا انه يقع الانتقال عند ايضاحه من مثال الى مثال آخر - و هذ الوجه احسن و اليق بكلام اهل التحقيق " اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں : " لما احتج ابراهيم بالاحياء و الاماتة ' اورد الخصم عليه سوالا لا يليق بالعقلاء ' و هو انك اذا دعيت الاحياء و الاماتة لا بواسطة ' فذلك لا تجد الى اثباته سبيلا ' و ان دعيت حصولها بواسطة حركات الافلاك ' فنظيره او ما يقرب منه حاصل للبشر - فاجاب ابراهيم بان الاحياء و الاماتة و ان حصلا بواسطة حركات الافلاك ' لكن تلك الحركات حصلت من الله تعالى و ذلك لا يقدح في كون الاحياء و الاماتة من الله ' بخلاف الخلق فانه لا قدرة لهم على تحريكات الافلاك " خلاصہ اِس تقریر کا یہ ہے کہ پہلی دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یہ تھا کہ اُس نے کہا ' خدا کی صفت جلانے اور مارنے کی کیسی ہے ؟ وہ بلا واسطہ جلاتا اور مارتا ہے ' یا افلاک کی حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعہ ؟ اگر پہلی بات ہے تو اُس کا اثبات ممکن نہیں - اور اگر دوسری بات ہے تو یہ انسان کو بھی حاصل ہے - یعنی وسائط کے ذریعہ موت و حیات وجود میں آسکتی ہے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطہ سے زندہ انسان پیدا ہو سکتا ہے ' اور قتل کے ذریعہ ہلاک کیا جا سکتا ہے - اس کے جواب میں حضرت ابراہیم نے اپنی دلیل کی مزید و ضاحت کی اور فرمایا کہ احیاء اور اماتت اگرچہ افلاک کی حرکات کے واسطہ سے ظہور میں آتی ہے ' لیکن افلاک کی حرکت بھی تو خدا ہی کے حکم و مشیت سے ہے - اُس کے سوا کون ہے جو انہیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئی دوسرا افلاک کو متحرک نہیں کر سکتا ' تو ثابت ہو گیا کہ احیاء اور اماتت بھی نہیں کر سکتا -

میں حیران ہوں کہ اس امام جلیل القدر کی اس تقریر کی نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبہ دور ہوا ہے یا اور زیادہ مضبوط ہوگیا ہے ؟ اول تو یہ فرض کرنا کہ نمرود کا مطلب اعتراض سے واسطہ اور بغیر واسطہ کا جھگڑا تھا ' کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟ قرآن مجید میں تو صرف اتنا ہی ہے کہ " انا احي و اميت " پھر یہ کہنا کہ یہ دوسری دلیل کی مزید توضیح ہے ' نئی دلیل نہیں ہے ' کسی طرح بھی سمجھہ میں نہیں آتا - افلاک کی حرکت کو بھلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یہ استدلال پہلی دلیل کے ساتھہ مربوط ہوسکتا ہے ؟ پہلی دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کی صفت سے تھا - دوسری میں سورج کے طلوع و غروب کی جہت سے - اس میں اور موت و حیات کی طاقت و تصرف میں کوئی علاقہ نہیں - تعجب ہے کہ کیونکر امام موصوف ایسی کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذہب قرار دیتے ہیں اور وثوق کے ساتھہ قرار دیتے ہیں -

پھر مفسرین کا یہ عام مذہب بھی کہ دوسری دلیل پہلی سے اوضح ہے ' تشفی پیدا کرنے سے قاصر ہے - صاف بات تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ پہلی دلیل ہی زیادہ واضح اور قطعی تھی -

تیسرے شبہ کا جواب امام موصوف نے یہ دیا ہے کہ نمرود دوسری دلیل کا معارضہ نہیں کرسکا - اسلیے کہ ہوسکتا ہے ' خدا نے اُس وقت اُس کے حواس مختل کردیے ہوں - وہ اس قابل ہی نہ رہا ہو کہ اعتراض کرے - سوال یہ ہے کہ اگر معترض اور مشکک کو اسی طرح حواس باختہ کرکے چپ کرادینا تھا ' تو پھر اس مناظرہ کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ پہلے ہی سے مخبوط الحواس بنا دیا ہوتا تاکہ وہ اعتراض ہی نہ کر سکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالی کی سنت یہی ہے کہ جو معترضین انبیاء کرام سے معارضہ کرتے ہیں ' ان کے حواس سلب کر لیا کرتا ہے ' تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نہیں ہوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے ہیں - کیا ایسے جوابوں سے قرآن مجید کے معارف روشنی میں آسکتے ہیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے ہیں کہ " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابلہ میں پیش کی جائے ' اور اُس پر وہ نا فہمی سے اعتراض کردے ' تو مستدل کا فرض ہے کہ اُس کے اعتراض کی خامی ظاہر کردے اور بغیر اس کے آگے نہ بڑھے ' اور جب ایک معمولی مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے ' تو ظاہر ہے کہ ایک نبی اولوالعزم کے لیے کیوں ضروری نہو جس کا مناظرہ تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادی صداقت کے پیش کیا جا رہا ہے ؟ " تاہم وہ اس قوت کے ساتھہ اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئی کمزور سے کمزور جواب بھی نہیں دیتے ' اور صرف یہ کہکر چپ ہوجاتے ہیں کہ " محققین کی تفسیر پر شبہات وارد



مقالات

نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئي دلیل بیان کي جائے ' خواہ نئي مثال ' ضروري ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کي خامي واضح کردي جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کي تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسي طرح اُس تفسیر پر بھي وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " محققین " کي تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسي ہو گئي تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئي روشني ڈالي ہوگي - چنانچہ میں نے بمبئي سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصري کي تفسیر منگوا کر دیکھي ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھي وہي امام رازي والي تفسیر بجنسہ پائي - اِن شبہات کا کوئي جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوري ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعاني شیخ آلوسي بھي خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر اِن سب میں بھي یا تو وہي تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدي ہیں جنھیں امام رازي نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسي طرح کي کاوش ہي نہیں کي گئي ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازي جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصري جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ہي کي چوکھٹ باقي رہگئي - لاریب صرف جناب ہي کي ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قران کي وہ تمام مشکلات حل کردے سکتي ہے جن تک دوسروں کي نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکي ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیري کا طالب ہے - اور امید قوي رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھ سے میرے حیدرآباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ہند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کي تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائي ہے - میں نے بڑے ہي شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعي اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وہي تفسیر کبیر کي پوري بحث اردو میں نقل کردي گئي ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کي ہے کہ اسي نے آج کي اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتماع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کي تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھي ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کي صفت عضویۃ ' افراد کي عضویت سے الگ وجود رکھتي ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھي نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ہي یہ یقیني ہے کہ تمام طبیعي کائنات کي طرح عالم اجتماع کے بھي خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتي ہے ' وہ تمام اجزاء باہم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ہي باقي تمام اجزاء بھي فوراً متأثر ہو جاتے ہیں -

اِس اجتماعي قانون کي بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروري ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کي طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کي بیماري کے علاج میں باقي اعضاء سے غافل ہو جائیں ' اور پہلي بیماري سے بھي بدتر بیماریوں کي پیدایش کا سبب بن جائیں -

علم اجتماع کے درج ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادي کا حامي ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضي و حال سے بہتر ہو جاے - دوسري طرف وہ ماضي و قدیم کي بھي حفاظت چاہتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضي ' اپنے مقومات ' اور اپني خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' اُنھیں بچائیں ' اور باقي رکھیں - ورنہ اُن کي قومیت درہم برہم ہو جائیگي ' اور اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھي ہمیں یہي سبق دیتي ہے - مشاہدہ کي بھي یہي ہدایت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کي ترقي کي بنیادي شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعني وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کي حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقي کے اصلي ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کي قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

یہ اجتماعی قانون نہایت عجیب ہے - کیونکہ بظاہر ایک قسم کا تناقض رکھتا ہے - ایک طرف کہتا ہے ' تغیر و تبدل ضروری ہے - نئی چیز لو اور پرانی چیزیں چھوڑ دو - دوسری طرف یہ بھی کہے جاتا ہے کہ پرانی چیزیں یک لخت فنا نہ ہونے دو - اپنے پچھلی مقومات و خصوصیات باقی رکھو - اپنی قومی خصوصیات مٹا کر کوئی قوم ' قوم نہیں رہ سکتی - لیکن فی نفسہ اس میں تناقض نہیں ہے - دونوں باتیں اپنی جگہ ٹھیک ہیں - نئی چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام نئی چیزیں اختیار کر لی جائیں جو قومی مزاج و مصالح کے موافق ہوں - خصوصیات کے باقی رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام بنیادی چیزیں قائم رکھی جائیں جو قومی مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکھنے کیلیے ضروری ہیں - یعنی رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ دیا جاے -

بلا شبہ اس قانون کی تطبیق میں اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ہے - چند ہی قومیں اصلاح میں اپنا دماغی توازن قائم رکھ سکی ہیں - یا تو یہ ہوا ہے کہ اپنی تمام قدیم عادات و روایات پر از گئیں' اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے انکار کردیا - یا یہ ہوا کہ فوراً تبدیل و انقلاب پر اُتر آئیں ' اور اپنی کوئی بھی قدیم خصوصیت باقی نہ رکھی - پہلی صورت تفریط کی ہے - دوسری صورت افراط کی ہے - اور نجات و ترقی توسط و اقتصاد میں ہے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کی قابلیت کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ عالم خارجی کی اطاعت کی جائے - قدیم زمانے میں ہر جگہ لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تھا - اسی لیے تبدل کی ضرورت بھی کمزور تھی - اس کی قابلیت آہستہ آہستہ پیدا ہوتی تھی - حتیٰ کہ بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک ہی حالت پر قائم رہیں اور تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ کی - اُن کا تعلق ہمیشہ ایسی قوموں سے رہا ' جو اُنہی کی طرح وحشی یا نیم وحشی تھیں - اُن کے سامنے کوئی بہتر نمونہ تہذیب و تمدن کا موجود نہ تھا - اس لیے ترقی کی رغبت بھی پیدا نہ ہوئی ' اور جمود و تقلید کی طبیعت برابر باقی رہی -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت کی طرف سے مجبور کی جاتی ہیں کہ اپنی زندگی اور زندگی کی بنیادیں محفوظ رکھیں - یہی باعث ہے کہ اُن قوموں میں فرد کا معاملہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا تھا - بلکہ اُس زمانے میں فرد کے لیے جائز ہی نہ تھا کہ مستقل زندگی بسر کرے - وہ قومیں اسے بالکل قدرتی بات خیال کرتی تھیں کہ عام مصلحت کے لیے افراد اپنی ہستی قربان کر دیں - اُس وقت شخصی آزادی ' کسی کے واہمہ میں بھی نہ تھی -

بعض نظری آدمیوں نے آزادی کی اعلیٰ مثال یونانی جمہوریتوں میں بتائی ہے - حالانکہ اُن جمہوریتوں میں افراد کو مطلق آزادی حاصل نہ تھی - وہ ایسے نظامات کی پابندیوں میں جکڑے ہوے تھے جنھیں آج متمدن دنیا میں کوئی آدمی بھی برداشت نہیں کر سکتا - اُن جمہوریتوں میں افراد کو اتنی آزادی بھی حاصل نہ تھی کہ اپنی مرضی سے کوئی دینی عقیدہ رکھیں' یا اپنی اولاد کی بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یہ حالت تھی کہ افراد کو اپنے گھروں میں کھانا پکانے اور کھانے کی بھی اجازت نہ تھی - وہ مجبور تھے کہ عام دستر خوانوں ہی پر بیٹھ کر کھانا کھائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے دامی مجرم سمجھے جاتے تھے - چنانچہ پوری قوم سقراط کے خلاف کھڑی ہوگئی ' اور اُس وقت تک چین نہ لیا ' جب تک اُس مصلح کی جان نہ لے لی !

بلا شبہ اس قسم کے سخت نظامات اُن ملکوں کے لیے ضروری ہیں ' جو ہمیشہ دشمن کے حملوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تھا کہ اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا ہے - ایک طرف وہ تجدد و اصلاح کے حامی تھے' دوسری طرف اپنی خصوصیات کی حفاظت بھی کرتے تھے - یہ وصف اُن میں اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ فتوحات نے اُن کے تعلقات دوسری قوموں سے قائم کر دیے تھے - یہ تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تھے ' اور وہ نظامات کی تبدیلی پر مجبور ہوجاتے تھے - رومانیوں کا سنہرا زمانہ وہی تھا جب وہ اس مرکز توازن پر قائم تھے - لیکن جب سے اُنھوں نے افراط و تفریط شروع کی ' روز بروز گرنے اور تباہ ہونے لگے -

(انگریزوں کی کامیابی کا راز)

موجودہ زمانے میں علمی اکتشافات ' جدید صنائع کے ظہور ' اور مواصلات کی سہولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا ہے ' کہ ہر لمحہ عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا ہوتے رہتے ہیں - اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ مرکز توازن تقریباً مجہول ہو گیا ہے ' اور اُس کی تلاش از حد مشکل ہوگئی ہے - یہی سبب ہے کہ موجودہ دنیا میں ہر طرف شورشیں اور انقلابات برپا ہو رہے ہیں - کوئی نظام بھی پائداری حاصل کرنے نہیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں ہی کی قوم یورپ کی ایک ایسی قوم ہے جس نے رومانیوں کی طرح مرکز توازن معلوم کر لیا ہے - وہ ایک طرف اصلاح و تجدد کی حامی ہے - دوسری طرف اپنے قومی مقومات بھی برقرار رکھے ہوئے ہے - اُن میں جمود و تقلید نہیں ہے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول ہیں ' مگر پوری تدریج اور دانشمندی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہیں - انگلستان کی آزادی نہ تو کرامویل کے ہاتھوں قائم ہوئی ہے ' نہ جمہوریت پسندوں کی لائی ہوئی ہے - وہ انگریزی تاریخ کی پیداوار ہے (۱) - یہ تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رہا ہے ' درحقیقت اسی توازن فکر و عمل کا نتیجہ ہے -

---

(۱) جب خاندان اسٹورات کے بادشاہ چارلس اول کا استبداد بہت بڑھ گیا ' تو انگریز امریکا کی طرف ہجرت کرنے لگے - حتیٰ کہ انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالی ہوگئے - ظالم بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا اور ہجرت کی ممانعت کردی - جس دن ممانعت کا اعلان ہوا ' دریائے ٹیمس میں مہاجرین کے کئی جہاز روانگی کے لیے طیار تھے - اُنھی میں کرامویل بھی تھا - اب باشندوں نے دیکھا کہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کی راہ بغاوت کے سوا کوئی نہیں ہوسکتی - چنانچہ بغاوت شروع ہوگئی - کرامویل اس باغی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا - بغاوت کامیاب ہوئی - جمہوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمہوریت کا صدر منتخب ہوا - اُس وقت اُس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تھا - مگر بعد میں خود یہ بھی مستبد ہوگیا - آخر سنہ ۱۶۴۹ع میں قوم نے اُس کی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا -

اِس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہر قوم کے اخلاق و عادات ایسے ہونے چاہئیں کہ آسانی سے بدل نہ سکیں - لیکن ساتھ ہی اُن میں اِتنی لچک بھی لازمی ہے کہ بتدریج تبدیلی قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسی قوموں کی نعشوں سے لبریز ہے جو یہ راز معلوم نہ کر سکنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں -

(ترقی انقلاب سے بہتر ہے)

اجتماع کا یہ ناموس بھی ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ تدریجی ترقی کی راہ ' اچانک انقلاب سے بہتر اور محفوظ ہوتی ہے - لیکن کبھی کبھی ایسے حالات بھی پیدا ہوجاتے ہیں کہ انقلاب ضروری ہو جاتا ہے - اس کی مثال یہ ہے کہ بعض جسمانی امراض کا بہترین علاج یہی ہوتا ہے کہ فوراً سخت بخار چڑھ آئے - بخار کی شدت ' وہ امراض دور کر دیتی ہے - قومیں بھی کبھی کبھی ایسے ہی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں ' اور اُن کا علاج یہی ہوتا ہے کہ فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکہ ایسی حالت میں اگر تدریجی اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانہ سے تمام قومی جسم پر حاوی ہو جائیگا ' اور پھر اُس کا علاج مشکل ہو جائیگا - چنانچہ جہاں تک کسی ایسی قوم کی ترقی کا تعلق ہے ' جو کسی دوسری غاصب قوم کے ماتحت آ گئی ہو ' انقلاب کے بغیر چارہ نہیں - کیونکہ اس صورت میں کسی قدرتی حالت کی اصلاح و ترقی کا سوال در پیش نہیں ہوتا ' بلکہ ایک غیر قدرتی اور ناجائز قبضۂ و غصب کا خاتمہ مطلوب ہوتا ہے -

بہر حال ماہرین سیاست کا فرض ہے کہ زمانے کی روح ' اُس کے پھیلنے سے پہلے ہی معلوم کرلیں ' اور حکومت کی شکل میں ایسی تبدیلیاں کرتے رہیں جن پر عام رائے مطمئن ہوسکے - ورنہ نتیجہ نہایت ہی مہلک ہوگا -

(نوجوان اور بوڑھے)

اِس سلسلہ میں یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ سن رسیدہ افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامی ہوتے ہیں - اِس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے کہ قابل ملامت ہوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت ہوچکا ہے کہ بوڑھے اجسام میں اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں ' اسلیے عادات کی مقاومت کی قوت باقی نہیں رہتی - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں اور اسلیے عادات کی مخالفت آسانی سے کرسکتے ہیں -

(خیالات کا عروج و ہبوط)

زمانے کی روح ہمیشہ موجود رہتی ہے - ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ زمانے کی مختلف روحوں کے مظہر ہیں - جدید خیالات و افکار کی مثال بالکل ستاروں کی سی ہے - وہ کبھی افق پر بلند ہوتے ہیں ' کبھی بالکل چھپ جاتے ہیں - اسی طرح کبھی ایک قسم کے خیالات کو عروج ہوتا ہے ' کبھی دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص ہیں ' بہت ممکن ہے کہ کل مکروہ و متروک ہو جائیں - صلیبی جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں ہلچل ڈال دی تھی ' آج دنیا اُن سے نفرت کرتی اور اُن پر حقارت سے مسکراتی ہے -

زمانہ بہت سی قوتوں کو پراگندہ کرکے فنا کر ڈالتا ہے ' اور بہت سی نئی قوتیں پیدا کردیتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں - دنیا کی بہت سی پرانی آرزوئیں آج مٹ چکی ہیں اور اُن کی جگہ بالکل نئی امنگوں نے لے لی ہے -

(زمانہ کی روح)

زمانے کی روح کبھی ایک نقطہ و مرکز پر قائم نہیں رہتی - وہ بحر زخار کی موجوں کی طرح ہر طرف پھیلتی اور ظاہر ہوتی رہتی ہے - وہ ہوا کی طرح ہر مقام پر پہنچتی اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتی رہتی ہے -

زمانے کی روح ہی درحقیقت قوموں میں زندگی اور حرکت پیدا کرتی ہے - زمانے کی روح ایک پر اسرار اُن دیکھی مخلوق ہے - کوئی اُسے دیکھ نہیں سکتا ' مگر وہ سب میں داخل ہوتی اور اپنا عمل انجام دیتی رہتی ہے !

زمانے کی روح خاص طور پر بڑی بڑی انسانی جماعتوں میں جنبش پیدا کردیتی ہے - بڑے بڑے شہروں میں قوت سے ظاہر ہوتی ہے - قصبوں اور دیہاتوں میں اُس کا اثر کمزور ہوا کرتا ہے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض ہے کہ سب سے پہلے زمانے کی روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کریں - ایسے نظام جاری کریں جو اِس روح کے مطابق ہوں - ورنہ نتیجہ ' ناکامی و ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہوگا -

حکام وقت کا فرض ہے کہ اپنے زمانے کی روح سے غفلت نہ برتیں - یہ روح کوئی خیالی بات نہیں ہے ' بلکہ حقیقی وجود رکھتی ہے - قوموں کے حکام اور رہنماؤں کی ذمہ داری بہت ہی عظیم ہوتی ہے - اُن کا کام بالکل جہاز کے ناخدا کا سا ہے ' جو ایک لمحہ کے لیے بھی ہوا اور موسم کی طرف سے غافل نہیں ہوسکتا - اُس کی نظریں ' جہاز کے چپہ چپہ پر ہوتی ہیں - کیونکہ ایک ننھا سا سوراخ بھی پورے جہاز کی غرقابی کا باعث ہو جا سکتا ہے -

اِس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اجتماعی و سیاسی نظامات میں بھی تبدیلی لازمی ہے - ایسا کرنے سے ترقی و سعادت کی راہیں کھلتی ہیں - اور اِس کی مخالفت سے تباہی و بربادی نازل ہوتی ہے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسی وقت جایز ہوتا ہے ' جب عام رائے اور قوم کی امیدوں کے موافق ہو - ایسے انقلاب میں پوری قوم کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں - انقلاب — کسی قسم کا بھی ہو — بنیادی تبدیلی کا ثبوت ہوتا ہے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائرہ طبیعی طور پر وسیع ہوتا ہے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلی اچانک واقع ہوتی ہے - انقلاب درحقیقت ' اجتماعی انتقام ہے - ایک غیر طبیعی حرکت ہے - خونریزی اور مصائب و آلام اُس سے پیدا ہوتے ہیں -

انقلاب ' ایک مصیبت ہے - ملک پر یہ مصیبت اُسی وقت نازل ہوتی ہے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نہیں ہوتی - فساد اجتماعی جسم میں پھیل جاتا ہے ' اور قومی مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا ہے - اصلاح کی تاخیر کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پڑ جاتی ہے - وہ اپنی طبیعی حد کو پہنچنے نہیں پاتی - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دبی ہوئی اجتماعی روح اچانک اُبل پڑتی ہے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتھ اُٹھا پھینکتی ہے - پس انقلاب ' کوئی اجتماعی قانون نہیں ہے - ہاں اُسے اجتماعی حادثہ کہہ سکتے ہیں -

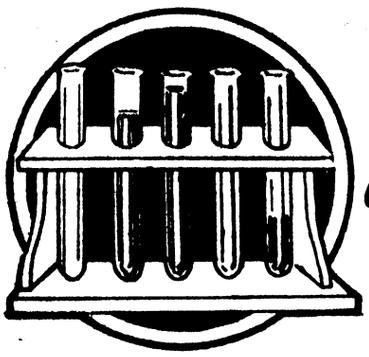

مذاکرہ علمیہ

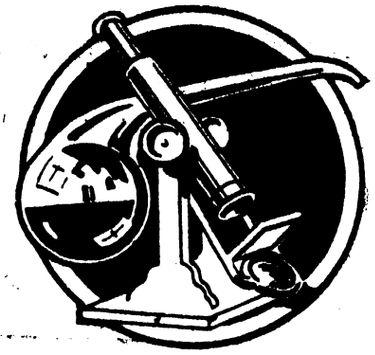

جب حکومت کي شکل حالات ' ماحول ' اور قومي آرزوں کے خلاف هوتي هے ' اور اُس کي تبديلي کے ليے قوم کے سامنے کوئي قانوني راہ باز نہيں هوتي ' تو يہ وقت انقلاب و بغاوت کے ظہور کا وقت هوتا هے - لہذا ضروري هے کہ ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کر دي جائے ' ورنہ قوم کو يہ حق حاصل هو جائيگا کہ فوري تبديلي کے ليے اپنا قدرتي حق استعمال کرے اور بغاوت پيدا هوجاے -

اسپين ميں باشندگان هالينڈ کي بغاوت (سنہ ۹۶۲ ھ) خاندان اسٹورٹ پر انگريزوں کا خروج ' نپولين بونا پارٹ پر جرمني کي بغاوت ' آسٹريا پر اٹاليں قوموں کي بغاوت ـــ يہ تمام بغاوتيں تاريخ کي نظر ميں ' صحيح ' جائز ' اور قانوني بغاوتيں تھيں -

(انقلاب کي طبيعت اور حکومت کے فرائض)

بغاوت عموماً آتش فشاں پہاڑ کے انفجار يا آندھي کے طوفان کے مشابہ هوتي هے - شروع شروع ميں اُس کا خيال چند افراد کے اندر پيدا هوتا هے - پھر آهستہ آهستہ تمام قوم ميں پھيل جاتا هے - بغاوت کا خيال تبديلي کے احساس سے پيدا هوتا هے - جب تبديلي ظاهر نہيں هوتي تو حکومت کي طرف سے عام بد دلي پيدا هوجاتي هے - يہ بد دلي مخفي غصہ کي صورت اختيار کر ليتي هے - جب حالت اِس درجہ تک پہنچ جاتي هے تو قوم هر لمحہ مشتعل هو جانے کے ليے طيار هو جاتي هے - اُس وقت معمولي سے معمولي بات بھي عام بغاوت کا سبب بن جاسکتي هے -

لہذا حکام کا فرض هے کہ ايسي حالت پيدا هونے سے پہلے هي اصلاح نافذ کردیں - ليکن اگر بر وقت نہ کرسکيں ' تو پھر اُن کے ليے بہترين طريقہ يہ هے کہ اِس بغاوت و انقلاب ميں شامل هوجائيں ' يعني اُسے اپنے هاتھہ ميں لے ليں ' تاکہ اُس کي مضرتيں کم سے کم هوجائيں -

اعتذار

افسوس هے کہ شہر کي عام تعطيل کي وجہ سے اس هفتہ بھي مطلوبہ تصاوير طيار نہ هوسکيں اور هميں تصوير کے بغير پرچہ شائع کرنا پڑا - تصاوير کے نہ مل سکنے کي اطلاع ملنے پر وہ تمام مضامين بھي ترک کردينے پڑے جن کا تعلق تصاوير سے تھا - اس صورت حال کا صحيح علاج يہي هے کہ جلد از جلد تصاوير کي طياري کا مستقل انتظام کرليا جاے - آيندہ پرچوں ميں هم اس کمي کي پوري تلافي کردينگے -

منيجر

عالم سماوی

کيا ستارے زندگي سے محروم هيں ؟

هم تاروں بھري رات ميں نظر اُٹھاتے هيں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے هيں - يہ ستارے در حقيقت ويسے هي کرے هيں ' جيسا ايک کرہ خود هماري زمين هے - اِن ستاروں ميں بہت سے ستارے هماري زمين سے بھي بہت زيادہ بڑے اور بہت زيادہ عمر کے هيں - بعض هماري زمين سے چھوٹے اور اُس سے کم عمر رکھتے هيں - يہ تمام ستارے بھي ويسے هي ايک نظام سے وابستہ هيں ' جيسا همارا نظام شمسي هے - اِن ميں بھي آفتاب هيں اور اپنے گرد بہت سے کواکب اور سيارے رکھتے هيں -

مدت سے علماء فلک ميں سخت اختلاف هے کہ يہ ستارے بھي هماري زمين کي طرح زندہ موجودات سے آباد هيں يا نہيں ؟ ايک گروہ پہلي رائے کا قائل هے - دوسرا دوسري راے کا -

پہلے گروہ کي دليل يہ هے کہ زندگي کے ليے جن شرطوں کي ضرورت هے ' وہ زمين کے علاوہ اِن ستاروں ميں موجود نہيں هيں - ليکن اُس کا يہ دعوی کئي وجوہ سے نا قابل تسليم هے - پہلي بات تو يہ هے کہ اِن شرطوں کي عدم موجودگي کا ثبوت کيا هے ؟ کون دعوی کر سکتا هے کہ هوا ' پاني ' نور ' حرارت ' وغيرہ لوازم زندگي سے يہ ستارے بالکل خالي هيں ؟ بلا شبہ اب تک اِن کے وجود کي بھي کوئي دليل همارے علم ميں نہيں آئي - ليکن بہت ممکن هے کہ يہ چيزيں وهاں موجود هوں اور هماري تحقيقات ميں ابھي نہ آئي هوں - حال هي ميں انساني علم نے معلوم کر ليا هے کہ بعض ستاروں ميں اکسيجن موجود هے ' جو زندگي قائم رکھنے والي هوا کا اصلي جزء هے -

پھر يہ دعوی بھي بالکل بے دليل هے کہ زندگي کي جو شرطيں هميں معلوم هيں ' اُن کے بغير زندگي کا وجود ممکن نہيں - بلا شبہ هماري زمين پر زندگي اِن شرطوں کے بغير نا ممکن هے - ليکن يہ کيا ضروري هے کہ دوسرے ستاروں کي طبيعت بھي بالکل ويسے هي هو جيسي هماري زمين کي هے ؟ يہ بھي ضروري نہيں کہ زندگي کا ظہور اُن ستاروں ميں بھي ويسا هي هو ' جيسا اِس زمين ميں هے - بہت ممکن هے اُن ستاروں ميں زندگي کي شکليں بالکل مختلف هوں - اجسام کي ساخت جدا هو ' اعضاء و عضلات دوسري وضع کے هوں - زندگي کے لوازم مختلف هوں - ستاروں کي کائنات پر ايک هي اعتبار سے قياس کرنا اور اُن پر يکساں حکم لگانا ' صحيح نہيں هوسکتا -

دوسرے گروہ کا پہلی بڑی حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے ہماری زمین کیا ہے ؟ اِس لا متناهي فضا میں بہنے والے لکھو کھا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے - زمین کو ظاهري اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئي امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم هي سب سے بڑا ہے ' نہ عمر هي سب سے زیادہ ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگي موجود ہو ' اور باقي تمام کرے ' جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم هیں ' زندگي سے بالکل خالي سمجھے جائیں ؟

ہم مشاهدہ کرتے هیں کہ یہ تمام ستارے بھي ویسے هي ایک دقیق نظام سے وابستہ هیں ' جیسا نظام هماري زمین کو اپنے دامن میں لیے هوئے ہے - وہ بھي نہایت انتظام کے ساتھہ اپنے افلاک میں گردش کرتے هیں - اُن کي رفتار میں بھي ادنیٰ سے ادنیٰ خلل یا بد نظمي کبھي پیدا نہیں هوتي - پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپني اِس قدر توجہ صرف کر رهي ہے ' بغیر کسي زندگي کے موجود هوں ' اور اِس کے سوا کوئي غرض و غایت نہ رکھتے هوں کہ هماري دلچسپي اور نظر فریبي کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کي کیا حکمت هو سکتي ہے کہ یہ ننھا سا ذرہ ' یعني زمین ' تو آباد هو ' اور باقي تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بھي بدتر هوں ؟ حالانکہ وہ بھي زمین هي کي طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم هیں -

بے شمار علمي قرائن اِس نظریے کي تائید کر رہے هیں کہ همارے تمام نظام شمسي کے کواکب کي اصلیت ایک هي ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کي تکوین ' سدیم هي کے مادہ سے هوئي ہے - وہ بتدریج سدیمي کرہ سے جدا هو کر مستقل وجود بنے هیں - اِسي طرح تمام کیمیاوي و فلکي دلائل کا رجحان بھي اِسي نظریے کي طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسي بلکہ جملہ عوالم فلکي ' اِسي سدیم سے بنے هیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک هي ہے - سب ایک هي مادے کي مختلف شکلیں هیں - سب کا مادہ کیمیاوي ذروں سے مرکب ہے - ان میں هر ذرہ اپنے اندر دو کہربائي لہریں ایجابي اور سلبي رکھتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور هماري زمین ' ایک هي اصل رکھتي هیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ صرف ایک همارے کرے هي میں زندگي هو اور باقي تمام کرے ' مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بھي کر لیا جائے کہ زمین کے سوا کسي دوسرے ستارے میں زندگي نہیں ہے ' تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک کے سورج اپني حرارت برابر کھو رہا ہے ' اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت هوکر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگي سے محروم هو جائیگي - ایسي حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا هونگے ؟ کیا یہ بھي همارے نظام شمسي کے ساتھہ تباہ هو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتي کے چند کواکب کے سوا باقي تمام ستارے همارے نظام شمسي سے باهر هیں اور همارے آفتاب کي موت و حیات کا اُن پر کوئي اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں هونگے ' تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ' سنسان ' اور بے جان هیں ؟

تمام عقلي و نقلي علوم اور دیني روایات بھي ثابت کر رهي هیں کہ جملہ کائنات ' ایک هي اصل سے ظاهر هوئي هیں اور ایک هي قسم کے طبیعي ناموس کے ماتحت برقرار هیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئي خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسي پر زندگي هو اور باقي تمام عوالم بے نور اور زندگي سے محروم هوں - زمین پر زندگي کے جو لوازم هیں ' ضروري نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بھي لوازم هوں - ناموس انتخاب طبیعي بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کر لیتي هیں - اُن کي شکل بھي بدل جاتي ہے - مزاج بھي مختلف هو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنٹي گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئي ذي روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم هوا ہے کہ بعض جراثیم کھولتے هوئے پاني میں بھي زندہ رهجاتے هیں - اِسي طرح بعض جراثیم برف میں بھي مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کي کوئي وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھي اُس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے ' جو ماحول هماري زندگي کے منافي ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگي کا قوام هماري زمین کي زندگي کے قوام سے مختلف هو - مثلاً آکسیجن همارے لیے ضروري ہے ' مگر دوسرے ستاروں کي مخلوقات کے لیے ضروري نہ هو - ظاهر ہے کہ ستاروں کے جاندار هم سے مختلف هونگے ' کیونکہ اُن کا ماحول هم سے بالکل مختلف ہے - همارے اُن کے درمیان مابہ الاشتراک صرف روح هي هو سکتي ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئي شکل رکھتي ہے ' نہ مادے کے تابع ہے - خود اپني اِسي زمین پر هم دیکھتے هیں کہ لاکھوں مخلوقات اپني جسماني ترکیب اور ضروریات زندگي میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکھتي هیں - تاهم سب زندہ هیں ' اور سب میں ایک هي روح کار فرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ' تو ظاهر ہے ' دوسرے ستاروں کي مخلوق هم سے کیوں مختلف نہو ؟

چونکہ هماري زمین ' سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ' اس لیے ممکن ہے ' دوسرے ستاروں میں زندگي زیادہ قدیم اور بہت ترقي یافتہ هو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کي مخلوق اِس درجہ ترقي کر گئي هو کہ هم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکھتي هو - هم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف هو - هم سے کہیں زیادہ اُس کي ایجادیں محیر العقول هوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود هوں کہ قریب کے دوسرے ستاروں تک بھي پہنچ سکتے هوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کر چکي هوں - ممکن ہے اُن کے جسم همارے هي جیسے هوں - ممکن ہے هم سے بالکل مختلف هوں - بہت ممکن ہے وہ هم سے زیادہ حواس رکھتے هوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم هوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الهلال کے ابتدائي نمبروں کا شوق ظاهر کرتے هیں ' اور خریدار هوتے هوے لکھتے هیں کہ تمام پچھلے پرچے بھیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائي نمبر اب دفتر میں موجود نہیں هیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے معذور ہے -

منیجر

تاریخ و عبر

مسیحیت اور بت پرستی

اٹھویں اور نویں صدی میں مسیحیت کو خیالات کی ایک بڑی خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانہ جنگی کی وجہ ' بت پرستی تھی - بیزنطینی شہنشاہیت میں یہ نزاع آخری حد تک پہنچ گئی تھی -

ابتدائی عہد کے عیسائی بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کی تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تے - کیونکہ یہ بت پرستی تھی - وہ یہودیت سے نکلے تے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتی ہے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابلہ کرنا پڑا تھا ' یونانی بت پرستی کے سب سے بڑے شائق تے - اس لیے قدرتی طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاہتے تے -

اُس زمانے میں مسیحی دعاۃ اِن بت پرستوں پر ہنستے تے اور تعجب کرتے تے کہ یہ لوگ خود اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو سجدہ کرتے ہیں - لیکن بت پرستی سے یہ بیزاری تثلیث اور تجسم کو روک نہ سکی- بلکہ اس کے بحث و جدال ہی نے در حقیقت بت پرستی اور تصویر پرستی مسیحی کنیسا میں پیدا کردی !

(بت پرستی کی ابتدا)

یہ چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذہب عیسائیوں کے ذریعہ آئی تھی ' وہ بھی حضرت مسیح کے بت یا تصویر کی پرستش نہیں کرتے تے - لیکن چونکہ بت پرستی سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کی تصویروں کی تعظیم و تکریم شروع کردی - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کی تصویروں کی یونانی عزت کیا کرتے تے - اِن کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحی علماء نے تساہل برتا ' اور یہ خیال کرکے کہ یہ لوگ اِن چیزوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ صرف تعظیم کرتے ہیں ' ان پر کوئی تشدد نہیں کیا - اس طرح یہ تعظیم بغیر کسی روک کے جاری ہوگئی -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کی صورت اختیار کرلی - یہانتک کہ تیسری صدی میں قسطنطین نے مسیحی کلیسے میں با ضابطہ طور پر یہ نئی مسیحی عبادت داخل کردی - مسیحی علماء نے اُس وقت بھی کوئی مخالفت نہیں کی - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستی کی اب جڑیں تک اُکھڑ چکی ہیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئی اندیشہ نہیں ہے -

چنانچہ نئی پرستش کا آغاز ہوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کی تعظیم سے شروع ہوئی - پھر شہیدوں اور ولیوں کی قبور کی تعظیم و تکریم شروع ہوگئی - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگی جانے لگیں - بالآخر ان کی مورتیں ظاہر ہوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگی ہے ' تو کوئی وجہ نہیں کہ مورتوں میں اور بھی زیادہ بزرگی اور برکت نہ ہو؟ بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے ہیں ' کیوں نہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھی بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کی جائے ' حالانکہ وہ بادشاہوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق ہیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستی مسیحی کنیسے میں داخل ہوگئی - شروع شروع میں کنیسا کی دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کی گئی تھیں کہ " ان کے معائنہ سے عبرت و موعظت حاصل ہوگی " لیکن آگے چلکر ان کی حیثیت ایک نا گزیر دینی شعار اور ربانی عبادت کی ہوگئی - مخلص عیسائی بقروں اور تصویروں کے لیے اُسی طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تے !

اِس بدعت کے ساتھ اور بھی کئی مشرکانہ رسمیں مسیحی کنیسا میں داخل ہوگئیں - چنانچہ چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں ہی سے لی گئی ہیں -

سچے عیسائیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اعتراض کیا - مگر اُن کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے ہزاروں معجزے مشہور ہو چکے تے - لوگ اُن سے دست بردار ہونے کے لیے طیار نہ تے -

شروع شروع میں روح القدس کی تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائی جاتی تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہما السلام) اور فرشتوں کی تصویریں بالکل صاف اور خالص انسانی قالب میں ہوا کرتی تھیں -

(چھٹی صدی مسیحی)

ابھی چھٹی صدی ختم نہیں ہوئی تھی ' کہ یہ مشرکانہ عبادت کنیسا کی ایک شرعی عبادت بن چکی تھی - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراستہ تے ' حتی کہ خود ریٹیکان (محل اعظم پوپ) بھی اُن سے لبریز ہو چکا تھا - اب یہ حالت تھی کہ مسیحی مؤمنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروری سمجھنے لگے تے - وہ تقوی و بزرگی کے نشان خیال کیے جاتے تے -

آٹھویں صدی کے اوائل میں تصویر پرستی اور بت پرستی ' مسیحی عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکی تھی - اِسی زمانے میں بعض یونانی علماء ظاہر ہوئے ' اور اِسے کنیسا کی بت پرستی قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھی اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتی تھیں ' بلکہ بعینہ وہی معانی اُن کے پیش نظر تے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمھارے پیش نظر ہیں - لیکن اِس پر بھی خدا کی شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ہے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کی غفلت کے بعد مسیحی علماء میں یہ بیداری صرف اِس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطینی کنیسے کے مرکز پر اُسکی تیز نظریں پڑ رہی تھیں - اسلام کی تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور ہیں - ابتدائی تصادم کے زمانے ہی میں مسیحیوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے ہیں - اُنھوں نے اسلامی مسجدیں بھی دیکھی تھیں جو ہر قسم کی تصویروں اور مورتوں سے خالی تھیں -

مسیحیوں کی ایک جماعت اسلامی اثرات سے متاثر ہوگئی اور توراۃ کی تعلیم کی طرف از سر نو دعوت دینے لگی جو تصویر پرستی اور بت پرستی کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیتی ہے -

(لیون کی اصلاح)

اُسی زمانے میں لیون سوم قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا - اِس شہنشاہ نے اشور کے پہاڑوں میں نشو و نما پائی تھی - ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم تھا - تاہم عقل سلیم رکھتا تھا - یہودیوں اور عربوں کی صحبت میں بیٹھ چکا تھا ' اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کی تعظیم و عبادت سے متنفر تھا -

یہ تخت نشین ہوا ؛ اور غایت تدبر سے اپنے ارادے مخفی رکھے - یہانتک کہ جب پوری طرح اقتدار حاصل ہو گیا تو دینی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا - اِس نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی اور یہ فتوی صادر کرایا کہ کنیسوں اور مقدس ہیکلوں سے تصویریں اور مورتیں ہٹا کر کسی ایسی بلند جگہ منتقل کردی جائیں جہاں مشرکانہ رسمیں انجام نہ دی جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کی پرستش' اُنکی تعظیم ' اور کنیسوں میں موجودگی ' سب ناجائز قرار دیدی - اُس نے صرف اِتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ قسطنطنیہ کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالی بھی کر دیا - چنانچہ حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیہما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردی گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اور بھی زیادہ سختی برتی - سنہ ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک دینی مجلس منعقد کی - اِس میں ۳۳۸ پیشوا جمع ہوئے - اِس لحاظ سے یہ مجلس بہت ہی بڑی مجلس تھی - مگر اس میں صرف بیز نطینی کنیسے ہی کے علماء شریک ہوئے تھے - روم ' اسکندریہ ' بیت المقدس ' اور انطاکیہ کے نمائندے شامل نہیں تھے - بادشاہ نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستی کا مسئلہ پیش کیا - متفقہ فیصلہ ہوا کہ یہ عبادت ' مسیحی تعلیمات کی رو سے قطعاً حرام ہے - اور پرستش کی تصویریں ' مجسمے ' اور آثار مسیحی عبادت گاہوں سے خارج کردینے چاہئیں - اس مجلس نے صلیب کو بھی اپنے فتوے میں مستثنی نہیں کیا ' اُسے بھی تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھہرایا - مزید برآں خود فن مصوری کو بھی نا جائز بتایا - اِس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ جو شخص صلیب بنائے ' یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ' اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ' اگرچہ وہ خود علماء کی جماعت ہی میں سے کیوں نہ ہو -

سنہ ۷۶۶ ع میں اِس فیصلہ کو اور بھی زیادہ تشدد کے ساتھ جاری کیا گیا - صلیب رکھنا ' ولیوں کے لیے نماز پڑھنا ' تصویروں کی تعظیم کرنا ' یہ سب باتیں جرم قرار پائیں' اور مخالفوں کے لیے تازیانہ کی سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے ' زبان کاٹنے ' اور سولی پر چڑھانے تک کی سزائیں تجویز کی گئیں -

(بت پرستی کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایرینی کے عہد میں پھر انقلاب ہوا - یہ ملکہ بت پرستی کی حامی تھی ' کیونکہ وہ نسلاً یونانی تھی اور عورت تھی - یہ اِس حیثیت سے تخت نشین ہوئی تھی کہ اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کی ولی اور سرپرست رہیگی - اِس نے برسر اقتدار آتے ہی ایقونی کنیسا (یعنی بت پرستی کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنہ ۷۸۷ع میں یہ مقام نیس ایک دینی مجلس منعقد کی - اِس میں ۸۶۷ پادری جمع ہوئے تھے - پوپ کے نمائندے بھی شریک تھے - بالاتفاق یہ فتوی صادر کیا گیا کہ مقدس تصویروں اور بتوں کی عبادت مسیحیت میں جائز ہے - اتنا ہی نہیں بلکہ شرعاً مستحسن ہے - دلیل میں اسلاف کی بہت سی جھوٹی روایتیں پیش کی گئی تھیں - مزید براں قسطنطنیہ کی سابق دینی مجلس کی تکفیر بھی کی گئی تھی - اُس کے فیصلہ پر عمل کرنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا !

(دوسری اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصلہ پر عمل ہوتا رہا - یہاں تک کہ تیوریلس بیزنطینہ کا بادشاہ ہوا - یہ بت پرستی کا دشمن تھا - سنہ ۸۳۳ ع میں اِس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوی حاصل کیا اور بت پرستی حرام قرار پائی - اِس نے صرف تصویریں اور بت ہی نہیں مٹائے ' بلکہ کنیسوں میں مسیحی بزرگوں کے ناموں کے ساتھ " مقدس " کا لفظ بھی مٹا ڈالا - مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دی گئیں - بہت سے خلاف ورزی کرنے والے پادریوں کی پیشانیاں آگ سے داغ دی گئیں - غرضکہ اِس رسم کے خلاف سخت جہاد جاری ہوگیا -

اُسی زمانے میں ایک مسیحی عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوی کے نام سے پکارا ہے) مشرقی رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر ہوا - یہ شہنشاہ کا استاد تھا اور بت پرستی کا سخت مخالف ' مگر اسکی طبیعت بہت کمزور تھی - اِس نے شاہی احکام کی تنفیذ میں تساہل کیا - نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھگئے اور وہ علانیہ احکام شاہی کی خلاف ورزی پر آمادہ ہوگئے - شہنشاہ نے یہ حالت دیکھی تو سخت برہم ہوا - پہلے سے بھی زیادہ تشدد پر اُتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستی کا تیسرا دور)

شہنشاہ کے انتقال پر اُس کی ملکہ تخت نشین ہوئی - یہ اپنے شوہر کے خلاف عقیدہ رکھتی تھی - اس نے بت پرستی پھر رائج کرنی چاہی مگر اُس کی راہ میں سب سے بڑی روک یہی یوحنا نحوی تھا - یہ شخص دونوں جماعتوں کی نظر میں مکروہ تھا - بت پرستی کے مخالف ' اسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے - حامی دشمن خیال کرتے تھے - اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ طبیعی علوم اور فلسفہ کا عالم تھا - یہ چیز اُس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تھی - اِس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا - چنانچہ اُسے معزول کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں - اُس پر یہ تہمت لگائی گئی کہ جادوگر ہے - یہ تہمت اُس کی معزولی کے لیے کافی تھی - چنانچہ اُسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا - مگر مخالفوں کو اِس سے سیری نہیں ہوئی - تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ایک ولی کی تصویر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملی اور توراۃ کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ " کے بموجب اُس کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں !

اب ملکہ کے لیے میدان صاف تھا - اُس نے سنہ ۸۴۲ع میں ایک اور دینی مجلس قسطنطنیہ میں منعقد کی اور از سر نو بت پرستی کا فتوی صادر کرادیا - تمام مخالف ' کافر قرار دیے گئے ' اور بت پرستی مسیحیت کی بنیادی عبادت تسلیم کرلی گئی - ۱۹ فروری سنہ ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں - یونانی کنیسا اب تک یہ دن ایک عظیم دینی تہوار کے طور پر مناتا ہے -

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعی و سیاسی تغیرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنہ ۶۹۹ھ (۱۳۰۰ع) سے سنہ ۱۲۲۳ھ (۱۸۰۸ع) تک

آل عثمان کی سلطنت اُس زمانہ میں ظاہر ہوئی، جب صلیبی جنگوں کی خونریزی سے مشرق قریب کی سرزمین سرخ ہو رہی تھی اور مسیحی تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تھا - اس وقت کی آب و ہوا کا یہ قدرتی اثر تھا کہ سلطان عثمان اور اُن کی اولوالعزم اولاد میں دینی جہاد کا جذبہ پیدا ہوا، اور وہ مسیحی ممالک کی فتوحات پر کمر بستہ ہوگئے - یہ یورپ کے صلیبی حملہ کا قدرتی رد فعل تھا -

اُس وقت ایشیائے کوچک کے اطراف و جوانب بروسہ، ازمید، ازنیق، طرابزون میں بیزنطینی سلطنت (قسطنطنیہ) کے باج گزار امراء حکمران تھے- آل عثمان نے اپنے جہاد اور ملک گیری کا آغاز اُنہی سے کیا، اور یکے بعد دیگرے مطیع یا مغلوب کرتے گئے - اِن سے فارغ ہوکر در دانیال کے آگے بڑھے، اور بلغاریا، سرویا، اور بیزنطینی سلطنت کو زیر وزیر کرنے کے بعد مسیحیت کی راج دھانی " روم " کو گھورنے لگے - یہ صلیبی لڑائیوں کے جوابی حملہ ہی کا جذبہ تھا، جس نے سلاطین آل عثمان کو یک قلم یورپ کی طرف متوجہ کر دیا تھا، اور ایشیا سے بڑی حد تک غافل رہے تھے - صرف سلطان سلیم یاوز (خونریز) نے ایشیا کی طرف توجہ کی، مگر اِس کی ایشیائی فتوحات میں ایک آزردہی جذبہ کار فرما تھا - وہ عرش خلافت پر جلوہ گر ہونے کا متمنی تھا، جس میں اُسے پوری طرح کامیابی ہوگئی -

یورپ صلیبی جنگوں سے بالکل خستہ ہو چکا تھا - مسلسل شکستوں نے اُس کی شجاعت و ہمت پر کاری ضربیں لگادی تھیں - فرقہ وارانہ حسد و منافست نے اُس کے تمام قویٰ معطل کر دیے تھے - اِن حالات کا لازمی نتیجہ تھا کہ دول یورپ نے ترکی سیلاب کے مقابلہ کا کوئی خیال نہیں کیا، اور قسطنطنیہ اور مشرقی یورپ کی مسیحی ریاستوں اور قوموں کو مغلوب ہوجانے دیا - لیکن جب ترکوں نے بلقان سے بھی قدم آگے بڑھایا، اور ہنگری پر ترکتازیاں شروع کردیں، تو یورپ کی آنکھیں کھلیں - مذہب کے نام پر متحدہ محاذ قائم کیے گئے، اور ترکوں کے روکنے کی کوشش شروع ہوئی - مگر کامیابی حاصل نہ کرسکے -

یہانتک کہ سلطان سلیمان قانونی کی وفات کے بعد خود ترکوں میں کمزوری پیدا ہوگئی- سلطان مراد ثالث کے عہد میں یہ کمزوری ظاہر ہوئی، سلطان احمد اول کے زمانہ میں اس نے ترقی پائی، اور سلطان محمد رابع کے دور میں بلوغ و کمال تک پہنچ گئی - ترک جس قدر کمزور ہوتے گئے، یورپ کا مسیحی اتحاد بھی اُسی قدر ٹوٹتا گیا - یہانتک کہ صرف روس اور آسٹریا ترکوں کے مقابلہ میں رہ گئے، اور اُنھیں یورپ سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے -

اِس طرح ترکی شہنشاہیت نے اپنی عمر کا اکثر حصہ پے در پے جنگوں میں گزار دیا - ابتدائی جنگیں حملہ آورانہ تھیں، بعد میں مدافعانہ ہوگئیں - لیکن اس تمام مدت میں ترکی سلطنت ایک مذہبی سلطنت رہی - اس کا تمام داخلی نظام شریعت کے احکام پر مبنی تھا - علماء و فقہاء کو غیر معمولی اقتدار حاصل تھا - مفتیوں کے فتوے عزل و نسب اور نظم و نسق کے لیے جاری ہوتے رہتے - چونکہ عثمانی حکومت کی نشو و نما ہی اُس وقت ہوئی تھی، جب کہ اسلام کے دینی علم و عمل کی روح پژمردہ ہونا شروع ہوگئی تھی، اور دینی نظر و بصیرت اور اجتہاد فکر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں قائم ہوچکی تھیں، اس لیے مذہبی احکام و نظام کی کوئی بہتر روح پیدا نہ ہوسکی - جن علماء کے ہاتھ میں نظم و نسق کے احکام تھے، ان کا علم تمام تر فقہ حنفی کی چند متداول متون و شروح تک جو متاخرین کی ترتیب دی ہوئی تھیں، محدود تھا، ان سے باہر نہ تو کوئی نظر رکھتے تھے، اور نہ ایسی فضاء تھی کہ بلند نظری پیدا ہو سکتی -

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کی پچھلی حکومتوں کی طرح، عثمانی حکومت میں نظم و ادارہ کی کوئی موافق روح پیدا نہ ہو سکی - دائرۂ حکومت تمام بر اعظم یورپ اور مشرق میں پھیل گیا تھا - مختلف مذاہب، مختلف نسلیں، مختلف تمدن، اور مختلف جماعتی مزاج رقبۂ حکومت میں جمع ہوگئے تھے، حکومت کے لیے اتنے مختلف عناصر پر کامیاب حکومت قائم رکھنی آسان نہ تھا - ترک ہمیشہ سے ایک جنگی قوم تھے - اب ان کے زیر نگیں یورپ اور مشرق کی تمام متمدن آبادیاں آگئی تھیں - ضرورت تھی کہ انتظام حکومت کی ایک طاقتور روح پیدا کی جاتی - یہ روح ضرور پیدا ہوتی، اگر علوم دینیہ کی حقیقی روح باقی رہتی، اور تقلید و تنگ نظری نے فقہاء کے دماغ عقیم نہ کردیے ہوتے - لیکن افسوس کہ حالت دوسری تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز حکومت کا انتظامی مزاج مختل ہونے لگا - حتی کہ یورپ کے مورخین کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ " اسلام کے احکام کی روح ہی حاکمانہ انتظام (اڈمنسٹریشن) کے خلاف ہے " حالانکہ اسلام کی روح مخالف نہیں ہے - مسلمانوں کا دماغی تنزل مخالف ہے -

---

(دور اصلاح)

سنہ ۱۲۲۳ھ (۱۸۰۸ع) سے سنہ ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ع) تک

اِدھر ترکی مدافعانہ جنگوں میں مصروف تھی - روس اور آسٹریا کے حملوں کا مقابلہ کر رہی تھی- اُدھر یورپ میں ایک نئی تہذیب پھیل رہی تھی، جدید تمدن زندگی اور ترقی کے نئے نئے دروازے کھول رہا تھا، اور اقوام یورپ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں - ایک طرف کامل وقفہ تھا، دوسری طرف پوری حرکت و سرعت تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ بہت آگے بڑھ گیا، اور ترکی جہاں تھی، وہیں کی وہیں رہ گئی، بلکہ مسلسل دفاعی جنگوں نے اُسکی چولیں ہلا ڈالیں -

---

اِس کے بعد پھر بت پرستی کے خلاف کوئی با ضابطہ مسیحی دعوت پیدا نہیں ہوئی - یہانتک کہ صلیبی لڑائیوں کے بعد اسلامی توحید کی تعلیم یورپ کے قلب تک پہنچی، اور مشہور مسیحی مصلح لوتھر کا ظہور ہوا -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنیٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جس میں یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح عملی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر روا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہو سکتی ہے جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق، عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جس کے مداح اعلیٰ حضرت بھی ہیں ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و فلاکت میں پڑا تھا۔ لائق سے لائق وزیر برسر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر و فاقہ نے انھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہو گیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام جسمانی و معنوی قویٰ معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شایع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا اب ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ، عرش معظم کے روبرو انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑئیے اور اس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھائیے اور اسے اختلال و بدنظمی سے نکال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اسے اپنی اماں میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ "غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے"

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اس کی عظمت سلب کر لیتا ہے دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے ان کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھرئیے۔ اے میری امت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اس کی عزت کے خلاف یا اس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں، وہاں، یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے ان کا مقصود ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے ان کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے یہ اور بھی زیادہ برا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلاف کی سلطنت کو آپ بچا لیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اس کا حاضر حسرت ناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں دھمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال و توہم کی اس میں گنجائش نہیں آپکے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر بغاوت کی آگ، بجھا دے سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفتوحین کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اتار سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ طماعوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے دے کر فیصلہ کا دن دور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور، بے کس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں رہا جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد اب مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے برخلاف ہو گئی ہے۔ [illegible] وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے منہ پھیرتی

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنیٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم وصنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی وسعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جمیع استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رُک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اُٹھان ہماری ہی طرح جنگ وعسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن وصنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح عملی قدم بڑھانے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ ناچیز رہا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اُٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی، علم تک کی رَو جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق، عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُسے اپنی محنت سے مستحق ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک [illegible] اعلیٰ حضرت [illegible] سے پہلے سخت غفلت وہلاکت [illegible] ان سے [illegible] اور بڑی [illegible] حرفت اور تجارت وزراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت وزندگی پیدا کریں، مگر [illegible] ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے۔ ملک [illegible] حالت میں [illegible] استبداد پھیلا ہوا تھا۔ رعایا اپنے [illegible]

کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر وفاقہ نے انھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت ومشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہوگیا ہے۔ تمدن وتہذیب کا مرکز ہے علوم وصنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اُس میں رُوح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اُسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے تمام جسمانی ومعنوی قویٰ معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اُس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اُس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر وفاقہ اُس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اُٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اُس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شایع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے شامل نہیں آیا۔ اب وقت ہم پر عرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ، عرش عظم کے روبرو انتہائی تعظیم واحترام کے ساتھ پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑئیے اور اُس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھائیے اور اُسے اعتدال وبیداری سے سنبھال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس میں ہم حکمران ہم مشورت ہوں، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اُسے اپنی زمان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ مخالص سے جاری ہو، امانت کو عمل کیا جائے، اور ہر ایک کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے ایسا دستور جس کے سامنے مسلم وغیر مسلم، دونوں اپنے حقوق میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو یہ اطمینان دلا دیجئے کہ ہر ایک اپنے مذہب میں آزاد ہے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ مذہب اور حکومت میں اتحاد محال ہے۔

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل وعقد منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اُس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اُس کی عظمت سلب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم ورواج سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ دلیل یا تو دغا باز ہیں، یا جہالت نے اُن کی عقل پر پردے ڈال دیئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھریئے۔ اے میری اُمت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے۔ بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اُس کی عزت کے خلاف یا اُس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اُتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں اور یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے رہے مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے اُن کا مقصود ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے اُن کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے یہ اور بھی زیادہ بُرا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل وانصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلاف کی سلطنت کو آپ بچالیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اُس کا حاضر، حسرت ناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے وجیم قلب کے لئے کیسا عکس درد وتکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں ہمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال کرو قوم کی اسی گنجائش نہیں آپکے پاس اپنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر بغاوت کی آگ، بجھا دے سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفلسوں کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اُتار سکے، اور نہ ہی ایمان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ ملاحوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن قریب کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور بے کس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ [illegible] ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ اٹلی، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد سے مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے قرب [illegible] چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک [illegible] یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے بیخلاف [illegible] ہماری طرفداری، مگر رعد برق وہم [illegible]

جاتی ہو۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرما کر پرنس، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ حوتوں میں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کر کے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں "یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس کا زوال یقینی ہے ہم بھی اسے چھوڑ دیں۔ اس کی موت جلد واقع ہو جانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کر دینی چاہیے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی صرف بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کر دیں گے کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں گرفتار رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر چکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کر کے دکھا دیں کہ نہیں مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جس پر زمانے نے یورش کی ہے۔ اس کی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اس کے تمام قویٰ کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہوں گے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور ان کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ میں اعلیٰ حضرت کے روبرو عرض کر چکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہو گئی تھی۔ کس طرح اس کی صنعت و حرفت برباد ہو گئی تھی۔ کس درجہ اس کی ثروت کمزور ہو گئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہو جایا کرتی تھی۔ کس طرح اس کے تمام طبقوں پر ظلم ہو رہا تھا، حتیٰ کہ اس سوقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر شکر کرے اور ایک حقیر پیرا سی کے غصے سے بھی بچ نکلے!" اس ملک میں حکومت کا کوئی رعب و دبدبہ باقی نہ رہا تھا۔ اس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔ حواس گم ہو گئے تھے روز ایک نئی بدحواسی اضافہ کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دول کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اس نے پھر ہمت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کر لی۔ چند ہی سال میں اس کی تمام زیادہ تو تیں واپس آ گئیں حتیٰ کہ اس کی فوجوں نے پورے یورپ کی متحدہ طاقت کو روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اسوجہ سے کہ اس نے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا وسیع پیمانہ پر دستور نظام قائم کر دیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اسوقت واقع ہوئی جب اس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اٹھ پڑتی ہیں، تو ان کا اٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہو جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست چیمپینٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان آباطین قوم کا بادشاہ ہو جائے۔ وہ بادشاہ ہو گیا! کیونکر؟ اسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستور حکومت بخش دیا۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اس کی فتوحات شروع ہو گئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، دلوں کی فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں اور عقلوں پر قابض ہو گیا۔ مرتے وقت اس نے بسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانویل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبہ سے تین گنا زیادہ ہوگا" دنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت ان پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں ان کا ذکر نہیں کر سکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدان جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کر چکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی ان کا حق ہے۔ ان کی امانت ہے۔ ان کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کر دینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کر لیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھتا اور تمدن و شائستگی سے دور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کر رہا ہے۔ اس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور ان کی خودداری زائل کر دی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اس کی عزت تلف ہو گئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کر دینا چاہیے اور اس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہیے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے امت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہیے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، جسکا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہو جاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کر دیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس و پیش میں پیچھے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے تھسٹوکلس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سرویہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ انھیں بلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کرے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہو جائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے روبرو رعیت کی ضرورتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی دے دوں گا"۔ اے میرے آقا آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کر کے اپنی رعایا کو محنتی، اولوالعزم، اور زندہ بنا دے سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکر گزار ہوگی، ظلم اٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اس کی عقل درست ہو جائے گی۔ اس کا نفس پاک ہو جائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کر لے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتھیلیوں پر سر لے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہو جائے گی، اور اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجا لائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی، اس کی تمام سعادتوں کا ضامن سریر شہی یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کر دوں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطیے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم الاکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلالتمآب کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہو جائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے، جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے محی میں تباہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم و شہامت کا وصف عطا فرمایا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اس کا نام عزت و شکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس دعوت میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اس کے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو ان عظماء تاریخ کے بلند ناموں کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفےٰ فاضل۔ ۱۹۱۲ء

خط و کتابت

میں

اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر

آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

مینجر

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصرِ یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصرِ یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصرِ یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل بلکہ قلعہ ہے، جہیں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا پھاٹک، بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہوجاتے ہیں۔ انہیں طے کرکے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں

اُس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اُٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں شبہ کرنے کے لئے کافی تھیں۔ اُسوقت بڑے بڑے حکام کے ہوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ لے سکتا ہو!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس مرحوم کے زمانے میں اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحیدالدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کردیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبدالحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا پڑا۔

آخری خلیفہ، سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہوگئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام مخلوق کے لئے کھول دئے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دے دیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت پر نہ پڑے۔ اُسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار مابوسیرا نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کردیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ اُنھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظر انداز کردئے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں، اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہوگیا!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۳۵،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریباً ۱۰ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو برابر شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدے کی شرطیں پوری نہیں کررہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس لعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہو رہی ہے؟ بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زیردستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کردیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کررکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اُس کی مطلب براری کے لئے کافی ہو پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے

الحاصل ۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُسنے فیصلہ کرلیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کردے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمار خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

"کھیل ختم ہوگیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!"

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۷۰،۰۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمار خانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۴۰،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کردئے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

"حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں اپنا ملعب قائم کریں تاکہ اس شہر کو مالی منفعت حاصل ہو لیکن اٹالین سرمایہ دار نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمارخانہ بنا دیا۔ جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کرسکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کرلیا کہ معاہدہ منسوخ کردے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے"

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہوگئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہوگئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کردیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی گزشتہ خدمات بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُسنے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے"

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے، جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس جمہوری جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہوجائیں اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہو۔

یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

"دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف ذہنی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر جماعت برسر اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں"۔

"بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہوجاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدد میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں اور دوسرا

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۳۰ برس سے متصادم ہوتے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہ ہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیانِ اصلاح اپنے مقاصد کو بیباکانہ دہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علیحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مرگئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کی اس عملی موت نے اس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکمیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں سے ۱۵۰۔ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا تھا۔ کیونکہ ان کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر ان کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت ان سے بالکل غافل ہوگئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریزہ رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہوگیا۔ ان کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلاوطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا مسلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اسنے مقابلہ کیا بقا میں وہ خود مارا گیا، مگر اس کی پوری ٹولی قید ہوگئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "نغلوخان" میں جاکر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اور ان کے وزراء اسلام کے وسط میں انگورہ واپس آجائیں گے تو یہ بالاگاہ میں ان کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا دینگے

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد ان کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بیچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں، انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے۔ ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہو رہی ہے۔ اب وقت ہے اسے گرا دو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نااتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ بابا شرکات سے بہتر کوئی شخص نہیں تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس سے سادے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے ان کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاطف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر، ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں انھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہوگئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجہ رفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینۂ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پرتکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

نوٹ

سعد پاشا زغلول کی وفات سے مصر کی جو ناقابل تلافی خسارہ ہوا ہے اسکا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھائی ہیں اور انکے ساتھ جہاد حریت میں بے شمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعزیتیں کر کے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہئے۔ وفد کی جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہوگئے۔ اعتدال پسند نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا منظور کر دیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانش مندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ باشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سر خم کرنے کو طیار رہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی پاشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مر گئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مر گئے۔ بہت سے دل، جو ان کی ہیبت سے خائف تھے مسرت سے اچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو انکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھے اور در آئے۔ لیکن قدیر و حکیم خدا نے تمھیں اس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ علم دیکھ کر الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اسنے ہمیشہ سبقت کی۔ آزادی کے لئے اسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفیٰ نحاس ہے!....."

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفےٰ نحاس باشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہوگئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام جو پیغام شائع کیا ہے:

"ابنائے وطن! عظیم المقدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہوئی اور سعد زغلول کا انتقال ہوگیا۔ تم اس کے فراق پر رنج سے روئے لیکن رحمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے جیسی شریف زندگی اسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مر گیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و الم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اس کی موت ہی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ہم گئیں۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خط کا جواب میں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی جس میں نے ابھی اس طرف توجہ نہیں کی ہو کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہو اُن کی اصلیت کیا ہو اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طریقِ نظر صحیح نہیں ہو۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اسوجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دوسرے مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہو۔ "دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہو یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جدل و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب و تحقیق ہو، کیوں راہِ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متاثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بحیثیت ایک طالبِ حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروانِ مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہو، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہو جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ بیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک نیا معائنہ اور تجربہ ہو۔ تجربہ شک و شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم و یقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہئے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہو ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوئے حقیقت اور معرفتِ صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہو جس کی آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوعِ انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہو۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیروؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہو۔ مذاہب کے پیروؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔ سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لئے یہ ظاہر و بدیہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروانِ مذاہب کی یکساں تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی، کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بہ یک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے ان دونو طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہو، جس قدر بھی اختلاف ہو، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہو، پیروانِ مذہب کے فہم و عمل میں ہو۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہو۔ اگر پیروانِ مذہب کا یہ انحراف دور ہو جائے تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہجائے گی جو صرف حق ہو، اور چونکہ وہ حق ہو، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہو۔ نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذاہب عالم کا "مشترک حق"، دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہو، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراطِ مستقیم" سے تعبیر کیا ہو:

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا، وما انزل الی ابراھیم واسماعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم، ونحن لہ مسلمون! فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا، وان تولوا، فانما ھم فی شقاق	سچائی کی راہ یہ ہو کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لے آئے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو۔ نیز اُن تمام مذہبی صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور ان کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغامِ حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں اور مذہبی صداقت کے سارے معلموں کو خدا کی طرف سے دیتا و نوتا جو کچھ ملا ہو، اُس سب پر ہمارا ایمان ہو۔ ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلا دیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!
فسیکفیکھم اللہ، وھو السمیع العلیم! (۲:۱۳۷)	

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروانِ مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوعِ انسانی پر کھول دی، جسپر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہو۔ وہ وقت اب دُور نہیں ہو جب عالم انسانیت مذاہب عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کرے۔ میرا یقین ہو کہ جمعیتِ انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہو کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امۃ واحدۃ، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین، وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ، وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم، فھدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم! (۲:۲۰۹)	دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی ہو۔ سب یک ہی قوم اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے پھر ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل کی بشارت دیتے تھے اور بدکرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیم حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمراہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہو، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔ افسوس ہو کہ نسلِ انسانی پر پھر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دینِ حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ ان تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف دینِ حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے اس کا دروازہ اہلِ ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہو ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہو!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہو۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تاثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہو، اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

"لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہو۔ سعدیؒ نے مرکزِ لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسم تھیں، اب اُس کی فیرفانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو گئیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، اب بھی باقی ہو، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی زبان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہو!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کامل خودمختاری اور صحیح آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے"

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اختیار کیا، اور جو جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنھیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولانا صاحبان" نے اور جمعیت العلماء نے فتویٰ جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہئے"

میں آپ کی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کر دیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہئے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری چیز میں وہی اصولی غلطی کام کر رہی ہے جس پر پچھلی سطور میں بحث کر چکا ہوں۔

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُس ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندوؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دور کر سکیں تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دور ہو جا سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں۔ لیکن انھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہو جائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجئے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کر دینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علماء نہیں ہیں۔ مسلمان جماعتوں کے عام سربرآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتویٰ کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتویٰ" دے سکتی ہے لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ غور کیجئے، اس ایک معاملہ میں یکے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کر دینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُس پر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتویٰ" کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کر سکتی ہے حکومت کر سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنوں یا احمق ہو جائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کر دے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہئے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہئے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جس پر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اُسے منظور کر کے شائع کر دیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُسنے ایک تجویز منظور کی اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیۃ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کر کے اُس کا اعلان کر دیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلماء کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجائش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہئے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہو گئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُس وقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کر کے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کر دینا چاہئے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہئے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجائش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدباب کر دے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کر دے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، اُس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہو جائے۔ یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟۔ بلاشبہ اس پر بحث کی جا سکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کر لینگے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے لیکن بہ حیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تاثرات قبول کر رہے ہیں، یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے، اُسے تسلیم کر کے، رائے قائم کریں۔ انصاف کیجئے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کر کے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کر دینا چاہئے"؟ اس وقت دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں ثبت نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا بامحل اُن کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً اپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہئے" لیکن آپ یقین کیجئے کہ نہ تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آثار کی جائز نہیں ہو سکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے۔ کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دے دے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہو جائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور کج اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے، محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرتے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے

بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بہا جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه أئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارسينه را
تازه خواهى داشتن گر داغهاے سينه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويرکے اندراج کا انتظام ديا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سر روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي عليحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوبارہ چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه
جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر " البـلاغ پريس "

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۸

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - - ساڑھ روپیہ
قیمت في پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں اُنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر آپکي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۸ | کلکتہ : جمعہ ۲۴ . ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی .
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین . آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۴۹۲ مراسلات وصول ھوی ھین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۱۷	اردو حروف کی حق مین	۴۱۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۴۶۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۵۰	نستعلیق ھون	۱۵۱

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الھلال

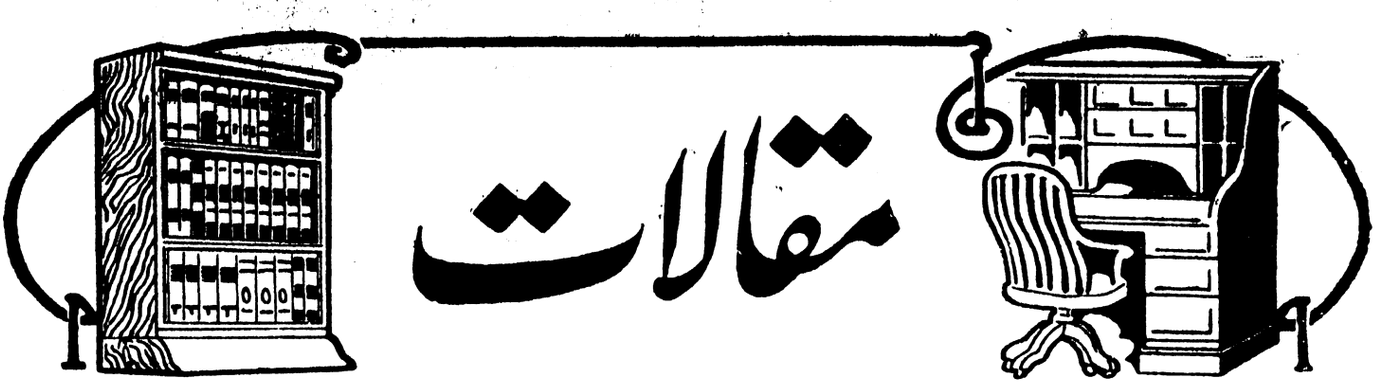

مقالات

علم اور کلیسا کا معرکہ

کلیسائي جہل و جمود کے بعض تاریخي حقائق

گزشتہ تین صدیوں سے دین اور علم کي معرکہ آرائي کا غلغلہ بلند ہے - لیکن في الحقیقت یہ معرکہ دین اور علم میں نہیں ہے - دیني جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں ہے- اگر یہ دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے ہٹ جائیں ' تو پھر صرف علم اور دین باقي رہجائینگے ' اور دنیا دیکھہ لیگي کہ ان میں کوئي نزاع نہیں ہے !

یورپ میں جب نئي علمي ترقیات نے نشوؤ نما پائي ' تو دین ' مسیحي کلیسا کي شکل میں موجود تھا - علمي حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود و تعصب سے ہوا ' اور اس نے معرکۂ علم و دین کي صورت اختیار کرلي -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں کیلي نے اس معرکہ آرائي کي داستانیں لکھیں ' اور " علم " کي فتح مندیوں اور " دین " کي ہزیمتوں کا غلغلہ ہر طرف بلند ہوگیا - حالانکہ اس فرضي معرکہ آرائي میں انھوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا ہے ' وہ دین نہ تھا ' دیني جماعتوں کا ایک خاص نظام تھا جو کلیسا کے نام سے قائم ہوگیا ہے - اگر وہ " دین " کي جگہ " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یہ پورا رزم نامہ اپني جگہ صحیح ہوجاتا ' اور ہمیں علم کي فتح مندیوں اور کلیسا کي ہزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بھي تامل نہ ہوتا - جان ڈکنسن اور پروفیسر وھائٹ نے ڈریپر اور کیلي کي یہ غلط اندیشي دور کرني چاہي ' لیکن اُن کي صدائیں زیادہ بلند اور مقبول نہ ہوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدي کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کي ذمہ داري رومن کیتھولک کنیسے پر ڈالدي ہے اور اُسي کو علم کي دشمني اور علماء کي تعذیب کا مجرم قرار دیا ہے - گویا اِس کنیسے کے سوا کسي دوسرے مسیحي کنیسے نے علم کي کوئي مقاومت نہیں کي - لیکن یہ صحیح نہیں ہے - یہ تاریخي حقیقت ہے کہ روشن خیالي اور تسامح علمي میں سب سے زیادہ مشہور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بھي عقلي تنگ نظري اور علم دشمني میں رومن کنیسے سے پیچھے نہیں رہا - لوتھر کے جانشینوں نے بھي علم دشمني میں ویسي ھي مجاھدانہ روح پیدا کرلي تھي ' جیسي صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تھي -

گیلیلیو نے جب کوپر نیکوس کے نظریے کي حقانیت ثابت کردي ' اور دوربین کے ذریعہ چاند میں پہاڑ ' سورج میں دھبے ' اور عطارد کے اقمار دکھا دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنوں ہوگیا - دیني عدالت کو حکم دیا گیا کہ اِس " ملحد " کو گمراھي سے روکا جائے ' اور کنیسا کي اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برہان سے نہیں — جس سے کنیسا تہي دست تھا — لوہے اور آگ سے ' جس کي کنیسے کے پاس کوئي کمي نہ تھي !

لیکن کیا لوتھر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تھے ؟ کیا اُنھوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراھي کے پھیلانے میں کوئي کمي کي ؟ اِس کا جواب ہم خود لوتھر کي زبان سے سن سکتے ہیں - کوپر نیکوس کا رد کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :

" لوگ ایک مجنون نجومي کي بکواس پر کان دھرتے ہیں - حالانکہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ زمین گردش کرتي ہے ' نہ کہ آسمان - واقعہ یہ ہے کہ لیاقت اور دانائي میں شہرت حاصل کرنے کا ہر خواہش مند انسان کوئي نہ کوئي نیا نظریہ پھیلانے کي کوشش کرتا ہے - وہ مدعي ہوتا ہے کہ اُس کا نظریہ سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ یقیني ہے - یہ آسیب زدہ انسان آج اٹھا ہے کہ علم ھئیت کے تمام قواعد و اصول تہہ و بالا کر ڈالے - حالانکہ کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ یوشع نبي نے سورج سے کہا ' ٹھہر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکہ وہ خود ھي ٹھہري ہوئي ہے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان کا لہجہ اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتھر سے نرم ہے - لیکن وہ بھي اپني کتاب میں (جو کوپر نیکوس کي وفات کے چھہ برس بعد شایع ہوئي ہے) لکھتا ہے :

" ہماري آنکھیں مشاھدہ کرتي ہیں کہ آسمان ہر چوبیس گھنٹے میں گھوم جاتے ہیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشہور کرنا شروع کردیا ہے کہ زمین حرکت کرتي ہے نہ کہ فلک ثاني اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کي علانیہ اشاعت اور اُن کے ذریعہ مخلوق کي تضلیل ' بلند ہمتي اور دیانت داري کے قطعي خلاف ہے - کیونکہ یہ لوگوں کے لیے مکروہ نتائج پیدا کرنے والا نمونہ بن جائیگا - جو کوئي بھي نیکي کا طالب ہے ' اُسے حق سے روگرداني نہیں کرني چاہئے - وہ حق ' جو خداوند خدا نے اپني کتاب میں نازل فرمایا ہے ' اور جسکے سوا سب کچھہ باطل ہے "

اس کے بعد یہي مسیحي مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حوالہ دے کر دعوی کرتا ہے " ان سے پوري وضاحت کے ساتھہ ثابت ہو جاتا ہے کہ زمین ٹھہري ہوئي ہے اور سورج اُس کے گرد گھومتا ہے " اِتناھي نہیں بلکہ اپنے بیان کے اثبات میں وہ عقلي دلائل بھي پیش کرتا ہے ' اور پھر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ " زمین اُسي حالت میں ایک جگہ قائم رہسکتي ہے جبکہ وہ اِس کائنات کے وسط میں ہو " پھر اُسے غصہ آجاتا ہے - وہ غضب ناک ہوکر کہتا ہے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دیني چاہئیں جو کوپر نیکوس کي تعلیم کي اشاعت کرتے ہیں " !

صرف لوتھر اور میلان ھي نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نہیں کي ' بلکہ پروٹسٹنٹ کنیسا کے آور بہت سے اقطاب بھي سخت مخالف رھے - چنانچہ کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین " میں کوپر نیکوس اور اس کے ھم خیالوں پر بڑي سختي سے حملہ کیا ھے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا ھے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نہیں کرتے - وہ زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا ھے " وہ کون ھے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا ھے ؟ "

کالون کے جانشین ' تریٹن کي بھي یہي رائے تھي - کپلر اور نیوٹن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کر دیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بھي تریٹن اپني لاھوتي کتاب شایع کرنے سے باز نہیں رھا ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاھا کہ آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گھومتے ھیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت ھے !

تاریخ انگلستان میں بھي اِس لاھوتي جد و جہد کي بہت مثالیں ملتي ھیں - ھچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " میں ' ڈاکٹر سموئیل بیک نے " مقدس فلسفہ " میں ' ھورن ' اسقف ھورسلے ' اور ووبس وغیرھم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتھہ مقاومت کي ھے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح ھوکر اُس پر ٹوٹ پڑے ھیں - یہي حال ڈاکٹر جان اوین کا ھے ' جو پیورٹینین مذھب کا ایک بڑا خطب مانا جاتا ھے - اُس نے انتہائي دیدہ دلیري سے اعلان کردیا کہ " کوپر نیکوس کا نظریہ ' سراسر وھم و خیال ھے - کیونکہ نصوص وحي کے برخلاف ھے " مشہور جان دیسلے بھي اِس گروہ سے باھر نہیں ھے - اُس کا صاف اعلان تھا " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے ھیں "

سولھویں صدي کے وسط میں شہر ویٹنبرگ میں (جو پروٹسٹنٹ مذھب کا مرکز تھا) دو عالم رٹي کوس اور رینالڈ رھتے تھے - اُنھوں نے کوپرنیکوس کے مذھب کي تحقیقات کی تھي ' اور اُسے حق سمجھتے تھے - لیکن انھیں اجازت نہیں دي گئي کہ اپنے طالب علموں پر اپنا یہ اعتقاد ظاھر کریں - رٹي کوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹي سے استعفا دیدیا ' تاکہ آزادي کے ساتھہ اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یہ نہ کرسکا - اُسے مجبور ھونا پڑا کہ قدیم مذھب کي حمایت کرتا رھے - اُسے حکم دیا گیا تھا کہ اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذھب کا کوئي ذکر نہ کرے - اگر کبھي اِشارہ کرنا پڑے تو پھر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بھي تکفیر سے محفوظ نہ رہ سکا ' اور بالاخر ذلت کے ساتھہ یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگہ ایک نیا استاد مقرر ھوا تھا - اِس معلم نے اپني پہلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تھي : " کوپرنیکوس کا نظریہ ' بدیہي طور پر غلط ھے - خلاف عقل ھے - ھرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نہیں کرنا چاھیے ! "

پروٹسٹنٹ لاھوتیوں نے صرف اِتنے ھي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ تعلیم گاھوں میں بھي ایسي کتابیں داخل کر دیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعہ تھیں - چنانچہ کاھن ھنسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکھي تھي اور ثابت کیا تھا کہ کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف ھیں " خواہ ریاضي کے قواعد اور دوربین کے مشاھدات کا کتنا ھي دعوی کیوں نہ کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبھي تسلیم نہیں کرنا چاھیے " !

یہ علم دشمني صرف قرون مظلمہ ھي کا خاصہ نہ تھي - جدید پروٹسٹنٹ کو بھي وراثت میں ملي تھي - چنانچہ اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بہت سے استاذ اِس جرم پر خارج کر دیے گئے تھے ' کہ وہ جدید علم ھیئیت پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلیے ملحد تھے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاھوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتھولک کلیسا کي ھدایت سے کئي کتابیں لکھي گئي تھیں ' تاکہ کوپر نیکوس کي " گمراھي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچہ سیبیومونٹي اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے ھوے لکھتا ھے :

" جو حیوانات حرکت کرتے ھیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات ھوتے ھیں - لیکن چونکہ زمین نہ تو اعضاء رکھتي ھے ' نہ عضلات ' اس لیے وہ حرکت نہیں کرسکتي - وہ فرشتے ھیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیرہ کو حرکت دیتے رھتے ھیں - اگر بفرض محال تسلیم بھي کرلیا جائے کہ زمین متحرک ھے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري ھوگا کہ اُس کے مرکز میں ایک فرشتہ ھو - حالانکہ معلوم ھے کہ فرشتے زمین کے اندر نہیں رھتے - وھاں تو صرف شیطان کا بسیرا ھے - اگر کہا جاے کہ شیطان زمین کو متحرک رکھتا ھے ' تو یہ نا قابل تسلیم ھے - کیونکہ شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہیں " !

کاش اس مسیحي علامہ کو معلوم ھوتا کہ اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش ھے ' تو وہ فرشتہ موجود ھے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " ھے !

پولاک اپني کتاب " کوپر نیکوس کے رد " میں اِس طرح گہر افشاني کرتا ھے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود ھے کہ زمین ساکن ھے اور سورج چاند گردش میں ھیں - اگر کبھي ھم دیکھیں کہ سورج چاند متحرک نہیں ھیں ' تو کتاب مقدس کي رو سے ھمیں ماننا پڑیگا کہ یہ تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا ھوئي ھے - اس کے خلاف جتنے خیالات ھیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاھیے ' کیونکہ اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي ھے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف ھے "

پھر عقلي دلائل اور مشاھدے سے بھي استدلال کرتا ھے :

" اگر تسلیم کر لیا جائے کہ زمین حرکت کرتي ھے تو پھر مشاھدات کي توجیہ کیا کي جاسکتي ھے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پھینکا جاے ' تو وہ اپني جگہ واپس آجائیگا - حالانکہ تیر بہت دور جاکر گرنا چاھیے - کیونکہ نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رھي ھے - اگر في الواقع زمین متحرک ھوتي تو زمین کا پورا کارخانہ درھم برھم ھو جاتا "

اسکے بعد لکھتا ھے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک ھونا ' خود زمین کي طبیعت کے بھي خلاف ھے - کیونکہ زمین صرف ٹھوس

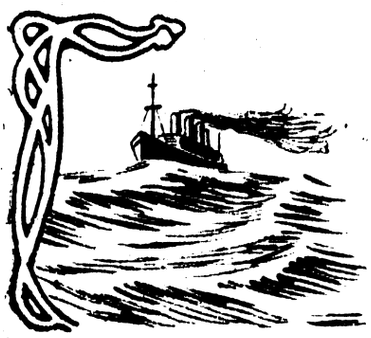

بریدِ فرنگ

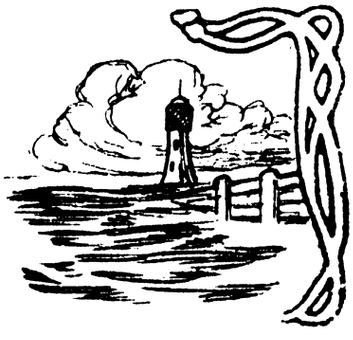

اور سرد هي نهيں هے ' بلكه اپنے عناصر ميں بردت كے خواص بهي ركهتي هے - معلوم هے كه بردت حركت كو روكتي هے - بلكه اُسے فنا كر ڈالتي هے - هم حيوانات ميں ديكهتے هيں كه ٹهنڈے پڑ جانے كے ساتهه هي اُن كي حركت بهي موقوف هو جاتي هے - لهذا زمين كا متحرك هونا قطعاً محال هے "

" كتاب مقدس كي صريح نصوص سے ثابت هے كه آسمان زمين كے اوپر حركت كر رهے هيں' اور چونكه مدور حركت كے ليے ضروري هے كه اُسكا كوئي مركز قائم هو ' لهذا تسليم كر لينا پڑيگا كه زمين نظام كائنات كے وسط ميں ثابت و قائم هے "

يه كيتهولك كليسا كے خيالات تهے - مگر پروٹسٹنٹ كليسا بهي اس سے كچهه كم عقل مند نه تها - لوتهر كے پيرو بهي كتاب مقدس كي تفسيروں اور لوتهر كے اقوال كے اندهے مقلد تهے - كالوليس باوجود اپنے وسيع علم و نظر كے ' لوتهر كا اس درجه مقلد تها كه اُس نے بهي اِس علمي حقيقت كے تسليم كرنے صاف انكار كر ديا - زمين كي حركت كے خلاف اُس كي سب سے بڑي دليل يه تهي :

" كتاب مقدس ميں لكها هے - خدا نے خوقيا نبي سے كها " ديكهه ميں آفتاب كے ڈهلے هوئے سايه كے درجوں ميں سے جو دهوپ گهڑي ميں معلوم كيے جاتے هيں' دس درجے پهرا كے چڑها لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں ميں ڈهل گيا تها ' اُن سے دس درجے پهر چڑه گيا (اشعياء - باب ۳۸) "

انگلستان كے مشهور لاهوتي عالم ڈاكٹر اسمتهه نے اعلان كر ديا تها :

" شاهي علمي انجمن ' ملحدوں كي انجمن هے اور دين كے خلاف كوشش كر رهي هے "

جان اڑين كا اعلان هے :

" نيوٹن كا نظريه كبهي صحيح علمي بنياد پر قائم نهيں هوا - وه سراسر اوهام و خرافات هے - اور كتاب مقدس كي صريح نصوص كے مخالف هونے كي وجه سے ناقابل اعتنا هے "

جان ريزي كا مقوله مشهور هے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چيز هے ' تو انجيل كي كوئي بات بهي صحيح نهيں هے "

يه تهي مسيحي كليسا كي ذهنيت جس نے علم كے مقابله كا اعلان كيا تها ' اور يقيناً اُس كے ليے اس ميدان مبارزت ميں دائمي اور هلاكت انگيز شكست كے سوا كچهه نه تها - كسي انسان كو بهي جو حقيقت اور صداقت كا احساس ركهتا هے ' اس شكست پر متاسف نهيں هونا چاهئے -

دنیا کی مشترک اور عام زبان

کیا تمام دنیا میں ایک مشترک زبان رائج ہو سکتی ہے ؟

اسپرنٹو

گذشته مہینے میلان (اٹلی) میں یورپ کی نئی مشترک زبان " اسپرنٹو " کے حامیوں کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا تھا جو کئی سال سے ہر سال منعقد ہوا کرتا ہے - تازہ ڈاک میں اس اجتماع کی بعض دلچسپ تفصیلات آئی ہیں - چونکہ ہندوستان میں اس وقت تک اس نئی زبان کی نسبت بہت کم لکھا گیا ہے ' اس لیے ہم بعض مضامین کا خلاصہ درج کردیتے ہیں :

موجودہ علمی ترقیوں ' تمدنی ضرورتوں ' ذرائع مواصلات کی سہولت نے دنیا کے تمام براعظموں کو باہم دگر ملا دیا ہے - اِس زمانے میں کوئی قوم ' دوسری قوموں سے قطع تعلق کرکے زندہ نہیں رہ سکتی -

لیکن اِتنے قرب و مواصلت پر بھی دنیا کی قومیں اِس وقت تک ایک دوسرے سے دور ہی ہیں - اُن میں باہمی تعارف کے ذرائع بہت کم پیدا ہوے ہیں - اِس صورت حال کی بڑی ذمہ داری ' قوموں کی علحدہ علحدہ زبانوں پر ہے - ہر قوم اپنی مخصوص زبان رکھتی ہے - دوسری قوم کی زبان سے نا واقف ہے - اگر واقف ہونا بھی چاہے تو بہت مشکل ہے کہ بہت سی زبانیں ہر شخص سیکھ سکے - اِس لیے عالمگیر تعارف و اجتماع کی کوئی صورت نکل نہیں سکتی -

یہ حالت دیکھکر مدت سے بعض عقلاء مغرب کا خیال ہے کہ دنیا بھر کے لیے کوئی سہل اور مختصر زبان پیدا کی جاے - " اسپرنٹو " ایک ایسی ہی نوساختہ زبان کا نام ہے جو پچھلی صدی کے اواخر میں ایجاد کی گئی ہے -

اسپرنٹو کا موجد ایک روسی ڈاکٹر زمینہوف نامی ہے - یہ صوبۂ کورڈنو کے ایک چھوٹے سے گاؤں بیسلٹوک کا رہنے والا ہے -

اِس زبان کی ایجاد کا خیال اُسے اُس وقت پیدا ہوا ' جبکہ اُس کی عمر صرف دس بارہ برس کی تھی - اُس نے یہ سرگذشت خود اپنی زبان سے اِس طرح بیان کی ہے :

" میرے گاؤں میں روسیوں ' یہودیوں ' پولشوں ' جرمنوں کی مخلوط آبادی تھی - میں روز سڑکوں پر لڑائی جھگڑے کے واقعات دیکھا کرتا تھا - تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ جھگڑے زیادہ تر اِس لیے پیدا ہوجاتے ہیں کہ باشندے ایک دوسرے کی زبان نہیں



آثار عتیقه

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکھف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیونکے خواب گراں کے بعد اب شہر رقیم یاپیٹرا پھر بیدار ھو رھا ھے - قدس اور لندن کي آمدہ اطلاعات مظہر ھیں کہ حال میں اس قدیم شہر کے کھنڈروں میں قیمتي پتھروں اور پرانے طلائي زیورات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بدوي عربوں کے ھاتھ لگا ھے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شدہ شہر ھے - سالہا سال سے غیر آباد پڑا تھا - کبھي کبھي صحرا گرد بدوي جنکو شاداب نخلستانوں اور سر سبز چراگاھوں کي تلاش اِدھر اُدھر آوارہ رکھتي ھے ' تمدن قدیم کي اس یادگار کو آدمي کي صورت دکھا دیتے تھے !

(الف لیلہ کا طلسم)

ایک مرتبہ ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کھنڈروں میں گھوم رھا تھا - ناگاہ اوسکا پانوں ایک پتھر پر پڑ گیا - قبل اسکے کہ وہ اس بات کا اندازہ کر سکے کہ کیا ھونے والا ھے ' پتھر نیچے کو کھسکا ' زمین دھنسي ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تھا - پتھر بدستور اپني جگہ پر آگیا ' اور راہ بند ھوگئي !

اب بدوي نے خود کو ایک زمین درز محراب میں پایا ' لیکن باھر آنے کا کوي راستہ نظر نہیں آتا تھا -

غریب عرب ایک عرصہ تک ادھر اُدھر تڑپتا رھا - تاریکي بلا کي تھي - محض اس خوف سے کہ کہیں کسي دوسري نامعلوم مصیبت سے دو چار نہ ھونا پڑے ' اوسنے ھاتھوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جہد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کي تاریکي کو ایک پہاڑي سوراخ سے نکلنے والے دھندلي روشني ایک حد تک کم کر رھي تھي - روشني کا سہارا پا کر اس محصور بلا نے ادھر اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا - کیا دیکھتا ھے کہ ایک گوشے میں قیمتي جواھرات اور طلائي اشیا کا ڈھیر پڑا ھے - یہ خزانہ غالباً طائر اور صیدان کے بحري قزاقوں نے ازمنہ مظلمہ میں جمع کیا ھوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا ھوا ' اس تمام ماحول کو عالم رویا سمجھ رھا تھا - بالاخر اوسنے چند جواھر ریزے اپنے عمامہ میں رکھہ لیے ' اور باھر نکلنے کي راہ تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا کہ روشني جس سوراخ سے آ رھي ھے ' اس سے باھر نکل سکتا ھے یا نہیں ؟ اس کا خیال ٹھیک تھا - روشني کے نیچے ایک سنگي زینہ موجود تھا - بہ مشکل سوراخ تک پہنچ سکا - وھاں پتھر کے کئي ٹکڑے ایک دوسرے پر پڑے تھے - زور کرنے سے ایک پتھر ھٹ گیا اور یہ باھر نکل آیا -

یہ جواھرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماھرین آثار انہیں تورات سے بھي زیادہ پرانا بتاتے ھیں -

بیان کیا جاتا ھے کہ پیٹرا کا یہ کنز مخفي لارڈ کارناوان کے دریافت کردہ وادي الملوک (مصر) کے خزائن سے بھي کہیں زیادہ بیش قیمت ھے - عجائب خانہ لندن کا ایک وفد اس گم شدہ شہر کي تحقیقات کیلیے جا رھا ھے -

(جغرافیائي محل)

یہ مقام ساحل بحر قلزم سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ھے - نقشہ کے دیکھنے سے بحر قلزم کا بالائي حصہ دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم ھوگا - اس کے شمال میں جزیرہ نماء سینا ھے جسکي شکل مثلث نما ھے - سینا کا جنوبي نوکدار کنارہ بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا ھے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کي وہ شاخ ھے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم ھے - آج کل یہ تجارت عالم کي شاھراہ عظیم ھے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وہ حصہ ھے جو خلیج عقبہ کے نام سے پکارا جاتا ھے - یہ جگہ اب متروک ھوگئي ھے - جہاز بہت کم آتے جاتے ھیں - ایک طرف سینا کي ننگي پہاڑیاں ھیں - دوسري طرف خلیج عقبہ کے پہاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسلہ ھے - اس خلیج کے ساحل پر کوئي بندر گاہ نہیں ھے - قصبہ عقبہ کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقي تمام حصہ غیر آباد اور پتھریلا ھے - بحر شمالي و بحر جنوبي کے دور دراز سواحل کو چھوڑ کر جہاں بمشکل ذي روح وجود کا پتہ چلتا ھے ' دنیا کا کوئي ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نہیں ھے !

لیکن پرانے زمانہ میں خلیج عقبہ کي اھمیت ھمارے زمانہ کے خلیج سوئز سے کہیں زیادہ تھي - تین ھزار سال قبل یہاں حضرت سلیمان کے بحري مراکب ھندوستان کي اشیاء تجارت بار کیے ھوئے ھر وقت لنگر انداز رھتے تھے - جب تک ھندي و ایراني تجارتي قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رھے ' یہ ملک تمدن عالم کا مرکز رھا - جب شاھراہ تجارت یہاں سے دوسري جانب منتقل ھوگئي ' اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راستہ دریافت کر لیا گیا ' تو یہ ساحل رفتہ رفتہ غیر آباد ھوگیا - صلیبي لڑائیوں کے زمانہ میں مسیحي مجاھدین نے اس نواح میں کچھہ بیداري پیدا کردي تھي ' مگر سلطان صلاح الدین کي تیغ جہاد نے یہ حصۂ عالم بھي صلیبیوں پر تنگ کر دیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انساني آبادي سے ھمیشہ خالي رھے -

جنگ عظیم کے زمانہ میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپني افواج کا عقبي مستقر بنایا تھا - ھر ھفتہ انگریزي جنگي جہاز اور دخاني کشتیاں سامان حرب سے لدي ھوئي ساحل پر آتي تھیں - سنہ ۱۹۱۷ ع اور سنہ ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نہایت پابندي سے قائم رھا ' اور ایک

عارضي چهل پهل پيدا هوگئي - ليکن جنگ کے خاتمه کے بعد يه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور يه حصه پهر شهر خموشاں بن گيا -

خليج عقبه کے دهانه سے ايک پهاڑي اور ريگستاني سلسله شروع هوتا هے جو اندرون ملک ميں دور تک چلا جاتا هے - پيٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - ميل کي مسافت پر واقع هيں - پهاڑوں کے درميان اس شهر کا محل وقوع هے - بدو رهنما کے بغير ان آثار تک سياح کي پهونچ مشکل هے - پيٹرا سے شمال کو ۲۰ ميل کے فاصله پر وادي بحر ميت هے - سيدهے هاتهه يعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عريض ريگستان هے - سامنے ارض ادوم يا ادوميا کے پهاڑونکا وه سلسله هے ' جو باب الوقيم يا پيٹرا کا پهاٹک کهلاتا هے - اس سلسله کو قطع کيے بغير پيٹرا تک پهونچنا محال هے - دوسري جانب پهاڑي مگر ڈهالو راسته هے - اس پر سے هوکر نيچے اترتے هيں - چند گهنٹے کے پهاڑي اور پيچ در پيچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا هے - سفيد ريت کے ٹيلونکے ختم هونيکے بعد ايک تنگ دره ملتا هے - يه بلند پهاڑي ديوار کا دروازه هے - يهاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - ميل سے کم هوکر صرف ' ۱۲ - فيٹ رهجاتي هے - دره کي ديواريں هزارها فيٹ اونچي هيں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هيں - اس شق کي راه سے سوداگروں کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ اُفتاں و خيزاں راه طے کيا کرتے هيں - پتهروں پر چاروں طرف چهپکلياں لپٹي هوئي هيں - هر هر قدم پر تنگنائے زيادہ وحشتناک هوتي جاتي هے - راسته ميں ايک پهاڑي شگاف ملتا هے جس سے شفاف پاني کا چشمه موجزن هے - عرب کهتے هيں ' يهي وه جگه هے جهاں حضرت موسیٰ عليه السلام نے عصا مار کر اپنے پياسے همرائيونکے لئے پاني کے چشمے جاري کر دیے تهے - يه وادي وادي موسیٰ کے نام سے موسوم هے - وادي اسقدر تنگ هے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي ديواريں بخوبي چهوي جاسکتي هيں - اکثر جگه ارد گرد کي پهاڑياں بلند هوکر چهت کا کام ديتي هيں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهيں ديتا - سورج کي شعاع بهي يهانتک نهيں پهونچتي -

(يوناني مندر)

ايک گهنٹه کي مسافت کے بعد سياح ايک تيز گهماؤ سے گذرتا هے - اب نظر کے سامنے ايسا دلفريب اور حيرت خيز منظر آجاتا هے جو ايک عرصه تک کيليے از خود رفتگي کي کيفيت طاري کر ديتا هے - يوناني طرز کا ايک نفيس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا هے - اوسکا دلفريب حسن اور دلکشا طرز ' حد درجه متاثر کرنيوالا هے - عهد کهن کے صناعون نے پهاڑوں سے کاٹ کاٹ کر يه خوبصورت عمارت تعمير کي تهي -

ادومي پهاڑونسے يه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام ليا گيا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزين هے ' اور ريشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي هے -

دنيا کا کوئي اور پهاٹک ' دنياء قديم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زيادہ اثر ڈالنے والا نهيں هے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سيکري بهي اسکا مقابله نهيں کرسکتا - روماني و يوناني مخلوط فن تعمير کے طرز پر يه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پهاڑي سے طيار کيا گيا تها - اسکا عهد تعمير روماني شهنشاه هدرين کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا هے - اهل عرب ميں اس مندر کا نام الخزينه مشهور هے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ايک ديو پيکر صراحي نما ظرف هے - عرب کهتے هيں که يه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمايه کا مخزن هے - شروع سے اِسے توڑنے کي کوششيں کي گئيں مگر کاميابي نهيں هوي - کرنيل لارنس کے ساتهيوں نے بهي هزاروں گوليان چلائيں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زياده اثر نه هوا - نهيں معلوم کس ديوي يا ديوتا کي يهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنيل لارنس کي راے ميں مصري ديوي " ايسيس " کي پرستش هوتي هوگي - کيونکه هيڈرين کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اِسي ديوي کے سامنے سر بسجود تهے -

يهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بيضاوي نشيب ميں واقع هے - سطح سمندر سے ۹۰ هزار فيٹ اونچے معدب حصه سے شروع هوتا هے - وادي کي بلندي صرف ايک هزار فيٹ رهجاتي هے - اِس نشيب ميں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هيں - يه تمام عمارتيں پهاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهيں !

پيٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اُس سياح کو جو مشرقي ديوار عبور کرنيکي جرأت کرتا هے ' اپني جانب مائل کرليتي هيں - سورج کي کرنيں ارد گرد کي پهاڑيوں کو قوس قزح بنا ديتي هيں - اُنکي چمک بلوچستان کي ارغواني پهاڑيوں سے بهي کهيں زياده دلکش هے - پهاڑيونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهريں نکلتي رهتي هيں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاريکي چها جانے سے پهلے ' ايسا معلوم هوتا هے ' گويا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجيں اُمنڈ رهي هيں !

محمد يحيىٰ - ايم - اے - ايل - ايل - بي
وکيل بدايوں

WANTED.

Urdu Trained Mistresses for the Karachi Municipal Urdu Girls Schools on the following salary :

	Pay	Allowance	Total
1st Year (Junior)	Rs. 50/-	Rs. 10/-	Rs. 60/-
2nd Year	,, 55/-	,, 10/-	,, 65/-
3rd Year (Senior)	,, 65/-	,, 10/-	,, 75/-

The above posts are pensionable and governed by the Municipal Pension & Provident Fund Rules. The appointments will be on 2 years' contract in the first instance. Apply with full details; also age, nationality with copies of testimonials, if any. Applications should reach the Undersigned on or before 1-11-1927. Those already in service, should apply through their authorities under whom they are employed.

Sd. V. G. PRADHAN,
Administrative Officer.
SCHOOL BOARD,
KARACHI MUNICIPALITY, (I H.)

افسانہ

روحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان ٹیلوویچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سنایا:

۱۸۳۸ء کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ وحشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس سے گزرتا، ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جلسہ جو میں نے سنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہو گئی۔ آج ہی توبہ کر لے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپرچولزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اُسوقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گر پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے ڈگمگاتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا "اگر اس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہے تو بس کل ہی رات ہے! یہ وادیاں کرنے والی ہوائیں میرا نغمہ تو بس کر دیں گی، یہ کالی بدنما رات کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی....."

میں نے یاس کی جاتی

"نہیں! میں [illegible]

کی طرف بھاگا۔ [illegible]

گردش میں پہنچکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو، اسوقت بھی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُسپر اندھیری غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب لگی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آجتک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرائش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور رکھا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک مکمل تابوت! اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کامدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟ ....."

اچانک مجھے خیال آیا [illegible] نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ پر رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ موت کا تحفہ میرے لئے کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لاتے؟ ....."

پھر میرے پر [illegible]

"ممکن ہے یہ کارروائی اُسی روح کی ہو، جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہو۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے آیا ہے! یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہو گئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہو گیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئے" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن!۔ اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہو جاؤں گا"

مگر اس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست روسٹوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرے کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کنیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے منہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہو جائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہو گیا ہوں۔ جنون کا سب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطان روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبا لیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہو گیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ غنیمت یہ تھا کہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی سے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں آنکھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں..... آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہو گئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہو چکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال منہ سے نکلتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست [illegible] یاد آگیا۔ اس نے

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدّہ کے قلم سے)

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا، کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہا ہو۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہو۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دوڑو! دوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ سے ٹکرایا۔

"ساروف! ساروف! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلّا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست ساروف ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ ساروف نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی وحشت ظاہر کر رہی تھیں!

"ساروف!" میں پھر چلّایا۔

"ریکیوف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی: "ریکیوف! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑ گئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہے؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟" اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمھاری حالت کیا ہو رہی ہے؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا، "ذرا دم لینے دو۔ آہ میں اس وقت تم سے ملکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرات ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنتیں! اُس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کر دی ہیں؟ کیا تم یقین کرو گے کہ جو شی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہے!

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگزشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بزدل نہیں ہوں۔ لیکن اس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہو جائیگا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں شانے اُس سے بیان کئے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہو....."

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں بہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہ یک وقت دونوں کے دماغ میں گرا، اس لئے ایک دوسرے کو مکّے مارنے لگے تاکہ معلوم کریں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" ساروف نے کہا "ہم مکّے کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم و خیال نہیں ہے۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آکے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہیے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگا کر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید ریشمین چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جابجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کر لے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پورے جسم سے کانپ رہا تھا "دیکھنا چاہیے معاملہ کیا ہے؟ تابوت خالی ہے، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہے؟"

بڑے پیش و پس کے بعد ساروف نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست ساروف!

"تمھیں معلوم ہو ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہے۔ مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہے کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہے۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہے (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہے) اب ہمارے لئے فقر و فاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ہمارے خاندان کی تشویشوں کے بعد طے کیا ہے کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات سنبھالے جا سکتے ہیں، سنبھال دیئے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیج رہا ہے۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتہ سے زیادہ تمھیں اسکی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکر گزار ہوں گے"

تمھارا مخلص "ایوان گودین"

(۹)

اس واقعہ کے بعد تین مہینے تک میرا بچا کھچا عصاب کا علاج کرتا رہا۔ ابتک یہ حالت ہے کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دور سے اپنے مکان پر نظر پڑتے ہی رُک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آجایا کرتا ہے۔

معاہدہ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۴ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت و شنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی و اقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرح پیشقدمی نہیں کرینگے اس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھ کر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہے۔

دراصل ۱۹۱۵ء کا معاہدہ جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا۔ سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے مجبور ہو کر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کر لیا تھا لیکن جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اس سے بے پروا ہو گئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کر لئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کر دی، اور برطانیہ کے پروردہ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کر دیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہو چکا تھا، اور اس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے گذشتہ ماہ مئی ۱۹۲۷ء گفت و شنید شروع ہوگئی اور اب ۲۲ ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہوگیا ہے۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آیرلینڈ، برطانی مقبوضات اور البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز نجد و ملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہے کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اس غرض کے

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ ولکنگہم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز، نجد و ملحقاتہا نے ہز ہائی نس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

"مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختار کی کاغذات کی صحت سے مطمئن ہو کر، ہز ہائی نس امیر فیصل بن عبد العزیز اور سر گلبرٹ ولکنگہم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اقرار کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کہ مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم عمدہ تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل و وسائلی رہینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دینگے دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل ہوگی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہو جائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کر دیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو جائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کر لیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی توانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہو چکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سد باب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہو کہ جلد سے جلد یہ معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آ جائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۱۰ برس تک نافذ رہے گا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۱۰ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے سے اعلان نہ کرے گا کہ وہ معاہدہ باطل کر دینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہے گا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا، جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کر دے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا

کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہو گیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلمبند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بہ روز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۱۷ء میں طے پایا"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہی جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کا کامل طور پر خود مختار تسلیم کر لی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رُو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہو گئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کر لی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہو گئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش لکھے تھے، اور جو اب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جا بجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آ گیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شایع ہو گئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرانے کی کوشش کرے گا، جو بھنیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے شرقی توموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رُو سے بہت سے مشرقی ممالک جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کر دئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہو جائے اگر اس کوشش میں کامیابی ہو گئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہو جائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہو جائے گا جو اُسپر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کر دئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیاد ہی ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئی، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ حصے پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُسنے اصل اعتراض تسلیم کر لیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کر دی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا، لیکن اُس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور صدر حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کر لے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اب اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک مرتبہ پھر مجبور ہو گیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کرے جو اُس کی پرانی آرزوؤں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کر لی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے اُنھیں عرب کی ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کر سکتا عرب کی سرزمین پر اچانک اپنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کر دیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھو لے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر نظر ڈالیں اور تیسری طرف خلیج فارسی کے نیم برطانی علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارسی کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں، اور قریب قریب، نجدی دعوت قبول کر چکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ ان ممالک میں قیامت برپا کر دے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھائے یہ تمام بلائیں اپنے سر پر نازل کرے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمرانی نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کر کے لاچار کر دیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تُل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کر رہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کر رہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر اُسنے اس موقعہ پر ذرا سی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس اُس پر بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کر دیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہو سکے۔ برطانیہ، اس وقت روس سے از حد خائف ہے۔ اُس کا یہ ارادہ معلوم کر کے بالکل بدحواس ہو گیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کر دی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہو جائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آ جائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اس وقت حجاز میں اجراء درپیش ہے۔

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبدالعزیز کے عہد میں مصطفےٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بُنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولوالعزم شخصیت نمودار ہو، جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشوونما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفےٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سُلطان محمود اور سلطان عبدالمجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمایش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمایش پیدا نہ ہو سکی۔ مصطفےٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ پہلا قدم اُٹھایا، اور "لائحہ" (اصلاحیہ) پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشوونما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بار آور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبدالحمید

سلطان عبدالحمید کی پُرفریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبدالعزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ٹرکی میں کوئی ایسی قوی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری ایلیٹ (انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ) نے ۱۸۷۶ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی ذاتی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے، جہاں تک شرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُسوقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی، اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اُردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُسوقت دُنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقت حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعائیہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیل ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عبدحمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی "مدحت" تھا۔

مدحت پاشا کے اعمال حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ٹرکی اور ٹرکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خریدی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبدالحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدحت سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پرجوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یہ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ ۱۸۷۹ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبدالحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعائیہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شایع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری ایلیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشاف حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ ان خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ریاست کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ ان سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہونچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیجدئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری ناتمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمال حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور ۱۹۰۸ء میں پریس سے شائع کی پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی ایڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقت حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبدالحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۲۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مستور نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوش صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت اپنے

سینہ میں چھپالے، اور وقتِ مناسب کی منتظر رہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۳۰ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرونِ شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جس میں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا"

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرالی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات تمرنا بھیجا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب ۱۳۰۱ھ ہجری کی وہ ہولناک رات آگئی جو مرحوم اور اس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور مستظفیہ بھیج دیئے گئے تھے۔ لیکن ان کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اس نے ایک نسخہ اپنے معتمد دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فخری نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اس نے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد مستظفیہ آگیا تھا۔ اس نے اس مسودہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے ۱۹۰۸ء میں شایع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشت حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانۂ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقع پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی ۱۹۰۸ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ اس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعرِ ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اسوقت ان اوراق کا مصنف ملک و ملت کی خدمت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۵ سال اس راہ میں بسر کر دیئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اسوقت لکھے تھے، جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا، اور شقی وجانی پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اس پر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رُک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و مدت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد بادشاہ اور اس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکام ہر آن اس کے انفاسِ حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اسوقت جبکہ عبد الحمید اس کی مدت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر ان وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے انھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انہی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب ۱۳۰۱ھ ہجری کی رات کے ۶ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگاری خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ امید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان خطوط کا ترجمہ درج کریں گے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر ۱۲۳۸ھ میں یہ مقام مستظفیہ پیدا ہوا۔ والدین نے اسم شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ لودین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اسے اُس قسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلبا کو ایک علحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا، اس دن سے "شفیق" کی جگہ "مدحت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ لوفچہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس کے والد چونکہ فاضل متبحر عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ لوفچہ سے واپس آنے کے بعد اس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب ۱۲۵۵ھ میں حکومت نے "مدرسۂ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اس میں داخل کئے گئے، تو ان میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے۔ اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

۱۲۵۷ھ میں اسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اس کی عملی زندگی، اس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفاتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن ۱۲۵۸ھ میں اسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰ قرش تنخواہ پر اسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی نوینہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ مستلونی میں گیا۔ ۱۲۶۴ھ میں مستظفیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اسپر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے ینگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانۂ حکومت کے ۲۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اس نے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۲۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا اور اس سے ایک ہزار ۴۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم و دولت کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت مل گئے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریٹا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس ممبکوف مستظفیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی اناطولی میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۲۷۱ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ سالاری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرادینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات رومیلی کا حاکم بناکر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والیٔ امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ نکل آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کردیئے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہوچکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو عدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کر لیا، اور ۱۳۲۷ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۶ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کرلیا۔ ۴ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قیدخانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکادئے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہوگئی جو بلقان کی اس پسپائی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے محمد پاشا بھی معزول ہوچکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بُلالیا۔ مدحت آفندی نے رومیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا، حکومت نے اسے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہوسکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بُنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز مفید نہیں ہوسکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس صورت حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہوگیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفیر پیش آگیا اور دارالحکومت سے غیر حاضر ہوگیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا۔ اسنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کردیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کرلیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہوگیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہوگیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں۔ محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کرلیا کہ "مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہوگیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کرڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کردی اور ثابت کیا، کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے آدمیوں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کرلی، اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کردیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہوکر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندے ترکی حکام کو بالکل خارج کردیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کردی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبدالمجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرادیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہوچکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کردینے کا ارادہ کرلیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہوچکے تھے۔ چنانچہ ۱۲۷۳ھ میں یورپ روانہ ہوگیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، البجم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ترکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوچکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہوگیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کرلی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

۱۲۸۰ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہوچکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہوگئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبدالمجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبہ بنش کی حکومت سپرد کردی جائے۔ چنانچہ ۱۲۷۷ھ میں مدحت آفندی اس صوبہ کا والی مقرر ہوگیا۔ اور سلطان عبدالمجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبدالعزیز

سلطان عبدالعزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت ابتر زبوں ہوگئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہوگئیں، اور یورپ نے متحد ہوکر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل ایگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کررہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہوگئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کررہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا۔ کسی کی نصیحت سُننا تھا نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کردیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزی گونیا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہوگئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے، ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ "باغیوں نے تمہارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کرڈالے" طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کردیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کررہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقعہ ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کرکے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کردیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کردیئے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلیٰ کا رکن مقرر ہوگیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کردیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانہ سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کرلیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کردیا کہ دارالسلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کو قتل کی عام طیاریاں کررہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے سو مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کردیئے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کردی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کردیا، اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کردینے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بازاروں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہوسکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کردینے سے عام رائے مطمئن ہوجائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو جلا

برید فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی۔ قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کر چکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر فوراً واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلا وطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کر دیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کر رہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلا وطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کر دی۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اس وقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہو جائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہو جائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہو جائے گا۔

دراصل قیصر ولہلم نے اُس وقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کر دیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہو گئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اُس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہو گئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کے لئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیتہً دور ہو چکی ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہو گئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کر رہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اُسے معزول کر دیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزارنے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کر لی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دور کر دیا ہے۔ اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا:

"میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اُس نے خود ذلت اُٹھانا گوارا کر لیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہو جاتیں کیونکہ اُس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کر کے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلا وطنی پر مجبور کر دیا تھا"

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کر دیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دور کر دیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اوڈھ لی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کر لیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرا دی۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کر دیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کر دی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کر دیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ (ریاست سکسونی میں بالشویک خیالات مقبول ہو گئے ہیں اور وہاں عنقریب سوویٹ حکومت قائم ہو جانے والی ہے) صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہو رہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اس وقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خوں ریزی کے وہ تمام الزام دور کر دے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دنیا کی عام رائے اب قیصر کی اتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام "شعبۂ خارجیہ" ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، الّا یہ کہ مسٹر لائیڈ جارج پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی امید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام "انجمن مظاہرات" ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ کوشش جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کر رہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ اس وقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اُس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہو گئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہو چکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹرسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے۔ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کر دیں تاکہ قیصر کے واپس آنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہوگا کہ اس وقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ ۱)

وطن کر دیں۔ یہ رومی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا۔ سلطان نے اُسے صوبہ برسہ کا حاکم مقرر کر کے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہو جائے حسین عنّانی بیمار تھا۔ مگر سلطان نے اُسے جبراً بھجوا دیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ مدت بعد حسین عنّانی باشا برسہ سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ عام رائے، سلطان کے معزول کر دینے پر مصر ہے۔ اُسنے اس بارے میں بعض سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا۔ بختِ بالا اتفاق اس تجویز کی حمایت کی۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہو چکا ہو، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہو؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شائع کی ہو۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علیحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہو جائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہو جائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہو جائینگے۔ بہت سی سلطنتیں ناپید ہو جائیں گی۔ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہو۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہو۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفاء کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر سلطنت نے مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کر لئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پوری طرح طیار ثابت ہوں"

"یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہو مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہو جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک مغز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں نے پوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہو۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہو گئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہو گیا ہو!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی فوجوں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہو۔ سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آئندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفیر دل کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادّوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہو کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کریں!"

"ہوابازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کر دی ہو ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرأت سے ثابت کر دیا ہو کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہو۔ آئندہ جنگ ایسے ہوابازپیدا کرے گی جو سمندر کی موجوں پر ہنسیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ سمندر پار کرنا بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زیپلن نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زیپلن وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہو جائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہو سکتی ہو۔ اگر اعلیٰ حضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کرے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کر سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمھیں اُن قوموں کے نام بھی بتا دے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آور یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلا وطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھا کر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سُلگا رہی ہیں!"

"آئندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صور پھُنکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قومیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سو گنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کرے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹی پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشدستی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہو، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہو جائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسوں کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی دست کے ساتھ موجود ہو۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہو۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتح یاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رودادیں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہو جایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اسوقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہو۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منظم ہو۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہو۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو۔ حالانکہ اگر ان سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوششیں بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہو سکتی ہیں اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن و سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دُنیا سے الگ کر دیا گیا ہوں سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۸ر ستمبر ۱۹۲۷ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کر چکے ہیں جس میں معاہدۂ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہو کہ بعض سائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہو سکے، ضمیمہ میں اُن کے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہو، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کر دئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۷ء موصول ہوا ہو۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہٖ موجود ہو جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شائع کر دی ہو جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہو جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہو۔

پہلا خط ہز گلوریٹڈ کیلیسٹن کا (مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۲۷ء) ہو جس میں وہ لکھتا ہو: "آپکی تجویز ہو کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دور کر دی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہو سکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھ اجازت دی گئی ہو کہ میں آپ کو اطمینان دلا دوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھا دی گئی ہو، اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہو۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ر مئی کو لکھا گیا:

"آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحۂ جنگ کی خرید اور انکا ورود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہو" تشکریہ ادا کیا جاتا ہو"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہو۔ حکومت حجاز مصر تھی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۲۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ ۱۰ر ۱۸ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مصر ہو۔ چونکہ بحالت موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہو، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کر دیا جائے، اور آئندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں لائے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلۂ اسلحہ کا تعلق ہو

والا مضمون اس سلسلہ کی آخری قسط ہو۔ اب حکومت حجاز نے اپنا موقف ظاہر کر دیا ہو اور دنیا اس کے بارے میں ایک مخلوط رائے قائم کر سکتی ہو۔ ہمارے خیال میں حجاز کی پوزیشن کمزور ہو۔ اور یہ حکومت اپنے موقف پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے گی۔ برطانیہ کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہو اور یہ اس کی کوشش کا نتیجہ ہو۔ ہوگا۔ برطانیہ کے مقابلہ میں حجاز کی حیثیت ہی کیا ہو۔ ابن سعود کی حکومت اسپر آمادہ نہ ہوئی تو معاہدہ میں صاف صاف اپنا

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رح نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟ میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی:

"دُنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ مُنہ سے لگا ہے۔ نہیں معلوم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارک باد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہے۔

تعظمنی ذنبی فلما قرنتہ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی پادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی پادشاہی جا رہی ہے! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے!"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" اس پر روح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے مُنہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کریں گے۔

۲۲۱ھ (۸۳۵ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی مقابرہم ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اُٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا:

"اے وہ جس کی پادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی پادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"مجھ شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد پادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اُٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دُنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہٰذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۹ھ۔ ۸۶۳ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہو گیا ہو، حتیٰ کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حساس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد محسوس کرنے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

اترجو ان تکون، وانت شیخ کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبت، نفسک لیس ثوب دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولہواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُسنے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی وخذ صفوہا ما ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تامن الدہر الذی قد امنتہ فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دُنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا، دیکھ اُسنے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع عدوا، ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع فشردتہم غربا، ومزقتہم شرقا!

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، اُنھیں پراگندہ کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزا ورفعۃ وصارت رقاب الخلق اجمع لی رقا،

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما، فاخمد جمرتی فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا القی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھ، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد لذی ملل منہا، ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القی الی نعم الرحمٰن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟۔ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے نیکر اور نقوش۔ پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہمارا نوادر گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز عمد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع
ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ
ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سی قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سی مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

قیمت ۱۲؍ (مینجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سی قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين كى ان نادر و اعلىٰ درجه كى بلند پايه عربى تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضرورى و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كى دماغى اصلاح كا كام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كى فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائى روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كى بحث كے علاوه امام ابن تيميه كے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كى مبسوط بحث كى هے - بلا جلد ازهائى روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكى تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقىٰ — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضرورى حالات زندگى نهايت خوش اسلوبى سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضا مصرى كى تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمى ' اسلامى ' سه ماهى رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربى ' فارسى ' انگريزى ' اور دوسرى زبانوں كى تمام اهم اور اعلىٰ مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - فى پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگى -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خوابى داشتن گرداغهاى سينه را

اردو صحافت كى تاريخ ميں الهلال هى وه رساله هے جو اپنى تمام ظاهرى اور باطنى خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهى -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كى مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كى نئى طرح پيدا كرنى چاهتا تها ' اس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپنى مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپنى نظير آپ هوتا تها - پهر اس كى ظاهرى خوبياں اردو صحافت ميں اعلىٰ طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كى وجه سے بهت سى ايسى خوبياں پيدا هوئيں جو پهر كى چهپائى ميں ممكن نهيں - اِس كى جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمى ' مذهبى ' سياسى ' اور اجتماعى مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كى مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كى تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد ليا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كى پهلى جلد مكمل (جو دفتر ميں بهى موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدى هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑى سے بڑى قيمت پر بهى علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهى محفوظ ملا ' هم نے كوشش كى كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كى جاسكتى هيں مرتب كرائى جائيں اور جن جلدوں كى تكميل ميں ايك دو پرچوں كى كمى هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئى اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كى جلديں پورى مكمل هوگئى هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخرى موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتى ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدى كريں ' چونكه جلدوں كى ايك بهت هى محدود تعداد مرتب هوسكى هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كى تعميل هوسكے گى جو سب سے پهلے پهونچيں گى - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كى انڈكس به ترتيب حروف تهجى لگادى گئى هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسرى مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهى موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت فى پرچه ۸ آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کر دیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کرنسیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۹

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ - آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه

هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه

قیمت شش ماهي - - - ساڈھ روپیه

قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی اردر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

کچھہ عرصہ کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع ہوگیا - اہل اسیریا نے رفتہ رفتہ ان کے ممالک - چھین لیے - ادومیا بھی باجگزار بن گیا - اہل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے ہاتھوں شکست ملی ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسماعیل کے ۱۲ - لڑکے تھے - " نابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بھائیوں کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں - بنو نابت کو نبطی یا بنو نیابوط بھی کہتے ہیں - نبطیوں نے نہایت ترقی کی - ابتداءً ان کا پیشہ بحری قزاقی تھا - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشی ' شیشہ سازی ' ظروف سازی ' پارچہ بافی ' میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا -

انباط کی سلطنت بہت وسیع تھی - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پھیلے ہوئے تھے - پیٹرا یا رقیم اُن کا دارالسلطنت تھا - ادومی و نبطی عہد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تھا - پیٹرا کے عروج کے وقت وادی موسیٰ دنیا کی مشہور ترین شاہراہ تھی - کاروانوں کے گھنٹوں کی غیر منقطع جھنکار اور پے در پے قافلوں کے شور و ھنگاموں نے اہل روما کو بھی متحیر کردیا تھا - انباط کا آخری بادشاہ حارث رابع تھا - یہ بادشاہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کا ہم عصر تھا - اس نے یہودیوں کے بادشاہ ہیرودوتس قاتل حضرت یحییٰ پر فوج کشی کی ' اور میدان جنگ میں ہزیمت دی - پرلوس حواری اسی حارث کے یہاں قید تھا ' اور جیل خانہ سے کسی نہ کسی طرح فرار ہوگیا تھا - حارث کے بعد کوئی طاقتور حکمران پیدا نہیں ہوا - دولت انباط اہل روما کی نا قابل تسخیر قوت کی تاب مقاومت نہ لا سکی ' اور ہمیشہ کے لیے اپنی آزادی کھو بیٹھی -

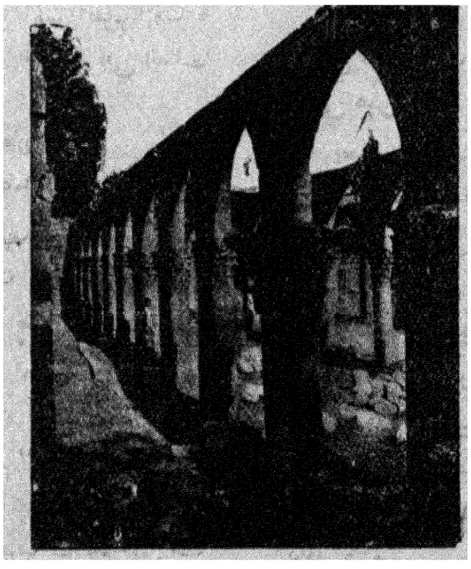

" الدیر "

عہد نامہ عتیق میں " سلاع " کے نام سے اس شہر کا تذکرہ ہے - عبرانی زبان میں سلاع کے معنی پہاڑی کے ہیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردی تھی ' تو یہ شہر بہت زمانہ سے آباد تھا ' اور پرانا شہر کہلاتا تھا - بعض روایات میں آیا ہے کہ بنو اسرائیل نے صحرا نوردی سے تنگ آکر اہل پیٹرا سے پناہ کی درخواست کی تھی ' لیکن اُنھوں نے اپنے دروازہ ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسی لیے انبیاء بنی اسرائیل نے اہل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کی تھیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصری تمدن کے زیر نگیں رہا - مصریوں سے اہل پیٹرا کے تجارتی تعلقات جاری رہتے تھے - ادوم کے بادشاہان قدیم کی شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں ہوتی تھیں - فن سنگ تراشی میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچھہ سیکھا تھا - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کی تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شہروں میں پیٹرا مضبوط ترین شہر سمجھا جاتا تھا - سکندر اعظم نے بھی اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بھیجی تھی ' لیکن پہاڑی دیوار عبور نہ کرسکی - اگرچہ یونانی تلوار پیٹرا کو فتح نہ کرسکی ' لیکن یونانی تمدن نے اُسے مفتوح کرلیا - یونانی علوم و فنون یہاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشہ گاہوں ' عریض معلموں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کی ہوئی عیش وعشرت نے ' اُسے سیاحان وقت کا کعبہ سفر بنا دیا تھا - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکھتے تھے - تجارتی لحاظ سے یہ نبطی شہر دنیاء قدیم کا قرطاجنہ تھا - یا وسطی یورپ کا برلن -

حریص اہل روما پر پیٹرا کی شہرت نہایت شاق گزرتی تھی - بالآخر انھوں نے ایک طاقتور بحری بیڑے کی مدد سے سنہ ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالی فتح کرلیے - اب یہ حصۂ ملک " اریبیا پیٹرا " کے نام سے رومانی سلاطین کا ایک صوبہ بن گیا تھا - رومانی عہد حکومت میں بھی پیٹرا عرصہ دراز تک عرب ' فارس ' ھند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کی کاروانی تجارت کا مرکز رہا - لیکن بعد کو شاہراہ تجارت کی تبدیلی اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقالہ مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزی رسائل سے اخذ کر کے لکھا ہے ' جو بعض جزئی ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسلہ میں چند امور کی وضاحت ضروری ہے :

(۱) پیٹرا کے یہ آثار مقامی عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشہور ہیں - گذشتہ صدی کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسی نام سے اسکی تحقیقات کی ہے - سنہ ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابہ " کی نسبت حکومت مصر اور دولۃ عثمانیہ میں نزاع ہوئی تھی ' اور ایک مشترک ترکی مصری کمشین تحقیقات کے لیے متعین ہوا تھا ' تو اُسوقت بھی " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا ہوے تھے -

(۲) تورات میں بھی " رقیم " کا ذکر موجود ہے -

(۳) قران حکیم نے سورۂ کہف میں جہاں " اصحاب کہف " کا ذکر کیا ہے ' وہاں " الرقیم " کا لفظ بھی آیا ہے : ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۸ : ۱۸) کہف کے لفظ کے معنی واضح تھے کہ غار کے ہیں ' مگر " الرقیم " کے مفہوم کے تعین میں اختلاف ہوا - عربی میں رقیم کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو لکھی ہوئی ہو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا کہ رقیم سے مقصود یہ ہے کہ اصحاب کہف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اُس غار پر جس میں اصحاب کہف کی نعشیں تھیں ' کوئی کتبہ لکھکر لگا دیا ہوگا - چنانچہ امام بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ایک قول بہ روایت سعید بن جبیر نقل کیا ہے کہ اصحاب کہف کا حال ایک پتھرے پر کھود کر نصب کر دیا گیا تھا - اسی لیے " رقیم " کے لقب سے مشہور ہوگئے -

(۳) عجب نہیں اس خیال کا باعث وہ عام شہرت ہو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے ہی واقعہ کی نسبت موجود تھی - قدیم لاطینی تحریرات میں ایک ایسی تحریر


بريد فرنگ

اِس وقت تک موجود ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ پانچویں صدی مسیحی میں انطاکیہ کے ایک بطریق نے یہ تحریر لکھی تھی - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کراٹیمری نامی کا (جسے عربی میں قطمیر کرلیا گیا ہے) قصہ بیان کیا گیا ہے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود وہی شہر ہے ' جس کا ذکر عہد عتیق اور یوسیفس کی تاریخ میں ہے ' تو " رقیم " عبرانی لفظ ہے نہ کہ عربی ' اور اس لیے عربی مادہ کی اس کے لیے جستجو سود مند نہیں - عبرانی میں یہ لفظ " راقیم " تھا - عربی میں " رقیم " ہوگیا -

(۵) عرب شعراء جاہلیۃ کے کلام میں جس طرح کہف کا ذکر پایا جاتا ہے ' رقیم کا بھی ذکر موجود ہے - امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے :

و لیس بہا الا الرقیم مجاوراً
وصیدھم ' و القوم فی الکہف ھمد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب جاہلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کہف کے قصہ کی بھی شہرت تھی - البتہ تمام پرانے واقعات کی طرح یہ واقعہ بھی بہت کچھہ محرف ہوگیا تھا ' اور طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہوگئی تھیں - قران حکیم نے اصلی واقعہ آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبہ اغلب یہی ہے کہ " الرقیم " سے مقصود یہی شہر ہو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کی وجہ سے وہاں کے حالات قدرتی طور پر اہل عرب کے علم میں آتے رہتے تھے - اگر عام مفسرین اور مورخین کا یہ خیال تسلیم کرلیا جائے ' کہ اس واقعہ کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومی شہر ایفی سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتی طور پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عرب جاہلیت میں ایک رومی شہر کا واقعہ جو یونانی زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشہور ہوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے - چنانچہ امام ابن جریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں -

(۸) مضمون میں ایک پہاڑی چشمہ کا ذکر ہے جسکی نسبت عربوں میں مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والا چشمہ ہے - یہ شہرت بے اصل نہیں معلوم ہوتی -

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھہ لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پہنچتے پہنچتے دو واقعات پہاڑی چشموں کے بہنے کے پیش آئے - پہلا واقعہ وادی سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کی فصل ۱۷ - میں ہے - دوسرا واقعہ وہ ہے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعہ پر پیش آیا تھا جہاں سے " جبل ہور " قریب تھا - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰ - میں ہے - یقیناً یہ دوسرا واقعہ شہر رقیم ہی سے تعلق رکھتا ہے ' اور اسی لیے اسکا نام وادی موسی مشہور ہو گیا ہے -

(۹) تورات میں جس پہاڑ کا ذکر " جبل ہور " کے نام سے کیا گیا ہے (جو عبرانی لفظ ہے) وہی آج کل " جبل حور " کے نام سے عربوں میں مشہور ہوگیا ہے - یہ خیال کہ یہاں حضرت ہارون علیہ السلام دفن ہوے تھے ' غلط نہیں ہے - تورات سے پوری طرح اِس کی تصدیق ہوتی ہے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت ہارون کی وفات کا ذکر موجود ہے - اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک اسی جغرافیائی محل میں ' جبل ہور کی بلندیوں پر ' حضرت ہارون نے وفات پائی تھی - اسلامی عہد میں بھی یہ مقام اس حیثیت سے مشہور تھا - چنانچہ غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی - مسجد اسوقت تک موجود ہے -

اب مین مرد ہون !

ایک عورت کے خیالات مرد ہو جانے کے بعد !

اِٹلی میں رینا ٹیگرا زیانا نامی ایک اٹھارہ سال کی دوشیزہ لڑکی تھی - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلی شروع ہوئی - اب وہ پورے معنی میں مرد ہوگئی ہے - چنانچہ ڈاکٹروں نے اُسے مرد ہونے کی سند دیدی ہے !

پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشتہر کردی تھی - اب اسکی مزید تفصیلات اِنگلستان کے اخبارات میں آ گئی ہیں :

یہ حیرت انگیز واقعہ گزشتہ ماہ اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزہ اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا ہے - اِس مضمون میں وہ مرد ہو جانے کے بعد اپنے تأثرات بیان کرتا ہے - چونکہ وہ ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاہر کرتا ہے ' اسلیے بہتر ہے کہ ہم بھی اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھہ کریں - وہ لکھتی ہے :

" بچپن ہی سے میرے دل میں یہ تمنا موجود تھی کہ کاش میں مرد ہوتی ' تاکہ مردوں کی سی آزاد زندگی بسر کر سکتی - لیکن اب جبکہ قدرت نے میرے لڑکپن کی یہ طفلانہ آرزو پوری کر کے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعہ دکھا دیا ہے ' میری خواہش بالکل برعکس ہو گئی ہے - کاش میں دوبارہ عورت ہو جاتی !

مسلسل: تین ہفتے اطباء کی ایک بڑی مجلس ' میرا طبی معائنہ کرتی رہی - بالاخر متفقہ طور پر اُس نے فیصلہ صادر کر دیا کہ میں عورت نہیں رہی - مرد ہوگئی ہوں - قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ عجیب فتویٰ سن کر میری حیرت کا کیا حال ہوا ہوگا ؟ میں مبہوت ہوکر رہ گئی - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - میں نے اپنا منہہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا - میری ہچکی بندہ گئی -

میں زور سے [illegible] نہیں ' نہیں ' میں مرد ہونا نہیں چاہتی ! "

" اب یہ زنانہ کپڑے اتار دو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا " اب ہمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - آج کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچی ایڑی کا جوتا نہ پہننا ! اب تم ہماری طرح مرد ہوگئی ہو " !

میری مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی - مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھی باقی تھا ! ——

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگی " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں —— ؟ اُف ! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتہائی حسرت و یاس سے لڑکھڑاتی آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رہی —— ہماری شادی ناممکن ہے ! —— "

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگی سے تمام واقعہ سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصہ سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ؟ " میں نے جیب سے طبی سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہ گیا - ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے - بار بار اُس پر ایک غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی - ہم دونوں اپنی پچھلی محبت پر غور کرتے تھے ' اپنے وعدے یاد کرتے تھے ' مستقبل کا خیال کرتے تھے ' اور یہ سب کچھہ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا - ایسی غمناکی یجدی) دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوئی ہوگی !

میں اگرچہ اب مرد ہو چکی تھی ' لیکن اپنے منگیتر کی محبت میرے دل میں بالکل اُتنی ہی اور ویسی ہی تھی ' جتنی اور جیسی عورت ہونے کی حالت میں ہوسکتی ہے - میری حسرت بے حساب تھی - میں خیال کر رہی تھی کہ میرا عاشق اگر چاہے تو کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی بنا لے سکتا ہے ' لیکن میں کتنا ہی چاہوں ' اب کسی مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی !

" کچھہ پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہو گیا - " اگر تم مرد ہوگئی ہو تو کوئی پروا نہیں - میں تم سے اب بھی محبت کرونگا - اگر تم میری بیوی نہیں بن سکتی ' تو دوست تو بن سکتی ہو ؟ میں تم سے ایسی محبت کرونگا ' جیسی محبت اِس آسمان کے نیچے کسی نے بھی اپنے دوست سے نہیں کی ہوگی ! میں زندگی بھر تمہارے نام پر کنوارا رہونگا ! "

پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا - لیکن کیسا مصافحہ ؟ مردانہ مصافحہ !

جب میں نے پہلی مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے ' تو بے اختیار دل بھر آیا ' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - آئینہ میں جب میں نے اپنی صورت دیکھی ' تو رنج و غم کی شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے - آج میں بازاروں میں اپنی سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتی ہوں - ہر عورت کے نسوانی وجود کا منظر میری آنکھوں کے لیے غم ناک ہے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے !

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھہ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھہ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے ' اب مجھہ سے کہتے ہیں ' آؤ ہمارے ساتھہ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکہ تم بھی ہماری ہی طرح مرد ہوگئے ہو ! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکی ہوں ' مگر اب تک میرے جذبات نسوانی ہی ہیں - میں ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتی ہوں - وہ مجھے اپنی رقیب معلوم ہوتی ہے !

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو پہلے سے مختلف پاتی ہوں - اب زندگی میرے لیے ویسی رحیم و شفیق نہیں رہی جیسی پہلے تھی - اب خود مجھے دوسروں کی حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں - حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میری حمایت کرنے کی فکر میں رہتے تھے - مجھے اپنی تزئین و آرائش کے سوا کوئی فکر نہ تھی - اب مجھے اپنے ساتھہ تھیٹر جانے والی عورتوں کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں ' حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے - لیکن ساتھہ ہی مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میری آزادی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے - اب میں اپنی زندگی کی مالک ہوں - آزادی سے جہاں چاہوں جاسکتی ہوں ' اور جتنی دیر چاہوں ' گھر سے باہر رہ سکتی ہوں -

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ' دونوں مجھہ سے نفرت کرینگے - میری یہ جنسی تبدیلی کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی - مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا - دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں - مرد اس لیے کہ مرد ہوگئی ہوں اور اُن کی صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کی طرح حصہ لینے لگی ہوں - عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنہی کی طرح عورت تھی میری طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگی ہیں اور مجھہ سے محبت کی طالب ہیں - لیکن عورتوں کی یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتی - کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے - مگر میرا احساس ہنوز یہی ہے کہ میں عورت ہوں !

جونہی اخبارات نے میری اِس " بد نصیبی " کی خبر شائع کی ' یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں - جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھہ سے شادی کرنے کے لیے طیار ہیں - مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھہ سے شادی کیوں چاہتی ہیں ؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا " ہم تم سے اس لیے شادی پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں ' اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبی واقف ہو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتی ہو "

لیکن میں کسی عورت سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی - میں نے قسم کھا لی ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسی کی طرح میں بھی عمر بھر بغیر شادی کے رہوں گی !

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میری یہ تبدیلی نہایت ہی حیرت انگیز ہے .منی کی ایک یونیورسٹی مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رہی ہے کہ موت کے بعد اپنی نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میری جسمانی ساخت کا معائنہ کرسکے - ہر طرف سے لوگ مجھے لکھہ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑی دولت جمع کرلونگی - ایک سینما کمپنی کی بھی درخواست آئی ہے - وہ میری تصویریں لیکر تماشا گاہوں میں دکھانا چاہتی ہے - لیکن میں اِس قسم کی کوئی بات بھی منظور نہیں کرونگی - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاہتی ! "



سفیرون کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمنی میں شایع هوي هے : " ازمنۂ وسطیٰ کے شاهي مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمه مصري معاصر المقتطف نے شائع کیا هے - ذیل کا تکڑه اُسي سے ماخوذ هے :

قدیم زمانه میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑي شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اهتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانه میں اگرچه وہ پراني شان و شوکت باقي نہیں رهي ' تاهم سفراء کي ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود هیں ' جن کي پابندي ضروري سمجھي جاتي هے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامي زبان میں " پروٹوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا هے -

(عربي سفرا)

عربي عہد حکومت میں سفراء کو غیر معمولي اهمیت حاصل تھي - موجودہ زمانه کي طرح اُس وقت بھي سفیر دو قسم کے هوتے تھے : عارضي اور دائمي - عارضي سفیروں کا کام کسي خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئي خاص مہم انجام دینا هوتا تھا - دائمي سفیروں کو دوسري سلطنتوں میں همیشه حاضر رهنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کي تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یه شرطیں قرار دي تھیں : " خوبصورت هو - اُس کا نام خوشگوار هو - متدین اور پارسا هو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت هو - حاضر جواب هو - معاملہ فہم هو - خوشامد کا عادي نه هو - رشوت قبول نه کرے - ڈرپوک نه هو ... "

عرب خلفاء بیروني سفیروں کي بڑي خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمي عہد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت هي شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا که اُن کي زیادہ سے زیادہ عزت کي جائے -

استقبال کا طریقه یه تھا که اگر سفیر سپه سالار کي قسم سے هوتا ' تو اُس کے پہنچتے هي خلیفه ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجي آدمي نه هوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانه میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئي شخص بھي اُس سے نہیں مل سکتا تھا - چوتھے دن خلیفه کا دربار آراسته کیا جاتا - جنگي افسر رعب و داب سے صفیں باندھ کر کھڑے هو جاتے - بادشاہ اپني پوري شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر هوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبه کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل هو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفیر کو لیے دربار میں داخل هوتا - جوں هي خلیفه کا چہرہ دکھائي دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسه دیتا - پھر ادب کے ساتھه آهسته آهسته وسط دربار میں پہنچتا ' اور وهاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفه سے هم کلامي کرسکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رهتا - اس کے گرد شاهي حاجب اور مترجم دست بسته کھڑے هوتے - خلیفه جب گفتگو کي اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفه اُس بادشاہ کے درجه کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپني جیب سے بادشاہ کا خط نکال کر اپني آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفه کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفه کو اُس بادشاہ کي عزت افزائي منظور هوتي ' تو کھڑے هو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑي دیر معمولي سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کي اجازت ملتي - وہ آداب بجا لاکر اپني جگه بیٹھه جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانه بھیج دیا جاتا تھا - نج کي ملاقاتیں بعد میں هوتي تھیں -

(فرانس کے شاهي رسوم)

فرانس میں جب شاهي قائم تھي ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقه یه تھا که پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا که بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاهي گاڑیاں سفیر کي قیام گاہ پر پہنچتي تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کي مہماني کے خاص محل میں لیجاتي تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان هوتا تھا - یه محل نہایت آراسته هوتا تھا اور مہمان کي تواضع میں غیر معمولي فیاضي سے کام لیا جاتا تھا - روزانه دعوتیں هوتي تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کي پوري کوشش کي جاتي تھي -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا هوتا تھا ' اُتني هي زیادہ اُس کي خاطر مدارات کي جاتي تھي - مورخین کا بیان هے که ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانه ۵۰۰ اشرفي خرچ کرتا تھا - سنه ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریست کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریست سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف هوے تھے - یعني کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیه خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانه میں دستور تھا که سفیر کے دستر خوان کے تماشه کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکي موجودگي میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھه دیر ٹھہرنے کے بعد شاهي سواریاں اُسے لینے آتي تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کي سڑکوں پر تماشائیوں کا هجوم هو جاتا تھا -

ورسلز کے شاهي محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیروني میدان میں سفیر کو صف بسته فوجیں نظر آتي تھیں - اِنسے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا هوا محل

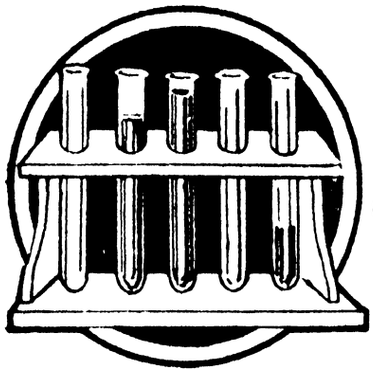

مذاکرہ علمیہ



کے بالائي حصہ پر پہنچتا اور اُس ایوان میں داخل ہوتا جس میں بادشاہ ' ولي عہد ' اور ارکان سلطنت بڑے جاہ و جلال سے بیٹھے ہوتے تھے - شاهي استقبال کے بعد سفیر اپني تحریر اسناد سناتا تھا اسکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاہ کے حضور اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یہ جلسہ بہت دیر تک رہتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع ہو جاتي تھي - بعض سفیر اِس قدر بھڑیلي اور بھاري وردیاں پہنے ہوتے تھے کہ اُنکے بوجھ سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور ہوتے تھے کہ دسترخوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جاکر اپنا لباس بدل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپني سرکاري وردي پہن لیتا اور ولي عہد اور وزراء وغیرہ سے ملاقات کرتا - یہ ملاقاتیں بھي اتني لمبي ہوتي تھیں کہ سفیر تھک جاتا تھا ' اور کھانے کے کمرے میں دوبارہ جاکر کچھ کھا پي لیتا تھا -

لیکن اب یہ طریقے متروک ہوگئے ہیں - آج کل یورپ میں یہ دستور ہے کہ نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے خاجب سفارت خانہ جاتا ہے - سفیر اور اُس کا عملہ سرکاري وردیاں پہنے اس کا استقبال کرتے ہیں - چند منٹ بعد سرکاري گاڑیاں اور بادي گارد پہنچ جاتا ہے ' اور سفیر صدر جمہوریت یا بادشاہ کي ملاقات کے لیے محل کو روانہ ہو جاتا ہے - سفیر کے پہنچنے پر جنگي موسیقي کے ذریعہ اُسے سلامي دي جاتي ہے - جس ملک کا سفیر ہوتا ہے ' پہلے اُسي ملک کا گانا گایا جاتا ہے - پھر فرنچ گیت بجایا جاتا ہے - موسیقي سے فارغ ہوکر سفیر اور اُس کے سلامي گاڑیوں پر سے اترتے ہیں - زیریں سیڑھي پر دو فوجي افسر استقبال کرتے ہیں اور سفیر کو مع اُس کے ہمراہیوں کے استقبال کے کمرے میں لیجاتے ہیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا بادشاہ اور ارکان حکومت ہوتے ہیں ' دوسري طرف سفیر اور اُس کے ساتھي - دونوں کے بیچ میں خاجب اور مترجم کھڑے ہو جاتے ہیں - خاجب سفیر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا ہے - پھر سفیر اپنے کاغذات پیش کرتا اور لکھي ہوئي تقریر پڑھ کر سناتا ہے - صدر جمہوریت یا بادشاہ جوابي تقریر کرتا ہے - پھر رسمي گفتگو ہوتي ہے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جاتا ہے اور مصافحہ پر تقریب ختم ہوجاتي ہے -

علوم مادیہ کی ترقی

اور

عالم کے حوصلے

عقل انساني کس حد تک ترقي کرتي چلي جائیگي ؟ مادي عالم کي تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گي ؟ عالم کے حوصلے کیا ہیں ؟

عالم کي موجودہ حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوجاتا ہے - لیکن جواب بہت مشکل ہے - اجمالي طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عالم ' کائنات فطرت کے جملہ مادي و روحاني راز معلوم کرلینا چاہتا ہے - اُدھر وہ اس وقت تک صرف چند گوشوں ھي پر سے پردہ اُٹھا سکا ہے - في الحال عالم کے سامنے اہم ترین مسائل حسب ذیل ہیں :

(۱) شباب کي تجدید
(۲) زندگي کي زیادہ سے زیادہ تطویل
(۳) حسب مرضي نسل کي تولید
(۴) زندگي کي تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگي کا اعادہ

عالم اور علماء کے یہ حوصلے ' اچھوتے نہیں ہیں قدیم ترین زمانوں سے یہ مسائل زیر بحث ہیں - البتہ پہلے دنیا ان مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتي تھي اور اُن پر ہنستي تھي - لیکن اب نہ کوئي ہنستا ہے ' نہ جنون سمجھتا ہے - بلکہ سب حیرت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حیرت انگیز علمي انکشاف دیکھنے کے منتظر رہتے ہیں - کیونکہ گزشتہ ۱۵ برس میں عالم نے زیادہ سے زیادہ ناممکن باتیں ممکن کر دکھائي ہیں -

ڈاکٹر ووروف نے اب بکثرت عملي تجارب سے ثابت کردیا ہے کہ شباب کي تجدید ' وہم و خیال نہیں ہے جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا ' بلکہ واقعہ و مشاہدہ ہے - اس ڈاکٹر نے از کار رفتہ بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا ہے - وہ اب تک سینکڑوں ایسے صحیح معنوں میں جوان ہوگئے ہیں -

حال ھي میں یہ علمي انکشاف بھي ہوا ہے کہ ایک مرنے ہوئے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک برداس ' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند ھي لمحے بعد ' دل میں زندگي کے آثار ظاہر ہوگئے - وہ کٹا ہوا دل کئي طرح حرکت کرتے رہا - کئي گھنٹے تک زندہ رہا - حالانکہ کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا !

قلب کو زندہ کردینے کا یہ پہلا تجربہ نہیں ہے - اس قسم کے بے شمار تجربے ہوچکے ہیں - یہ عمل مدت سے جاري ہے کہ موت

طاري هونے کے بعد سینه چیر ڈالتے هیں اور خاص طریقوں سے دل کو ملنا شروع کر دیتے هیں - تھوڑي دیر میں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتھه هي تمام جسم میں زندگي واپس آجاتي هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانۂ سینٹ تھامس میں ایک عورت مسز اڈیلڈ ایک خطرناک عمل جراحي میں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندره منٹ بعد عورت بالکل زنده هوگئي تھي - البته وہ بیهوش رهي ' اور تیس گھنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پھر مر گئي -

اِس سے بھي زیاده عجیب تجربه علماء نے یه کر دکھایا هے که جانداروں کے سر کاٹ کر ایک دوسرے کے جسم میں لگا دیے هیں اور وہ زنده رهے هیں ! چنانچه پچھلے دنوں لندن میں علماء کے ایک جم غفیر کے سامنے ایک ڈاکٹر نے بہت سے جھینگروں کے سر کاٹ دیے - پھر ایک کا سر دوسرے میں جوڑ دیا - حاضرین یه دیکھه کر حیرت زده رہ گئے که چند لمحے بعد تمام جھینگر اپنے نئے سروں کے ساتھه کودنے لگے تھے ! تجربه یهیں پر ختم نہیں هوگیا بلکه کچھه مدت بعد جھینگروں میں جنسي تبدیلي بھي ظاهر هوئي - یعنے جن میں ماده کے سر لگائے گئے تھے ' وہ ماده هوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

یه شعبده نه تھا - ایک علمي تجربه تھا - علماء کي نظر میں اِس تجربے کی بہت اهمیت هے - کیونکه اُن کے خیال میں یه تجربه حسب مرضي نسل پیدا کرنے کا دروازه کھول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر یا ماده اولاد پیدا کر سکے گا -

اِسي سلسله میں یه علمي تحقیق بھي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر لیا هے که اگر مچھر کي پرورش سرد مقام میں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پیدا هوتي هے - بر خلاف اس کے گرم جگه میں رکھنے اور زیاده خوراک دینے سے اولاد زیاده تر ماده پیدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقیقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں میں مرد زیاده پیدا هوتے هیں ' اور امن و راحت کے دوران میں عورتیں زیاده هو جاتي هیں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نهایت کوشش کر رهے هیں که مادي و دماغي ' هر اعتبار سے انسان کي آئنده نسلیں زیاده ترقي یافته پیدا کریں - ڈاکٹر شٹناخ اور وورونوف وغیره علماء کي کوششوں سے یه امید پیدا هوگئي هے که اِس مقصد میں ضرور کامیاب هو جائینگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هو جائیگا - اور پھر بہت جلد یه صورت پیدا هو جائیگي که انسان ڈیڑه سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کر سکے گا -

لیکن اِن تمام حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود علم معترف هے که وہ ابھي تک اپنے عهد طفولیت هي میں هے ' اور قدرت الهي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابھي اُس کا سوواں حصه بھي انسان نے حاصل نہیں کیا هے !

(جب سورج بجھه جائیگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فیصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کیونکه اُس کي حرارت میں لگاتار کمي واقع هورهي هے - ایک دن ایسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائیگي - وہ بجھه جائیگا - بالکل ٹھنڈا پڑجائیگا - اُس وقت همارا یه کرۂ زمین اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاریک هوجائینگے - غذائي ماده کم هوکر بالکل ناپید هوجائینگے - مهلک وبائیں پھیل جائینگي - انسان ' حیوان ' نباتات ' کوئي ذي روح ' بھي باقي نہیں رهیگا - کیونکه زمین ' زندگي پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی صلاحیت سے قطعي طور پر محروم هو جائیگي !

علماء کے خیال میں یه نتیجه لازمي هے - دنیا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - لیکن یه بربادي کب هوگي ؟ کیا هم یا همارې قریبي نسلیں یه هولناک نتیجه دیکھه سکیں گی ؟

نہیں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتایا هے که ابھي آفتاب میں اِتني قوت موجود هے ' که وہ کم سے کم ۱۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زنده رکھه سکتي هے !

لیکن آفتاب اچانک نہیں بجھه جائیگا - بتدریج بجھے گا - کیونکه وہ بتدریج اپني قوت و حرارت کھو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دهر نهیت کے مقیاس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خیال هے که جب یه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي ' تو کرۂ ارضي کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نیچے گر جائیگي - ظاهر هے که اِس صورت میں کوئي انسان بھي خط عرضي کے درجه ۶۰ سے اوپر زنده نہیں رہ سکے گا ' (بجز سکندناویا کے جہاں سمندر کا وہ دهارا موجود هے جسے "خلیج کا دهارا" کہتے هیں اور جو اِتني حرارت باقي رکھے گا که زندگي بر قرار رهے) الا یه که جنوب سے غذا مہیا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خیال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائیگي ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائینگے -

اُنھیں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگیں برپا هونگي - کیونکه آدمي زیاده هونگے ' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالینگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بھي اطمینان نصیب نه هوگا - کیونکه سورج برابر ٹھنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائیگي ' اور زندگي کے لیے انسانوں میں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتھه آفتاب کي روشني بھي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدریج آسمان کا نیلا رنگ بدل کر تیز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بھي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعیں حسب ذیل ترتیب سے زائل هو جائینگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعیں
(۲) بنفشي شعاعیں
(۳) نیلي شعاعیں
(۴) اودي شعاعیں
(۵) سبز شعاعیں
(۶) زرد شعاعیں
(۷) نارنجي شعاعیں
(۸) سرخ شعاعیں

جب آفتاب کا نور بہت کم هوجائے گا ' تو اُس کي شعاعیں سراسر سرخ هوجائینگي - پہاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ یا زرد دکھائي دے گی !

اُس وقت سردي ناقابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑھ جائیگي - جب خط استوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جایگي -

ظاهر هے که فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي هے - یه بخار پاني برساتا هے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا هے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بهي نهیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وه بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکه اُس وقت زمین پر زنده رهنا مشکل هوجائے گا - یهانتک که جب سورج کي آخري شعاعیں بهي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریه)

ڈاکٹر منڈلسن جرمني کا مشهور محقق هے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاذ هے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریه پیش کیا هے -

وه کهتا هے که قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آله نهیں هے بلکه دوسرے درجه کي چیز هے - زندگي کي اصلي بنیاد ' قلب پر نهیں ' بلکه جسم کي اُن خلایا پر هے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یه هے که بهت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زنده رهتے هیں - حالانکه اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پهنچا نهیں سکتا - نیز ایک ثبوت یه بهي هے که بهت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مرده سمجهه کر دفن کردیے جاتے هیں ' حالانکه وه دراصل زنده هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا ' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکه ایسا نهیں هوتا -

(ایک عجیب مخلوق)

آسٹریں اخباروں نے یه عجب خبر شایع کي هے که ابواني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یه بندر سے بہت مشابه تها - والدین نے اُس کا نام الکزندر رکها - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑھتي گئي ' بندر سے مشابهت بهي بڑھتي گئي - حتیٰ که اب جوان هونے پر وه بالکل بندر هوگیا هے - صرف صورت و شکل هي میں نهیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بهي بندر هے - وه آدمیوں کي طرح رهنا پسند نهیں کرتا - بول بهي نهیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچهلتا کودتا هے - پچهلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کردیا تها - کیونکه آدمیوں کو تکلیف پهنچانے لگا تها - ایک دن اتفاق سے چهوٹ گیا اور سڑک پر پهنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجهه کر ڈر گئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتهه بوداپسٹ لے گئي هے - ڈاکٹر متعجب هیں که کیا رائے قائم کریں ؟ وه آدمي نهیں هے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا هے ؟ یهاں قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نهیں کي جاسکتي - کیونکه ڈارون کے متبعین بهي یه نهیں کهتے که انسان بندر سے پیدا هوا هے - بلکه یه کهتے هیں که بندر اور انسان ایک هي صورت اعلیٰ کي اولاد هیں -

(کیا کهانے کي ضرورت باقي نهیں رهے گي ؟)

علماء کي رائے هے که ویٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر هے - اِسي پر زندگي کا دار و مدار هے - ویٹامین کي بهت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکهدیا گیا هے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان هے که ایک جرمن کیمیائي کو ویٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي هے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینه کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وه لکهتا هے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعویٰ صحیح هے که اُس نے ویٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کر لي هے ' تو اس کے معني یه هیں که هم عنقریب جمله میووں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچهلي کے تیل وغیره غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نهیں رهے گا - انسان کي غذا ' ویٹامین کي ٹکیاں هونگي ' اور بهتر سے بهتر خوراک کا کام دینگي -

" اِتنا هي نهیں بلکه پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجوده ترکیب میں بهي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نهیں رهیگي - ایک زمانه ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معده بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ - ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل هے - پہلے بیري بیري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پهر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکته میں عام شکایت هے - اب اگرچه بخار اُتر چکا هے ' مگر اُس کي وجه سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي هے - یهي وجه هے که ال انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بهي وه حصه نه لے سکے ' بجز ورکنگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنهي کے مکان میں منعقد هورهي هیں -

جن حضرات کے خطوط اس دو هفته کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وه جواب نه ملنے کي وجه سے پریشان خاطر هونگے - براه عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکه مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وه به اطمینان خطوط کا جواب لکهوا سکیں -

منیجر

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرہ و یاد آوری کی مستحق ہے

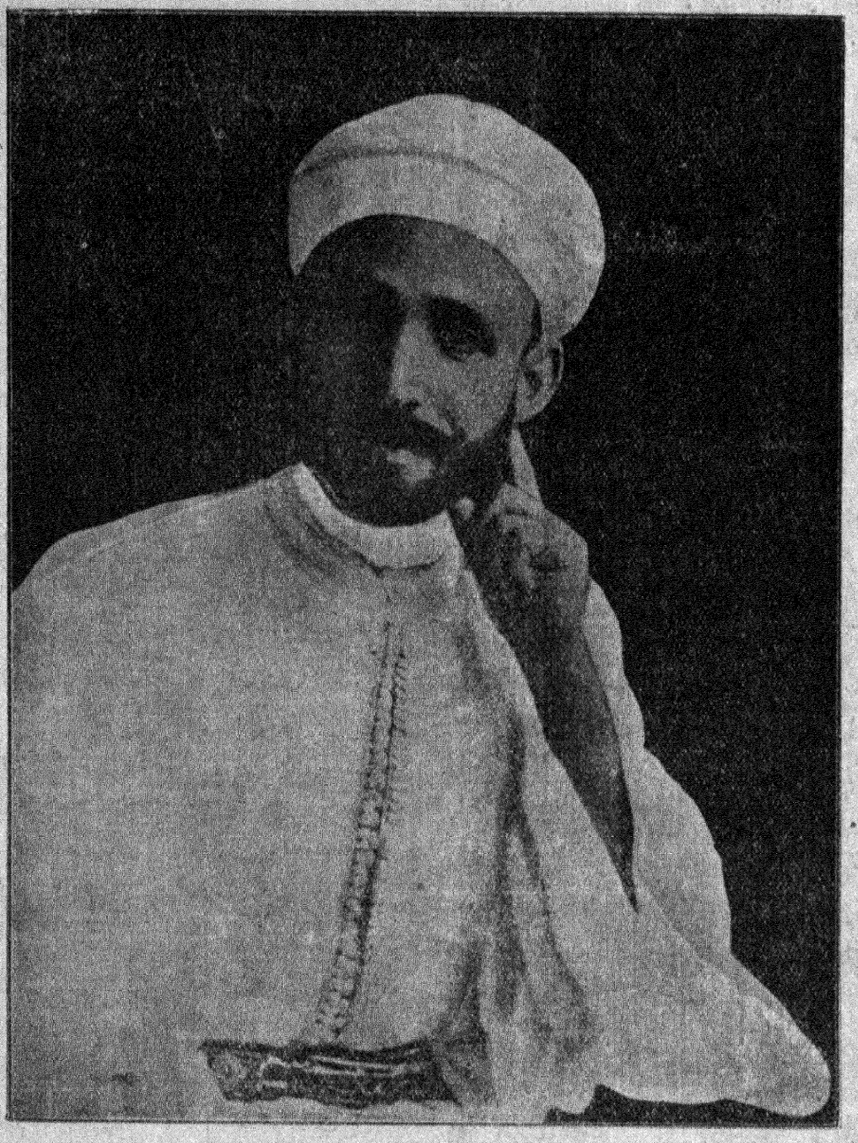

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکی نسبت یورپ کی تازہ ڈاک میں بعض نئی تفصیلات آئی ہیں - معلوم ہوا ہے کہ فرانس کے ایک دارالاشاعت نے اُنسے فرمایش کی تھی کہ وہ خود اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری قلمبند کر دیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کر لی اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسی اور عربی ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رہے ہیں -

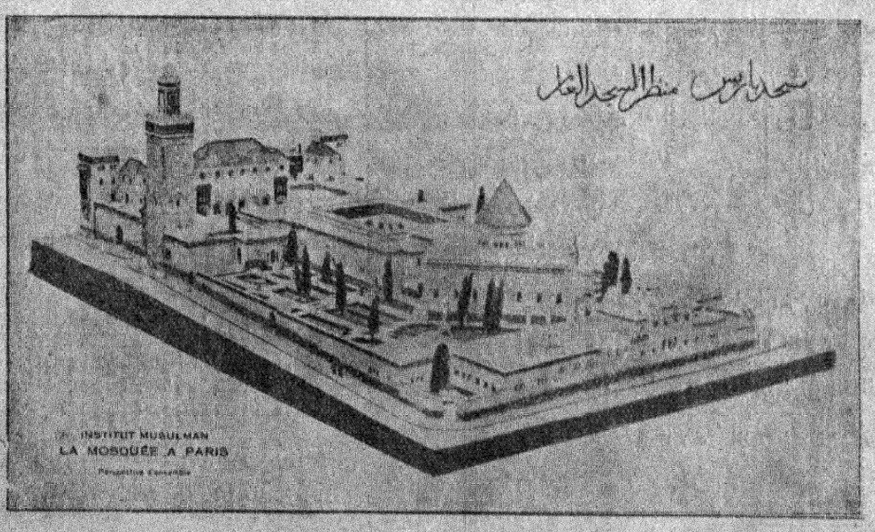

پیرس کی مسجد اور عربی چمنستان کا مصور نمونہ ' جسکی تکمیل بجانب ا... ہ سلطان مصر نے ایک لاکھ فرانک دیا ہے

عالم مطبوعات و صحائف

رُوح

ساٹھ اطبائے عصر کے مباحث

حال میں امریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کئے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

۶۰ مشہور طبیبوں نے ان دونوں سوالوں کے جوابات دئیے ہیں جنے بالاتفاق تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادّی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقاء علم کا فیصلہ ہے

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں ان سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں، یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے اس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعاً عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اُسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اس لئے ہم اُسکے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ رومی مقرر سیسرو کا یہ قول مجھے از حد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی فلاطونس کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشوء ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے خاص علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار رازاب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم انھیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصور نہیں کر سکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے ابتک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کاپٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ میرا وجدان مجھے اس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کر سکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بہرحال میں بقاء رُوح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے امریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بنا پر بقاء رُوح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈارون کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہے۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جسپر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشوء ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس مرئی و مادّی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانش مندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقاء روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلا سبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادّی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹانر نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہنا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کاتورج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادّی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اس مادّی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لامتناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کائل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادّی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہے گی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کر دے سکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کر سکتا مگر مجھے اُسپر کامل یقین ہے روح، مادّی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادّیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے مل کر طے کیا کہ ۱۰ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشاء راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً نئی تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکاء کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں (مدحت پاشا) اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغیچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، از حد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بیچینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی۔ حسین عونی پاشا اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دیئے لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اُسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ زار روس نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو اس کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دیئے گئے، لیکن اُن کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دیئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہٰذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول پادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دستِ خاص سے مبارک باد کا خط لکھا، اور محل طوب قپو سے "فرعیہ" میں منتقل کر دیئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بے خود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ اُن کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع از حد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کرتا تھا۔ نئے سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت برا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن اُن میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو اُن کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے۔ حتیٰ کہ سفراء دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک رات میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا ایڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اسنے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا، حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور اُن کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصر لی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے انھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اُسنے تعاقب کیا۔ میرا خادم احمد آقا اُس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اُسنے ۵ آدمی اور قتل کر دیئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اُسنے انھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہونچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بے نظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کے فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورشیں

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ مانٹی نگرو، سرویا، بلغاریا، اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے عزم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ با ایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائیوں میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی معزولی

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے اس لئے وہی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے طیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور اُس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ "سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے" اُسنے پورے یقین کے ساتھ اپنے اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اُس کا اعلان کر دے گا۔ ہم خدام سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیاء دولت کا جو خواب خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور اُمت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے ٹکڑے اُڑا دئے، تو روس نے چند نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمیٰ کے ۶ سفیروں کا اجتماع ہوا اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تجویزوں کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کر کے نئے بنک نوٹ جاری کر دئے۔

دستور اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستور اساسی کا مسودہ ایک مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر پوری بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجدیا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ ذی الحج ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اس اثناء میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جرأت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہے تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دول یورپ ہمارا انکار سن کر بہت برہم ہوئیں، اور اپنے اپنے سفراء واپس بلا لئے۔ اس کارروائی کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت و شنید شروع کر دی۔ اُنھیں نرم گرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔ ساتھ ہی دستور اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس (پارلیمنٹ) کے لئے انتخابات شروع کر دئے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہونچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا ہوں مجھے یورپ چلا جانا چاہئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار جد و جہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آگیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل و جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضائع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آکر کہا کہ دستور اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کر دیں، جسے پولیس کا افسر اعلیٰ سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سنا "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا سعید پاشا نے کہا "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا "سلطان کے سلام کا شکریہ! مگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں ان محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُسوقت میں تباہی روک نہ سکوں گا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستور اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اُس پر زور دے رہا تھا۔ یہ بے چینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شایع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلاوطن کر دیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افترا پردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر یورپ کے اخبارات حقیقت حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے صحیح خبر شایع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اس لئے اُن پر عتاب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات اور ساقط مقرروں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر حملہ شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا۔ کل تک یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھے شیطان قرار دینے لگے! اُسوقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "واذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال"

روس کا اعلان جنگ

میری جلاوطنی کی خبر پٹرزبرگ (دارالحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کر لے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اسپر روس نے اعلان جنگ کر دیا، اور دریائے طونہ کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کر ڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شایع کرنا سردست ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور رویف پاشا کو معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ ان کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُسوقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضا کاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی شخصی مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضا کار فوجیں منتشر کر دی گئیں نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اسپر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار سلطنت کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آگیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُسوقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھے سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دول یورپ سے گفت و شنید کا کوئی حق نہ تھا۔ تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بے چین ہو گیا اور میں نے جد و جہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن، تمام مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزراء سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر از حد افسوس ہے۔ عین اُسوقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، میں نے آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری ان خدمات کا اثر، سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھ بے گناہ کو انتہائی "رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ دو سو پونڈ ماہوار کا وظیفہ

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ "انعام" دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ دراصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دیئے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سر نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دارالخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلاوطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی پادشاہی کا اعلان کر دوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علیحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیج دیا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُس وقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی مگر دارالخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبدالحمید بالکل کھل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دور ہو چکا تھا۔ سلطان عبدالحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا اُنھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

*

بریدِ شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہو گئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدِباب پر کمر بستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش والاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دیئے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔

درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے۔ ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا۔ تہا دادخواہوں کو سخت پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دیئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ ان کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام مکمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

---

* مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبدالحمید نے مرحوم عبدالعزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبدالعزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، رویف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلاوطن کر دیئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبدالعزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آج تک شائع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آ کر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے" مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبدالعزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا!

میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۴ مارچ کو جبکہ میں سمرنا کے دارالحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت مکان کا ۳ پلٹنوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیج دیا گیا۔

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصول حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھو لیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور بحرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جا رہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اُن کے لئے نجد سے خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۴۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شایع کیا گیا ہے اور وہ بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹ کر بطور خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جا سکے گی الا یہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دُور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی روداد میں مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شایع کیا ہے۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعۂ حمیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۳۰ گنی سے کم کا دعویٰ پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہو سکتی۔ الّا یہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق آراء یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً بازپرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتویٰ صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کر سکیں، تو اُنھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت بیس دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شایع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابوحسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن) باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبدالغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبداللہ بن حسن (صدر)
(۲) شیخ محمد العلی الترکی (کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی (رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر (〃)
(۵) شیخ سعید ابوالخیر (〃)

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف، ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد رہے گی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) ان مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی و غمی میں خلاف شرع رسموں میں باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دستگیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے۔ نہ کہ امور اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ ان مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبدالرحمٰن بشناق (صدر)
(۲) 〃 عمر فقیہ (رکن)
(۳) 〃 محمد نور کتبی (〃)
(۴) 〃 محمد شیروانی (〃)
(۵) 〃 اسعد مشفع (〃)
(۶) 〃 عبداللہ بن عمار (〃)
(۷) 〃 عبیداللہ بن مطلق (〃)
(۸) 〃 سلیمان الصنیع (〃)
(۹) 〃 محمد الخضری (〃)
(۱۰) 〃 محمد عبدالرحمٰن العقل (〃)

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ٹرکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو اُنھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر ملک و مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح ناانصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب سے مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت وجماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیادیں حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور اُنہی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء وقضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان، غیر مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کر دیئے ہیں۔ متعدد مصری وشامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کر لی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جا رہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس راستے میں جا بجا دُور دُور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کر دی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جا رہا ہے۔ آئندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کریں گے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اسپر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۳ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ابتک اُس کی آبادی و ترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایہ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیج دیا ہے، تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جا کر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہو گئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین امور اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کر دی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہو کہ بیت آمد کی رونق وعظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کر کے منہدم کر دیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہو جاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور اُن پر ۸ ½ ۸ میٹر لمبا شامیانہ نصب کر دیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۵ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سمنٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ سمنٹ بچھانے کی مشین آگئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت آمد میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں کمی کر دی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) کبوتروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کُل ۲۸ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کر سکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ نقش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس یہ مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی یہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوم میں اُس میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر اُنھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کُل عمق ۲۳ میٹر ہے۔ ۱۳ میٹر میں پانی ہے، باقی دس میٹر اُس کی دیوار ہے۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہے، حتیٰ کہ پورا شہر اُس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلا دیئے جائیں اور اُن میں پانی جاری کر دیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جسقدر چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ وادی لعمان، شعداء، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہو چکا ہے۔ لیکن صرف ان کنوؤں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کر دینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت و ترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جا بجا سے کھلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ میٹر تک کھلی ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مر جائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اُسمیں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائے گی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ، اور جدہ کے مابین حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کر سکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس نئے انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دُور ہو جائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمہ حق کا اعلان ہے۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ، کلمہ حق کے اظہار حکام، اور علما کی نصیحت وہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے تابع ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا، اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول وبیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم" چہ شاعر گفتہ:

لانتنہ عن خلق وتأتی بمثلہ عار علیک اذا فعلت عظیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہو۔ دین میں سے نہیں ہو۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دیئے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہو کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہو۔ ہمارا دین، اسلام ہو۔ ہماری کتاب قرآن ہو۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہو: قل اعلوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے؛ مگر خدا نے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے؛ مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں کیے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہو: ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کر دی ہو۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے"

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں۔ الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہو، بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہو تمہاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری سنو، کیونکہ میں تمھیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہو کہ احکام حکومت پر عمل کریں جو حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہو۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدا نہ خواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو نہ اطاعت کرو!"

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتیہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کر دوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہو۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اُسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کر کے لیجائے۔

یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہو جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔

جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا، کیا دیکھتا ہو کہ وہ چارپائی پر پڑا ہو۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہو؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی مشکیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: تم فریچ جانتے ہو؟"

نوجوان: بہت کم"

"نام؟"

"فرڈریک سٹاپس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہو؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہو؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہو!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ برائی کی ہو؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہو؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کر کے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ادنورف میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں، میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کرو گے، اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وانا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہو؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں کمبوفیزار کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہو؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہو" نوجوان نے خوش ہو کر نپولین سے کہا:

"پھر میں اپنے وطن کی راحت اور دنیا کی راحت کے لئے اپنا کام کرونگا"

نپولین کو اس کی جرأت پر تعجب ہوا۔ اُسنے حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ نوجوان نے پھر خنجر نکالا اور نپولین پر حملہ کرنا چاہا۔ اس مرتبہ اُسکے ہاتھ پکڑ لئے گئے۔ نپولین کے حکم سے اُسکی تلاشی لی گئی۔ اُسکی جیب سے ایک اور خط نکلا۔ اُسنے اس خط کو بھی پڑھا۔ اُسکے بعد نوجوان سے کہا:

"تم نے اپنے اس خط میں لکھا ہو کہ تم نے اپنے ارادہ سے اپنے ماں باپ کو مطلع کر دیا ہو۔ اس کا کیا جواب آیا ہو؟"

"میرے والد نے جواب دیا ہو کہ اگر تم نپولین کے قتل کے ارادہ سے باز نہیں آتے تو ہم تمھیں اپنا بیٹا نہیں سمجھیں گے"

نپولین ن

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ
ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرائی

تحفہ

ماء اللحم دو آتشہ بنسخہ خاص

تار کا کانی پتہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

احرارِ اسلام

اوائلِ عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُرجوش خطبوں اور رجزیہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہو گئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کر لی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دورِ حریت ختم ہو چکا تھا، اور امیر معاویہؓ رومی و ایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کر چکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کر دیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین ورہطہ واقصد لہند وابنہا بہوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کر دے۔

ان الامام اخو النبی محمد علم الہدیٰ ومنارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقہ الحتوف وسر امام لوائہ قدما بابیض صارم وسنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی"، سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بولکر معذرت کر سکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے"، سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!" امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جا سکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخراً لتأتم الہداۃ بہ کأنہ علم فی رأسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا"، امیر نے تصدیق کی: "اچھا، کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو"، سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت سے جباری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں، جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں۔ ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کر دو اور ہمارے شکریہ کے مستحق بنو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیجدوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل اُسمیں مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا" اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُس پر لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءہم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہو اُسے محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کر دیا۔)

"میں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُس پر اُنھوں نے نہ تو کوئی مہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کر دیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پوری قوم کے لئے"؟ سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)



ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکے، اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برِ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی، پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ کے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع
ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ
ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ

ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی

بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں

سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں

کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن

کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۰ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

قیمت عہ۔ (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت

ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - تو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور درسي زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خوابى داشتن گر داغهاى سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويركے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرے دينے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۰

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۰ | کلکتہ : جمعہ ۸ ۔ جمادی الاولی ۱۳٤٦ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارییں الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۵۰ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۳۵	اردو حروف کی حق مین	٤۲۸
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۵۵٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق ھون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

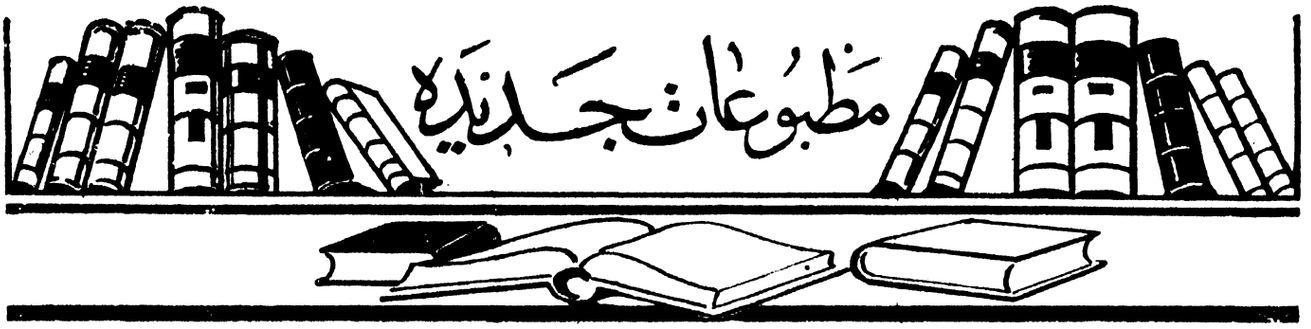

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونست مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات "کمیونیزم" کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ہے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ہوچکي ہیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونست رہنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین ہیں ' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کر دي ہے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت ہو گئي ہے ' اور ہر ملک کیلیے ضروري ہو گیا ہے کہ نہ صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکہ علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعہ کرے ' اور نقد و بصیرت کے ساتھہ صحیح راے قائم کرے - جہانتک ہمیں معلوم ہے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں ہوئي ہے جس میں صحت کے ساتھہ اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذہب کي حقیقت واضح کي گئي ہو - یہ نیا مجموعہ دیکھکر ہمیں خیال ہوا کہ کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع ہیں - ہم ان مقالات میں سے ایک مقالہ الہلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے ہیں - اس کے مطالعہ سے نہ صرف اس مذہب کے اصول و عقائد بلکہ اسکے ظہور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح ہوجائیگي -

یہ واضح رہے کہ اس مقالہ اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یہ ہے کہ وقت کي ضرورتي معلومات اردو خواں طبقہ کے لیے مہیا ہوجائے - یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں کہ وہ یک قام مقبول اور پسندیدہ خیالات ہیں - ہمارے خیال میں "کمیونیزم" موجودہ تمدن کي سرمایہ دارانہ بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ہے ' اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایہ داري افراط کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچ چکي ہے ' اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطہ کا ظہور ہے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں ہوسکتي ' وہ ہمیشہ درمیان کي راہ ہوتي ہے !

(۱)

(سرمایہ دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ہے -

آزاد اور غلام ' شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے اور بنجارے ' مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم ' ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہے ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رہے جو کبھي علانیہ تھي اور کبھي خفیہ ' مگر جسکا خاتمہ ہمیشہ یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ہوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً ہر جگہ سوسائٹي مختلف درجوں اور گروہوں میں بٹي ہوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں منظم ہوئي نظر آتي ہے - قدیم روم میں ہم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے ہیں - قرون وسطی میں جاگیردار ' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشہ ' اور خدمتگار دکھائي دیتے ہیں - صرف یہي نہیں بلکہ اِنمیں سے ہر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ہے -

موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ہوئي ہے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہیں کیں ' بلکہ پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ' ظالم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ہیں -

البتہ ہمارے موجودہ سرمایہ دار عہد نے یہ امتیاز ضرور حاصل کیا ہے کہ اُس نے جماعتي اختلاف محدود کر دیے ہیں ' اور تمام سوسائٹي سمیٹ کے دو بڑي حریف جماعتوں : "سرمایہ دار" اور "مزدور" میں تقسیم کردي ہے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي نمائندوں کي ابتدا ہوئي ' اور انہیں اساميوں نے سرمایہ دار طبقہ کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکہ کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ہوئے سرمایہ دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکہ کے استعمار ' مستعمرانہ تجارت ' نیز ذرائع تبادلہ اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ' جہاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانہ نظام وہ بڑھتي ہوئي ضرورتیں پوري نہیں کر سکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھہ پیدا ہوگئي تھیں - نتیجہ یہ ہوا کہ دست کاري کے نظام نے اُسکي جگہ لے لي ' تجارتي مکھیے معزول ہوگئے ' متوسط صنعتي طبقہ اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین صنعت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں صنعت کي تقسیم کے آگے معدوم ہوگئي -

سرمایہ دار طبقہ نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیر دارانہ ' بزرگانہ ' مذہبي ' اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے " فطري سرداروں " سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشتہ کے سوا کوئي رشتہ باھمي روابط کا باقي نہ چھوڑا جسے برھنہ خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشتہ کہتے ہیں -

اُس نے مذهبي انبساط ' بهادرانه جوش ' اور متوسط طبقے کي بلند خيالي ' خود بيں تخمينۂ و شمار کے آب سرد ميں غرق کردي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لين دين کي ايک جنس بنا ديا - اور تمام بيش قيمت آزاديوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کي صرف ايک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض اُسنے کمزوروں کے اُس قديم خرد غرضانه استعمال کي جگه جسپر مذهب و سياست کي دلفريبيوں کا نقاب پڑا هوا تها ' ايک نيا برهنه ' وحشيانه ' بے شرم ' اور کهرا خود غرضانه استعمال ايجاد کر ديا -

سرمايه دار طبقے نے اُن تمام پيشوں کي خوبياں مليامیت کردیں جو پہلے عزت کي نظر سے ديکهے جاتے تهے - اُسنے ڈاکٹر ' وکيل ' پروهت ' شاعر ' فلسفي ' غرضکه سب کو محض ايک اجرتي مزدور بنا کے چهوڑ ديا !

سرمايه دار طبقه نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بهي نکال پهينکے ' اور اُنکي جگه ايک خالص مالي لين دين کا رشته قائم کر ديا !

سرمايه دار طبقه نے بتا ديا که وحشيانه اظهار طاقت ' جسے قرون وسطیٰ کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تهے ' کامل سهولت کے ساتهه انکے عهد ميں کس درجه کاميابي حاصل کر سکتا هے -

يه طبقه ' سب سے پهلا طبقه تها جسنے ثابت کر دکهايا که انسان کي سرگرمي کيا کچهه کر سکتي هے - اسنے مصري اهرام ' رومن نهروں ' اور گوتهک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پيدا کئے ' اور قديم هجرتوں اور مذهبي جهادوں سے بالکل مختلف قسم کي مهميں جاري کيں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولين شرط يه تهي که پيداوار کے اگلے طريقے برقرار رهيں - ليکن سرمايه دار طبقه کي زندگي ناممکن هے جب تک که آلات پيداوار ' طريق پيداوار ' اور تمام اجتماعي رشتوں ميں برابر انقلاب نه هوتا رهے - چنانچه طريق پيداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام کي پيهم برهمي ' دائمي بے چيني ' اور کبهي نه ختم هونے والي بے اطميناني ' يهي وه چيزيں هيں جو سرمايه دار عهد کو تمام ديگر زمانوں سے امتياز ديتي هيں -

تمام جچے تلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرر و محترم عقائد و خيالات کے فنا کردیے گئے هيں اور ان کي جگه جو رشتے اور خيالات رائج کئے گيے هيں قبل اس کے که چمکيں ' پرانے هوچکے هيں - جو کچهه بهي ٹهوس اور مقبول تها ' مٹ چکا هے - جو کچهه بهي مقدس تها ' ناپاک کر ديا گيا هے - اور اب انجام کار انسان مجبور هوگيا هے که اپنے حالات زندگي اور حقيقي معاشرتي تعلقات ' کهلي آنکهوں سے ديکهے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمايه داروں کو اپني پيداوار کے ليے ايک برابر بڑهتے رهنے والے بازار کي ضرورت ' ديوانه کيے هوئے هے - انهيں هر جگه اپنا آشيانه بنانا ' هر مقام پر ڈيره ڈالنا ' چپه چپه سے ناتا جوڑنا ضروري هے -

سرمايه دار طبقه نے عالمگير بازار غصب کرکے تمام ممالک کي درآمد و برآمد قومي اور ملکي قيود سے آزاد کردي هے - رجعت پسندوں کي اميدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نيچے سے اُس کي بنيادیں نکال کر پهينک دي هيں - قديم اور مروج صنعتيں برباد کي جا چکي هيں ' اور جو باقي هيں برابر برباد کي جارهي هيں - ان کي جگه نئي صنعتيں رائج کي جارهي هيں که جن کا رواج تمام مهذب اقوام کے ليے ايک نهايت هي اهم اور قابل غور مسئله هے ' کيونکه ان صنعتوں کي حالت يه هے که صرف يه اپنے هي ملک کي خام پيداوار استعمال ميں نهيں لاتيں ' بلکه دور دراز علاقوں کي بهي خام پيداوار چاهتي هيں ' نيز انکي کثرت کي وجه سے اُن کي کهپت صرف انکے هي علاقے ميں نهيں بلکه دنيا کے گوشه گوشه ميں هوني چاهيے -

پراني ضروريات کي جگه جو ملکي پيداوار سے رفع هوجاتي تهيں ' نئي ضروريات پيدا هوگئي هيں جو اپنے رفع هونے کے ليے دور دراز ممالک کي پيداوار کا بهي مطالبه کرتي هيں -

يه حال صرف مادي پيداوار هي کا نهيں ' بلکه ذهني پيداوار کا بهي هے - ايک قوم کي دماغي پيداوار ' تمام قوموں کي عام ملکيت بن گئي هے - محدود تخيل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي هے ' اور قومي و مقامي ادبيات سے ايک عالمگير ارضي علم ادب پيدا هو رها هے -

سرمايه دار طبقه ' آلات پيداوار کي تيز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانيوں کے ذريعه وحشي سے وحشي اقوام کو بهي تهذيب کي طرف کهينچ رها هے - سامان تجارت کي ارزاني هي وه بهاري توپ هے جس کے زور سے نهايت سرکش قوموں کو بهي اطاعت پر مجبور کردیا گيا هے - تمام اقوام کو موت کي دهمکي دي جارهي هے که سرمايه دارانه طريق پيداوار اختيار کرليں ' اور نام نهاد تهذيب قبول کرکے مهذب بن جائيں -

سرمايه دار طبقه نے ديهات کو شهر کا تابع بنا ديا هے - بکثرت نئے شهر پيدا کردیے هيں - ديهات کے مقابله ميں قصبات کي آبادي ميں حيرت انگيز اضافه هوگيا هے - اور اس طرح دنيا کي بهت بڑي آبادي کو ديهاتي زندگي کي سادگيوں سے محروم کردیا هے -

اُس نے جس طرح ديهات کو شهر کا محتاج بنايا هے ' ٹهيک اُسي طرح وحشي اور نيم وحشي ممالک کو مهذب ممالک کا دست نگر بهي بنا ديا هے - کاشتکار قوموں کو سرمايه داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا ديا هے -

سرمايه دار طبقه ذرائع پيداوار ' ملکيت ' اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا هے - اُس نے آبادي گنجان کردي هے - ذرائع پيداوار ميں مرکزيت پيدا کردي هے - اور ملکيت کو سميٹ کر صرف چند هاتهوں کے اندر محدود کردیا هے -

اِس صورت حال کا لازمي نتيجه ' سياسي مرکزيت تهي جو سرمايه دار طبقه کے هاتهوں وجود ميں آچکي هے ' آزاد اور نيم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانين ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تهے ' کهينچ تان کے ايک قوم بنا دي گئي هيں ' ايسي قوم جس کي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ايک هيں -

سرمايه دار طبقه نے اپنے صد ساله جماعتي عهد حکومت ميں ايسي عظيم الشان بار آور قوتيں پيدا کردي هيں جنهيں تمام پچهلي نسليں بهي پيدا نه کرسکي تهيں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضه کيا ' علم آلات اور کيميا کا صنعت و زراعت ميں استعمال کيا ' دخاني جهاز ' ريلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کيے ' زراعت کے ليے تمام براعظموں کي صفائي کي ' درياؤں کي نهر بندي کي ' اور زمين کے تمام خزانے اُگل ڈالے - بهلا کسي

پچھلي نسل کو یہ وہم بھي گزرا تھا کہ اجتماعي محنت کي گود میں ایسي بار آور قوتیں پڑي سو رہي ہیں ؟

گزشتہ بیان میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جن کي بنیادوں پر سرمایہ دار طبقہ نے اپني عمارت کھڑي کي ہے ' اگرچہ جاگیرداري کے عہد میں پیدا ہوئے تھے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئي فائدہ نہ اُٹھا سکي بلکہ اُلٹے اُنکے گرداب میں پڑکر تباہ ہوگئي ' کیونکہ یہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جب اپني ترقي کي ایک خاص منزل پر پہنچ گئے ' تو وہ حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائٹي پیدا کرتے اور تبادلہ کرتے تھے ' یعني کاشتکاري و دستکاري کا جاگیر دارانہ نظام ' ترقي یافتہ قوتوں کے سامنے ٹھہر نہ سکے - وہ پیداوار کو سہارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجھل بیڑیاں بن گئے ' جن کا ٹوٹ گرنا ضروري تھا - چنانچہ اُنکي جگہ آزاد مقابلے اور سرمایہ دار طبقہ کي اقتصادي و سیاسي حکومت نے لے لي -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعادہ پھر شروع کیا ہے ' جو کچھہ جاگیر داروں پر گزرا ہے ' وہي اب سرمایہ داروں کو در پیش ہے -

سرمایہ دارانہ حالات ' پیداوار ' تبادلہ ' سرمایہ دارانہ املاکي رشتے ' غرضکہ پوري موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے ہیں ' سخت مصائب میں مبتلا ہے - اسکي مثال اُس جادوگر کي سي ہے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا ہے مگر انپر قابو نہیں رکھہ سکتا -

بہت زمانہ تک صنعت و تجارت کي تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کي موجودہ حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کي عام تاریخ رہي ہے - اس سلسلہ میں اُن تجارتي مشکلات کي طرف اشارہ کر دینا کافي ہوگا جو وقتاً فوقتاً پوري سرمایہ دار سوسائٹي کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کر دیا کرتي ہیں -

لیکن باوجود اِن ہولناک خطروں کے ایک عام اجتماعي وبا پھیلي ہوئي ہے جسکا نام " زائد پیداوار " ہے اور جو پچھلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم ہوتي -

اِس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ سوسائٹي اپنے تئیں اچانک ایک عارضي وحشیانہ حالت میں مبتلا پاتي ہے - قحط اور بربادي کي ایک عالمگیر جنگ برپا ہو جاتي ہے - معلوم ہوتا ہے کہ صنعت و تجارت اور زندگي کے تمام ذرائع تباہ ہو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے کہ تہذیب بہت زیادہ ہوگئي ہے ' ذرائع زندگي بہت زیادہ ہوگئے ہیں ' صنعت بہت زیادہ ہوگئي ہے ' تجارت بہت زیادہ ہوگئي ہے !

اِن خطرات کا مقابلہ سرمایہ دار کیونکر کرتے ہیں ؟ اِس طرح کہ ایک طرف تو بہت سي بار آور قوتیں بجبر برباد کر ڈالتے ہیں ' دوسري طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے ہیں - اِسکے معني یہ ہیں کہ وہ آور بھي زیادہ وسیع اور زیادہ برباد کن مشکلات کیلیے راستہ ہموار کر رہے ہیں اور ساتھہ ساتھہ وہ ذرائع بھي مٹاتے جاتے ہیں جنسے یہ مشکلات رفع کي جاسکتي تھیں -

غرضکہ وہ ہتیار جنسے سرمایہ داروں نے جاگیرداري پر فتح حاصل کي تھي ' اب خود انہیں پر اُلٹ پڑے ہیں -

لیکن سرمایہ داروں نے صرف یہ مہلک ہتیار ہي نہیں گڑھے ہیں ' بلکہ وہ لوگ بھي پیدا کر دیے ہیں جو یہ ہتیار استعمال کرینگے - وہ کون ہیں ؟ موجودہ مزدور !

جس تناسب سے سرمایہ اور سرمایہ داروں نے ترقي کي ہے ' اِسي تناسب سے مزدوروں نے بھي ترقي کي ہے - اِس طبقہ کي زندگي اُسي وقت تک ہے جبتک اُسے کام ملتا رہے ' اور کام اُسي وقت تک ملتا ہے جبتک وہ سرمایہ کو بڑھاتا رہے - یہ مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں ' تجارت کي دوسري چیزوں کي طرح ایک جنس ہوگئے ہیں اور مقابلہ کے ہیر پھیر اور نرخ کے چڑھاؤ اُتار سے ہمیشہ مصیبت جھیلتے رہتے ہیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کي تقسیم کے باعث اپني انفرادي شخصیت سے محروم ہوگیا ہے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئي خاص کشش نہیں رکھتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمہ بنا دیا گیا ہے ' جس سے نہایت آسان کام کي خواہش کي جاتي ہے - جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب اُسکي قیمت گھٹ کر بس اِتني ہي رہ گئي ہے کہ مزدور بمشکل اُس سے اپني قوت لایموت کا سامان کرسکتا ہے -

اب ایک مصنوعي برتن اور مزدور ' دونوں ہم درجہ چیزیں ہوگئي ہیں جنکي قیمت اُنکي لاگت کے حساب سے ہوتي ہے - یہي سبب ہے کہ جوں جوں محنت سستي ہوتي جاتي ہے ' مزدوري بھي گھٹ رہي ہے - پھر تماشہ یہ ہے کہ جسقدر کام کي تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑھتا جاتا ہے ' اِسي قدر کام کا بوجھہ بھي بڑہ رہا ہے ' یا تو کام کے گھنٹے بڑھا دیے جاتے ہیں ' یا زیادہ کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا ہے ' یا مشین کي رفتار میں اضافہ کر دیا جاتا ہے ' (وغیرہ وغیرہ)

موجودہ صنعت نے نیک آقا کي چھوٹي سي دکان کو صنعتي سرمایہ دار کے بڑے کارخانہ کي صورت میں بدل دیا ہے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بھرے ہوئے ہیں جن کي تنظیم سپاہیوں کي طرح کي جاتي ہے ' اور جو سپاہیوں ہي کي طرح چھوٹے بڑے افسروں کي ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجہ میں جکڑ دیے گئے ہیں - وہ نہ صرف سرمایہ دار طبقے اور سرمایہ دار حکومت کے غلام ہوتے ہیں ' بلکہ انہیں شب و روز ہر سرمایہ دار صناع کي بھي غلامي کرني پڑتي ہے -

جسقدر کھلے الفاظ میں یہ خود سر حکومت اعلان کرتي جاتي ہے کہ خود غرضي اور منفعت شخصي اس کا مقصد ہے ' اُسي قدر وہ حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف دہ ہوتي جاتي ہے !

دستي مشقت میں قوت اور چستي کي ضرورت جتني کم ہوتي جاتي ہے ' یعني موجودہ صنعت جس قدر زیادہ ترقي کرتي جاتي ہے ' اُسي قدر مردانہ محنت کي جگہ زنانہ محنت کو دي جارہي ہے - مزدوري پیشہ طبقہ کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئي معاشرتي اہمیت نہیں رکھتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے ہوگئے ہیں جن کي قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گھٹتي بڑھتي رہتي ہے -

جوں ہي مزدور کو اپنے سرمایہ دار آقا سے مزدوري ملتي ہے ' فوراً دوسري سرمایہ دار جماعتیں اُس پر ٹوٹ پڑتي ہیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساہوکار ' غرضکہ سب کے سب اُس کے لوٹنے کھسوٹنے کو آ موجود ہوتے ہیں -

ادنی اور متوسط طبقہ ' چھوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پیشہ ' زمیندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوری پیشہ طبقہ میں جذب ہو رہے ہیں - کچھہ تو اس وجہ سے کہ اُنکا معمولی سرمایہ موجودہ صنائع کیلیے ناکافی ہے اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے مقابلہ میں بیکار ہوجاتا ہے ' اور کچھہ اس وجہ سے کہ اُنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاہر ہوکر بے قدر کر دیا ہے - اس طرح مزدوروں کا یہ طبقہ صرف مزدوروں ہی سے نہیں بلکہ آبادی کے ہر حصہ سے مرکب ہے -

(۲)

مزدوری پیشہ طبقہ مختلف تدریجی مرحلوں سے گزر کر اِس درجہ تک پہنچا ہے - سرمایہ دار کے برخلاف اُسکی جد و جہد اُسکی پیدائش کے وقت ہی سے شروع ہوگئی ہے -

سب سے پہلے یہ جد و جہد ایک فرد واحد مزدور کی جد و جہد کی حیثیت سے شروع ہوئی ' پھر کسی ایک کارخانہ کے مزدوروں کی جد وجہد بنی ' پھر کسی خاص نواح کے تمام ہم پیشہ مزدوروں کی جد و جہد کی صورت میں تبدیل ہوگئی ' جسکا مقصد سرمایہ داروں سے جنگ کرنا تھا جو ان سب کو براہ راست تباہ کر رہا تھا -

اِس منزل میں مزدور ' سرمایہ دارانہ طریق پیداوار پر نہیں بلکہ خود آلات پیداوار پر حملہ کرتے تھے - بیرونی مال برباد کر ڈالتے تھے ' مشینیں توڑ پھوڑ ڈالتے تھے ' کارخانوں میں آگ لگا دیتے تھے ' اور لوشش کرتے تھے کہ طاقت کے زور سے اپنی وہ حیثیت پھر قائم کردیں جو قرون وسطی میں ضائع ہوچکی تھی - لیکن باوجود متحدہ مقصد رکھنے کے ' اِس منزل میں ' مزدور ایک غیر متحد بھیڑ کی شکل رکھتے تھے جو تمام دنیا میں پھیلی ہوئی تھی ' اور جسکے اندر باہمی مقابلہ کے جذبہ نے پھوٹ ڈال دی تھی -

اِس دور میں مزدور جب منظم ہونے کیلیے متحد ہوئے ' تو یہ اُنکے اپنے اتحاد کا نہیں ' بلکہ سرمایہ دار طبقہ کے اتحاد کا نتیجہ تھا - وہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلیے مجبور ہو جاتا تھا کہ مزدوروں میں ایک نئی حرکت پیدا کردے -

اِس منزل میں مزدور براہ راست اپنے دشمنوں سے نہیں لڑتے تھے ' بلکہ ان کی جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے ہوتی تھی ' یعنی مطلق العنان شاہی سے ' زمینداروں سے ' غیر صنعتی اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں سے -

اس طرح مزدوروں کی یہ پوری تاریخی تحریک ' سرمایہ دار طبقہ ہی کے ہاتھوں میں رہی ہے ' اور تمام کامیابیاں جو اُسے حاصل ہوئی ہیں ' سرمایہ داروں ہی کی کامیابیاں ہیں -

صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ مزدوری پیشہ طبقہ کی کمیت میں صرف افراد ہی کا اضافہ نہیں ہوا ' بلکہ بڑی بڑی جماعتیں بھی اس میں شامل ہوتی گئیں اور ابتک ہو رہی ہیں -

اس کی طاقت روز بروز بڑھ رہی ہے اور وہ اپنی طاقت کی افزونی برابر محسوس کر رہا ہے -

جوں جوں مشینری ' صنعت کے امتیازات مٹاتی جاتی ہے اور اُجرت ہر جگہ کم سے کم کرتی جاتی ہے ' اسی قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگی میں بھی یکسانیت پیدا ہو رہی ہے -

سرمایہ دار طبقہ میں مقابلہ کی روح جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے اور تجارتی مشکلات جسقدر بڑھتی جاتی ہیں ' اُسی قدر مزدوروں کی اجرت میں اتار چڑھاؤ زیادہ ہوتا جاتا ہے - مشینری کی مسلسل اور تیز ترقی مزدوروں کی روزی کو برابر غیر محفوظ بنا رہی ہے ' اور انفرادی مزدور اور انفرادی سرمایہ دار کا شخصی تصادم ' جماعتی تصادم کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے - ایک طرف مزدور ' سرمایہ داروں کے خلاف متحد ہو رہے ہیں - دوسری طرف سرمایہ دار شرح اجرت برقرار رکھنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتھا بندی کر رہے ہیں - انھوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کی صورت میں منظم کرلیا ہے ' تاکہ اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رہیں - کہیں کہیں یہ باہمی لڑائی بغاوت کی صورت میں بھی پھوٹ چکی ہے -

کبھی کبھی مزدوروں کو فتح حاصل ہوجاتی ہے ' مگر محض تھوڑی مدت کے لیے - اس سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے - کیونکہ ان کی جد و جہد کا اصلی ثمرہ فوری کامیابی نہیں بلکہ اُن کے بڑھتے ہوئے اتحاد میں ہے - اِس اتحاد کو موجودہ ذرائع آمد و رفت سے جو موجودہ صنعت کی ایجاد ہیں ' بہت مدد مل رہی ہے - مختلف ممالک کے مزدور باہم دگر مل رہے ہیں ' اور اِس طرح وہ کام انجام پا رہا ہے جس کی ازحد ضرورت تھی - وہ اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطی کے شہریوں کو اپنی خراب سڑکوں کی وجہ سے صدیاں لگ جاتیں ' موجودہ مزدوروں کو ریلوے کے ذریعہ چند سالوں کے اندر حاصل ہوگیا ہے -

مزدوروں کی جماعتی اور سیاسی تنظیم خود اُن کے باہمی مقابلہ کی وجہ سے ہمیشہ رک رک جایا کرتی ہے ' لیکن ہر مرتبہ زیادہ قوت ' زیادہ استقلال ' اور زیادہ استحکام کے ساتھہ ابھرتی ہے - سرمایہ داروں کی باہمی پھوٹ سے اُسے کافی فائدہ پہنچا ہے ' اور وہ ہر موقعہ پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانونی اعتراف پر مجبور ہوگئے ہیں -

قدیم سوسائٹی میں جماعتوں کا باہمی تصادم ' مختلف طریقوں سے مزدوری پیشہ طبقہ کو بڑھا رہا ہے - خود سرمایہ دار بھی مجبوراً اسکی ترقی کا باعث ہوئے ہیں - وہ اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے ہیں - ایک طرف خاندانی امارت ہے ' دوسری طرف خرد سرمایہ داروں کی وہ جماعتیں ہیں جنکے مفاد صنعتی ترقی کے منافی ہیں - تیسری طرف بیرونی ممالک کے سرمایہ دار ہیں جو ہر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار ہیں - غرضکہ سرمایہ داروں کو ہر طرف لڑنا اور ہر ایک سے نبرد آزمائی کرنی پڑتی ہے - ظاہر ہے ' وہ تن تنہا اتنے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور مجبور ہوتے ہیں کہ مزدوروں سے اعانت کی اپیل کریں - اِس طرح وہ خود ہی مزدوروں کو سیاسی اکھاڑہ میں کھینچ لاتے ہیں ' اور اُن کیلیے اجتماعی تعلیم کے عناصر مہیا کردیتے ہیں - وہ خود ہی مزدوروں کے ہاتھہ میں وہ ہتیار دیدیتے ہیں جو خود اُن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یہی نہیں بلکہ صنعت کی ترقی نے حکمراں طبقہ کے تمام حصوں کو بھی عجلت اور گھبراہٹ کے ساتھہ مزدوری پیشہ طبقہ کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا ہے ' یا کم از کم انکی زندگی خطرہ میں ڈالدی ہے - یہی وجہ ہے کہ یہ حکمراں جماعت مزدوری پیشہ طبقہ کیلیے ترقی کے بے شمار پرزے مہیا کر رہی ہے -

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آ ملا تھا ' اسی طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آ رہا ہے ' خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اس تاریخی تحریک کا نظری علم حاصل ہوگیا ہے -

تمام جماعتیں جو فی الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ہیں ' انمیں صرف مزدوری پیشہ جماعت ہی ایک حقیقی انقلابی جماعت ہے - باقی تمام دوسری جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سرتی اور گلتی چلی جاتی ہیں - اور یہ کچھ عجیب نہیں ' کیونکہ مزدوری پیشہ طبقہ ہی صنعت و حرفت کی خاص اور براہ راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقہ ' چھوٹے چھوٹے دستکار ' معمولی دکاندار ' زراعت پیشہ زمیندار ' تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپنی حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہی نہیں بلکہ رجعت پسند بھی ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کی کوشش کر رہی ہیں - اگر وہ کبھی انقلابی ہو بھی گئیں ' تو صرف اس خوف سے ہونگی کہ مبادا مزدوری پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دی جائیں -

گزشتہ سوسائٹی کے معاشرتی حالات اب مزدوروں کے معاشرتی حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوری پیشہ طبقہ بغیر کسی ملکیت کے ہے ' اسکے اپنے بیوی بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خاندانی رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجود صنعتی محنت اور سرمایہ داری نے انگلینڈ ' فرانس ' امریکہ ' اور جرمنی میں مزدوروں کے تمام قومی اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون ' اخلاق ' مذہب ' تٹیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انہیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اپنی حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹی کو اپنے ہی طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھی اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹی کی بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ اسکے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کر دیں - خود مزدوروں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسکی انہیں حفاظت کرنی ضروری ہو - انہیں شخصی ملکیت کی تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کر دینی چاہئیں -

تمام پچھلی تاریخی تحریکیں یا تو آبادی کی اقلیت کی تحریکیں تھیں ' یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کی تحریک بالکل دوسری ہی نوعیت کی ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کی ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوری پیشہ طبقہ ' موجودہ سوسائٹی کی سب سے نچلی پرت ہے - وہ اس وقت تک نہیں اٹھ سکتا ہے ' جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جنسے حاکمانہ سوسائٹی مرکب ہے ' پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومی بنیادوں پر نہیں ہے ' لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکی جد و جہد ضرور قومی ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو قدرتی طور پر سب سے پہلے اپنے ہی ملک کے سرمایہ داروں سے نپٹ لینا چاہئے -

ابن بطوطہ کی سیاحت

(ایشیائی تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصری اہل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپنی ایشیائی سیاحت ختم کی ' طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا (۷۰۳ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدی ہجری کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کی بھی ہے -

ابن بطوطہ کی طفولیت اور ابتدائی تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دینی علوم میں پوری طرح مہارت حاصل کرلی تھی - ہم اُن اسباب سے بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ۲۲ سال کی عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسی ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کی مادی طیاری کافی نہ تھی - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصیٰ کے بڑے بڑے شہر : تلمسان ' الجزائر ' بجایہ ' قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا - اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطنی کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے کہ جب تیونس میں اُسے کسی نے اجنبیت کی وجہ سے سلام نہ کیا " تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاری ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا ! "

حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسری طور پر دیکھ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کی طرح شہر اور اُس کے آثار کی تحقیقات شروع کردی - یہاں سے فارغ ہوکر قاہرہ پہنچا پایۂ تخت کی عمارتیں ' مسجدیں ' اہرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کی - اِسی قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء ' امراء ' حتی کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاؤن کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کی راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامی اور مسیحی مقامات مقدسہ کی سیر کی - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور ٹار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس نے حج کی نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسی زمانے میں اُسے مشرقی دنیا کی سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا - اب اُسے ہمواء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ہی سخت تھا - اب تک اُسے کوئی ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ خوف و خطر روانہ ہوجاتا ہے - در حقیقت ابن بطوطہ کی سیاحت اور

عظمت کا باب اِسي وقت سے شروع ہوتا ہے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' محققانہ روح ' اور عزم و ہمت کي قوت ظاہر ہوتي ہے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بھي سیکھني پڑتي ہیں - فارسي زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً ہندوستان میں - ٹھیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تھي !

غرضکہ ابن بطوطہ اپنے مشرقي سفر پر روانہ ہوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا - راستے کے جملہ حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پھر دجلہ و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل ہوا ' اور شیراز و اصفہان وغیرہ کي سیر کي - لیکن وہ آگے نہیں بڑھا بلکہ لوٹ کر پھر دجلہ و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کي حالت نہایت زبون تھي - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافہ ویران ہوگیا تھا - ابن بطوطہ یہاں بہت متأثر نظر آتا ہے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظہار کرتا ہے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کي - یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع ہوجاتی ہے - نہیں معلوم کیوں ' وہ پھر بغداد اور بغداد سے مکہ پہنچ جاتا ہے - وہ ہم سے صرف اِس قدر کہتا ہے کہ دوسري مرتبہ مکہ معظمہ اِس حال میں پہنچا کہ سخت بیمار تھا - چنانچہ کامل ایک سال جوار بیت اللہ میں مقیم رہتا ہے - اِس طویل اقامت کے بعد پھر اُس میں نیا جوش پیدا ہوتا ہے اور پہلے سے بھي زیادہ طویل سفر پر روانہ ہوجاتا ہے -

چنانچہ وہ یمن پہنچتا ہے - پھر سومال جاتا ہے - پھر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کي سیر کرتا ہوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا ہے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا ہے - مگر ٹھہرتا نہیں اور صحراء طے کرکے سہ بارہ مکہ معظمہ میں وارد ہوتا ہے - یہاں ملک الناصر شاہ مصر سے اُس کي ملاقات ہوتي ہے -

حج کے بعد پھر سفر شروع کرتا ہے اور اِس مرتبہ بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد نوبہ ' صعید مصر کي سیاحت کرتا ہوا قاہرہ پہنچتا ہے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکہ شام چلا جاتا ہے اور ساحل لاذقیہ سے جہاز پر بیٹھہ کے سنہ ۷۳۳ ھ (سنہ ۱۴۳۳ع) میں ساحل اناطولیہ پر قدم رکھتا ہے -

(اناطولیہ)

اُس وقت اناطولیہ میں سلجوقي امراء و سلاطین کا دور دورہ تھا - لیکن آل عثمان کا قبیلہ عروج حاصل کررہا تھا - آہستہ آہستہ سلجوقي امراء اُس کے سامنے ہتیار رکھتے جاتے تھے - سلطنت عثمانیہ کے باني اول عثمان نے بیزنطیني شہنشاہي میں بھي دور تک ہاتھہ پاؤں پھیلا دیے تھے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایۂ تخت بروسہ تھا اور ابن بطوطہ کے زمانے میں سلطان آرخان بن عثمان کي حکومت تھي -

آرخان کے علاوہ سلجوقي امراء میں سب سے زیادہ طاقتور محمد اُزبک خاں شاہ شمال تھا - یہ شہنشاہ قسطنطنیہ کا داماد بھي تھا - ابن بطوطہ یہ ملک دیکھہ کر بہت متعجب ہوا - کیونکہ اگرچہ یہاں اِسلام کو غلبہ حاصل ہوچکا تھا مگر نو مسلموں کے عادات و اطوار عجیب طرح کے تھے - اِبن بطوطہ نے پورے ملک کي سیاحت کي ہے اور بڑی تفصیل سے جملہ حالات بیان کیے ہیں - یہ عجیب بات ہے کہ ہر ملک میں وہ قصر شاہي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تھا - یہاں کے بھي تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں -

(قسطنطنیہ)

اناطولیہ سے وہ قسطنطنیہ کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکہ " خاتون بیلون " بھي اپنے باپ شہنشاہ قسطنطنیہ کي ملاقات کو جا رہي تھي - ابن بطوطہ اِسي شاہي قافلہ میں داخل ہوگیا اور سنہ ۷۳۳ ھ - سنہ ۱۳۳۳ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیزنطیني پایۂ تخت میں داخل ہوا -

سیاح خود اپني زبان سے یہ واقعہ اِس طرح بیان کرتا ہے :

" ہم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمیٰ میں داخل ہوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رہے تھے کہ در و دیوار تک گونج اُٹھے تھے - ہم قصر شاہي کے پہلے پھاٹک پر پہنچے - وہاں سو سنتري اپنے سپہ سالار کے ساتھہ کھڑے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے " سراکنون ' سراکنون " جس کے معني ہیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام ہے - شاید اِبن بطوطہ نے یہي لفظ سنا ہوگا)

پھر وہ شہنشاہ سے اپني ملاقات کا حال لکھتا ہے :

" چوتھے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل ہندي میرے پاس بھیجا - وہ مجھے قصر شاہي میں لے گیا - ہم چار پھاٹکوں سے گزرے - ہر پھاٹک میں مسلح سپاہي موجود تھے - پانچویں پھاٹک پر غلام مجھے چھوڑ کر چلا گیا - پھر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنھوں نے میري تلاشي لي کہ کوئي چھري تو چھپي ہوئي نہیں ہے - افسر نے بتایا کہ یہاں کا دستور ایسا ہي ہے - جو شخص بھي بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي ہے - پھر پھاٹک کھولا گیا - میں اندر داخل ہوا - چار آدمیوں نے مجھے گھیر لیا - دو مجھے آگے سے پکڑے تھے ' دو پیچھے تھے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراستہ تھیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تھیں - بیچ میں فوارہ تھا - دونوں جانب سپاہي صف بستہ کھڑے تھے اور بالکل خاموش تھے - وسط میں تین اور آدمي کھڑے تھے - اِنھوں نے مجھے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کر لے چلے - انمیں ایک یہودي تھا - یہودي نے مجھہ سے عربي میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان ہوں " پھر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاہ مع اپني ملکہ کے تخت شاہي پر جلوہ افروز تھا - داہني طرف چھہ آدمي کھڑے تھے - بائیں طرف چار آدمي تھے - سب ہتیار بند تھے - بادشاہ کے قریب پہنچنے سے پہلے مجھہ سے کہا گیا کہ تھوڑي دیر بیٹھہ کر حواس درست کرلو - پھر میں تخت شاہي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - پادشاہ نے بیٹھنے کا اِشارہ کیا - مگر میں بیٹھا نہیں - پادشاہ نے مجھہ سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچھا - مقدس چٹان ' مولد مسیح ' بیت لحم ' شہر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پھر دمشق ' مصر عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچھے - میں نے ہر سوال کا جواب دیا - یہودي ترجمہ کرتا جاتا تھا - شاید شہنشاہ کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچہ اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکھو - پھر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراستہ گھوڑا اور چھتر بھي عنایت کیا ' جو شاہي امان کي علامت ہے "

اِس شہنشاہ کا نام اِبن بطوطہ نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکھا ہے - ممکن ہے یہ اُن کے مسیحي نام ہوں - ورنہ

معلوم ہے کہ اُس عہد کے قیصر کا نام انڈرونیکوس ثالث تھا اور اُسکا باپ انڈرونیکوس ثانی تھا -

اُس زمانے میں قسطنطنیہ اپنی سابق عظمت سے بہت کچھہ محروم ہوچکا تھا - ستر برس پہلے صلیبی مجاہدوں نے اُسے فتح کیا اور بہت کچھہ برباد کرکے چلے گئے - تاہم اب بھی وہ عروس البلاد تھا - اِبن بطوطہ نے پوری تدقیق سے اُس کا حال لکھا ہے - ایک جگہ کہتا ہے :

" یہ شہر بہت ہی عظیم الشان ہے - دو حصوں میں منقسم ہے - وسط میں ایک بہت زیادہ مد و جزر رکھنے والا دریا موجزن ہے - (یعنی قرن الذھب) اِس دریا کا نام " ابسمی " ہے - شہر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " ہے اور دریا کے مشرقی کنارے پر آباد ہے - اِسی میں قصر شاہی اور امراء کے محل ہیں - یہ حصہ بہت آباد ہے - بازار پر رونق ہیں - سڑکیں کشادہ اور پختہ ہیں - شہر ایک پہاڑ پر آباد ہے جو نو میل تک سمندر میں پھیلتا چلا گیا ہے - اُس کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا قلعہ اور شاہی محل ہے - ایک دیوار اِس پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہے اور سمندر کی طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن ہے - اِسی حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا ہے - شہر کے دوسرے حصے کا نام " غلطہ " ہے - وہ دریا کے مغربی کنارے پر ہے - اِس حصے میں فرنگی نصاریٰ رہتے ہیں - چنانچہ جنیوا ، وینس ، روم ، فرانس ... کے باشندے موجود ہیں "

عرب سیاح نے بڑی تفصیل سے قسطنطنیہ کے گرجوں اور خانقاہوں کا حال لکھا ہے - خاص شاہی اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتھہ اِن تمام مقامات کی سیر کی تھی -

قسطنطنیہ میں چند ہفتے مقیم رہا - یونانی تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پھر وہ در یارہ اناطولیا طے کرکے ترکستان کی طرف بڑھا اور خوارزم میں اترا اُس وقت یہ صوبہ مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تھا - یہاں سے بخارا پہنچا - شہر تاتاری حملہ سے برباد ہو چکا تھا - عرب سیاح نے حضرت امام بخاری جامع حدیث کی قبر کی زیارت کی - پھر بلوچستان ہوتا ہوا ہندوستان میں داخل ہوا ، اور سنہ ۷۳۴ ھ میں پنجاب پہنچ گیا -

اِبن بطوطہ کا سفر ہندوستان بہت طویل تھا - اُس نے اِس برِاعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتیٰ کہ سیلون تک پہنچا - ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاہ سے بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا - یہاں وہ کئی سال رہا اور منصب قضاء پر مامور ہوگیا - نیز کئی سیاسی سفارتوں پر بھی گیا ، اور بادشاہ کی بہت سی خدمات بجا لایا -

ہندوستان کے حالات ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں - ہندؤں کے رسم و رواج ، عبادات ، عادات پر بحث کی ہے - ہندوستان میں ایک مرتبہ اُسے ڈاکؤں نے لوٹ لیا تھا - اُس کے کاغذات بھی لے گئے تھے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف ہے - کیونکہ اُن میں اُس کے سفر کی یاد داشتیں بھی تھیں -

ہندوستان سے وہ جاوا اور سماٹرا گیا - پھر شمال کی طرف روانہ ہوا - وہ ہم سے کہتا ہے کہ یہ سفر چین کا تھا - مگر تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چینی ہندوستان اور جنوبی چین سے آگے نہیں بڑھا - شمال میں اُس کا سفر بہت ہی محدود تھا : چین سے پھر جاوہ کے طرف لوٹا - جاوہ سے ہندوستان آیا - پھر فارس ، عراق ، شام ، مصر ہوتا ہوا تیونس پہنچا - تیونس سے جہاز پر بیٹھا ، اور سنہ ۷۵۳ ھ میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد وطن واپس ہوا !

لیکن اپنے وطن طنجہ میں اُس کا قدم زیادہ دن تک نہیں جما - اندلس کی سیاحت پر روانہ ہوگیا - اُس وقت یہ اسلامی سلطنت سمٹ کر غرناطہ کے علاقہ میں محصور ہوگئی تھی - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصری کا زمانہ تھا - ابن بطوطہ نے وہاں کے علماء و فقہاء سے ملاقاتیں کیں ، قدیم آثار دیکھے ، پھر مراکش واپس آ گیا -

مگر یہ واپسی بھی عارضی تھی - تھوڑے ہی عرصہ بعد صحراء اعظم کی راہ سے سوڈان کے سفر پر روانہ ہوگیا - لیکن یہ اُس کا آخری سفر تھا - سلطان ابو عنان شاہ مراکش مزید سفر سے مانع ہوا اور اپنی مصاحبت پر اصرار کیا - یہ واقعہ سنہ ۷۵۵ ھ کا ہے - ابن بطوطہ نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کی - ۲۲ برس کی عمر میں سیاحت شروع کی اور ۵۵ - برس کی عمر میں ختم کی -

ابن بطوطہ سلطان مراکش کا درباری بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بہت مسرور ہوتا تھا - بعض لوگ ابن بطوطہ کی صداقت میں اُسی طرح شبہ کرتے تھے ، جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے ہم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تھا - ابن بطوطہ کو ابناء زمانہ کی اِس بے قدری پر بہت افسوس تھا - ایک جگہ وہ نہایت رنجیدہ ہوکر لکھتا ہے " خدا جانتا ہے میرے بیانات صحیح ہیں - خدا کی گواہی میرے لیے کافی ہے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپنی تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کی ، تو ابن بطوطہ اور اُس کی سیاحت کا قصہ تازہ تھا - وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

" سلطان ابوعنان کے عہد میں طنجہ کا ایک شخص ابن بطوطہ نام مراکش میں آیا - یہ مشرق میں سیاحت کرچکا تھا - عراق ، یمن ہندوستان وغیرہ ممالک میں پھرا تھا - شاہ ہند کے پایۂ تخت دھلی میں بھی گیا تھا ، اور سلطان محمد شاہ کا مقرب ہوگیا تھا ، حتیٰ کہ عہدۂ قضا پر بھی مامور ہوگیا - سفر سے واپسی کے بعد اُسنے سلطان ابوعنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وہ اپنے عجیب عجیب مشاہدے بیان کیا کرتا تھا - حتیٰ کہ بہت سے لوگ اُسے جھوٹا سمجھنے لگے تھے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن دردار سے اِس بارے میں گفتگو کی اور بتایا کہ لوگ کس طرح اُس کی تکذیب کر رہے ہیں - وزیر نے مجھے جواب دیا " تمھیں اُن سلطنتوں کے حالات کا انکار نہیں کرنا چاہیے جن سے ناواقف ہو "

اِبن بطوطہ کو مارکو پولو پر کئی حیثیتوں سے امتیاز حاصل ہے - آخر الذکر نے بر اعظم ایشیا کا صرف وسطی حصہ دیکھا تھا - لیکن اِبن بطوطہ کی سیاحت بہت طویل تھی - ایشیا کے علاوہ افریقہ کے بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیہ اور اندلس کی بھی اُس نے سیر کی تھی - پھر اُس کے مشاہدات بہت زیادہ محققانہ تھے - اُس کا سفرنامہ اُس عہد کے ایشیا اور افریقہ کی تاریخ اور جغرافیہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے - اُس کا اِسلوب بیان بھی زیادہ شگفتہ ، مکمل ، اور علمی ہے -

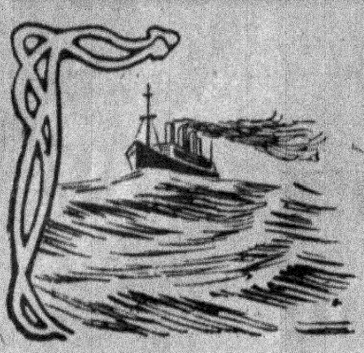

بريد فرنگ

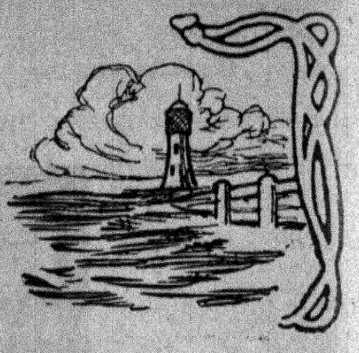

هوائی سفر کا ايك نيا تجربه !

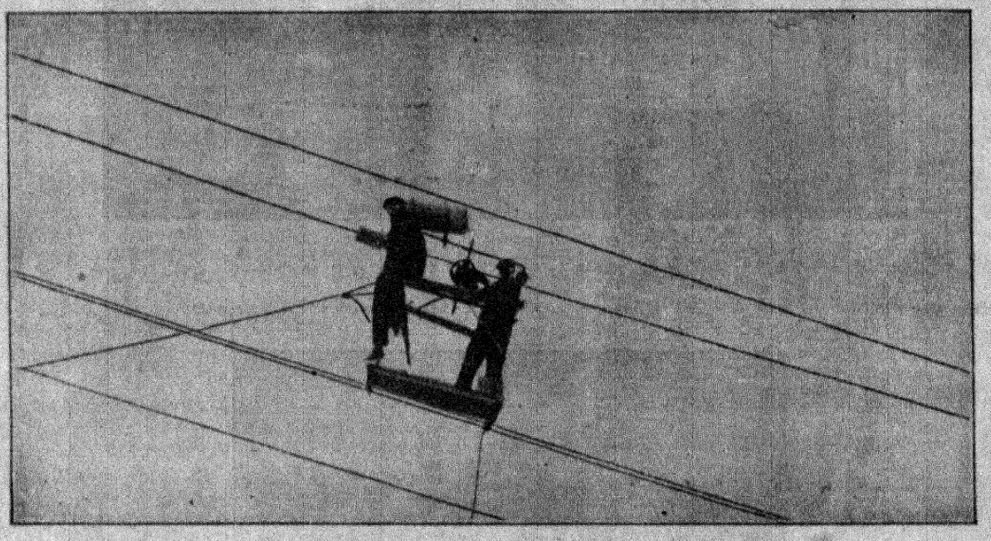

سائنٹفک امريکن کي آخري اشاعت نے امريکه کے ايک نئے فضائي تجربه کي روئداد شايع کي هے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کهول ديتے هيں ؟ يه واقعه اس حقيقت کي ايک تازه مثال هے !

واشنگٹن کے قريب ايک بحري تنگ نائے پر بجلي کے تاروں کا سلسله قائم هے - يه تار معمولي کهمبوں پر نصب هيں - جس طرح کے کهمبے هر جگه تار کا سلسله قائم کرنے کے ليے استعمال کيے جاتے هيں - پچهلے دنوں بجاي کے کارخانه کے بعض افسروں نے ارادہ کيا که اگر تار کا تمام سلسله رنگ ديا جاے تو حفاظت اور پائداري کے ليے بهتر هوگا - ليکن مشکل يه پيش آئي که موجوده نصب و قائم حالت ميں رنگنے کا انتظام کيونکر هو ؟ تار کا بڑا حصه تنگ نائے کے اوپر سے گزرا هے ' اور نهايت بلندي پر واقع هے - کوئي کشتي ' کوئي جهاز ' کوئي سواري ' اس غرض کے ليے کام نهيں دے سکتي تهي - بالاخر انهوں نے غور کرنا شروع کيا که خاص اس غرض کے ليے کوئي نيا ذريعه پيدا کيا جا سکتا هے يا نهيں ؟ تهوڑي سي کاوش کے بعد وہ ايک نيا مگر عجيب قسم کا ذريعه پيدا کرنے ميں

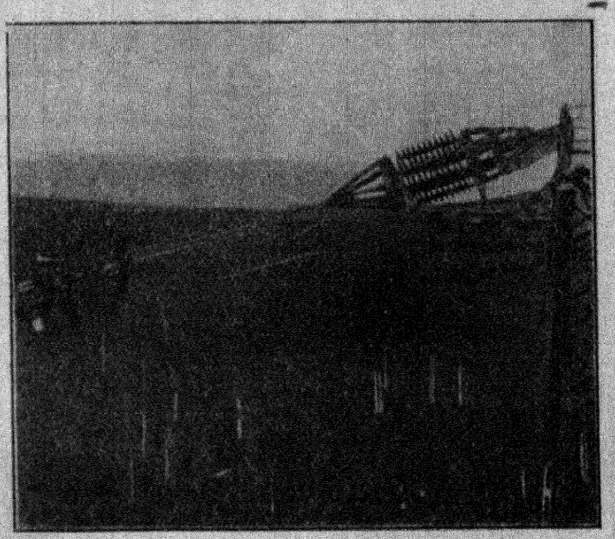

کامياب هوگئے - نوعيت کے اعتبار سے يه نهايت سهل اور ساده قسم کي چيز هے - ليکن محل استعمال کے لحاظ سے ايک عظيم فضائي تجربه کا دروازه کهول رهي هے - اس تجربه سے ثابت هوگيا که اگر ضرورت پيش آجاے ' تو ايسي فضائي سواري استعمال کي جا سکتي هے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ايک نقطه سے دوسرے نقطه تک بغير کسي خطرے کے سوار کو پهنچا دے !

تصوير ميں يه سواري تار پر چلتي هوئي نظر آرهي هے - دوسري تصوير ميں وہ ابتدائي نقطه دکهلايا گيا هے جهاں سے روانگي شروع هوئي هے ' اور پهلي ميں درميانی حالت دکهلائي هے - يه ايک پتلا سا تخته هے جس ميں هاتهه سے چلانے کي چرخي لگي هے ' اور چهوٹے چهوٹے پهيوں سے تار پر دوڑ رها هے - سائنٹفک امريکن کا نامه نگار کهتا هے " دو آدمي اس آله پر سوار هوے اور بغير کسي حادثه کے تار پر سفر کرتے هوے چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت هوگيا که تار پر معلق چلنے والي ٹرينوں کي تجويز پوري طرح کامياب هو سکتي هے - نيز اگر ضرورت پيش آجاے ' تو دنيا کي بڑي بڑي بحري آبنائيں معلق سواريوں کے ذريعه به آساني زمين سے ملا دي جا سکتي هيں -

بالشویك روس کی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھہ رھي ھے !



ابھي تھوڑا عرصہ ھوا ' خبر آئي تھي کہ حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا ھے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یہ مرقع اسي مقدمہ سے تعلق رکھتا ھے - اور گریفک لندن کے نامہ نگار نے موسکو سے بھیجا ھے -

روسي تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومي میلہ کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمہ " سرمایہ داري " کا طیار کیا تھا جو ایک موٹر کار پر نصب تھا اور تمام قصبوں اور قریوں میں

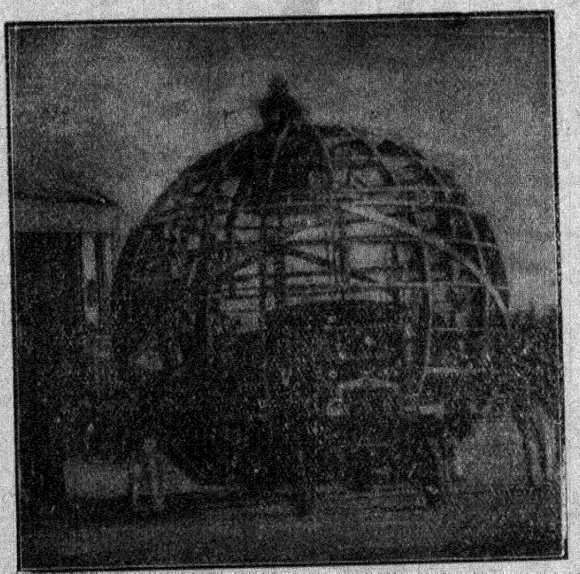

اسکي نمایش کي گئي تھي - یہ مجسمہ کرہ کا ایک ڈھانچا ھے ' جسکے اوپر ایک انسان بیٹھا ھوا ھے - کرہ سے مقصود تمام دنیا ھے ' اور انسان سے مقصود " سرمایہ داري " کي طاقت ھے - گویا سرمایہ داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضہ میں کر رکھا ھے !

" سرمایہ داري " کي ھمہ گیري و عالم افگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی



(۱)



(۲)

یہ دو تصویریں " لا سلکي عکاسي " کے تجارب کا آخري تجربہ پیش کرتي ھیں - " لا سلکي عکاسي " سے مقصود وہ نیا انکشاف ھے جس کے ذریعہ دور دراز مقامات سے بغیر ریت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي ھے - امریکہ میں اس کا تجربہ نہایت تیزي سے ترقي کر رھا ھے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتھہ لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر ھے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصلہ پر تھي - تصویر نمبر ۲ بھي ایک ایسي ھي تصویر ھے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابي ھوي ھے - یہ تجربہ جب پوري طرح کامیاب ھو جایگا ' تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعہ دنیا کے ھر حصہ کي صدائیں سن لي جا سکتي ھیں ' اسي طرح ھر منظر اور وجود کي تصویر بھي بہ آساني کھینچ لي جائیگي !

صليب اور خون

(بيوريا ميں ايک پر اسرار عورت !)

يورپ کي عقل پرستي اور مشرق کي توہم پرستي کا غلغله صديوں سے بلند ہے - مشرقي ممالک ميں عام طور پر يه خيال پيدا کرديا گيا ہے که هر طرح کي توہم پرستي اور غير معقول خوش اعتقادي صرف مشرقي اقوام هي ميں پائي جاتي ہے - باشندگان يورپ کے عقل و دماغ ان تمام امراض سے محفوظ هيں ! ليکن واقعه يه ہے که سنه ۱۹۲۷ کے يورپ ميں بهي هزارون لاکهوں انسان ايسے موجود هيں ' جذبي مذهبي توہم پرستياں کسي طرح بهي مشرقي اقوام کي خوش اعتقاديوں سے کم نہيں هيں !

يورپ کي پچهلي ڈاک کے اخبارات سے معلوم هوتا ہے که بيوريا کے ايک کاشتکار خاندان کي لڑکي تهريسا نيومين نامي کي نسبت هزارون لاکهوں انسانوں کا اعتقاد ہے که وہ ايک مسيحي معجزہ کے اعلان کے ليے بهيجي گئي ہے - دور دور سے لوگ اس کي زيارت کے ليے آتے هيں ' اور يقين کرتے هيں که اس کي زيارت سے اور اس کا دامن چهو ليني سے هر طرح کي بيماريوں سے نجات مل جاتي ہے !

يه " مسيحي معجزه " کيا ہے ؟

تهريسا بے هوشي کي حالت ميں



بيان کيا جاتا ہے که تهوڑے تهوڑے وقفه کے بعد يه لڑکي بے هوش هو جايا کرتي ہے - اور بے هوشي کي حالت ميں اسکے تمام جسم پر صليب کے سے نشان پڑجاتے هيں - نيز پير کے تلوؤں سے خون بهي جاري هو جاتا ہے - جب هوش ميں واپس آتي ہے ' تو صليبي نشان معدوم هو جاتے هيں ' اور خون کا بہنا بهي بند هو جاتا ہے - اخبارات کا بيان ہے که نه صرف علاقه کے پادريوں نے بلکه سرکاري افسروں نے بهي بے هوشي کي حالت ميں اس لڑکي کا معائنه کيا ہے ' اور سب متفقه طور پر تصديق کرتے هيں که صليب کے نشان جسم پر نمايان هو جاتے هيں - عجب نہيں يه لڑکي هسٹريا يعني اختناق الرحم کي کسي غير معروف قسم ميں مبتلا هو -



بائيں جانب تهريسا ہے - دهني جانب اک راهبه ہے
جو اسے گرجا لے جا رهي ہے !

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۱)

(هندوستان کا رقبه)

ملک	رقبه ایکڑ کے حساب سے
هندوستان	۱٬۱۶٬۲۹٬۱۹٬۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲٬۰۷٬۲۵٬۰۰۰
یورپ	۲٬۴۰٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰
جزائر برطانیا	۷٬۷۱٬۵۲٬۰۰۰
ولایات متحدهٔ امریکا	۱٬۹۰٬۳۲٬۶۹٬۰۰۰
استریلیا	۱٬۹۰٬۳۶٬۶۴٬۰۰۰
کینڈا	۲٬۳۹٬۷۰٬۸۲٬۰۰۰
جرمني	۱۳٬۳۵٬۹۴٬۰۰۰
فرانس	۱۳٬۰۸٬۵۴٬۰۰۰
چین	۲٬۵۰٬۴۷٬۲۸٬۰۰۰
جاپان	۱۶٬۶۸٬۷۲٬۰۰۰

هندوستان ' جرمن شهنشاهي سے ۷ - گنا زیاده بڑا هے -
هندوستان ' جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زیاده بڑا هے -
هندوستان ' جزائر برطانیا سے ۱۵ - گنا زیاده بڑا هے -
هندوستان ' بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -
هندوستان میں ۷٬۰۰٬۰۰۰ دیهات هیں -
هندوستان میں ۶۷۷ دیسي ریاستیں هیں -

برطانوي هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ' تھانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبه ۴٬۵۰۰ مربع میل هے -

هندوستان کي دس میں نو حصه آبادي دیهاتوں میں رهتي هے -

هندوستان میں ۷ لاکھه دیهات هیں - اس کے معنے یه هے که اگر کوئي آدمي هر قریه میں صرف ایک دن ٹھہرے ' تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱٬۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکھه سے زیاده آبادي رکھنے والے ۳۱ شهر هیں -

(هندوستان کي آبادي)

کل دنیا	۱٬۶۹٬۶۵٬۰۸٬۰۰۰
کل هندوستان	۳۱٬۹۳٬۶۱٬۰۰۰
برطانوي هندوستان	۲۴٬۷۰٬۰۰٬۰۰۰
جزائر برطانیا	۴٬۲۹٬۱۹٬۷۰۰
جاپان	۶٬۱۰٬۸۱٬۹۵۴
جرمني	۵٬۱۸٬۷۰٬۷۲۲
فرانس	۳٬۹۲٬۰۹٬۵۱۸
اٹلي	۴٬۲۱٬۱۵٬۶۰۶
سوویٹ روس	۱۳٬۲۰٬۰۰٬۴۱۳
چین	۴۳٬۶۰٬۹۴٬۹۵۳
ولایات متحدهٔ امریکه	۱۱٬۲۷٬۸۶٬۰۰۰

هندوستان کي آبادي ' دنیا کي مجموعي آبادي کا پانچواں حصه هے -

هندوستان کي آبادي ولایات متحدهٔ کي آبادي سے ۳ گني زیاده هے -

هندوستان کي آبادي فرانس کي آبادي سے ۸ گنا زیاده هے -

صرف مدراس اور میسور کي آبادي ' جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئي کي آبادي ' اسپین اور پرتگال کي مجموعي آبادي سے زیاده هے -

هندوستان میں هر مربع میل کي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ' تو پورے هندوستان کي آبادي دیکھنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانه درکار هوگا !

(دنیا کي آبادي رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا کي آبادي : ۱٬۶۹٬۶۵٬۰۸٬۰۰۰)

سفید فام	۹۳٬۶۰٬۰۰٬۰۰۰
زرد فام	۵۱٬۷۴٬۸۸٬۰۰۰
سیاه فام	۲۴٬۳۰۶۰٬۰۰۰

(سفید فام)

هندوستانی	۲۳٬۵۰٬۰۰٬۰۰۰
ٹیوٹانک	۲۶٬۶۷٬۰۰٬۰۰۰
سلاوي	۱۷٬۶۰٬۰۰٬۰۰۰
لاطیني	۶۷٬۲۰٬۵۰٬۰۰۰
یونانی	۹۵٬۰۰٬۰۰۰
باسکس	۴٬۰۰٬۰۰۰
افغان	۷۵٬۰۰٬۰۰۰
ایراني	۱٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰
عرب اور بربر	۲٬۴۰٬۰۰٬۰۰۰
یهودي	۱٬۵۰٬۰۰٬۰۰۰
قبطي	۸٬۵۰٬۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰٬۰۰٬۰۰۰

(زرد فام)

چیني	۳۲٬۳۰٬۰۰٬۰۰۰
جاپاني	۵٬۶۵٬۰۰٬۰۰۰
کورین	۱٬۷۰٬۰۰٬۰۰۰
ترک	۱٬۲۰٬۰۰٬۰۰۰
امریکن دیسي ' اهل ملایا ' اور فلیپائن	۱٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰
منگولي	۳۰٬۰۰٬۰۰۰
کرغیز وغیره	۱٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰
ماگائر	۹۵٬۰۰٬۰۰۰
فنس	۳۵٬۰۰٬۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰٬۰۵٬۰۰۰
سیامي	۸۵٬۰۰٬۰۰۰
برمي	۷۸٬۹۰٬۰۰۰
تبتي	۶۵٬۰۰٬۰۰۰

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قید خانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

"آج بچوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمھارے خطوں کے جواب بھیجدئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استامبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھے اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علحدہ علحدہ حجروں میں قید کر دیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے سلطان عبدالعزیز نے خودکشی نہیں کی ہے۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشارے سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے اُنھیں قتل کرایا ہے۔ اور یہ کہ خود میں خیر اللہ آفندی، اور رشدی پاشا بھی اس قاتلانہ سازش میں شریک ہیں پھر کہا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد، مصطفےٰ جزائری، سلطان عبدالعزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ تینوں شخص، عبدالعزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبدالعزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کئے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کر لینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ مگر چونکہ سلطان عبدالحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ اس لئے عدالت نے ۱۱۔ آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض [illegible] ندار ارکان نے آخر وقت تک اس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدردانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قید خانے بھیجدئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر تیسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور طفل تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہونچا کہ سلطان کو میری اس مصیبت کا نہایت قلق ہے۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہو گئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہے کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہے کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ روڈس یا عکا کو جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کر دیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دھوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دنیا سے مجھے نفرت ہو گئی ہے اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عزالدین" پر سوار کر دئے گئے کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جا رہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتارے گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہونچا۔ ہمارے کمرے پائخانوں کے قریب تھے بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو حجاز ہی میں پاگل ہو گئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہے مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے از حد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کر دئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قید خانہ میں علحدہ علحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کر دئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہے کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہونچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم) جلاوطن ہیں۔ اندیشہ ہے بھاگ جائیں گے۔ پوری سختی سے نگرانی ہونی چاہئے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشن دانوں کو بھی بند کرا دیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دی گئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کر سکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہو گئی ہے یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہے، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہے۔ اگر یہی جرم ہے، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم و الم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہے۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کر چکا ہوں۔ اس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہے؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کر لوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے یہ اُسی کا سامان کر دیا ہے!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کر دوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کر لیا ہے۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ، یہد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اپنے رب پر متوکل ہو گیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کر دیا ہے۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہے، تو وہ تمھاری اور بچوں کی جدائی کا ہے۔ خداوند جل و علا سے دعا ہے ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے تمباکو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ زرد رنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کر رہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ دریہ ہانم کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے منیجر کے پاس چھوڑ آیا تھا ان میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کر دی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تاکہ اُسے یاد دہانی کروں

(۲)

"رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہے۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو رقم، مستطغینہ سے آئی تھی، اب اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میر اور محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ اُنھیں کپڑے بھی بنانے ہیں ہمیں قید خانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ ان حالات کی بنا پر، ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقاء میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں انھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خرید لیا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اُن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند، غریبوں کی دست گیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہذا فوراً ۵۰ پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کرینگے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار"

مدحت

قلعہ طائف کا قید خانہ

۲۵ر اگست ۱۸۹۸ء

(۳)

"... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبداللہ) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں طعام صرف کر رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ہم توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قید خانے میں قیدی بنے چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اس شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ دہی مصیبت اُسپر ڈال دی جسمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بوڑھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

مدحت

(۴)

"گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمت گار ہم سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ حال میں آستانہ سے عربک نام ایک شخص خاص اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو پوری کرے۔ اس شخص کی عمر، زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہے یا فرد مقبولیت اس ذریعہ سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائے گی۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی، اور خیر اللہ آفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے "تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہو گے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جا سکتے۔ ان کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کر سکو" چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلا کر کہا "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے رسی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہو جائیں"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اسپر اُنھیں بھی سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اس طرح دین اور دنیا، دونوں اُسے حاصل ہو جائینگے!

ہم ڈیڑھ برس سے یہاں ہیں مگر آجتک قلعہ کا پھاٹک تک نہ دیکھ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک انجنی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کر دیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اس دنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفس میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے، تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہو چکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر آچکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کر دے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قید خانہ طائف ۵ محرم ۱۳۱۵ھ

(۵)

والئی حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپنے رسالہ دار محمد بک کے نام جو خط لکھا ہے، اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہتیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہے تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ بظاہر آپ کو یقین ہو کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہے۔ لہذا میں مجبور ہو گیا ہوں کہ حقیقت ظاہر کر دوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلے بندھوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کر دیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

احباب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہو گئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کر کے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کر سکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ ادھر اُدھر جا سکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کر دئے گئے ہیں، اور ایک قفس میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون، کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ نئی تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہماری عزیزوں کو خط و کتابت بھی موقوف کر دی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔

میں صوبۂ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ مجھے قید کر کے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سُنتا تھا، مگر اُنھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں۔

اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دوں، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور اب تم ہماری زبانیں بند کر دو گے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہمیر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو، ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ تم ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہو سکتے لیکن میں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دار الحکومت میں مجھ سے کی تھی تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ ان صفات کے مطابق ہے؟

قید خانہ طائف، صفر ۱۳۱۵ھ

(۶)

نعیمہ ہانم کے نام

"... پچھلے دنوں مشہور کر دیا گیا کہ میں ہندوستان یا یورپ بھاگ

احرار اسلام

عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا "تو نے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیرالمؤمنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہوگیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آباء و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا اس پر خدا نے تمھاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمھیں ذلیل و خوار کیا۔ حق، حق داروں تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفرمندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہاء جنت ہے۔ تمھاری انتہاء دوزخ ہے!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے، بے اختیار پکار اُٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص حسب نسب رکھتا ہے نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جا چکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ حکم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہے"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے، حالانکہ تیری ماں اُحد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی۔

نحن جزیناکم بیوم بدر والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلے رکھتی ہے۔

ماکان عن عتبۃ لی من صبر ابی وعمی واخی وصہری

عتبہ (ہند کا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ، چچا، بھائی، خسر، انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری شفیت نفسی وقضیت نذری

(اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کردی۔

فشکر وحشی علیّ عمری حتی تغیب اعظمی فی قبری

"وحشی" کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یا بنت رقاع عظیم الکفر خزیت فی بدر وغیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر بالہاشمیین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری حمزۃ لیثی وعلیؓ صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہؓ، میرا شیر ہے اور علیؓ میرا باز ہے۔

ہتک وحشی حجاب الستر ماللبغایا بعدہا من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمھارا بُرا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا اور یہ باتیں سنوائیں"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس بند کرو"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کروں گی"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمھاری خاطر ہمیشہ مدنظر ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا:

"بخدا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے"

"سچ ہے" اروی نے فوراً جواب دیا "علی، امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کر کے بیان کر دئے ہیں۔ مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دئے ہیں۔ مگر افسوس تمھاری لڑائی نے انھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے دانت ٹوٹیں اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا نام لاتا ہے!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھے:

الا یا عین ویحک اسعدینا الا وابکی امیرالمؤمنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیرالمؤمنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا وفارسہا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

ومن لبس النعال او احتذاہا ومن قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین رأیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہے جو سب دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا وحسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں، واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أبی الشہر الحرام فجعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے انھیں ۶ ہزار دینار دیدئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا، وہ ہر طرح تمھاری مدد کریگا"



مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوؤ ارتقا کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشوؤ ارتقا پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے از سر نو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریباً تیس چالیس علماء فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہار خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کردیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بہ یک نظر معلوم ہوجائیگا کہ بحالت موجودہ ڈارون کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کردیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے:۔

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوء انسانی کی تاریخ، عالم وجود میں آئی۔ آج میرا موضوع بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈارون نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈارون کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوالئے۔ تقریباً ۶۹ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پُرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اُڑایا تھا کہ انسان ادنیٰ مخلوقات سے ترقی کرکے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈیمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر ٹامس ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اسقدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی اُمید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشوؤ ارتقاء کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہے) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اسپر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کردیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور توراۃ کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیان توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کر رہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دنیا نے تسلیم کرلیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شایع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے، اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "اسٹروپوڈ" ہے۔

اصل انسان

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اُس عہد کی عقل انسانی یہ نظریہ (نظریۂ نشوء) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈاروین کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کردینگے۔

نظریۂ نشوء انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈاروین کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈاروین اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کر رہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کردیا۔ ڈارون نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کر دی تھی۔ کامل ۲۷ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلان جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اڑا ہوا تھا۔ ڈاروین نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شایع کی۔ یہ اُس کا فیصلہ کن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہوکر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈارون کے قدم ایسے گڑے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے آج ۵۶ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہوچکے ہیں مگر ڈاروین اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و راسخ ہے۔ اور ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یوں ہی سربلند رہیگا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاروین کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ اُنھوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علماء کی تحقیقات، عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جسمیں زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈاروین کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر اوجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام "پٹھکانتھروپوس" یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ موریر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوء انسانی پر ڈاروین کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسل انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوچکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشوء و ارتقاء اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈاروین سمجھتا تھا۔ پہلے علماء خیال کرتے تھے کہ ارتقاء، کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقاء، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف موثرات کے ماتحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقاء کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہوچکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضاء میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کرکے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضاء ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہوجاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی:

ڈاروین کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام بلنڈون (یعنی ڈاروین کی قیام گاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک پتھرائی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر وڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علماء کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دونوں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ انہیں معلوم ہوجاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہجاتے ہیں۔ ارتقاء کی یہ بے ضابطگی بندر نما انسان میں زیادہ واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی سی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انکشاف

۴ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس قدیم ترین عہد میں انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ میں تھی۔

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اہم مسیحائی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

مارالملحم دواء التشہ

بر نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپکو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا مارالملحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ مارالملحم مقوی اعضاء ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سرِ نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا مارالملحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اعضاء مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ لہٰذا بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ مارالملحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی نفاستی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو

مارالملحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتائے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہو شک آئے تو خود بیوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو۔ علاوہ اس کے چند قسم کے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پُورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست مفت مفت بھیجی جاتی ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "بنیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

اشتہار کے لئے

حیرت انگیز رعایت

صرف پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل بھروسہ گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر واچ	شہرہ عالم لیپ جمپر سن میڈ
		
کل سلور کیس خوبصورت مضبوط	کل سلور کیس خوبصورت مضبوط	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا
ٹائم نہایت صحیح تا حیاتی قیمت مع	ٹائم نہایت صحیح تا حیاتی قیمت مع	بنانے کا مضبوط ٹائم کا سچا۔
صرف دس روپے	صرف دس روپے	صرف دس روپے

ہمارے گراہکوں کی تعریف سے ہمارا دفتر بھرا ہوا ہو۔ ہم نے ان گھڑیوں کو اس لئے اختیار کیا ہو کہ ہر شخص کو ہماری رعایت سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ ہم کو اس سے کچھ نفع نہیں ہو۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہو کہ ہمارے گراہکوں کی تعداد بڑھے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے یہ ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کی مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر ماہ

ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہیئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۲ء میں شایع ہوئی تھی جب آپ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رُواداری نے کس طرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت عہ۔ (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے امامین کی ان تمام درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے جن کا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام از اصلاحات و معاملات آداب و عبادت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے۔ امید ہے کہ "سلسلۂ تراجم" ہندوستان کی دینی اصلاح کا کام دے گا۔

اسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فی سیرت میں مشہور کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ بلا جلد ۲ روپے مجلد ۱ روپیہ

جلاء الافہام — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ کے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث ہے بلا جلد ۱ روپیہ ۸ آنہ مجلد ۲ روپیہ

اصحاب صفہ — انکی تعداد، ترجمہ، مشاغل، طریق عبادت اور انکی مفصل حالات پر ایک مفید رسالہ

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن قیم کی تفسیر کا اردو ترجمہ

العبودیۃ الزلفی — خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ہیں

ہند و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصری کی الفتح کا اردو ترجمہ

الدین الاسلام — ترجمہ رفع الملام عن الائمہ الاعلام

خلاف الامۃ — فی العبادات کا ترجمہ

مجموعہ رسائل — یہ ایک علمی "مجموعہ" ہے جس میں رسالہ ذیل کے خریدار کو مفت دیے جائیں گے

۱ آداب زفاف ۲ تحریم آلات طرب ۳ تحریم الصور ۴ تحریم الخمر ۵ فارسی ۶ الاسکوزی ۷ از درسی کتابوں کی تعلیم تحریم ۸ تحریم مطبوعات کے متعلق تمام رسائل ۹۰ صفحہ ہیں۔ ہم نے اس مجموعہ کا اہتمام کیا ہے۔ اس مجموعہ کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے طالب اقتباس، نظمین اور مہمات اسلامیہ سے متعلق تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک مفید کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸ آنہ علاوہ ڈاک ۲ روپیہ پیشگی

منیجر الهلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال و مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهای سینه را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ایک نہ رسالہ ہے جو اپنی تمام علمی اور قومی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔

الہلال کو ایک عرصہ دراز تک مصور رسالہ کہا جاتا رہا۔ اس کے مضامین کی ہر سطر سے ایک نئی روح پیدا ہوتی تھی۔ اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب کے تحت ایسی تصاویر ہوتی تھیں جو اپنی نظیر آپ ہوا کرتی تھیں۔ ان تصاویر کے انتخاب میں ایڈیٹر کا ذوق بہت بلند تھا۔ جس میں ہر تصویر کی اشاعت کا ایک خاص مقصد ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ان تصاویر کے نیچے جو نوٹ لکھے جاتے تھے وہ بھی اپنی نظیر آپ ہوا کرتے تھے۔ الہلال کی اشاعت کے ساتھ ہی اردو صحافت میں ایک نئی طرز کا آغاز ہوا جس میں مضامین کی سرخیاں، ان کے نیچے کے نوٹ، ان کی ترتیب، ان کی تقسیم، ان کی تحریر، ان کی طباعت، ان کی کتابت، ان کی ہر چیز اپنی نظیر آپ تھی۔ الہلال کے مضامین کی ترتیب و تقسیم کا انداز بھی بالکل نیا تھا۔ اس کے مضامین کی سرخیاں جس انداز سے قائم کی جاتی تھیں وہ بھی اپنی مثال آپ ہوا کرتی تھیں۔ الہلال کے مضامین کی سرخیوں کے نیچے جو نوٹ لکھے جاتے تھے وہ بھی اپنی نظیر آپ ہوا کرتے تھے۔ الہلال کے مضامین کی سرخیاں، ان کے نیچے کے نوٹ، ان کی ترتیب، ان کی تقسیم، ان کی تحریر، ان کی طباعت، ان کی کتابت، ان کی ہر چیز اپنی نظیر آپ تھی۔ الہلال کے مضامین کی ترتیب و تقسیم کا انداز بھی بالکل نیا تھا۔ اس کے مضامین کی سرخیاں جس انداز سے قائم کی جاتی تھیں وہ بھی اپنی مثال آپ ہوا کرتی تھیں۔ الہلال کے مضامین کی سرخیوں کے نیچے جو نوٹ لکھے جاتے تھے وہ بھی اپنی نظیر آپ ہوا کرتے تھے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " چہارم ۱۰ روپیہ — " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" جو دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا)

قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

منیجر "البلاغ پریس"

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بها جواهر ريزى

اس سلسله ميں هم نے امامين كى ان نادر و اعلى درجه كى بلند پايه عربى تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضرورى و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كى دماغى اصلاح كا كام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كى فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائى روپيه

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كى بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كى مبسوط بحث كى هے - بلا جلد اڑهائى روپيه ' مجلد سوا تين روپيه

اصحاب صفه — انكى تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضرورى حالات زندگى نهايت خوش اسلوبى سے بيان كيے هيں نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصرى كى تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام بارہ آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمى ' اسلامى ' سه ماهى رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربى ' فارسى ' انگريزى ' اور دوسرى زبانوں كى تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - فى پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگى -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهى داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت كى تاريخ ميں الهلال هى وه رساله هے جو اپنى تمام ظاهرى اور باطنى خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهى -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كى مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كى نئى روح پيدا كرنى چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپنى مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپنى نظير آپ هوتا تها - پهر اس كى ظاهرى خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كى وجه سے بهت سى ايسى خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كى چهپائى ميں ممكن نهيں - اس كى جلدين جديد اردو علم ادب كے علمى ' مذهبى ' سياسى ' اور اجتماعى مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كى مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اس كى تمام جلدوں كا مكمل سٹ سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كى پهلى جلد مكمل (جو دفتر ميں بهى موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدى هے جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑى سے بڑى قيمت پر بهى علحده كرنے كيليے تيار نهيں پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهى محفوظ ملا ' هم نے كوشش كى كه شائقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلدين مرتب كى جاسكتى هيں مرتب كرلى جائيں اور جن جلدوں كى تكميل ميں ايك دو پرچوں كى كمى هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئى اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كى جلدين پورى مكمل هوگئى هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شائقين علم و ادب كو آخرى موقعه ديتے هيں كه اس قيمتى ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدى كريں ' چونكه جلدوں كى ايك بهت هى محدود تعداد مرتب هوسكى هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كى تعميل هوسكے گى جو سب سے پهلے پهونچيں گى - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كى انڈكس به ترتيب حروف تهجى لگادى گئى هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه — " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسرى مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهى موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت فى پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی مواد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street. Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سات روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایئے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني ارڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۱ | کلکتہ : جمعہ ۱۵ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی .
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین . آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الھلال

قاریین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول ھوی ھین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۰	اردو حروف کی حق مین	۴۳۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق ھون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الھلال

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۲)

(برطاني شهنشاهي کي قومیں)

(مجموعي آبادي ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستاني	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسي	۱۰۰۰۰۰
یهودی	۱۰۸۴۰۰۰
درسري قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یورپین)

برطاني ' فرانسیسي ' کنیڈي ' بوئر ' وغیره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سیاه فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستاني	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپونس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسي	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایو وغیره	۹۵۵۶۰۰۰
برمي	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چیني	۲۳۰۸۰۰۰
تبتي	۳۰۰۰۰۰
موئر	۵۳۰۰۰
دیسي امریکن	۱۵۶۰۰۰

(دنیا کي آبادي هر مربع میل کے حساب کے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمني	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحده امریکا	۳۱

(هندوستان کي آبادي مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ میں	سنه ۱۹۱۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسي	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائي	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یهودي	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
درسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کي آبادي جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستاني صوبوں کي آبادي	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئي	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یوپي	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۷۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑیسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۳۸۳۲۳
صوبهٔ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدي	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کي آبادي زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستاني	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالي	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹي	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابي	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستاني	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناري	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتي	۹۵۵۱۹۹۲
برمي	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولي جاتي هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهه آدمیوں سے زیاده کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنه ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بيواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸

مسلمان بيواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۶۳

(صوبوں ميں بيوائيں)

مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئي	۱۶۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
يو، پي	۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بہار اوڑيسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطاني هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

(بيواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي				۱۵۱۳۹
۵	برس سے	۱۰	برس تک کي	۱۰۲۲۹۳
۱۰	„	۱۵	„	۲۷۹۱۲۴
۱۵	„	۲۰	„	۵۱۷۸۹۸
۲۰	„	۲۵	„	۹۶۶۹۱۷
۲۵	„	۳۰	„	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰	„	۳۵	„	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	„	۴۰	„	۲۲۳۲۵۶۹

(دنيا کے مختلف ملکوں ميں شرح اموات هر هزار انسانوں ميں)

آبادي	سنه ۱۹۲۱ ميں	سنه ۱۹۲۵ ميں	
امريکا	۱۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۹٫۵
انگلينڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۱٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷۰	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۶٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نيوزيلينڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سويڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پيدائش سنه ۱۹۲۱ع ميں)

امريکا	۱۹٫۵
انگلينڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نيوزيلينڈ	۲۱٫۹۴

(دنيا کے بڑے بڑے ملکوں ميں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ع)

(سال)

انگلينڈ اور ويلس	۵۱٫۵
ولايات متحدۂ امريکا	۵۵٫۵
نيوزيلينڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنيا کے بڑے بڑے ملکوں ميں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلينڈ اور ويلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجيم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپين	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نيوزيلينڈ	۴۵

هندوستان ميں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) ميں

صوبه	ديوانے		اندھے		بہرے گونگے		کوڑھي	
	مرد	عورتيں	مرد	عورتيں	مرد	عورتيں	مرد	عورتيں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۸۲۳۰	۱۸۲۶۷	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۱۶۹۶۹	۱۸۰۸۹	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
يو، پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۷۹۳	۶۵۲۱	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۵۲۸۸	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۴۴۷	۵۴۳۰	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بہار اوڑيسه	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۷۸۴۲	۲۷۹۴
سي، پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۷۴۷	۳۴۵۹	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطاني هندوستان ميں	۴۴۶۷۳	۲۸۲۳۴	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۹	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۶۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

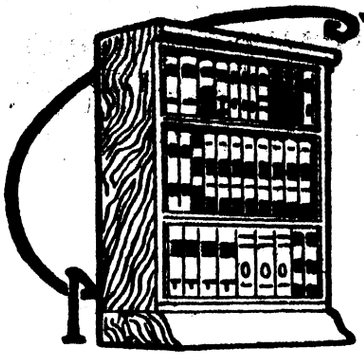

مقالات

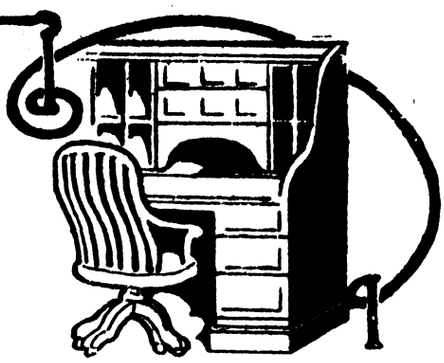

مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اهل یورپ کے علائق)

عربوں کا اهل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع هوتا هے ' جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومي مقبوضات پر فاتحانه اقدام کیا تھا - اسپین اور پرتگال کي فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پہنچا دیا - پھر جب دوسري ' تیسري ' اور چوتھي صدي هجري میں بنو امیه نے اپني خلافت اندلس میں قائم کرلي ' تو یورپ سے تعلقات اور بھي زیاده هوگیے - تیسري صدي میں جزیرۂ سسلي کي فتح اور جنوبي اٹلي میں عربي اثر نے یه تعلقات اور زیاده وسیع کردیے -

اِس کے بعد صلیبي جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نهایت سخت هوگیا - اهل یورپ مشرق کا تمدن ' اخلاق ' اور علوم دیکھه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتھه ' تمدني ' علمي ' اخلاقي فوائد بھي بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبي مجاهدین نے عربي زبان کي باقاعده تحصیل کي - اُن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربي زبان اور عربي تمدن کے دل سے حامي هوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمي اثر)

یورپ میں عربي زبان اور تمدن کي مقبولیت کا آغاز اِس سے پہلے هوچکا تھا - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامي اسپین میں آتے تھے اور مسلمان اساتذه سے تعلیم حاصل کرتے تھے - خود پوپ سلوسٹر دوم ' جو سنه ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پہنچا ' عربوں کا شاگرد تھا - اِس نے قرطبه اور اشبیلیه میں مسلمان علماء سے ریاضي ' هیئت ' اور جغرافیه کي تعلیم حاصل کي تھي - اِسي طرح شاه لیون اور اسٹوریا نے بھي قرطبه میں علم طب حاصل کیا تھا -

والٹیر کا بیان هے که قدیم زمانے میں تمام یورپین بادشاه ' عرب اور اُن کے شاگرد یهودي اطباء اپنے درباروں میں رکھتے تھے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسي ممالک کے بکثرت مسیحي باشندے بھي عربي زبان کي تحصیل کرتے تھے ' تاکه عربي سلطنت میں ملازمت حاصل کرسکیں یا عربي ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحي تبلیغ اور عربي زبان)

چودھویں صدي کے اوائل میں عربي زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمي پیدا هوگئي - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رهبانیت کا ایک نیا نظام جاري کیا تاکه ایشیا ' افریقا ' اسپین ' اور سسلي کے غیر مسیحي باشندوں میں مسیحیت کي تبلیغ کي جائے - لیکن تجربے سے معلوم هوگیا که اِس مقصد میں کامیابي نہیں

(برطانی هندوستان میں شرح پیدائش و موت سنه ۱۹۲۴ ع)

صوبه	آبادي	تناسب پیدائش	مجموعي تعداد پیدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعي تعداد اموات	بخار سے	هیضه سے	چیچک سے	تنفس کي بیماریوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۶۰۶	۳۴۶۹	۱۴٬۳۰٬۸۵۸	۲۴۶۵	۱۷۹۶۰۲	۱۰٬۰۶٬۰۴۳	۳٬۲۴٬۲۵۹	۵۱٬۹۷۱	۱۸٬۸۱۰	۶۴٬۷۸۲
بمبئی	۱۹۱۵۵۹۱۴	۳۵۶۹	۶٬۷۹٬۳۲۱	۲۷۶۹۳	۱۹۰۶۳۶	۵٬۲۹٬۵۷۹	۲٬۱۴٬۵۹۳	۸۲۳۶	۱۱٬۱۵۲	۲۸٬۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹۶۵	۱۳٬۷۰٬۱۱۴	۲۵۱۹	۱۸۳۶۹	۱۲٬۰۳٬۲۴۱	۹٬۱۲٬۴۰۳	۴۸٬۵۱۴	۵٬۵۶۷	۲۶٬۹۴۹
یو٘ پي	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴۶۷۲	۱۵٬۷۳٬۸۱۰	۲۸۲۹	۱۹۱۶۹۰	۱۲٬۸۳٬۸۷۲	۹٬۴۷٬۸۰۷	۶۷٬۰۰۰	۴٬۷۲۴	۲۷٬۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۹۰۶	۴۰۶۱	۸٬۲۱٬۹۸۵	۴۳۶۴۳	۲۱۲۶۴۹	۸٬۹۱٬۰۲۶	۴٬۵۲٬۱۸۷	۳٬۳۵۱	۴٬۰۴۰	۵۴٬۴۸۸
برما	۱۰۸۲۳۶۱۸	۲۷۶۴۰	۳٬۹۳٬۵۸۵	۲۱۶۵۱	۱۹۷۶۵۲	۲٬۳۳٬۱۹۴	۷۵٬۲۸۸	۸٬۰۸۳	۳٬۵۰۱	۱۱٬۰۹۸
بہار اڑیسه	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵۶۷	۱۲٬۱۴٬۱۴۶	۴۹۶۱	۱۵۸۶۲۰	۹٬۸۹٬۷۶۳	۱٬۱۰٬۹۳۵	۷۷٬۴۸۰	۶٬۹۳۲	۶٬۹۰۶
سي پي	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴۶۱۸	۳٬۱۴٬۹۲۸	۳۲۶۵۹	۲۳۴۶۹۰	۴٬۰۵٬۳۶۲	۲٬۰۲٬۹۴۴	۹٬۷۰۴	۹۷۸	۳۷٬۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۶۲	۳۱۰۰۴	۲٬۱۲٬۷۵۵	۲۷۶۳۰	۱۸۶۶۳۲	۱٬۸۷٬۱۲۷	۱٬۱۳٬۱۹۸	۱۹٬۱۸۳	۱٬۹۴۷	۶٬۷۰۸
کل برطانی هند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱۰۴۴	۸۳٬۱۷٬۴۰۳	۲۸۶۴۹	۱۸۸۶۳۳	۶۸٬۷۹٬۲۸۶	۴۰٬۰۷٬۶۶۲	۲٬۹۳٬۷۰۷	۵۵٬۳۸۰	۳٬۳۳٬۹۳۶

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تعمیر، جیسا کہ بیان ہوا، ظالم اور مظلوم جماعتوں کي باہمي دشمني کي بنیادوں پر ہوئي تھي - لیکن کسي جماعت پر ظالم جاري رکھنے کیلیے کم سے کم یہ ضروري ہے کہ اُسے اُن حالات کي ضمانت دیدي جائے، جو اُسکا غلامانہ وجود برقرار رکھہ سکیں - قدیم سوسائٹي میں یہ بات حاصل تھي، چنانچہ لکاني اسامیوں نے جاگیرداري کے عہد هي میں نیابي مجالس کي ممبري کا حق حاصل کر لیا تھا - لیکن موجودہ سرمایہ دار عہد میں مزدوروں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے - وہ صنعت کي ترقي کے ساتھہ ساتھہ بڑھنے اور اونچا ہونے کي جگہ اپنے معاشرتي حالات کے بھنور میں اور بھي زیادہ غرق ہوتے چلے جاتے ہیں - حتیٰ نانِ شبینہ تک کو محتاج ہوگئے ہیں - انکي محتاجي کہیں ختم نہیں ہوتي، بلکہ آبادي اور دولت کي ترقي سے بھي زیادہ تیزي کے ساتھہ بڑھ رہي ہے!

پس یہ بات صاف ہے کہ اب سرمایہ دار نہ تو سوسائٹي کے اندر اپني حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کي اہلیت رکھتے ہیں، اور نہ اپنے جماعتي معاشرتي نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے ہیں - اب وہ حکومت کرنے کے قابل هي نہ رہے :- وہ اپنے غلاموں کو انکے غلامانہ وجود کي بھي ضمانت نہیں دے سکتے - اب سوسائٹي ہرگز سرمایہ دار طبقہ کے ماتحت نہیں رہ سکتي - کیونکہ اسکا وجود سوسائٹي کیلیے مفید نہیں رہا -

سرمایہ دار طبقہ اور سرمایہ دار حکومت کي بنیاد اُجرتي محنت پر ہے، اور اُجرتي محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باہمي مقابلہ پر ہے - صنعت کي ترقي، جسکا خود ساختہ اور نا قابل مقابلہ ایجنٹ سرمایہ دار ہے، مزدوروں کي باہمي پھوٹ کو ایک انقلابي اتحاد سے بدل رہي ہے، اور وہ انجمنوں کي صورت میں ظہور پذیر ہو رہا ہے -

لہذا موجودہ صنعت کي ترقي کے ساتھہ ساتھہ سرمایہ دار طبقہ کي وہ بنیاد بھي کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رہي ہے جسپر اسکي پیداوار اور تصرف کا نظام قائم ہے - وہ اسکي پیداوار هي ہے جو اب سب سے زیادہ اسکي دشمني پر تل گئي ہے اور اسکي لاش کیلیے قبر کھود رہي ہے - سرمایہ داروں کا زوال اور مزدوروں کي فتح دو برابر درجہ کي اٹل چیزیں ہوگئي ہیں -

(٤)

جب جب معاشرتي حالات میں کوئي تاریخي تبدیلي ہوئي ہے، تو تمام املاکي رشتوں میں بھي مسلسل تاریخي تبدیلیاں رونما ہوئي ہیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایہ دارانہ ملکیت کي حمایت میں جاگیر دارانہ ملکیت منسوخ کردي تھي -

کمیونزم کي امتیازي خصوصیت عام ملکیت کي منسوخي نہیں ہے، بلکہ صرف سرمایہ دارانہ ملکیت کي منسوخي ہے - موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ایک انتہائي اور کامل ظہور ہے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا، جو سراسر جماعتي نزاع اور باہمي تخریب پر مبني ہے -

کمیونسٹ اپنے نظریہ کو صرف ایک جملہ میں بیان کر سکتے ہیں - "سرمایہ دارانہ نج کي ملکیت کي منسوخي"

ہم کمیونسٹوں کو ملامت کي جاتي ہے کہ ہم شخصي ملکیت منسوخ کر دینے چاہتے ہیں جو محنت سے حاصل کي گئي ہے، اور جسکے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ شخصي آزادي، جماعتي جد جہد، اور قومي خود مختاري کي بنیاد ہے -

"بڑي دشواري سے حاصل کي ہوئي، خود کمائي ہوئي، خود جمع کي ہوئي ملکیت!" کیا اِس قول سے تمہارا مقصود چھوٹے چھوٹے سوداگروں اور کسانوں کي ملکیت ہے جو سرمایہ دارانہ ملکیت کا ہیولیٰ پیش کرتي ہے؟ ہمیں اسکے منسوخ کرنے کي کوئي ضرورت نہیں - صنعت کي ترقي نے خود هي اُسے منسوخ کردیا ہے اور برابر کر رہي ہے -

یا تمہارا مقصود موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ہے؟

کیا اجرتي محنت، یعني مزدور کي محنت خود مزدور کیلیے کوئي ملکیت پیدا کرتي ہے؟ ہرگز نہیں - وہ تو صرف "سرمایہ" پیدا کرتي ہے - یعني "ملکیت" پیدا کرتي ہے جو اجرتي محنت سے فائدہ اٹھاتي ہے، اور صرف اسي حالت میں بڑھ سکتي ہے جبکہ اجرتي محنت کي نئي نکاس برابر ہوتي رہے - ملکیت اپني موجودہ شکل میں سرمایہ اور اجرتي محنت کي باہمي نزاع پر قائم ہے - آؤ ہم اِس نزاع کے دونوں پہلوؤں کي جانچ کرلیں!

سرمایہ داري في نفسہ کوئي شخصي پیداوار نہیں ہے، بلکہ سرتاسر اجتماعي حیثیت رکھتي ہے - کیونکہ سوسائٹي کے بے شمار ارکان کے متحدہ عمل سے وجود میں آتي ہے -

اسي طرح سرمایہ بھي شخصي نہیں ہے، بلکہ ایک اجتماعي طاقت کا نام ہے -

لہذا جب سرمایہ، عام ملکیت کي صورت میں بدل دیا جاتا ہے، یعني سوسائٹي کے تمام ارکان کي ملک بنا دیا جاتا ہے، تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ شخصي ملکیت عام ملکیت بنا دي گئي - کیونکہ یہاں شخصي ملکیت کا وجود هي نہیں تھا - البتہ جو چیز بدلي جاتي ہے، وہ ملکیت کي صرف معاشرتي حیثیت ہے - یعني ملکیت سوسائٹي میں اپني انفرادي طاقت کھو دیتي ہے -

اب ہم اجرتي محنت کا مسئلہ لیتے ہیں :

اجرتي محنت کي اوسط شرح کم سے کم ہے - یعني مزدور کو اتني رقم ملتي ہے، جس سے وہ بمشکل اپني زندگي قائم رکھہ سکتا ہے - پس اس طرح مزدور اپني محنت سے جتني اجرت حاصل کرتا ہے، وہ اتني کم ہوتي ہے، جس سے اسکي نہایت سادہ زندگي کي ضمانت ہو سکتي ہے - ہم کسي طرح بھي محنت کي پیداوار کا یہ شخصي استعمال منسوخ کرنا نہیں چاہتے - ایسا استعمال جو انساني زندگي کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر ہے - البتہ ہم اِس استعمال کي وہ افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دینا چاہتے ہیں جسکي وجہ سے مزدور صرف سرمایہ بڑھانے کیلیے زندہ رہتے ہیں، اور صرف اتنے عرصہ تک زندہ رہتے ہیں، جبتک حکمراں طبقہ کے مفاد کو انکي ضرورت رہتي ہے -

سرمایہ دارانہ سوسائٹي میں ہمیشہ ماضي، حال پر حکومت کرتا ہے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹي میں حال، ماضي پر حکمراں ہوتا ہے - سرمایہ دارانہ سوسائٹي میں سرمایہ، آزاد اور مستقل

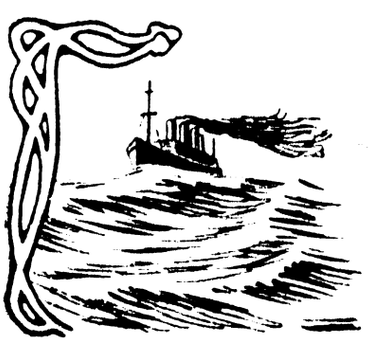

پیرس فرنگ

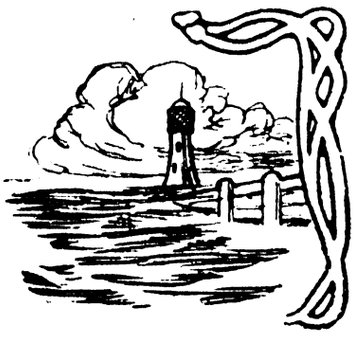

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباءُ کي حیراني

طاهر بے جو زمین میں زندہ مدفون هوجاتا هے !

قارئین الهلال کو یاد هوگا کہ گزشتہ سال ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے یہ خبر شائع کي تهي کہ " طاهر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي هے- بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا هے ' اور ان کے بے لاگ هونے کي شہادت دي هے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں هے - گریفک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکھہ کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا هے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بھي شائع کي هیں - مقالہ نگار لکھتا هے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکھنے میں آئي هے - یہ میانہ قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑھي سیاہ هے' پوري مغربي نفاست کے ساتھہ ملبوس رهتا هے - اس کے مطمئن چہرے سے ظاهر هوتا هے کہ اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل کي صفائي کا راز جان لیا هے - یہ پر اسرار شخص مشہور درویش طاهر بے هے ' جس نے گذشتہ ڈهائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا هے -

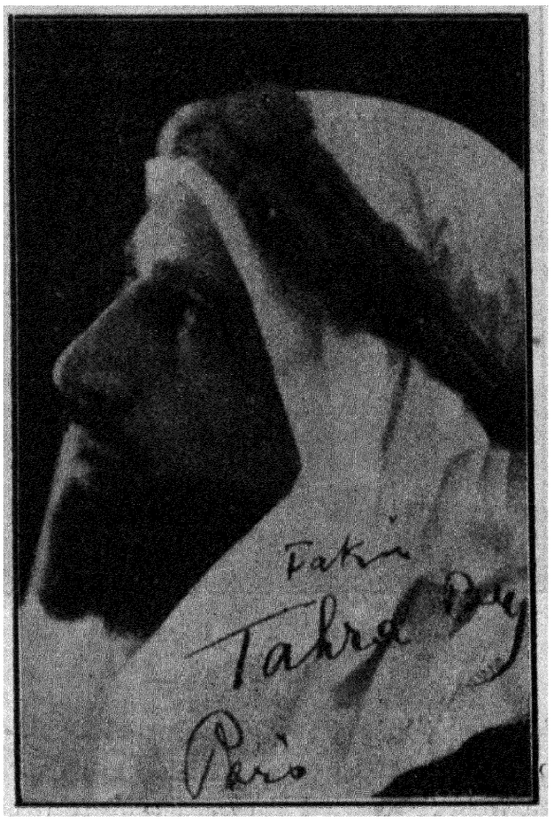

طاهر بے

یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنجہ میں پیدا هوا - اسکي پیدائش کے وقت هي اسکي ماں کا انتقال هوگیا تها - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکھدیا گیا ' اور اس طرح ابتدا هي سے فقیري کي آب و هوا میں نشوونما پائي - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑهکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے ابا و اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ' لوگوں کو اُس کے کمالات کي کوئي خبر نہیں هوئي - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یہ تها کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکہ ' اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں طاهر بے نے صرف ڈاکٹروں هي کو نہیں بلکہ عامۃ الناس کو بھي عجیب عجیب اعمال دکھلائے هیں جنکي کوئي علمي توجیہ ابتک نہیں کي جا سکي -

پہلے پہل جولائي سنہ ۱۹۲۵ میں یہ پیرس میں وارد هوا - وہ چند ماہ اٹلي میں بھي گزار چکا تها - روم ' نیپلس' پیلرمو ' فلورنس ' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماهرین کو دکھلائے تهے - کئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کارناموں سے لبریز رهے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عملہ کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاهرے کیے - خود مسولیني نے بھي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تها - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بھي اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بھي جو اُن دنوں پیلرمو میں مقیم تهے ' اس کے اعمال دیکھنے کي خواهش ظاهر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاهدہ کیا تها جہاں پیرس کے مشہور اخبارات کے نمایندے بھي بلائے گئے تهے - یہ واقعہ هے کہ فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکھکر حیرت زدہ هوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کي کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازي سے پاک هیں " لندن کے ایک بڑے تهیٹر میں بھي جہاں کي ایک کرسي بھي خالي نہیں رهي تهي ' اسکے کمالات دیکھے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمي بیہوش هوگئے تهے' اسلیے اسکا عام مظاهرہ بند کردیا گیا !

خود طاهر بے کا بیان یہ هے کہ " میرے کام میں کوئي شعبدہ نہیں هے - میں اپنے اسرار ظاهر کر دینے کے لیے راضي هوں ' مگر میرا دعوی هے کہ سواے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یہ کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وہ کہتا هے " فقیروں کي روحاني قوت بہت مضبوط هوا کرتي هے - اُنکي تعلیم تین مہینے کي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

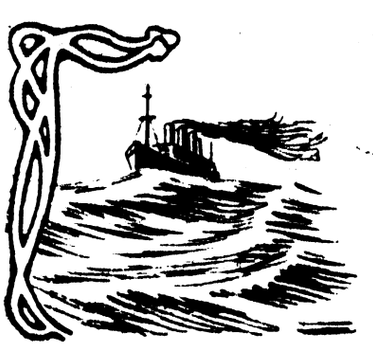

پریدفرنگ

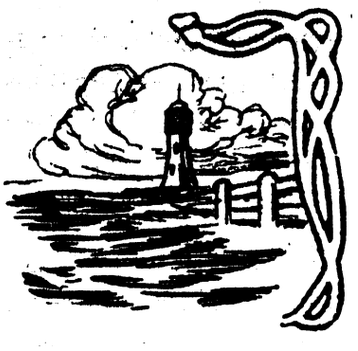

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباء کي حیراني

طاهر بے جو زمین میں زندہ مدفون هوجاتا هے !

قارئین الہلال کو یاد هوگا کہ گزشتہ سال رویٹر ایجنسي نے پیرس سے یہ خبر شائع کي تھي کہ " طاهر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي هے- بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا هے ' اور ان کے بے لاگ هونے کي شہادت دي هے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں هے - گریفک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکھہ کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا هے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بھي شائع کي هیں - مقالہ نگار لکھتا هے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکھنے میں آئي هے - یہ میانہ قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑھي سیاہ هے' پوري مغربي نفاست کے ساتھہ ملبوس رهتا هے - اس کے مطمئن چہرے سے ظاهر هوتا هے کہ اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل کي صفائي کا راز جان لیا هے - یہ پر اسرار شخص مشہور درویش طاهر بے هے ' جس نے گذشتہ ڈھائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا هے -

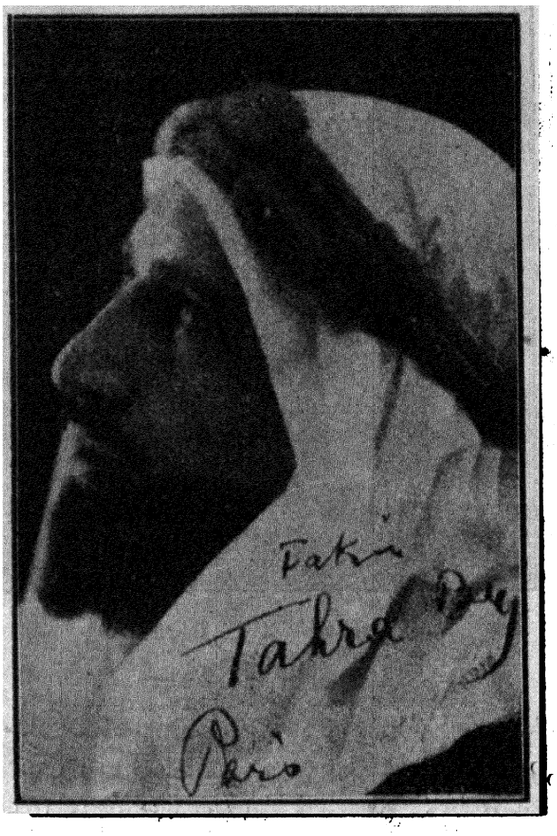

طاهر بے

یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنجہ میں پیدا هوا - اسکي پیدائش کے وقت هي اسکي ماں کا انتقال هوگیا تھا - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکھدیا گیا ' اور اس طرح ابتدا هي سے فقیري کي آب و هوا میں نشوونما پائي - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑھکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے ابا و اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ' لوگوں کو اس کے کمالات کي کوئي خبر نہیں هوئي - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکہ ' اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں طاهر بے نے صرف ڈاکٹروں هي کو نہیں بلکہ عامۃ الناس کو بھي عجیب عجیب اعمال دکھلائے هیں جنکي کوئي علمي توجیہ ابتک نہیں کي جا سکي -

پہلے پہل جولائي سنہ ۱۹۲۵ میں یہ پیرس میں وارد هوا - وہ چند ماہ اٹلي میں بھي گزار چکا تھا - روم ' نیپلس ' پیلرمو ' فلورنس ' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماهرین کو دکھلائے تھے - کئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کارناموں سے لبریز رهے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عملہ کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاهرے کیے - خود مسولیني نے بھي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تھا - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بھي اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بھي جو اُن دنوں پیلرمو میں مقیم تھے ' اس کے اعمال دیکھنے کي خواهش ظاهر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاهدہ کیا تھا جہاں پیرس کے مشہور اخبارات کے نمایندے بھي بلائے گئے تھے - یہ واقعہ هے کہ فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکھکر حیرت زدہ هوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کي کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازي سے پاک هیں " لنڈن کے ایک بڑے تھیٹر میں بھي جہاں کي ایک کرسي بھي خالي نہیں رهي تھي ' اسکے کمالات دیکھے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمي بیہوش هوگئے تھے ' اسلیے اسکا عام مظاهرہ بند کردیا گیا !

خود طاهر بے کا بیان یہ هے کہ " میرے کام میں کوئي شعبدہ نہیں هے - میں اپنے اسرار ظاهر کر دینے کے لیے راضي هوں ' مگر میرا دعوی هے کہ سوائے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یہ کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وہ کہتا هے " فقیروں کي روحاني قوت بہت مضبوط هوا کرتي هے - اُنکي تعلیم تین مہینے کي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

اُسکا دعوی ہے کہ اُنہیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نہیں ہوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کی سی حالت طاری کر دے سکتے ہیں - سانس روک لیتے ہیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے ہیں - اپنی زندگی اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے ہیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے ہیں "

" زندگی کا ابدی معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کی عمیق غار میں اترتے ہیں - جس طرح غواص سمندر کی تہ تک پہنچ جاتا ہے - ان کی جسمانی موت ' غفلت اور نسیان کی نیند کو ایک ایسی حد تک پہونچا دیتی ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کی تفریق شروع ہوجاتی ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ ہونا چاہتی ہے "

طاہر بے اپنے ابتدائی اعمال کی نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کی خواہش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ ہوتا ہے - اُس پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے - اُس کے کان ' ناک ' اور منہ روئی سے بند کردیے جاتے ہیں - اُس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اُسے بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے - جب وقت پورا ہوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاہر بے کا سکتہ ختم ہوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا متیالا ہو جاتا ہے - طاہر بے کے بیان کے مطابق رنگ کی یہ تبدیلی اس لیے واقع ہوتی ہے کہ جتنی دیر تک وہ تابوت کے اندر رہتا ہے ' دوران خون بند ہوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کی حالت طاری نہ کروں تو ہوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھی مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کی سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کی تھی - کیونکہ زندگی کی قدر و منزلت جو دینی طور پر ضروری سمجھی گئی تھی ' کسی انسان کو بھی سزائے موت جائز نہیں رکھتی تھی - مجرم صرف عارضی طور پر دفن کر کے پھر باہر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسی سزا متواتر دی جائے اور مجموعی سزا کا وقفہ ایک سال ہوجائے ' تو مجرم کی عمر طبیعی دو سال گھٹ جاتی تھی ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کی حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کی قوت کم ہوجاتی تھی -

لیکن انہیں ساحروں کا یہ مقولہ بھی ہے کہ اگر یہ ذرا چھوٹی چھوٹی خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید ہوتی ہے -

ایک مزید انکشاف طاہر بے کے تجربوں کیلیے باقی ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹی کے اندر مدفون ہوجاتا ہے تو دماغ کی نشوونما تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وہاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رہیگا جنکا مجموعی وقفہ تین سال تک کا ہوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آہستہ آہستہ متغیر ہو جایگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقی کر جائے گا !

طاہر کی عمر تیس سال کی ہے مگر علمی تجربوں کیلیے وہ اپنی زندگی کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقی نہیں رہیگا - جوانی گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسمانی سکون و جمود کی حالت برداشت نہیں کر سکتا -

طاہر بے کے اعمال موجودہ انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں - وہ ایک ایسی راہ کا سالک ہے جسکا مغربی دماغ ادراک نہیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوہے کی سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باہر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزی سے خون کی دھار بہنے لگتی ہے - اور جب تماشائی یقین کر چکتے ہیں کہ واقعی خون ہی ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپنی نبض کی رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوہے کی نوکدار کیلیں جڑی ہوئی ہوتی ہیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوہے کے بھاری ہتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپنی اصلی حالت میں واپس آ جاتا ہے !



طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رہا ہے

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا کوئی نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمی عمل سے مسحور کر دیے جاتے ہیں ' اور انہیں وہی نظر آتا ہے جو عامل چاہتا ہے !

گذشتہ سال لندن تھیٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاہر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا کہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اُسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انہیں غش آ گیا - وہ بہ مشکل اس لایق ہوئے کہ واپس آ کر اُسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھ سکیں - انہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتی علوم سے واقف ہوتے ' اور اُنہیں معلوم ہوتا کہ حبس نفس کی مشق علم وظائف اعضا (فزیالوجی) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتی ہے ' تو وہ طاہر بے کے اِن اعمال پر متعجب نہ ہوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوہاب شعرانی نے قاہرہ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکی صحیح تعلیل نہ کر سکے -



حجة ابراهیمی

آیۂ کریمہ "الم تر الی الذی حاج ابراهیم" کی تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریق

(از مولانا ابو الکلام)

الہلال نمبر (۱۵) میں جناب مولوی عبد الحق صاحب کا جو استفسار آیۂ مندرجۂ عنوان کی نسبت شائع ہوا تھا ' اُس کا جواب حسب ذیل ہے :

(۱) قرآن حکیم کے مطالعۂ و تدبر میں آپ کو جو مشکلات پیش آ رہی ہیں ' وہ اُس تک پیش آتی رہینگی ' جب تک کہ اس بارے میں چند بنیادی اصول واضح نہیں ہوجائینگے - یہ موقعہ تفصیل و اطناب کا نہیں ہے - مختصراً یوں سمجھیے کہ صدر اول کے بعد سے قرآن حکیم کے فہم و تدبر کی راہیں دو ہوگئی ہیں - ایک " قرآنی " ہے - دوسری " غیر قرآنی " قرآن کے فہم و تدبر کے لیے غیر قرآنی طریقہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟ ممکن ہے اس پر آپ کو تعجب ہو - اس میں شک نہیں یہ معاملہ فکر انسانی کے عجائب تصرفات میں سے ہے - مگر ایسے تصرفات اس کثرت سے ہوچکے ہیں کہ انہیں عجیب سمجھتے ہوئے بھی ہمیں متعجب نہیں ہونا چاہیے -

" قرآنی " طریقہ سے مقصود قرآن کے مطالعۂ و فہم کا وہ طریقہ ہے جو تمام تر قرآن پر مبنی تھا - قرآن سے باہر کے اثرات کو اُس میں دخل نہ تھا - عربی لغۃ کے صاف اور معروف معانی ' عربی بول چال کے بے تکلف اور سادہ محاورات ' صدر اول کا بے لاگ ذوق و فہم ' اور انبیاء کرام کا فطری اور غیر صناعی اسلوب بیان ' اس طریقہ کی خصوصیات تھیں - سلف امت کا طریق تفسیر یہی تھا -

" غیر قرآنی " طریقہ سے مقصود وہ تمام طریقے ہیں جو قرآن سے نہیں بلکہ مفسرین قرآن کے ذوق و فکر سے پیدا ہوے - یہ علوم وضعیہ کی اشاعت ' ایرانی ' رومی ' اور ہندی تمدن کے اقتباس ' اور عجمی اقوام کے اختلاط کا قدرتی نتیجہ تھا - مفسرین کے ہر گروہ نے قرآن کے مطالب اُسی شکل و نوعیت میں دیکھے ' جیسی شکل و نوعیت کی فکری حالت اُن کے اندر پیدا ہو گئی تھی - رفتہ رفتہ یہ حالت ہوگئی کہ قرآن کے الفاظ ' تراکیب ' اسلوب بیان ' دلائل و براہین ' مواعظ و حکم ؛ سب نے ایک دوسری ہی طرح کی نوعیت پیدا کرلی - قرآن کی تعلیم و بیان کی تمام تر بنیاد فطرۃ اور فطرۃ کی سادگی پر تھی - علوم و فنون کی تمام تر بنیاد وضعیۃ اور وضعیۃ کے تعمق اور کاوش پر ہے - نتیجہ یہ نکلا کہ جوں جوں وضعیۃ کا انہماک بڑھتا گیا ' فطرۃ کے فہم و ذوق کی استعداد کم ہوتی گئی - یہانتک کہ وہ زمانہ آ گیا ' جب لوگوں کے دماغ اسدرجہ وضعیۃ اور وضعی طریق بحث کے عادی ہوگئے ' کہ کسی اہم اور عظیم بات کو اُس کی سادہ اور سہل صورت میں دیکھ ہی نہیں سکتے تھے - ذہن کی کاوش پسندی جو علوم وضعیہ کے اشتغال کا لازمی نتیجہ ہے ' آسان اور سہل مطالب کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتی تھی - یہ صورت حال صرف قرآن ہی کو پیش نہیں آئی ' بلکہ مختلف صورتوں اور حالتوں میں تمام صحف سماوی کو پیش آچکی ہے ' اور منجملہ اُن اسباب کے ہے جو ہمیشہ کتب و ادیان کی تحریف کا باعث ہوتے رہے ہیں - یہی وجہ ہے کہ داعی قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبیر کیا ' اور فرمایا کہ ہلاکت کی راہوں میں سے ایک راہ یہ بھی ہے جیسا کہ متعدد موقوفات میں وارد ہے - یہ موقعہ تشریح کا نہیں - اگر آپ دقت نظر سے کام لینگے تو ان چند جملوں کے اندر اصول تفسیر کی ایک اصل عظیم آپ کے سامنے آ جائیگی - یہ اصل عظیم نہ صرف تفسیر قرآن میں ' بلکہ علم و نظر کے بے شمار گوشوں میں آپکی رہنمائی کر سکتی ہے - ذہن انسانی " وضعیۃ " میں جس قدر کاوش پسند ہوتا گیا ہے ' اُتنا ہی " فطرۃ " سے دور ہوتا گیا ہے -

بہر حال یہ دوسرا " غیر قرآنی " طریقہ اُن تمام طریقوں پر مشتمل ہے جو صدر اول کے بعد پیدا ہوے - متکلمین مفسرین کا طریق تفسیر کم و بیش یہی ہے - کوئی اس طریقہ میں ایک خاص حد تک گیا ہے ' کوئی بہت زیادہ دور تک - امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی راہ کے شہسوار ہیں - ان کے بعد اکثر مفسرین نے دانستہ یا نا دانستہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کرلیا - قاضی ابن رشد کی کشف الادلہ اور فصل المقال اور شیخ الرئیس کی بعض مختصر تفسیریں امام رازی اور مفسرین متکلمین سے پہلے لکھی گئی ہیں - اُن کے مطالعہ سے ہم معلوم کر لے سکتے ہیں کہ متکلمین اشاعرہ ' فلاسفۂ اسلام اور معتزلہ سے کتنا ہی انکار کرتے ہوں ' لیکن وہ خود بھی اسی طریقہ کی پیداوار تھے - بہتر قسم کی نہیں - ناقص اور کمزور قسم کی پیداوار -

ایک سخت بنیادی غلطی جو اس طریقہ کی مقبولیت کا باعث ہوئی ' متاخرین کا یہ خیال تھا کہ وقت کی علمی ضرورتوں کیلیے سلف کا طریقہ سود مند نہیں ہے - یہ بات ضرب المثل کی طرح اُن کی زبانوں پر جاری ہوگئی تھی کہ " سلف کا طریقہ ایمان کیلیے بہتر ہے مگر استدلال کیلیے مفید نہیں " حالانکہ اگر ایمان کو جہل سے نہیں بلکہ علم و بصیرت سے پیدا ہونا چاہیے ' تو جو طریقہ ایمان و یقین کے لیے سود مند ہوگا ' وہ استدلال و برہان کیلیے کیوں غیر مفید ہو ؟ جہانتک نام نہاد علمی ضروریات کا تعلق ہے ' واقعہ یہ ہے کہ متاخرین کے طریقہ سے بڑھکر کمزور اور نا مراد طریقہ کوئی نہیں ہو سکتا - وہ " استدلال " کو فنون وضعیہ کے " منطقی استدلال " سے باہر نہیں دیکھ سکے ' اور وجدان و طبیعت کی حقیقی شہادتوں سے آنکھیں بند کرلیں - آپنے اپنے استفسار میں جا بجا لکھا ہے کہ " امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ موجودہ زمانے میں سود مند نہیں " لیکن میں کہتا ہوں اس تقید کی کیا ضرورت ہے ؟ یہ طریقہ تو کسی زمانے میں بھی سود مند نہ تھا - کیا یہ طریقہ اُس زمانہ میں سود مند تھا جب امام صاحب نے تفسیر لکھی ہے ؟ اس کا حال خود اُنہی

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق مجلس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قید خانۂ طائف میں نوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ سرکاری طبیب روزمعائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سُنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کماندار بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "طائف کی فوج مرتب کرنے اور طرّبہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا"

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے جب عادت اُن کے ساتھ پیدا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کماندار نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کماندار نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کماندار سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کماندار غرّاتا آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دار الخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علٰحدہ کر دیئے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی"

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا فربہ اندام آدمی تھے۔ اُنھوں نے کماندار کو بہت سخت سست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دیئے گئے۔ کماندار نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک خنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی انھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک مدّاح کے ساتھ سوتے تھے۔

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے "جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمد اللہ تعالیٰ سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دُور ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے!" وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کماندار بکر آفندی نے کہا وہ ۸ مارچ کو مکہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہوں مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سُنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

"کہنا عبدالحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیر خواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سردار آفندی نے ہمیں نذر دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سردار آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! اسوقت پاشاہائے گرانمایہ کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ ہمارا سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو۔ قرآن پڑھو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیما!" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں۔ مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دیئے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہو گئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا اور بڑی مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہو گیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہو گیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سبنے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہو گئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق مجلس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قید خانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کماندار بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آ گیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "طائف کی فوج مرتب کرنے اور طربہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا۔"

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے۔ حسب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ [illegible] طبیعت ناساز تھی۔

نماز [illegible] آفندی [illegible] قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کماندار نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کماندار سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہے کہہ جائے۔

کماندار فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دار الخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علیحدہ کر دئے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی۔"

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کماندار کو بہت سخت سست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دئے گئے۔ کماندار نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے۔

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے "جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمد اللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دور [illegible]۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل [illegible] دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے!" وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کماندار بکر آفندی نے کہا وہ ۸ مارچ کو مکہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

"کہنا عبدالحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیر خواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سروری آفندی نے ہمیں سزا دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سروری آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنیسا میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو۔ قرآن پڑھو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا۔"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دئے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں۔"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہو گئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا اور بڑی مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہو گیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھول کر دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہو گیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سب نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے [illegible]

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئیے ہیں جو معاہدۂ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سُنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التواء جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئیے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہو گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کئے گئے۔ بہت سے جلاوطن کئے گئے کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ اُنھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چُپ سناٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے۔ جسوقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھتی اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آرہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اُس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی نیازی بک کی رُوداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اردفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور موسیٰ کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۳،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فروغی خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم انھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴،۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴۲،۳۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴۰،۱۶،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۸،۰۰،۰۰۰ ایسی یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بُلا کر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں وہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کماندار کو دیا کرتا ہے۔ لیکن جسنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کساؤ سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جا کر کماندار کو خبر کر دو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کماندار ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کر دینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سُنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سُن چکے تھے کہ کماندار اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا "ان لوگوں نے دودھ تو کھا لیا ہوگا؟ کیا مر گئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کماندار کے پاس بھیجدیا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے۔ لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کر دیا۔ اور کہا "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کر دیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگا دی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ زہر ملا دیا گیا ہے۔ بعد میں ممش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست و قے میں مبتلا ہو گئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہو گئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملا دیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اُسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۳۱ مارچ ۱۳۰۱ھ کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۴۰ سپاہی داخل کر دئے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کر کے کہا "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلا دو تو تمھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہو گیا ہے۔ اُسے ۶۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کر ڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سُنا دیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑ گئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ اپنی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لا کر بھر دی اور محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بُلا کر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اب سے پہلے تم زہر لے گئے اور پکا وعدہ کیا، مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کر کے سو گے تو ہم سے بُرا کوئی نہ ہوگا!"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہو رہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

"آپ لوگ جدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سُن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ ممش آغا ایک افسر نے آکر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کماندار نے آکر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سمندر کا پانی بھی دھو نہیں سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں، بالکل جھوٹ ہیں۔ ۲۸ در قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جرم کی رات

۱۲ رجب ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کر ڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کماندار، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کر دی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کر دئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگا کر پکڑ لے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کر دئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کر دیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ نامق پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سو رہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک کو اُٹھا لے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہے۔ نہ کہ ارتکاب جرم!"

لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہو گئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھا کر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ محمد آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلائے "امان اللہ!" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر اللہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھا لے گئے۔ رات ہی کو علی بک بروسہ لی کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کر دیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگا دیئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا "مدحت پاشا ۲۶ مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۲ مئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کر رہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہو جاتی ہے۔ سونچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھونٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہو کر پھر دور ہو گیا۔ ہماری وجہ سے کئی معصوم یہاں قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر اللہ آفندی کو ۴۰ پونڈ دیئے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیر اللہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کر دی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مر گئے لیکن دنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہو گئی۔

سلطان عبد الحمید، ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی۔ مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کر کے روانہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کے لئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اُکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کر دیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس واقعہ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز، مرض فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا"



بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عیدِ آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کابل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کرتے ہیں جو معاہدۂ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول وعرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عیدِ آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عیدِ آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۲۹ اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہو گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بڑی فوجیں اتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم وستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کئے گئے۔ بہت سے جلاوطن کئے گئے کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم وجور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا لی یہ سب سے زیادہ جبّار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چُپ سناٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر وجلال کی قوتیں اُس کے دل ودماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی وہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مآنیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو ابتک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے۔ جسوقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی توتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف ودہشت سے اپنا اسباب باندھتی اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر ومنصور ترکی فوجیں آرہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۲۹ اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اُس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی نیازی بک کی رُوداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اُرفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور سوسی کا ظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۳،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادھر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا نوری خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کُرد، ترکی حدود پر تاخت وتاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم اُنھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۱۵،۰۰۰،۰۰۰ کیلو میٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۰۸۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۱۶،۰۰۰،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۸۰،۰۰۰ ایسی یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

کی ایک کان ملی ہو۔ البتہ خیال کیا جاتا ہو کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

۱۹۱۳ء سے ابتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہو کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہو۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
۱۹۱۳ء	۱۴۲
۱۹۲۲ء	۵۱۴
۱۹۲۳ء	۵۰۸
۱۹۲۴ء	۳۰۳
۱۹۲۵ء	۶۲۶
۱۹۲۶ء	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہو۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
۱۹۲۱ء	۱۲۱۶	۷۵۳
۱۹۲۵ء	۱۷۵۴	۹۵۳
۱۹۲۶ء	۲۴۰۴	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہو۔ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد، ۴۰ ملین فرنک تھی۔ ۱۹۲۶ء میں ۷۱۲ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہو۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہو جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہو۔ اس کی قیمت ۱۹۲۶ء میں ۱۰،۲۵،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی، جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۶۶ ہزار، فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہو۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۶۴ ملین قرضہ تھا لیکن ۱۹۲۰ء میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہوگئی ہو۔ حکومت مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہو۔ ۱۹۲۲ء میں حکومت کی آمدنی ۲۶،۷۶،۴۳،۳۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ ۲۶ء میں آمدنی ۴۰،۶۹،۱۵،۷۷۲ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸۴،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱،۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہو لائن دو قسم کی ہو: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہو اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہو:

خط	درازی
دار بیضاء سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ "
قنطرہ سے وزان تک	۱۵۸ "

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

طنجہ۔ فاس لائن۔ یہ ایک فرانسیسی اسپینی کمپنی کی ملکیت ہو۔ ۲۔ اس کی درازی ۴۰۶ کیلومیٹر ہو۔

قنیطرہ۔ رباط لائن۔ یہ دار بیضاء اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ۔ فاس ریلوے سے ملجاتی ہو۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہو۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکوم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۱ء	۱۲۶
۱۹۱۲ء " ۱۹۱۴ء	۵۹۸
۱۹۱۵ء " ۱۹۱۹ء	۱۴۱۰
۲۰ء	۴۹۰۸
۲۱ء	۴۷۸۲
۲۲ء	۴۳۶۱
۲۳ء	۳۹۳۵
۲۴ء	۳۳۳۸
۲۵ء	۹۰۴۲
۲۶ء	۱۲۰۵۶

صحراء میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہو۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہو کہ صحراء میں ریلوے لائن تعمیر کر کے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملادی جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہوگیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحراء کا تمام غیر آباد حصہ آباد حصہ ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی خط تجارت

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوؤ ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مشکلات

نظریۂ ارتقاء کے محقق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہو کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہو۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جس میں زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کر لی ہو۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہو۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں ممکن ہو یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہو۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈہائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہو اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسانوں کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہمیں اُن کے جسم کے صرف وہی اجزاء مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے۔ یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر سے انکار نہ کر سکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہو کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہو کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہو جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل انتھروپوڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہو۔ بنابریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہو۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہو۔ پھر کیا وجہ ہو کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہو کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہو۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے کے

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ کیمیادی افعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہے۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کیمیادی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہے۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور دونوں خون اپنی کیمیادی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشوونما پاتا ہے ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشوونما حاصل کرتا ہے۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضاء بھی موجود ہیں اور نظریہ نشوء وارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہے، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہے۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہے۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے؟

دماغ انسانی کا نشوء

بندر کے دماغ میں کوئی جزء ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزء انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزاء اور اُن کی ترکیب موجود ہے، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہے۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہے۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہے۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزاء میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہے۔

ڈاروِین نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہے نہ کہ نوعیت میں۔ ڈاروِین کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہے کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہے، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہے کہ عہد میسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہے۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کا نظام بنایا؟ سردست ان سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔"

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلن کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہے، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجیڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہے جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہے، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شیکسپیر نے ہملٹ جیسی غناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہے، اور مندرجۂ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہے۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہے جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ایلن اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہے۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہے محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہے جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہے، بہت ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہے!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں ابتک اسپر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کے مخلوق کی عادت ہے کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہے میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ ہمارے ہنسنی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہو گئی۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمھارے سامنے انسان کی ایسی حماقتیں پیش کر رہا ہے جن کا ظاہر ہنسانے والا ہے، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رلانے والا ہے، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمھارے سامنے موجود ہے۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہے۔ اُس کا لباس اُس کے سن سال اور مرتبہ کے مناسب ہے۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہے۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہے جو متوسط طبقہ تو نہیں ہے مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہے۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلن موجود ہے۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہے۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدمست ہے مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہے۔ پھر بیک وقت اس رشک ماہ کا اُستاد، مُربّی، اور عاشق بنجاتا ہے۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہے۔ پیرس کی ایک تھیٹری کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہے۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہے۔ ماں اُسے بڑے ہی تاثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہے اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ میز پر ہر قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پھرتیلی خادمہ کو سناتی ہے۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ گفتگو کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سُننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہے۔ بہت خوش ہے۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہے۔ وہ تأثر سے بے اختیار رونے لگتا ہے۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہے۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہے۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہے اور وہ نغمے سُناتا ہے جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہے۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہے۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب و ہوا ناپسند کرتی ہے اور دل سے چاہتی ہے کہ لڑکی کسی اور کام میں لگتی۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہے۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہے۔ کیونکہ ڈرتا ہے، مبادا ایلین دولتمند مداحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہے۔ ساتھ ہی اُس کی اخفاء راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہے۔ دونوں گومگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹھکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دوڑی آتی ہے۔ ماں کو پیار کرتی ہے۔ عاشق کے سامنے آتی ہے اور شکریہ ادا کرتی ہے۔

لیکن اِن کی قسمت میں دعوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا منیجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آموجود ہوتا ہے۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے چائے خانہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ لڑکی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہے اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہے۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہے۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہے۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہے۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق شوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہے جو ہنساتا بھی ہے اور رنج بھی دیتا ہے۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہے مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پُرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہے۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہے۔ تمام جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام ملتا ہے تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ ایلین بھی اپنی آرائش میں مصروف ہے۔ تھیٹر کے منیجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہے۔ اُسی کو پہنتی ہے اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہے لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہے اور تسلی دیتی ہے۔ عاشق وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کرے گا۔

موٹر آگئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہے؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہے۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہے کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کمسن خادمہ شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہے۔ عاشق کو دیکھو چہرہ اُترا ہوا ہے مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہے مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہے!

(۴)

دوسرے وقفہ کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہے۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنھیں بہ مشکل پہچان سکتے ہو۔ دولت و عشرت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئیے ہیں۔ اب غربت کی مسکینی کہیں نظر نہیں آتی۔ ایلین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ ہر جگہ مقبول ہے۔ دنیا مسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہے۔ شب و روز ہن برس رہا ہے، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا ادھیڑ عورت نہیں ہے جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہے۔ نئے فیشن میں ملبوس ہے۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہے آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہے۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں رہے۔ اب پھرتیلی اور چست و چالاک ہے۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہے، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار! سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ ایلین کا شوہر ہے۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہے۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں ایلین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہے۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے منیجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ ایلین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں، کھیلتے ہیں، مذاح کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ ایلین کا شوہر مطمئن اور خوش ہے۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہے "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہو گیا ہے جس میں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری تھی کہ ایلین کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ ایلین اپنے دولت مند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہے۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایلین اور اُس کے دوست میں گفتگو چھڑتی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہے۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہے!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ایلین کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آگیا ہے۔ اس لئے تنگ ہے کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہے۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدِّ راہ ہو جاتا ہے!

یہ شوہر واقعی غبی ہے، یا غباوت ظاہر کرتا ہے؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہے۔ مگر ایلین اسے ماننے سے انکار کرتی ہے۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی مذاح کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں شوہر کی اُداسی نمایاں ہے۔ بیوی وجہ پوچھتی ہے وہ پس و پیش کرتا ہے پھر بتاتا ہے کہ لوگ اُسے "ایلین کا شوہر کہتے ہیں"۔ اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہے۔ بیوی اپنے تمام چلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہے۔ شوہر کے شکوک دور کرنا چاہتی ہے۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہے۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہے۔ اُسمیں ایک بڑی رقم موجود ہے۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہے، وہ سوچتا ہے کل ایلین جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی، شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہے!

لیکن ایلین چالاک ہے۔ شوہر عاشق ہے۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہے۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک دفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہے۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم ایلین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہے۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اس طرح حاصل ہوا کہ ایلین اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا اُسنے احباب کے ساتھ ایلین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہے۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہے دوست سے کہتا ہے "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہے۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ ایلین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہے۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہے، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہے۔ ہنسی خوشی سب کی سُنتا ہے۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن ایلین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہے۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہے۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہے۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہے کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہے "تو کیا ارادہ ہے؟ اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سُنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔ حیرت فوراً

شدید حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ فاسق عاشق اپنی معشوقہ ہر کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے اُشنا میں مشترک رہے!

عاشق رخصت ہوتا ہے ایلین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہے گفتگو جاری ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بھی اچانک کہدیتا ہے کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!"، وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ خوف سے کانپنے لگتی ہے مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہے "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہے!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہے، اُسکا دل سخت مجروح ہوا ہے۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہے کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کو ڈھ کر کٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سُست کہنے لگتی ہے۔ اسپر شوہر بھی جام صبر لبریز ہو جاتا ہے۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہے "میری ڈیوسی دیکھے گی!" عورت لرزہ براندام ہے۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہے۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہے۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ اب تک آتش عشق میں جل رہا ہے۔ غیرت سے انتقام پر تُلا ہوا ہے۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہے۔ معافی کا ارادہ کرتی ہے۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہے۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اسپر ٹوٹ پڑنے کو ہے۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہے، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہے "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے اُشنا کے ساتھ چلی جانا"۔ پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہے۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہے!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُسپر چلی جانا"، مگر اب موٹر کہاں؟ ایلین کے اُشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی ڈیوسی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہے، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ ایلین کی نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

ایلین اپنے شوہر اور اپنے اُشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک

بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیوں کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آگئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت حاصل کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اُس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ ق م سے ۲۴۱ ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسینی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آگیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہے۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ برانس کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑ کو عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ اُنھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازمین کا معرکہ، جو ۲۱۸ ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کان" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔

مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متوروس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثنا میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار سپیوآن نے سخت شکست دیدی

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کرنا، اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر ۱۸۳ ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ ق م سے ۱۴۶ ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول کی لڑائی بھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے ہیں جو آخر تک تمام جہان آزادی کے لئے نمونہ ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور یہ دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہے۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ وہ روم واپس آیا اور روحانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل و مہر ہے کہ ہمیں ایسی سرسبز اور زرخیز سرزمینوں کا مالک بنایا ہے۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ

ہم بحری تجارتی قوم نہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہماری زیر اثر ہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی دبنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افتادہ میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر لیا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہٰذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے علاً دو مرتبہ اُسپر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آ رہا ہوں۔ اپنی ان دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پائمال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کر لی اور کسی "جائز سبب" کی جستجو شروع کر دی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتھیار، روم کے حوالہ کر دئے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہو گیا ہے۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دُور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تُل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور طیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالامال رکھا۔ لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کر سکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مر جائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتھیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتھیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کر لیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ ڈالیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گڑگڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتھیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن سخت جدّ و جہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونریز معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہو گئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہو گئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگا دی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہی تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں ابتک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربارِ خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہے؟" امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا۔ "کیا میرے جیسے شخص کے لئے روا ہے کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہو گئی۔

"اہلاً و مرحباً!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر مر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہے" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا "والدہ میں نے سنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کی سنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے، جو یقین چاہتا ہے ہم سے یقین لے۔ حق گم ہو چکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کر کے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ وہ کی مشیت ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے مردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کر کے کہا "تم ہر خون میں کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی قضا کر دے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

خواجہ حسن نظامی

کا

ہفتہ وار انگریزی اخبار

ینگ مسلم دہلی

تبلیغ کا حامی، مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے طالب علموں سے چار روپے۔ ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہئے،

منیجر ینگ مسلم دہلی

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۷ء معہ جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو

دو روپے تولہ سونا

گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاف ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۴ لاہور

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں۔ کیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ سات روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۵۱ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (۳ر) طلبہ سے دو روپیہ (عا) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

اشتہار کے لئے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و زینت کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مسارعت و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برِ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفیری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کا مُسلسل سلسلہ

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی!

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide To Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے سجدہ کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رُواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بارہ آنے (۱۲ر)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضا مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خواهی داشتن گر داغهاے سينه ما

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه نهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلدیں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد ليا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي عليحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمزاف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher;
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیداوار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملات معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں باقاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کررہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہوجائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۶۲۷

الہلال

نمبر ۲۲ جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سات روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی ارڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ | کلکتہ : جمعہ ۲۲ ۔ جمادی الاولی ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 18 November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارئین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۶۵۰ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۲	اردو حروف کی حق مین	۴۴۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۶۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۸	نستعلیق ھون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

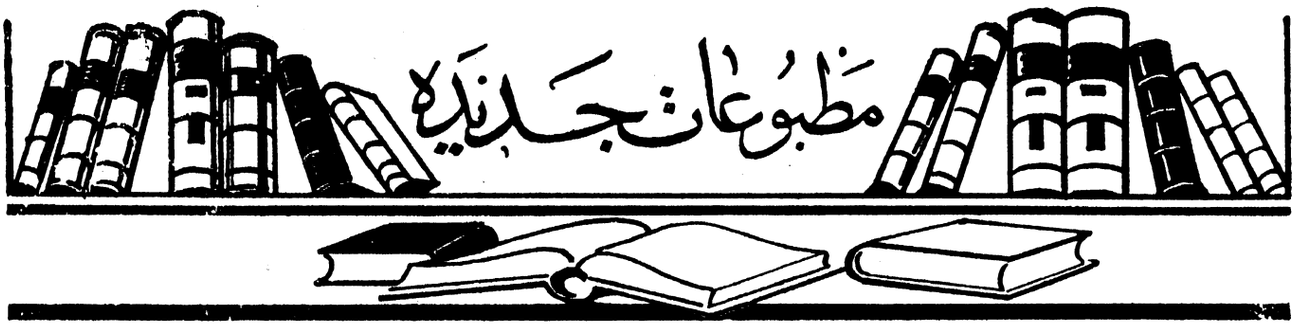

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

ميدان جنگ اور حجلۂ عروس !

انسان ذهن و جسم کي کتني هي عظمتيں حاصل کرلے ' ليکن روح اور اخلاق کي ادني سے ادني پاکيزگي بهي حاصل نهيں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحاني هدايت کي روشني سے محروم هے !

انسان کے ليے يه سهل هے که تمام دنيا فتح کرلے - سکندر نے دنيا کي تمام سلطنتں تهه و بالا کرڈالي تهيں - انسان کے ليے يه بهي دشوار نهيں که ذهن و فکر کي ايسي بلنديوں تک پهنچ جائے جهاں تک دوسروں کے قدم نه پهنچ سکے هوں - ارسطو ' اقليدس ' سولن ' اور سنيکا جيسے فاتحين علم کي فتح مندياں لا زوال هوچکي هيں ' اور دنيا منطق ' رياضي ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق ميں آج تک ان کي پس رو هے - انسان کي اولوالعزمي ان بلنديوں پر بهي نهيں رکتي - کچهه مشکل نهيں اگر وه آگ کے شعلوں ميں کود پڑے ' سمندر کي موجوں کي هنسي اڑالے ' پهاڑوں کي صفيں چير ڈالے - ليکن هاں ' يه مشکل هے ' بهت هي مشکل هے ' که وه اخلاق اور روحاني پاکيزگي کي راه ميں اپني کسي ايک خواهش نفس کا بهي مقابله کرسکے - اس کي ساري اولوالعزمي اور کوه همتي جو دنيا کي ساري رکاوٹوں کا تن تنها مقابله کرسکتي هے ' هوائے نفس کي ايک ادني سي رکاوٹ بهي اپني راه سے هٹا دينے پر قادر نهيں هوتي - سکندر تمام دنيا کي تسخير کي محنت سے نهيں تهکا ' ليکن بابل کي ايک عورت جب اس کے سامنے آئي ' تو اپني خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگيا ! سنيکا نے تمام نوع انساني کو اخلاق اور اخلاقي سعادت کي دعوت دي ' ليکن خود اپنے آپ کو ايک دوسرے انسان کي منکوحه عورت سے باز نه رکهه سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بهي دنيا کو دکهه چکي هے ' اور يونان کي ايک قديم ضرب المثل همیں بتلاتي هے " بڑا انسان بنو - اگر نيک انسان نهيں بن سکتے " !

في الحقيقت انساني زندگي کي يهي اخلاقي اور عملي نامرادي هے ' جو الهامي هدايت کي کسي بالاتر قوت کي ضرورت تسليم کرنے پر مجبور کر ديتي هے - انسان اپنے ذهن و جسم کي قوتوں سے سب کچهه کرلے سکتا هے ' ليکن تکلف اور بناوٹ سے بهي اپنے آپ کو نيک نهيں بنا سکتا - اگر انساني زندگي کي سعادت کيليے اُس عملي صداقت کي کچهه بهي ضرورت هے جسے نيکي کے لفظ سے تعبير کيا جاتا هے ' تو ناگزير هے که عام انساني سطح سے کوئي بلند تر ذريعه ارشاد و هدايت کا هو - مذهب اور الهام اسي ذريعه هدايت کا نام هے -

(نپولين اعظم)

اٹهارهويں صدي ميں نپولين بونا پارٹ کا ظهور بهي انساني اولوالعزمي کا ايک عظيم ظهور تها - شايد هي يورپ کے کسي انسان کي نسبت دنيا نے اسقدر کها اور سنا هو ' جسقدر اِس غير معمولي انسان کي عجيب و غريب دماغي قوتوں کي نسبت کهه سن چکي هے - تاهم انساني عظمت کي اخلاقي نامرادي کا يه کيسا عبرت انگيز منظر هے که يهي نپولين جب ميدان جنگ سے باهر اپنے گهر کي محفوظ زندگي ميں ديکها جاتا هے ' تو اِس ميں اتني قدرت بهي نظر نهيں آتي که نهايت ادنى درجے کي اخلاقي کمزوريوں سے اپنے آپکو باز رکهے !

حال ميں جرمني کے ايک اهل قلم گيرٹرڈ ارٹز Gertrude Aretez نے ايک کتاب " نپولين اور اُسکي دوست عورتيں " لکهي هے ' اور اُس ميں مستند تاريخي ذرائع سے وه تمام شهادتيں جمع کردي هيں جو نپولين کي عاشقانه بوالهوسيوں سے تعلق رکهتي هيں - اِس کتاب کا انگريزي ترجمه بهي شائع هوگيا هے ' اور دو تين هفته سے انگلستان اور يورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث هے - هم اُس کي بعض تاريخي داستانيں قارئين الهلال کي عبرت و بصيرت کيليے درج کرتے هيں -

(سوله برس کي عمر ميں عشق)

محبت کے باب ميں نپولين کي طرف يه قول منسوب کيا جاتا هے که " محبت کاهل آدمي کا دل بهلاوا هے " ممکن هے ' نپولين نے يه اُس وقت کها هو ' جب وه پاک دامن تها - ليکن بعد ميں — اگر مخالف مورخين کي روايت تسليم کرلي جاے تو — اُس نے اِس قول کي بنا پر حسن و هوس کي زندگي سے اجتناب نهيں کيا ' وه همشه کسي نه کسي حسينه سے وابسته رها -

آغاز شباب ميں نپولين مارسيلز اور پيرس کي سڑکوں پر پهٹے پرانے کپڑے پهنے پهرا کرتا تها - نه تو اُس کي هيئت سے کسي کو دولتمندي کا شبه هوسکتا تها ' نه اُس ميں ظاهري حسن و جمال هي کچهه ايسا غير معمولي تها که کسي کو اپني طرف متوجه کرلے - تاهم يه واقعه هے که اُس زمانه ميں بهي بکثرت عورتيں اُس پر عاشق هوگئي تهيں - کيونکه في الواقع اُس ميں کوئي ايسي نامعلوم کشش موجود تهي ' جو دلوں کو لبها ليتي تهي - ممکن هے ' اُس کا شرمگيں انداز اور اُسکے پر غور چهره کي عجيب اداسي اُس کے ديکهنے والوں کے دلوں ميں محبت پيدا کر ديتي هو -

کها جاتا هے که نپولين سوله برس کي عمر ميں جب والنسا ميں رهتا تها ' تو وهاں کي بهت سي حسين عورتيں اُس پر فريفته هو گئي تهيں - مگر خود اُسے بجز ايک کے کسي سے دلچسپي نهيں هوئي - اس دوشيزه کا نام " کارولين کولومبيا " تها - وه نهايت نازک اندام اور خوبصورت تهي - ايک مرتبه خود نپولين نے اِس لڑکي کے

متعلق کہا تھا " اُس وقت دنیا میں کوئي دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسي پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے ' جیسي خواب میں بھي کسي انسان نے نہ دیکھي ہوگي ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کي نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اِس دو شیزہ کي یاد محو کردي اور اُسے اپني ایک ہم وطن لڑکي سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ہي سے مستبد تھا - اُس نے اپني محبوبہ کو سختي سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسي کو بھي مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکي کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہوگئي ' اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زہر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادھیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادھیڑ عورت " میڈیم پرمون " سے محبت ہوگئي ' اور اس قدر بڑھي کہ ایک لمحہ بھي اُس کي جدائي گوارا نہ تھي - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادي کرلینے کي درخواست کي - عورت نے اِس خواہش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاہتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوي ہونے کے بجائے میں تمہاري ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزري اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کي عادت تھي کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا ' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتي تھي ' تو بے اعتنائي سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈیم ولسکا " پولینڈ کي ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافي ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاہا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کي بہت کوشش کي ' مگر وہ برابر بیزار رہي - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا " تو دیکھہ لیگي - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ ' یہ میرے ہاتھہ میں گھڑي ہے ' جس طرح میں یہ گھڑي چور چور کیے ڈالتا ہوں ' اُسي طرح پولینڈ کا ملک بھي پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑي زور سے دیوار پر مار دي - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑي -

لیکن چند دنوں کے بعد ہي نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھي اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ہیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائي مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاري " کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کي دو لڑکیاں تھیں - بڑي کا نام " جولیا " تھا - چھوٹي کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائي نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپني محبوبہ سے سیر ہوگیا ' اور بھائي کي محبوبہ پر قبضہ جمانا چاہا - چنانچہ ایک مرتبہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے ' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمہاري محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج ہیں - لیکن مجھہ میں اور میري محبوبہ میں استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم تم مبادلہ کر لیں تا کہ تمہارا نقص جولیا پورا کر دے ' اور میں ڈیزیرا کي کمي پوري کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائي کي محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسي کو بھي مخالفت کي جرأت نہ ہوئي !

لیکن تھوڑے ہي زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کي راہیں اُس کے سامنے کھلي ہوئي ہیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا ' اور اُس کي منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھي خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کي طبیعت کچھہ ایسي بیچین واقع ہوئي تھي کہ ایک ہي حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ہي دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کي ابتدائي سیڑھیوں پر تھا ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کي تلوار واپس مانگي - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونٹ الیگزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسي انقلاب کے زمانے میں پھانسي دیدي گئي تھي - نپولین بچہ کي جرأت و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کي درخواست منظور کر لي - دوسرے دن اُس کي ماں شکریہ ادا کرنے آئي - یہي جوزیفائن تھي - نپولین پہلي ہي نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعي بہت خوبصورت تھي ' ساتھہ ہي عقلمند بھي تھي - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کي چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ہے - چونکہ اسراف کي وجہ سے سابق شوہر کي تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکي تھي ' اِس لیے اس نے بھي اس نئي دعوت عشق کا پوري سرگرمي سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کي آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کي شادي ہوگئي - دلہن کي عمر دولہا سے سات سال زیادہ تھي ' مگر نکاحنامہ میں اُس کي عمر ۲۹ - برس لکھي گئي اور نپولین کي ۲۶ برس !

شادي کے دو دن بعد نپولین کو اٹلي کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھي ' مگر جوزیفائن کي یاد ہر وقت تازہ رہتي تھي - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا ' اور اپني حالت سے اُسے آگاہ کرتا رہتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر ہاتھہ رکھتا ہوں ' تم اُس میں موجود ملتي ہو جس سے مجھے بڑي تسکین ہوتي ہے - اِس دنیا میں اگر کوئي غم ہے تو صرف تمہاري فرقت کا "

جوزیفائن کي تصویر ہر وقت اُس کے پاس رہتي تھي - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا ' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے ہاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کي طرف سے

بالکل نا امید هو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمہارے پر هوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آجاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پروا نہ تھی - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑی عزت حاصل هوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند هفتہ کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاها - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتی رهی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا کہ فوراً چلی آؤ - اِس مرتبہ اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا کہ میں سفر نہیں کر سکتی کیونکہ حمل سے هوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی هی خوشی هوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکہ تم بیمار تھیں - سچ ہے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے ... کاش ایک هی دن کیلیے میں تمہارے پہلو میں هوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے هوش اڑا دیے هیں - کاش میں اُسے لکھ سکتا - اُس کی محبت جذبوں کے درجہ تک پہنچ گئی ہے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواستہ اگر وہ مرگئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نہیں رہے گا ! "

لیکن چند هی دن بعد نپولین کو معلوم هوگیا کہ جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھی ہے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رهی ہے - اب اُسکے غصہ کی کوئی حد نہ تھی - اُسنے فوراً تلخ لہجہ میں خط لکھا ' اور حکم دیا کہ بلا کسی عذر کے روانہ هوجائے - جوزیفائن بادل ناخواستہ روانہ هوگئی - میلان میں نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند هی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکہ فوج ایک خطرہ میں پھنس گئی تھی - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمہارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رهی تھی - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ' تاکہ مرنے سے پہلے هم کہہ سکیں کہ هم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے هیں " مورخ میسن کا بیان ہے کہ نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا هوتا تھا ' گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا ہے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوهر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبہ افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتیٰ کہ کہا جاتا ہے ' نپولین کی فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمی کوئی نہ تھا - جوزیفائن دیکھتے هی فریفتہ هوگئی - یا تو فوج میں رهنے سے بیزار تھی ' یا اب فوج سے جدا هونا گوارا نہیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی هوئی ' تعلقات بڑھے ' اور اِتنے بڑھے ' کہ خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصہ هوا مگر ضبط سے کام لیا - البتہ اِتنا ضرور کیا کہ اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا کہ آئندہ احکام کا منتظر رہے - اپنے شوهر کی اِس کارروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمہ هوا - مگر مجبور تھی - کچھہ کر نہیں سکتی تھی - وہ اپنی پھوپھی کو ایک خط میں لکھتی ہے " زندگی سے اُکتاگئی هوں - موت کی تمنائیں کر رهی هوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ هوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے هی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ هونا پڑا - وہ مصر کی مہم پر روانہ هوگیا ' اور بیوی سے وعدہ لے لیا کہ جنگ ختم هوتے هی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وہ مالٹا هی پہنچا تھا کہ اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ' اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر هر دلعزیز هوگیا تھا کہ اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رها تھا - مگر خود اُسے کچھہ پروا نہ تھی - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم هوگئی - کہا جاتا ہے کہ اِسی زمانہ میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا هوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی کہ نپولین شاید کبھی واپس نہ آئیگا ' یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک هوگئی تھی - مگر اچانک اُسے خبر ملی کہ اُسکا شوهر مصر سے آگیا ہے ' اور عنقریب پیرس پہنچنے والا ہے - بہت خوفزدہ اور پریشان هوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی هوگئی تھی - حیران تھی شوهر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانہ هوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راستہ اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام هوکر سرعت سے لوٹی ' اور سیدھی محل کی طرف روانہ هوگئی - مورخ میسن کا بیان ہے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑی دستکیں دیتی رهی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نہیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھی سپہ سالار نے مطلقاً پروا نہ کی - اِس حالت پر پورا فن گزر گیا ' مگر دروازہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - نا اُمید هوکر واپس جانے والی تھی کہ اُسکی ایک سہیلی اُسکے دونوں بچوں ارجین اور هورٹانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپنی ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھہ فرنک قرضہ بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھہ رهی - جب وہ تخت نشین هوا ' تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاهی کی عزت و عظمت کے ساتھہ زندگی بسر کرتی رهی - یہانتک کہ نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر هوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھہ ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچہ طلاق دیدی گئی ' اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشہور ہے کہ آسٹرین بیوی کو اپنے شوهر سے ذرا بھی محبت نہ تھی - بلکہ سخت نفرت کرتی تھی جیسا کہ ابھی بیان هوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ ہیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی کہ موت کے بعد اُسکا دل شیشہ میں رکھکر اُسکی



حجة ابراهيمی

آیۂ کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراهیم " کی تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طرق استدلال

تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۲)

(۴) انبیاء کرام (علیہم السلام) حکماء کے وضعی طریق استدلال کی جگہ فطری طریق تلقین کیوں اختیار کرتے ہیں ؟ میں اسکی تشریح یہاں نہیں کرونگا ' کیونکہ اول تو یہ تحریر تشریح کی متحمل نہیں ' ثانیاً آیۂ زیر بحث میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسکی تشریح آگے آئیگی - البتہ ترتیب بیان کیلیے مختصر لفظوں میں یوں سمجھیے کہ :

اولاً ' انبیاء کرام کی تعلیم کا مقصود بحث و نظر نہیں ہوتا ' ایمان و یقین ہوتا ہے - ایمان و یقین کیلیے وضعی علوم کا طریق استدلال کسی حال میں بھی سود مند نہیں - انبیاء کرام کے تمام احکام کا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر ہے جسے قرآن حکیم نے عالم " غیب " سے تعبیر کیا ہے - عالم " غیب " کے معاملات خلاف عقل نہیں ہیں مگر ما وراء عقل ضرور ہیں ' اسلیے انکا عام نظری استدلال کے ذریعہ نہیں بلکہ صرف وجدانی شہادت کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے - وہ وجدانی شہادت جو فطرۃ انسانی میں ودیعت کردی گئی ہے اور جسکا اذعان قدرتی طور پر ہر انسان کے اندر موجود ہے - پس انبیاء کرام کا طریق ارشاد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کے وجدان سے خطاب کرتے ہیں ' نہ کہ مجرد ذہن و ادراک سے -

ثانیاً ' ایک اصل عظیم اس باب میں یہ ہے کہ انبیاء کرام کا طریق تعلیم " مقدمات " کا طریقہ نہیں ہوتا - " براہ راست " تلقین کا طریقہ ہوتا ہے -

عام بول چال میں اس کا مطلب یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی بات کے ثابت کرنے اور منوا دینے کے طریقے دو ہیں : ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے مخاطب سے چند ایسے باتیں منوالی جائیں جو گو اصل مدعا نہیں ہیں ' لیکن انکے تسلیم کرلینے کے بعد مدعا کا تسلیم کر لینا ضروری ہوجائیگا - یہ طریقہ " مقدمات " کا طریقہ ہے - دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو بات مخاطب کے دل میں اتارنی ہو ' وہ ایسی شکل و نوعیت میں بیان کر دی جاے ' کہ بغیر کسی دوسری بات کے سہارے کے ' خود بخود دل نشیں ہوجاے - اس بات کے سمجھنے ' مان لینے ' اور شک و انکار سے محفوظ ہوجانے کیلیے کسی دوسری بات کے سونچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہ ہو - یہ طریقہ " براہ راست " تلقین کا ہے - کیونکہ اس طریقہ میں اثبات مدعا کیلیے جو کچھ کہا جاتا ہے ' مقدمات کا محتاج نہیں ہوتا - پہلا طریقہ علوم وضیعہ اور نظار کا ہے - دوسرا طریقہ طریق فطری اور انبیاء کرام کا ہے -

انبیاء کرام اگر اپنی تعلیم میں مقدمات کا طریقہ اختیار کرتے ' تو ظاہر ہے کہ اُن کا خطاب عام نوع بشر سے نہیں ہوسکتا تھا - کیونکہ بجز چند افراد کے جنہوں نے علوم وضیعہ کے طریقہ پر مقدمات کے بحث و نظر کی استعداد پیدا کرلی ہو ' عامۃ الناس نہ تو ان کی تعلیم سمجھ سکتے ' نہ ایمان کے لیے مکلف ہوسکتے - انبیاء کے لیے ضروری ہوتا کہ وہ ایمان کی براہ راست دعوت دینے کی جگہ پہلے مدرسوں میں وضعی علوم کی تعلیم دیتے پھرتے ' پھر تعلیم کے بعد مقدمات ترتیب دیکر اثبات مدعا کی شکلیں بناتے ' پھر اُن مقدمات میں سے ایک ایک مقدمہ پر لڑتے جھگڑتے - پھر جب مخاطب اُن مقدمات کے جال میں الجھ جاتا ' تو اُسے بے بس کرکے اقرار کرا لیتے - یہ طریقہ حکماء کی بحث و نظر کا ہے - " دعوت " کا نہیں ہے - اور انبیاء کرام " داعی " ہوتے ہیں - " مناظر " اور " نظار " نہیں ہوتے !

ثالثاً ' مقدمات کا طریقہ جیسا کچھ بھی ہو ' یقین نہیں پیدا کر سکتا ' عجز پیدا کر دیتا ہے ' اور دونوں میں فرق ہے - انبیاء اپنے مخاطبین میں یقین پیدا کرنا چاہتے ہیں - بحث میں عاجز کرکے چپ کرا دینا نہیں چاہتے - مقدمات کا طریقہ پیچ در پیچ اور چند در چند نظری مسلمات پر مبنی ہوتا ہے - اگر مخاطب اِس پیچ و خم کا شاطر نہیں ہے ' تو بہت جلد لاجواب ہوکر چپ ہوجائیگا - یہ " چپ ہو جانا " نہ کہ " مطمئن ہوجانا " طریق مقدمات میں مناظر کی فتح سمجھی جاتی ہے - لیکن انبیاء کرام زبان نہیں ' دل جیتنا چاہتے ہیں ' اور زبان کے بے بس ہو جانے سے دل میں یقین نہیں پیدا ہو جاتا - تم ایک تیز زبان آدمی سے گفتگو میں ہاری نہیں لیجا سکتے ' اس لیے ہار مان لیتے ہو ' مگر اس سے دل کا اعتقاد تو نہیں پیدا ہو جائیگا ؟

رابعاً ' مقدمات کے طریقہ کا تمام تر دار و مدار وضعی علوم کے نظری مسلمات پر ہوتا ہے ' اور یہ مسلمات نہ تو ہر حال میں حقیقی ہیں ' نہ ہر زمانے کی عامی استعداد یکساں طور پر ان کا اعتراف کرسکتی ہے - بہت ممکن ہے کہ کل تک جو بات مسلم طور پر مانی جاتی تھی ' آج اتنی کمزور ہوجائے کہ لوگ اُس کی

بیوی کے پاس لیجائے - لیکن جب ڈاکٹر ملکہ کے پاس پہنچا ' تو اُسے ایک کانے عہدہ دار سے تعشق کرتے پایا - ملکہ نے نپولین کا پیغام سن کر کہا " میں نے اُسکی محبت کبھی اپنے دل میں محسوس نہیں کی - اگرچہ میں یہ ہمیشہ یاد رکھنے پر مجبور ہوں کہ وہ میرے لڑکے کا باپ ہے "

مذکورۂ بالا عورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتوں سے نپولین کو محبت ہوئی یا انہوں نے اُس سے محبت کی - اِنمیں سب سے اہم اور قابل ذکر تین عورتیں ہیں - میڈیم پرادن ' میڈیم ڈی اسٹایل " اور مسز اردل - ہم اُنکے واقعات بالاختصار بیان کرینگے -

هنسي اوزائيں - ايمان كي بنياد ايسي متغير اور متلون بنياد پر نہيں هوسكتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقه ' اور هر زمانه كے ليے ايك يكساں حقيقت هے - يه محل تفصيل كا نہيں ' ورنه مثالوں سے يه بات بالكل واضح هو جاتي - همارے حكماء اور متكلمين نے حدوث عالم اور اثبات صانع كے كتنے هي استدلال ترتيب دے ديے ' جن كي بنياد اُس وقت كے مذاهب فلسفه كے نظري مسلمات پر ركھي گئي تھي ' ليكن آج هم كسي پڑھے لكھے آدمي كے سامنے اُنهيں دهرانے كي جرأت نہيں كرسكتے !

(۵) صرف يهي نہيں كه قرآن كا يه طريقه نہيں هے ' بلكه اُس نے واضح طور پر اس طريقه كي مذمت كي هے ' اور اسے بهي اُنهي طريقوں ميں سے قرار ديا هے جو اُس كے نزديك " جدل " كے طريقے هيں ' اور جو طريق " دعوت " و " هدايت " كے ساتھه جمع نہيں هو سكتے - يه طريقه جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں كے پيچ ميں مخاطب كو كس دينے كے ليے ضرور مفيد هے - مگر اذعان و يقين كيليے كه طريق دعوت و هدايت كا مقصد وحيد هے ' كچھه مفيد نہيں - بلاشبه اس طريق كا عامل ايك علمي قسم كا جھگڑالو آدمي بن جاتا هے ' ليكن مرشد اور هادي نہيں بن سكتا - اس كي طبيعت كبهي اِس طرف نہيں جاتي كه سچائي اور حق معلوم كرے - وہ اس كا عادي هو جاتا هے كه اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑھے هوے مقدموں ' اور منوائي هوي اصطلاحوں سے كسي نه كسي طرح مخاطب كو لاجواب كردے - رفته رفته خود اُسكا قلب بهي حقيقت سے نا آشنا اور اُسي قسم كي باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگريزي ميں " ٹكنيكل " قسم كي باتيں كہتے هيں (لفظ صناعي اسكا پورا مفهوم ادا كرنے كيليے كافي نہيں ' الا يه كه اختيار كرليا جاے) اگر وہ ايك مخاطب كو جو حق كي جستجو اور يقين كي راه ميں اُس سے نزاع كر رها هے ' صرف ايك لفظ كي غلطي ' يا كسي اصطلاحي قاعده كي نا آشنائي ' يا ترتيب مقدمات كے پيچ و خم كے اُلجھاؤ سے شرمنده كر دے سكے اور لا جواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھے گا هے ' اور اِسے " مناظره ميں هرا دينے " سے تعبير كريگا - ليكن ايك لمحه كيليے بهي يه نہيں سوچے گا كه اِس نام نہاد فتح و شكست سے حقيقت اور سچائي كا فيصله كيونكر هوگيا ؟ يه زياده سے زياده مناظره كي جيت هے - ليكن حقيقت كا فيصله تو نہيں هے ؟ اگر وہ اِس مناظرانه كج انديشي كي مدهوشي سے افاقه پائے ' اور خود اپنے دل كي گهرائيوں كا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے كه جس بات كے منوانے كيليے وہ ايك عالم كو چپ كراتا پهرتا هے ' خود اُسي كے دل كو اُسپر قرار نہيں هے - قرآن و سنت پر تدبر كرنے سے معلوم هوتا هے كه يه ' اور اِس طرح كے تمام طريقے ' نه صرف حصول مقصد كيليے سود مند نہيں هيں ' بلكه هدايت و يقين كي راهوں سے دور كر دينے والے هيں - قرآن اِن تمام طريقوں كو " خصومت " اور " جدل " يعني لڑنے جھگڑنے كي راه قرار ديتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعيت كے اعتراضات اور تشكيكات نقل كي هيں - پهر بتلايا هے كه يه حق و هدايت كي راه نہيں هے ' خصومت اور جھگڑنے كي روش هے - سورۂ ياسين ميں منكرين كا يه استفهام تشكيكي نقل كرنے كے بعد كه " و يقولون متى هذ الوعد ان كنتم صادقين ؟ " فرمايا " ما ينظرون الا صيحة واحدة ' تاخذهم و هم يخصمون ! " " خصومت " كا لفظ يهاں اِسي حقيقت كي طرف اِشاره هے - سورۂ زخرف ميں منكرين كا يه انداز سخن نقل كيا هے كه " ولما ضرب ابن مريم مثلاً ' اذا قومك منه يصدون - و قالوا : الهتنا خير أم هو ؟ " اِسكے بعد كہا " ما ضربوا لك الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " يعني منكروں كي يه فكري حالت كه وہ بات كي حقيقت پر غور كرنے كي جگه فرضي اور تخميني صورتيں پيدا كركے كچ بحثي كرني چاهتے هيں ' راستي و حق پرستي كا طريقه نہيں هے - " جدل " كا ڈهنگ هے -

چنانچه يهي وجه هے كه قرآن حكيم نے دعوت الي الحق كا طريقه واضح كرتے هوے كہا : ادع الى سبيل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنه ' و جادلهم بالتى هى احسن (۱۶ : ۱۲۵) اِس آيت ميں بالترتيب تين طريقوں كا ذكر كيا هے : حكمت - موعظۂ حسنه - اور جدل - ليكن جدل كو " بالتى هي احسن " كے ساتھه مقيد كر ديا هے - يعني ايسا جدل جو اچھے طريقه پر كيا جاے - اِس سے معلوم هوا كه قرآن كے نزديك " جدل " حكمت و موعظت كي طرح محمود و مطلوب نہيں هے ' اِلا يه كه " بالتى هى احسن " هو -

جس آيت كي نسبت آپنے استفسار كيا هے ' دراصل وہ اسي حقيقت كا ايك بهترين نمونه پيش كرتي هے - وہ واضح كرتي هے كه انبياء كا طريق دعوت و هدايت كا هے - جدل كا نہيں هے - اور تشريح اسكي آگے آئيگي -

(۶) ليكن افسوس هے كه متكلمين كا منطقي ذوق طريق قرآني كي اهميت و حقيقت معلوم نه كرسكا - اُنهوں نے قرآن كو بهي وهي منطقي جامه پہنا ديناً چاها ' جو خود انهوں نے علم و نظر كے هر گوشے ميں پہن ليا تها - چونكه يه طريقه قرآن كيليے ايك مصنوعي طريقه تها ' اسليے قدم قدم پر طرح طرح كي مشكلات پيش آئيں - لغت ساتھه نہيں ديتي تهي ' عربي اُسلوب بيان قطعاً مخالف تها - سباق و سياق كا مقتضا كچھه اور هي كہتا تها - سب سے بڑھكر يه كه قرآن كا عام نظم بيان اس طريق كے ساتھه چل نہيں سكتا تها - تاهم وہ اپني موشگافيوں اور كوہ كندنيوں ميں برابر بڑھتے هي گئے ' اور كسي نه كسي طرح كهينچ تان كر ايك نيا كارخانۂ استدلال كهڑا كر ديا - اب دنيا كہتي هے كه قرآن كي مشكلات حل نہيں هوتيں - ليكن كوئي نہيں جو اس حقيقت پر سے پرده اُٹهائے كه مشكليں قرآن كي مشكليں نہيں هيں - مفسرين كي پيدا كي هوئي مشكليں هيں - اگر ايك بات كو اُس كى زبان ' اُس كے اُسلوب ' اور اُس كے قدرتي معانى سے هٹا كر ايك دوسري طرح كي شكل ديدي جائيگي ' تو يقيناً وہ صاف نہيں رهيگي ' مشكلات كا ايك معما هي بن جائيگي !

ياد ركھنا چاهيے كه قرآن كے ساتھه هم در هي طرح كا سلوك كرسكتے هيں - يا تو اس كي سچائي تسليم كريں - يا انكار كرديں - اگر هم اس كى سچائي تسليم كرتے هيں تو ضروري هے كه وہ تمام اوصاف بهي تسليم كرليں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بيان كيے هيں - اِن اوصاف ميں سب سے پہلا اور بنيادي وصف يه هے كه وہ هر اعتبار سے سہل هے - كسي اعتبار سے بهي مشكل نہيں - پس قرآن سب كچھه هو سكتا هے مگر مشكل اور پيچيده نہيں هوسكتا - كوئي تفسير ' كوئي تاويل ' كوئي ايسي بات جس سے اُس كي كوئي ايك سورت ' كوئي ايك ركوع ' كوئي ايك آيت ' بلكه اُس كا كوئي ايك لفظ بهي مشكل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن كے ليے سچي تفسير اور سچي بات نہيں هو سكتي - يقيناً وہ سچي نہيں هوسكتي - اس ليے كه قرآن جسے سچ هونا چاهيے ' بار بار كہتا هے : ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر (۵۴ : ۱۷)

فانما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات الى النور (۵۷ : ۹) قرانا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانك لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزيل رب العالمين - نزل به روح الامين - على قلبك لتكون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل وما هو بالهزل (۸۶ : ۱۳) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اُسكي تعليم بالكل كهلي هوئي اور اسكا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اُتر جانے والا هے - سچائي اس ميں كهول دي گئي هے - حقيقت كے ليے اُس ميں كوئي نقاب نهيں - اُس كا بيان يكقلم سيدها سادها هے - كسي طرح كي ٹيڑهه اور پيچيدگي اُس ميں راه نهيں پا سكتي - اُسكے سمجهنے سمجهانے كيليے صرف اس بات كي ضرورت هے كه دل لگنے والا اور كان سننے والا هو - اُسے صرف سن لينا هي اُسے پا ليتا هے ' اور اُسے ديكهه لينے سے انكار نه كرنا ' اسكي شيفتگي اور عشق كا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه كهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذكر " هوں ' " تبياناً لكل شي " هوں ' " تذكرة " هوں ' " هدي و رحمة " هوں ؛ اور يه ظاهر هے كه جو بات وعظ هو ' تذكير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل كے روگوں كي شفا هو ' وه منطقي شكلوں كا اُلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں كا كارخانه نهيں هو سكتي !

(۷) ضرورت هے كه مختصراً اس معامله كي توضيح كے ليے ايك دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متكلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا كا اختيار كيا تها ' اُس ميں سب سے زياده اُن كا اعتماد حدوث عالم كے اثبات پر تها - يعني عالم قديم (مصطلحهٔ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم كے ليے سب سے زياده قوي استدلال حركت اور تغير كا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شكل رٹي تهي : " العالم متغير ' و كل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونكه متكلمين كے دماغ ميں اثبات مدعا كي يهي شكليں بسي هوئي تهيں ' اسليے اُنهوں نے قرآن كے استدلالات كو بهي كهينچ تان كر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حكيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (علي نبينا و عليه الصلوة و السلام) كي ايك " حجة " كا ذكر كيا هے ' اُسي طرح سورهٔ انعام ميں ايك دوسري " حجة " كا بهي ذكر كيا هے : وتلك حجتنا اتيناها ابراهيم على قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربك حكيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " كيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم كے مشاهدهٔ " ملكوت السماوات و الارض " كے واردات كا ذكر هے : فلما جن عليه الليل ' رى كوكبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديكها ' اور جب اُن ميں سے هر كوكب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونكه اس معامله كو قرآن نے " حجة " كے لفظ سے تعبير كيا تها ' اور جيسا كه آگے چل كر معلوم هوگا ' متكلمين نے " حجة " مستعملهٔ قرآن كو وهي حجة قرار دے ليا تها جو اُن كي مصطلحهٔ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت كي تفسير كرتے هوے اپنے منطقي استدلال كي شكل يهاں بهي چپكا دي - مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حركت و تغير سے استدلال كيا هے - يعني اُن كي حجة بهي يهي تهي كه " العالم متغير و كل متغير حادث " انهوں نے كواكب كے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال كيا هے كه اُن ميں حركت هے - حركت تغير كو كهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سكتا ! اس تفسير پر همارے متكلمين كو اس درجه وثوق بلكه فخر هے كه حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث كو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حكيم رباني جس نے اس حكمت سے مخلوق كو آشنا كيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهي اِس سے قطع نظر كيجئے كه اِس استدلال كي كمزوريوں كا كيا حال هے ' اور اسكا صغرى اور كبرى هي كونسا قطعي اور مسلم هے كه نتيجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه كيجئے كه اِس طرح كا استدلال انبياء كرام كي طرف منسوب كرنا طريق دعوت نبوت سے كس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور كيجئے كه لغت و عربيت كے لحاظ سے اِس تفسير كا كيا حال هے ؟ آيت كريمه ميں كوكب ' چاند ' اور سورج كا ذكر هے ' اور تينوں كيليے " افل " كا لفظ آيا هے - متكلمين كي يه تفسير " افول " كے معني حركت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تك يه معني قرار نه دے جائيں ' اُن كے گڑهے هوے استدلال كي ديوار كهڑي نهيں هو سكتي ' ليكن جزم و قطع كے ساتهه كها جاسكتا هے كه عربي لغت ميں كسي ايسے " افول " كا وجود هي نهيں جو حركت و تغير كے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اُسكے معني تو كسي چيز كے چهپ جانے اور غائب هو جانے كے هيں - قد افلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس كے سوا كوئي معني اس لفظ كے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت كا صاف مطلب يه هے كه جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے كها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں كو دوست نهيں ركهتا - يهاں حركت و تغير كي مصيبت كهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے كه " حركت " سے بهي انكا مقصود حركت لغوي نهيں هے - بلكه حركت مصطلحهٔ فلسفه هے - يعني وه حركت جو ايك حالت سے دوسري حالت ميں انتقال كو كهتے هيں ' خواه مكان ميں هو يا زمان ميں ' اور كم ميں هو يا كيفيت ميں - مثلاً درخت كا نمو بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكم هے ' اور كسي رنگ كا تغير بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكيف هے - ظاهر هے كه اگر " افول " كے مفهوم ميں كسي نه طرح كهينچ تان كر حركت كي دلالة پيدا بهي كرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه كيسا صريح اتهام هوگا كه حركت كا يه فلسفيانه مفهوم اُن كے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متكلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے كه حضرت ابراهيم عليه السلام كا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه كواكب كو صانع كائنات نهيں سمجهتے تهے كه اُنكے ليے اِس مزعومه استدلال كي ضرورت هوتي - اُن لوگوں كا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج كي نسبت وهي تها ' جو دنيا كي تمام مشرک عقول كا اپنے اپنے ديوتاؤں كي نسبت رهچكا هے اور اب تك هے - يعني يه ايسي روحاني اور ملكوتي هستياں هيں جنهيں دنيا كي تدبير و

تصرف میں دخل ہے ' اور اسلیے اِنکی پرستش ضروری ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ہی نہ تھے ' تو اُنکے محدث و مخلوق ہونے کے دلائل پر حضرت ابراھیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجتنا اٰتینا ھا ابراھیم علی قومہ " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئی ایسی بات اُٹھی تھی ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ہونے کا بطلان ثابت ہوتا ' کیونکہ اُنکے ہم وطنوں کی اصلی گمراھی یہی تھی -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنہ یہی ایک تفسیر اِس حقیقت کی توضیح کیلیے کافی تھی کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تہ بر تہ پردے ڈالدیے ھیں' اور اُنکی ذھنیت معارف قرآنیہ کی روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ہے - فی الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اھم ترین دلائل قرآنیہ کے ہے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معنی منطقی استدلال کا جامہ پہنا کر اُس کی ساری دلاویزی اور خوبی غارت کردی ہے' جو کسی طرح بھی اُس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ہے کہ یہ استدلال حضرت ابراھیم کی طرف اِس جوش و سرگرمی کے ساتھہ منسوب کیا جاتا ہے ' گویا انکے لیے ابراھیم خلیل کی جگہ اِمام الحرمین یا اِمام رازی بن جانا کوئی بڑی ھی فضیلت کی بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کی جگہ اِمام الحرمین اور اِمام رازی اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراھیم کی طرف منسوب کی گئی ہے ' وہ اِتنا زبان بھی نہیں رکھتی ' جسقدر عامۂ حکماء کی عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام اِبن تیمیہ نے سچ کہا ہے کہ " متکلمین نے طریق قرآنی اسلیے ترک کیا ' تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھہ چل سکیں ' مگر افسوس کہ یہ بھی نہ کرسکے - اِنکی خام خالیوں سے تو پھر حکماء کی باتیں غنیمت ھیں "

یا مثلاً ' قرآن حکیم نے اللہ تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ھوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معنی اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ھوا ہے ' اسکے سوا کچھہ نہیں ھیں کہ یہ صفت ' تعدد کی نفی کرتی ہے - یعنی وہ ایک ہے ' اکیلا ہے ' اسکا کوئی شریک نہیں - کوئی عرب یا عربی داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسی مفہوم کا تخیل ھی نہیں کرسکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معانی اور التزامات پیدا کرلیے ' اور بلا تکلف اُنھی معانی میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے ھیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نہ ھوسکے ' پس معلوم ھوا کہ وہ جسم نہیں ہے ' کیونکہ اجسام قابل انقسام ھیں - ھمیں بھی اِسکا شوق نہیں کہ خدا کی جسمیت ثابت کی جاے ' لیکن یہ قطعی ہے کہ قرآن نے عربی کا لفظ " احد " اس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ' اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کی دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئی تعلق ہے -

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلی معنی کسی چیز کے نصب ھونے کے تھے - مصدر صورت بنا دیتا ہے ' اس لیے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشی - ای انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لھا بشراً سویا " یعنی آدمی کی شکل میں نمایاں ھوا - پھر اسی نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھی ھونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعنی اُس جیسی ہے - تاج محل کے مثل کوئی عمارت نہیں - قرآن نے بھی جا بجا اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ھوگئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ھونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقی اطلاق پیدا کرکے اُسے مماثلۃ فی الجوھر ' مماثلۃ فی الکیفیۃ ' مماثلۃ فی الکمیۃ ' مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ؛ وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھی وھی استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثلہ شی " میں " مثل " کو وھی " مثل " مصطلحہ قرار دیتے ھیں ' اور اسپر اپنی تمام فلسفہ آرائیوں کی عمارت اُستوار کرتے ھیں - وہ کہتے ھیں - تمام اجسام متماثل ھیں ' اور جسم وہ ہے جو جواھر فرد سے مرکب ھو ' یا جسکی طرف اِشارہ کیا جاسکے ' اور جسکی مقدار ھو ' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثلہ شی " تو اِس سے اُن تمام جسمی (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کی نفی ھوگئی جو جواھر میں یا اعراض میں ھوسکتی ھیں - فلو کان جسماً لکان لہ مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفی لوازمات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئی شے نہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ " لیس کمثلہ شی " میں قرآن نے عربی کا جو لفظ استعمال کیا ہے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے' وہ کیا تھا ؟ کیا وہ یہی مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھی ؟ حاشا و کلا - عربی میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنھی سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ' جن معنوں میں ھم آجکل اُردو میں بولا کرتے ھیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئی عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یہ مطلب نہیں ھوتا کہ وہ مماثلۃ فی الجوھر یا مماثلۃ فی الکمیۃ ' یا مماثلۃ فی الکیفیۃ ' یا مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ' یا مماثلۃ فی اي معنی اصطلاحي فلسفي کي نفي کر رھا ہے - بلکہ یہ مطلب ھوتا ہے کہ ایسی خوشنمائی رکھنے والی کوئی دوسری عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھی ٹھیک ٹھیک اِسی سادہ اور لغوی معنی میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آگئیں ؟

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معنی لغت اور زبان میں طول عہد کے ھیں ' اور اِسی نسبت سے وہ ھمیشگی کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - لیکن یہ ھمیشگی ایسی ھی ھوتی ہے جیسے بول چال میں ھم کہتے ھیں " یہ آدمی ھمیشہ کلکتہ ھی میں رھیگا " اس سے یہ مقصود نہیں ھوتا کہ وہ ابد تک رھیگا اور مستقبل میں کوئی وقت ایسا نہیں آئیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو' بلکہ یہ مطلب ھوتا ہے کہ وہ یہیں ٹھہرا ھوا ہے اور عرصہ تک یہیں ٹھہریگا - قرآن نے بھی جا بجا اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ھوگئیں ' تو " خلود " کے معنی ایسی ھمیشگی کے ھوگئے جسکی کوئی نہایت نہ ھو -

یا مثلاً ' عربی میں لفظ " قدیم " کے وھی معنی ھیں ' جو اردو میں " پرانے " کے ھیں " یہ مکان بہت قدیم ہے " یعنے بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کی خاص مصطلحات اختیار کیں' اور اسلیے " قدیم " کی بھی ایک خاص منطقی تعریف بن گئی - اب کتاب و سنۃ کا مستعملہ " قدیم " بھی اسی معنی میں لیا جانے لگا !

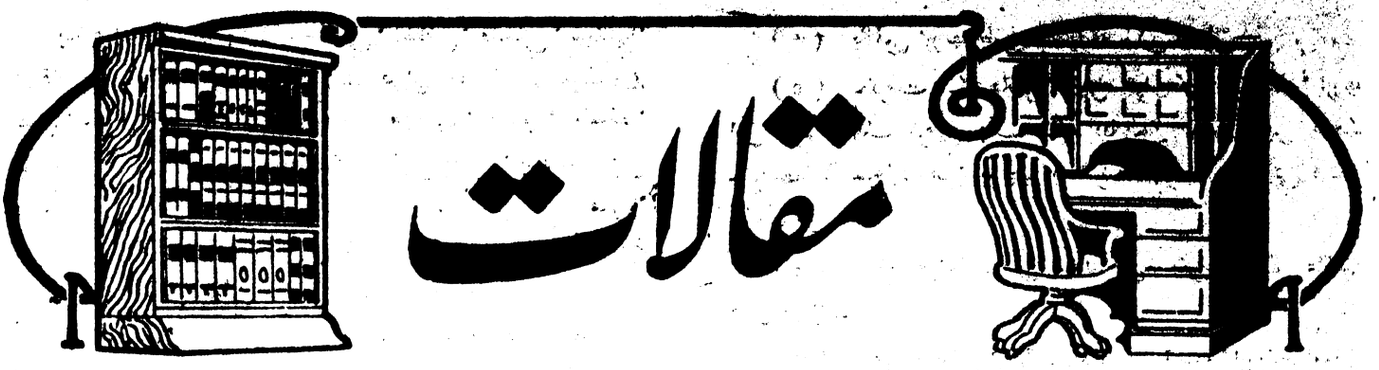

مقالات

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

"لیکن تم کمیونسٹ، سرمایہ دار عورتوں کی عمومیت بھی رواج دوگے"

ایک ہی طرح کے سر میں تمام سرمایہ دار یہ راگ آلاپ رہے ہیں!

چونکہ سرمایہ دار اپنی بیوی کو بھی پیداوار کا ایک آلہ تصور کرتا ہے، اس لیے جب کبھی سنتا ہے کہ آلات پیداوار عام ملکیت ہوجانے والے ہیں، تو قدرتی طور پر خیال کرتا ہے کہ عورتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا!

اُسے کبھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر ہے کہ عورت پیداوار کا محض ایک آلہ نہ سمجھی جائے - وہ عورتوں کی موجودہ حیثیت بدل دینی چاہتے ہیں -

ہمارے سرمایہ داروں کے اس عیارانہ خوف سے زیادہ کوئی چیز مضحکہ انگیز نہیں جس کی وہ اس باطل دعوی میں نمائش کر رہے ہیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ان کی یہ صورت حال تقریباً ہمیشہ موجود رہی ہے اور آج بھی موجود ہے!

ہمارے سرمایہ دار بزرگ کیا کر رہے ہیں؟ اپنے مزدوروں کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضۂ و تصرف میں رکھنے سے سیر نہ ہوکر نیز باضابطہ عصمت فروشی پر بھی قانع نہ ہوکر، وہ اب آپس میں ایک دوسرے کی بیویوں سے علانیہ تعلقات پیدا کر رہے ہیں، اور یہ تعلقات سرمایہ دار سوسائٹی کی بہترین معاشرتی دلچسپی ہیں!

خود سرمایہ دارانہ شادی بھی درحقیقت عورتوں کی عمومیت ہی ہے - کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ الزام یہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ عورتوں کی موجودہ ریاکارانہ اور خفیہ عمومیت ختم کر دینی چاہتے ہیں - ظاہر ہے کہ پیداوار کے موجودہ نظام کی منسوخی کے ساتھ اُس کا نتیجہ یعنی عورتوں کی عمومیت بھی معدوم ہو جائیگی، اور اُس وقت عام عصمت فروشی کا بازار بھی گرم نہیں ہو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ وطنی و قومی رنگ فنا کردینی چاہتے ہیں -

مزدوروں کی نہ تو کوئی قوم ہے نہ وطن - پس جو چیز اُنہیں ملی ہی نہیں، چھینی بھی نہیں جاسکتی!

مزدوروں کو پہلے سیاسی طاقت حاصل کرنی چاہیے، پھر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاہیے - یہ کام بذات خود ایک قومی کام ہے، اگرچہ سرمایہ دار اُسے کچھ نہ سمجھیں -

جوں جوں سرمایہ دار ترقی کرتے جاتے ہیں، آزاد تجارت پھیلتی جاتی ہے، عالمگیر بازار کھلتے جاتے ہیں، صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، قومی اختلافات بھی کم ہوتے جاتے ہیں، اور حالات زندگی میں ہمرنگی و یکسانیت بڑھتی جاتی ہے -

مزدوروں کی فتحمندی ان اختلافات کو اور زیادہ کم کردیگی، کیونکہ ان کی تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحدہ عمل اولین شرط ہے -

افراد کے باہمی خود غرضانہ استعمال میں جس قدر کمی ہوتی جائیگی، اسی قدر قوموں کا باہمی خود غرضانہ استعمال بھی کم ہوتا جائیگا -

جوں جوں فرقہ بندیاں معدوم ہوتی جائینگی، قوموں کی باہمی دشمنی بھی مٹتی جائیگی -

رہے باقی الزام جو کمیونزم پر مذہبی، فلسفی، اور نظری نقطۂ نظر سے لگائے گئے ہیں، تو وہ اس قدر پوچ ہیں کہ کسی سنجیدہ بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجھنے کے لیے کسی گہری بصیرت کی ضرورت ہے کہ مادی حالات زندگی اور اجتماعی نظام کی تبدیلی کے ساتھ انسان کے خیالات، نظریے، تصورات، حتیٰ کہ ضمیر و وجدان تک بدل جاتا ہے؟

خیالات کی تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتی ہے کہ دماغی پیداوار، مادی پیداوار کے ساتھ ہمیشہ بدل جاتی ہے؟ ہر عہد کے حکمراں خیالات ہمیشہ وہی رہے ہیں، جو اس کے حکمراں طبقہ کے تھے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے ہیں جو سوسائٹی میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ہیں، تو یہ حقیقت صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ پرانی سوسائٹی کے اندر ہی نئی سوسائٹی کے عناصر کی تکوین پوشیدہ تھی، اور یہ کہ قدیم خیالات کے انحلال کے ساتھ ہی قدیم اجتماعی رشتے بھی پراگندہ ہوجاتے ہیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کی آخری گھڑیوں سے گزر رہی تھی، تو قدیم مذاہب بھی ایڑیاں رگڑ رہے تھے - یہاں تک کہ مسیحیت نے ظاہر ہوکر انہیں نگل لیا - اسی طرح جب اٹھارھویں صدی میں مسیحی خیالات کی جگہ عقلیت نے لے لی، تو جاگیر دار سوسائٹی نے اُس وقت کے انقلابی سرمایہ داروں سے فیصلہ کن لڑائی لڑی - پھر مذہبی آزادی اور وجدانی آزادی کے خیالات نے عام کی علمداری اور آزاد مقابلہ کا اصول ظاہر کر دیا -

بلاشبہ اعتراف کیا جائیگا کہ مذہبی ' اخلاقی ' فلسفی ' سیاسی ' اور قانونی خیالات تاریخی ترقی کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ' مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھی مذہب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کی حقیقت کبھی نہیں بدلی ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقی رہیں - مزید براں کچھ اٹل سچائیاں بھی ہیں ' جو تمام اجتماعی نظاموں میں ہمیشہ قائم رہی ہیں اور اُن میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئی بنیادوں پر قائم کرنے کی جگہ اُنہیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ہے ' اور یہ ایک ایسی بات ہے جو تمام تاریخی ترقیوں کے بالکل مخالف ہے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تاریخ ' جماعتی نزاع کی تاریخ ہے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتی نزاع نے کوئی شکل بھی اختیار کی ہو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹی کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ہے - لہذا کچھ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعی ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ہے کہ اِس اجتماعی ضمیر کی تبدیلی اسی وقت ممکن ہے ' جب جماعتی نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ہے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتی رشتوں کا ایک براہ راست طبعی انفجار ! لہذا کچھ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقی میں تمام روایتی نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کی پروا نہیں کرنی چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ مزدوری پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقہ کی حیثیت حاصل کرلے - یعنی حقیقی جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور ' سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپنی سیاسی طاقت استعمال کرینگے ' یعنی پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہی حمکراں طبقہ ہونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار اور طاقتوں کی مجموعی مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھی اقتصادی حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروری ہو جائینگے - اِس سے مقصود وہی ذرائع ہیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتی طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقی یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ہے :

(۱) زمین کی ملکیت کی منسوخی اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاری اور برابر بڑھنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کی منسوخی -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کی ضبطی -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کی ترویج ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومی بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داری کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کی حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومی کارخانوں اور آلات پیداوار کی توسیع ' اور بنجر زمینوں کی ایک عام اجتماعی خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتی فوجوں کی تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعی اور صنعتی محنت کی آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کی باہمی تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقی میں جماعتی اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کی بڑی اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگی ' تو عام اجتماعی طاقت اپنی سیاسی حیثیت کھو دیگی - سیاسی طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ہے تا کہ دوسری جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھ قدرتی طور پر وہ موجودہ جماعتی نزاعات اور خود جماعتوں کو بھی برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھ ساتھ خود اپنی جماعتی حکمرانی کی حیثیت بھی مٹا دینگے -

الہلال کو

اشاعت کی کمی کی شکایت نہ ہوتی ' اگر مصارف کی زیادتی پیش نہ آتی - سنہ ۱۹۱۳ء میں الہلال کی یہی قیمت تھی - یعنے بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتی اشیاء کی قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھی تھی - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ' لیکن مصارف کی زیادتی کی وجہ سے اب تک آمدنی اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اِس معاملہ پر توجہ ضروری نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروری سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الہلال)

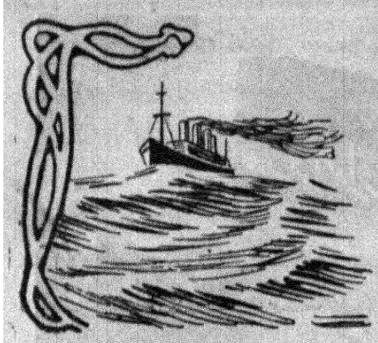

بریدِ فرنگ



مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رسالہ نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیہ کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا ھے - مقالہ نگار حال میں قسطنطنیہ اور قاھرہ کے سفر سے واپس آیا ھے - وہ لکھتا ھے :

" سنہ ۱۹۲۷ کي جو فکریں لہ قاھرہ اور قسطنطنیہ کي عورتوں کے دماغوں میں دور رھي ھے ' اُسے میں لفظوں میں منتقل کر دینا چاھتا ھوں "

مقالہ نگار کے تاثرات کا خلاصہ حسب ذیل ھے :

(۱) ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشوٴ و نما اگرچہ گذشتہ صدي کے اواخر سے شروع ھو گئي تھي ' مگر وہ ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھسکي - سنہ ۱۹۰۰ تک قسطنطنیہ اور قاھرہ میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ فرانسیسي زبان سے واقف ھیں ' مغربي روش کا لباس مشرقي اصلاحات کے ساتھہ پسند کرتي ھیں ' اور اُن میں اھل قلم عورتوں کي بھي ایک محدود تعداد پیدا ھوگئي ھے -

(۲) لیکن موجودہ صدي کے اوائل سے صورت حال میں نئي نئي تبدیلیاں رو نما ھوئیں - اِن تبدیلیوں میں سب سے زیادہ اھم تبدیلیاں دو تھیں - ترک اور مصري خواتین کا یورپ میں آزادانہ سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچہ سنہ ۱۹۰۵ سے لیکر سنہ ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیادہ خواتین یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں دیکھي گئیں - ان میں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتین کي تھي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آئي تھیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بھي بعض خواتین تھیں -



جدید مصري خاتون
بیگم زغلول اپنے معمولی لباس میں

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت ھو رھا ھے !



(۳) سنہ ۱۹۰۸ع میں جب ترکي میں انقلاب دستوري ھوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسري ھي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم ھوگیا - اُس وقت تک دار الخلافہ میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تھے ' اور جتنے بھي تھے ' زیادہ تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے ھوئے تھے - لیکن اب یکایک زنانہ کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافہ ھوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانہ کلب قائم کیے - پھر عام تحریک شروع ھوگئي ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم ھوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بھي متجاوز تھي - اُسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بھي علانیہ حصہ لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بھي پیدا ھوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچھے خطیبوں اور اھل قلم کي تھي - چہرہ کا نقاب بھي تمام تعلیم یافتہ خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البتہ باھر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پہن لیا جاتا تھا جس سے نہ صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چھپ جاتي تھي ' بلکہ سر کے بال بھي پوشیدہ رھتے تھے - صرف نصف پیشاني سے لیکر ٹھوڑي تک چہرہ کھلا رھتا تھا -



سنه ۱۹۲۱ میں قسطنطنیه کي مسلمان عورتوں کا مظاهره

سب سے زیاده اهم تبدیلي یه هوئي که مسلمان خواتین نے سرکاري دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کي کوئي سابق مثال موجود نه تهي - ٹیلي فون اور ٹیلي گراف کے اکثر مراکز میں عورتیں هي عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں ٹائپسٹ عورتیں بهي پیدا هوگئیں - اس صورت حال نے مشرقي ممالک میں بهي اس اسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکه هي کي مضطرب آبادیوں میں محدود تها -

(۴) ٹرکي کي اس تبدیلي نے قاهره پر بهي اثر ڈالا جهاں مغربیت کهیں زیاده قوت و وسعت کے ساتهه نشو و نما پا رهي تهي - سنه ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کي معاشرتي زندگي میں اصلاح کي ضرورت محسوس کي تهي ' اور پرده کے خلاف اپني مشهور کتابیں شائع کي تهیں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسي نکل سکتي تهیں جو بغیر نقاب کے گهر سے باهر نکلنا گوارا کرتیں ' لیکن اب ایک بڑي تعداد ایسي عورتوں کي پیدا هوگئي ' جو بغیر کسي جهجهک کے کهلے منه باهر نکلنے لگي تهیں ' اور انهوں نے پوري طرح مغربي لباس اختیار کرلیا تها - سنه ۱۹۱۲ - میں جب میں قاهره گیا تها ' تو مجهے یه دیکهکر تعجب هوا تها که نئے تعلیم یافته طبقه کي عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکي هیں ' اور بجز خال خال گهرانوں کے قدیم مصري زندگي کا نظاره کهیں دکهائي نهیں دیتا - بعض گهرانوں کي خواتین سڑکوں پر بالکل کهلے دلے نکلنے سے پرهیز کرتي تهیں ' لیکن اپنے گهر میں انهیں اس سے انکار نه تها که ایک یورپین خاتون کي طرح مهمانوں کي پذیرائي کریں ' اور ان کي صحبتوں میں اپنے شوهروں اور عزیزوں کے ساتهه شریک هوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات هوے هیں ' شاید ان میں کوئي چیز بهي اس درجه موثر اور قابل غور نهیں هے ' جسقدر مشرقي عورت کي کامل مغربیت هے - اب همیں وه تمام پر اسرار اور قصه نما تذکرے بهلا دینے چاهئیں ' جو کسي زمانے میں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں کي داستانوں میں هماري تعجب آمیز دلچسپي کا ذریعه هوا کرتے تهے ' اور هر مغربي سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تها ' سمجهتا تها که وه اپنے آپ کو الف لیله کي شاهراهوں میں سرگرداں پائیگا - اب مشرق کي ساري چیزوں کي طرح مشرق کي عورت بهي تقریباً نابود هوگئي هے - وه وقت دور نهیں هے جب اس کا سراغ ڈهونڈهنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے سیکڑوں اوراق الٹنے پڑینگے - اب انگوره ' قسطنطنیه ' اور قاهره هي میں نهیں ' بلکه بغداد اور شام میں بهي "مشرقي عورت" بغیر ڈهونڈهے نهیں مل سکتي - گذشته سال میں نے بیروت میں بهت کوشش کي که کسي ایسے امیر گهرانے کا سراغ لگاؤں جهاں مجهے کامل مشرقي زندگي نظر آے - کچهه عرصه کے بعد ایک دوست نے رهنمائي کي ' اور میں ایک گهرانے میں مدعو کیا گیا - یه گهرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گهرانا تها - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستي " کیلیے بدنام هیں - یه مخالفانه شهرت سنکر مجهے بڑي خوشي هوئي تهي - میں نے خیال کیا تها که بیسویں صدي میں کم از کم ایک مرتبه " الف لیله " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میري مایوسي کا اندازه کر سکتے هیں ' جو اس وقت مجهپر طاري هوئي ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گهرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسي ایران ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یه کهکر اپني دوازده ساله لڑکي کي تقریب کي که " یه میڈ موزیل ..... هیں ! "

یه بیروت کا قدامت پرست گهرانا هے ! بعد کو مجهے معلوم هوا که اس گهرانے کي ساري قدامت پرستي اس سے زیاده نهیں هے که اس کي مسن عورتیں مغربي لباس نهیں پهنتیں ' اگرچه اپني لڑکیوں کے لیے اسي کو پسند کرتي هیں !

مقاله نگار نے آخر میں افسوس کیا هے که مشرق نے مغرب کي تقلید کے شوق میں اسکي بالکل پروا نه کي که مغربي معاشرت کي بے اعتدالیوں سے اپني نگهداشت کرے - وه کهتا هے " بلا شبه مشرقي عورت کو مغرب سے بهت کچهه حاصل کرنا تها ' لیکن ساتهه هي اپني قدیم زندگي کي بهت سي قیمتي چیزیں محفوظ بهي رکهني تهیں جن کے فقدان پر آج مغرب افسوس کر رها هے "



قسطنطنیه میں خواتین کے ایک خیراتي بازار کا افتتاح

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں!

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعتِ پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال دراصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہے۔ (برنس سنہ ۲۴ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہے جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہے۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔
(ہیروڈوٹس سنہ ۵ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ہندوستان اور بابل کے مابین سنہ ۳ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ سنہ ۲ قبل مسیح کی مصری میّا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہے کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہے کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہے ڈھاکہ کی ململ یونان میں "جنجی نیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹیرسی)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی برسوں (یعنی قبل مسیح ۳۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہے۔
(کیمبرج صفحہ ۳۰۶)

فینی مسیح سے ۲۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہے۔ (جیمس ٹیلر)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکوپولو سنہ ۱۲ء)

سنہ ۱۷ء کے بذام قانون کی رُو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر سنہ ۱۷ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا"
(سر جارج بڈوڈ)

"میسی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ سنہ ۱۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے سنہ ۱۷ء اور سنہ ۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رُو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بُننے، رنگوں کے ملانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہے۔
(پروفیسر ویلسن)

سنہ ۱۷۸۸ء سے سنہ ۱۸۱۳ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ عین اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی برآمد خانی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے ماتحت روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگا دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر ہیبر)

سنہ ۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "مینچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس بادی کانزکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مگر افسوس کا حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کر کے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ("ہسٹری آف انڈیا از ٹرل")

سنہ ۲۷ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۷ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱، تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ڈیو)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہے جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈین کمپنی کے گماشتوں کا ظلم دجور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورہ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہے کہ جنگل باڑی کے سات سو نُور بافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔
(بوتھ کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نوابان جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کر کے قیمت ضبط کر لیتے۔ مہین ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی لرزہ خیز مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ مہین تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آباد جگہ میں کوئی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے پیکاروں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر انھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جسکی رُو سے انھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ عہدنامہ پر دستخط کے لئے غریب کاریگر کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوا لیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولڈس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا۔ اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کر دیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری بھاری جرمانے، کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے .... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں .... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کر دینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۶ء اور ۱۸۱۱ء کی کمرشیل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مارنے نوربافوں کی نسل معدوم کر دی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہو گئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے ... جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے!

(جیمس ٹیلر)

مسٹر بروکل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنابریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کر دی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں۔ پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور منچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہو سکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی ہی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہیئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

۱۸۳۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس وقت تباہی کا سوال درپیش نہیں ہے جو واقع ہو چکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہو گئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب رہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"

(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴ء	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱ء	۵۳۴۴۹۵ "	۱۰۱۳۸۷۲۶ "
۱۸۲۸ء	۴۲۲۵۰۴ "	۴۲۸۸۲۲۰۷۷ "
۱۸۳۵ء	۳۰۶۰۸۶ "	۶۱۷۷۷۲۷۷ "

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سوت

ہندوستان میں انگریزی سوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴ء	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۵ء	"	۸۰۰۰۰۰ "
۱۸۳۰ء	"	۴۰۵۰۰۰۰ "

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۴)

ڈاکٹر بور نے ۱۸۳۶ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کر سکتی" (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہو گیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (")

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۳۸۲۹۴ من تک پہنچ گئی۔ ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہو گئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سوت کو بالکل بے دخل کر کے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔

(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آ جاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔ (ڈاکٹر سی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے ایف ٹٹلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہو جاتی ہے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کریگی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کر ڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سمیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔

(ہندوستان میں "کیری" کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کرو گے۔ تم نے اُن کا ملک لوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہموطنوں کو برباد اور ذلیل کر دیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!

(سر تھامس ٹرٹین ۲۱ر مارچ ۱۸۱۱ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہیئے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہیئے جو رنگ اور خون میں ہندوستان ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں!

(تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں:

(الف) انگریزی تعلیم کی روح ہمارے قبضہ کے لئے مفید ہوگی۔

(ب) ہندوستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندوستانی ہونے کے بجائے انگریز ہو جائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہو گئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندوستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ھ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہو سکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کر لیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کرو۔ قوم پر بھی حکومت کر سکو گے۔ (لواسٹ ڈومینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جا سکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندوستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کر لیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہو کر رہ گئی ہے!

(ر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سرای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند روئداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوار جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پر پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعر مذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوار جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی بندرگاہوں پر قابض ہو گئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہو گئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہو جائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقۂ بوسنوس کو آزاد کر دے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبان انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کر چکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کر سکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے:

"انگلستان کی سرپرستی قبول کر لی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کر لی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کر دی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی۔ میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیاربکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کر دی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اماسیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہو گئے علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کر کے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ر جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کر دیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہو گیا تاکہ آزادی سے جد و جہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہو گئی۔ میں نے اُن سے صاف کہدیا کہ "تاریخ ثابت کر چکی ہے کہ کوئی قومی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جبتک ایک قابل مستقل مزاج، اور چست سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پا گئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس ملی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کر سکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہو جانا چاہئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ آمریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہئے۔ کپتان رؤوف بک، جنرل رأفت پاشا، خالدہ ادیب خانم (زوجۂ عدنان بک) اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے ارکان مجلس سے درخواست کی کہ سرِدست یہ مسئلہ ملتوی کر دیا جائے۔ میری درخواست منظور کر لی گئی۔

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کمربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ شرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کردے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہوکے قومی تحریک کا خاتمہ کردے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کردیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کردیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اس میں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوؤں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کرسکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پُوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کردیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہوجائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جدوجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اغراض اختلافات، سوءظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہٰذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُسکا خاتمہ کردے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تاربرقی کے آلہ پر گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کردیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کرکے ابطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کردیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدیئے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کرلی اور سلطانی حکومت کے شر سے انھیں باخبر کردیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو متطلفانہ پر حملہ کردینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتیٰ کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متاثر کردیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ر اکتوبر ۱۹۱۸ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کردی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوؤں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہوجائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کردے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کردیئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی۔ اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کرسکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کرسکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہوجائے گی۔ لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مرگئی!"

اس کے بعد غازی نے رُفت پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ تونیہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں بُولو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کردیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کردی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا رُوح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بردسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کردیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کرلیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کرلیا۔ نیز یہ طے پایا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پُوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے۔ جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۴ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کردیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کردیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہوجائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کردیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کرسکوں مگر اسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کرسکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شایع

کئے۔ ترکی میں جو اعلان شایع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور ایفون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا

"میں نے اُنھیں سمرنا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہوسکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قارا بکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سیواس سے انگورہ آنے پر متعرض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی"

اس کے بعد غازی نے وہ روداد پڑھی جو مشہور خائن سعید ملا، انگریز راہب فرد کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری لئے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک علم کے نیچے جمع ہوجانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک ہم اور جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کرسکے"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہئے۔ اُسوقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُسوقت اُس کی وہ حیثیت ہوجائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحیدالدین نے ہماری صدر فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنادیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شایع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، ادابازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد اوردفہ، سیوہ رک، الیفین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور "محاکم استقلال" مرتب کردئے گئے ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے ادنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوشش جلد بار آور ہوئیں۔ ادنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کرلیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمینیں خالی کردینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت وشنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں اسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔

جون ۱۹۲۱ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُسوقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور ایفون قرہ حصار کے خطہ پر از سر نو مورچے قائم ہوگئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور اوہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کرلیں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آگئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں حرکت میں آئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کرلیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدۂ کومرد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکی سرحدیں وہی ہوگئیں جو ۱۸۷۶ء میں تھیں اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہوگیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کرلیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کردیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہوگئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ اوہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کرکے ماسکو کی سفارت پر بھیجدیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہوگئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این آدنی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی اوہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کردیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بروقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہدیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ترکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کردیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کردیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا۔ لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ گرد وملوجنبا میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بلالیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہوگئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اُس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلے کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہوگئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار ہوں اور وہ خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہوگئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۲۶ جولائی ۱۹۲۲ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بردسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۴ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آکر رُکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کرلیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کرلی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کردیئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لی، اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جسنے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کرلیا۔ ترکی کی کامل خود مختاری تسلیم کرلی اور اُن تمام علاقو سے دست بردار ہوگیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنہی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کررہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ، رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا جو از حد نامبارک

اور فتح سے ناامید تھی۔ حالانکہ اب ہم کافی طاقتور تھے۔ ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمربستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کردئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کرڈالا! تمام دُنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر لوزان، تھریس اور نہ سے دست بردار ہوجائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہوگیا!

دوعملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی۔ لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دوعملی کا خاتمہ کردوں چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت، غصب کرلی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کرلینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کررہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہرحال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کردیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کردیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہوکر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ٹرکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحیدالدین، منصب خلافت سے ہٹادیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دورہ شروع کیا۔ عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہاچکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء وحیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعائیں، منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی:

"۲۱ اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کردینا ہوگا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی اُمور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے ازسرنو انتخابات کا فیصلہ کردیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رائف پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنھی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کردئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہوجائے گا!"

رائف پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی عذر نہیں کیا ہے"

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا اب تک یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلاکسی تشکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کردی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفۂ رسول اللہ عبدالمجید بن عبدالعزیز خان" اُسی زمانہ میں رائف پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کرلیا تو رائف پاشا نے اسے "لطف الٰہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مرچکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کرلی دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مرگئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہوگیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کرسکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتیٰ کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ "نہی مون" رویرا کے ساحلوں پر گذار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُسنے اپنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں، وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبدالمجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کررہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توأم ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ بلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توأم ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ دو ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۵۰۰، ۱۲ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ ۱۷،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کرلیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱۲۸،۵۳۰ میل ہے۔

خواجہ حسن نظامی

کا

ہفتہ وار انگریزی اخبار

ینگ مسلم دہلی

تبلیغ کا حامی۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے۔ طالب علموں سے چار روپے

ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہئے

منیجر ینگ مسلم دہلی

عالمِ مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربرآوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جنیوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسبِ ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خود غرضی کے لئے بنائی ہے۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جورِ استبداد سے فریاد کر رہی ہیں مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہے اور اُن کی کھال کھینچکر قینچے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہو سکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہو چکی ہے۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہو گئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کر دیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے ہلکر بڑی لے دے کی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا "دول عظمیٰ نے امنِ امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کر دی ہے۔ وہ تمام اضطراب اور بےچینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا علم ہالینڈ نے بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ ۱۹۲۶ء والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہے۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہٖ وہی مسلک، دُول عظمیٰ نے اختیار کر لیا ہے جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد بھی دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کر سکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہٖ اتنی ہی رقم ہے جتنی ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا شعلہ بھڑکا ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۵۰،۰۰،۱۴۰،۳۰ سپاہی ہیں۔ یعنی ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہے۔ حالانکہ معلوم ہے جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہے۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینوراز یک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی ۶ سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کر سکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہے اور دنیا میں ابھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ڈیکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہے، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہے!

نظریہ یہ ہے کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہے۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ روح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہے اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو آدمی مجنون ہو جاتا ہے۔ پس جنون کی علت یہ ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کر گئی ہے۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"۳۰۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہو گیا ہے کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہے۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں سمجھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہے اور وہ اسیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہو کر اُنھیں مجنون بنا دیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہے یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہے۔ بعض جسموں سے اس مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کر جاتی ہیں اور وہ حد درجہ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہے میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے!"

رُوح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ، ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بڑی حیوانات اپنی طبعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریے قائم کئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہوئیل مچھلی کو مستثنیٰ کر کے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسبِ ذیل ہیں:

مچھوا	۳۰۰	برس
طوطا	۳۰۰	"
کوّا	۳۰۰	"
بط	۳۰۰	"
ہاتھی	۲۰۰	"
شکرا	۱۶۲	"
گدھ	۱۲۴	"
شتر مرغ	۶۰	"
بوم	۶۰	"
بگلا	۶۰	"
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰	"
ریچھ، کرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰	"
مگرمچھ اور میڈک،	۴۰	"
جنگلی سور،	۳۰	"
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵	"
گوریلا	۲۰	"
ہرن	۱۶	"
کتا اور بھیڑیا،	۱۵	"
لومڑی	۱۰	"
چوہا	۳	"

(اس فہرست میں بعض جانوروں کی عمر کے متعلق جو اندازے ظاہر کئے گئے ہیں وہ بہت کچھ مبالغہ آمیز ہیں۔ بعض شکاری

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار پیدائش	موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸/۹	۳۲/۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷/۰	۲۷/۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳/۶	۴۶/۳
ہورہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴/۶	۳۳/۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۳	۳۳/۶	۲۷/۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱/۵	۱۴/۷
بنارس	۱۹۵۳۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰/۱۵	۴۶/۱۵
الہ آباد	۱۴۵۶۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۶۳۲	۴۲/۰۱	۲۷/۴۷
آگرہ	۱۸۳۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰/۴۷	۳۹/۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۵۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶/۲۱	۴۳/۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶/۱۲	۳۶/۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۴۶/۲۳	۲۹/۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳/۲۷	۳۷/۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶/۶۰	۲۶/۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸/۱	۳۴/۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲/۶۷	۳۴/۹۰
ناگپور	۱۱۲۴۵۳	۱۰۶۴۴۲	۱۲۷۷۳۴	۶۰/۰۳	۴۷/۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸/۷۶	۳۵/۸۱

برطانی ہندوستان میں مختتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۱ء)

عمر ۲۰ — ۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴
بمبئی	۱۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۲۳۳۰	۲۷۳۲۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۷۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۷۴۸۷۶
سنٹرل پی	۲۸۳۶۴	۲۹۷۷۳	۵۸۳۳۷
آسام	۲۹۲۴۷	۲۳۱۵۲	۴۳۴۹۹
کل برطانی ہند	۶۰۰۸۹۳	۶۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۳۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	″
فرانس	۱۲۹۲	″
اٹلی	۵۴۰	″
جاپان	۱۱۸۰	″
ہندوستان	۳۰	″

فی کس روزانہ آمدنی

آمریکہ	۱ عدد
برطانیہ	۱ عدد
فرانس	۱ عدد
اٹلی	۱ عدد
جاپان	۱ عدد
ہندوستان	۱ عدد

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۳ و ۱۴ء	۰-۸-۰	۰-۳-۰	۰-۲۸-۰	۰-۲۳-۰	۰-۱۸-۰	۰-۲۱-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۲۰ و ۲۱ء	۰-۸-۰	۰-۳۲-۰	۰-۱۳۱-۰	؟	۰-۸۳-۰	۰-۱۳۵-۰	۴-۸-۰
سنہ ۲۲ و ۲۳ء	۰-۵-۰	۰-۲۶۱-۰	۰-۱۵۶-۰	؟	۰-۱۰۹-۰	۰-۸۴-۰	۵-۶-۰
سنہ ۲۴ و ۲۵ء	۰-۶-۰	۰-۲۳۰-۰	۰-۲۲۵-۰	۰-۶۳-۰	۰-۱۲۰-۰	۰-۸۱-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

ہندوستان		جزائر برطانیہ	
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	مجموعی آبادی	۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱/۸		۱۱/۶
صنعت پیشہ	۱۱/۳		۵۱/۲
تجارت پیشہ	۷/۳		۱۳/۳
آزاد پیشہ	۲/۶		۵/۶
بیخ کی نوکریاں	۱/۵		۱۲/۸
دوسرے پیشے	۵/۵		۰۰۰
کان کن	۱/۱۷		۶/۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۶۸۸۶۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دوآتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پھر دیکھئے میں شباب کا لطف اُٹھائے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک حاذق الزماں حکیم اجمل خاں صاحب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو مگر اسکے چند اقسم کے علاوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۳۲ء مفت جستی تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھو ... **دو روپے تولہ سونا** ... گھسکر آزمالو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک نقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی پیتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۱۰ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۴۲ لاہور

بے نظیر گولیاں جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے انیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ پیشگی آنے پر ۱۰ گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز۔ موگا ضلع فیروزپور پنجاب۔

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں۔ کیش خوراک معجون سیحا اور ایک شیشی روغن سیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ ساڑھے تیرہ روپیہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۳۲ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلب سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (عہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

تاریخ فلسفۂ اسلام

آنریبل ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ پروفیسر فلسفہ و عربی اورینٹل کالج لاہور۔ ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل۔ ممبر انجمن ترقی اردو۔ ممبر انجمن حمایت اسلام۔ ممبر انجمن اشاعت اسلام۔ ممبر انجمن اسلامیہ۔ ممبر انجمن مسلم لیگ۔ ممبر انجمن اسلامیہ ٹیکنیکل کالج۔ ممبر انجمن اسلامیہ ٹیمپرنس۔ ممبر انجمن اسلامیہ ہوم رول۔ ممبر انجمن اسلامیہ ہسپتال۔ ممبر انجمن اسلامیہ ٹریننگ کالج۔ ممبر انجمن اسلامیہ ہوم۔ ممبر انجمن اسلامیہ ہوم۔ ممبر انجمن اسلامیہ ہوم۔

دی بوٹی کی تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید جلد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیمات و ناظم اُردو اکادمی جامعہ ملیہ قیمت (عہ) **برہان** تفسیر سورۂ نور مصنفہ حکیم عبدالحی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہو۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا ملیس اُردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ

مطبوعات جامعہ

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اُردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہو۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمۂ تعلیم صوبۂ متوسط برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہو:۔

(۱) حصۂ اول سیرۃ الرسول ﷺ (۲) حصۂ دوم خلافت راشدہ عہ

(۳) حصۂ سوم خلافت بنی اُمیہ ﷺ (۴) حصۂ چہارم خلافت عباسیہ عہ

(۵) حصۂ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عہ

دیوان غالب اُردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہو۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی مکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہو دیوان مکمل ہو جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ، غزلیات۔ قصائد۔ اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سُرخ۔ نیلا یا سبز۔ قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برِ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کا مُسلسل سلسلہ

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

مبلغ سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور درسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خواهی داشتن گر داغهاے سينه ما

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويرکے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي رجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي عليحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بہا جواہر ريزے

اس سلسلہ ميں ہم نے امامين كى ان نادر و اعلى درجہ كى بلند پايہ عربى تصانيف كے اردو تراجم كا سلسلہ شروع كيا ہے ' جنكا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نہايت ضرورى و ناگزير ہے - اميد كہ يہ "سلسلۂ تراجم" بد نصيب ہندوستان كى دماغى اصلاح كا كام دے :

اسوۂ حسنہ — امام ابن قيم كى فن سيرت ميں شہرہ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصہ كا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائى روپيہ -

كتاب الوسيلہ — لفظ "وسيلہ" كى بحث كے علاوہ امام ابن تيميہ نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كى مبسوط بحث كى ہے - بلا جلد اڑھائى روپيہ ' مجلد سوا تين روپيہ -

اصحاب صفہ — انكى تعداد ' ذريعہ معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے ہيں دس آنے -

تفسير سورۃ الكوثر — امام ابن تيميہ كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطہ كا فرق بدلائل بيان كيا ہے - چھہ آنے -

سيرت امام ابن تيميہ — حضرت امام كے ضرورى حالات زندگى نہايت خوش اسلوبى سے بيان كيے ہيں - نو آنے

بعد و حجاز — علامہ سيد محمد رشيد رضاء مصرى كى تازہ كتاب كا اردو ترجمہ - سوا روپيہ -

ائمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يہ ايك علمى ' اسلامى ' سہ ماہى رسالہ ہے جس كے خريدار كو ہم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربى ' فارسى ' انگريزى ' اور درسى زبانوں كى تمام اہم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بہترين تازہ معلومات بہم پہنچانے كا اہتمام كيا ہے - اسكے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانہ ' نظميں اور ممالك اسلاميہ كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے ہوے حالات درج كيے جاتے ہيں - فى پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپيہ پيشگى -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقہ نمبر ۲۴ شيرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پتہ صاف لكھين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان ايں دفتر پارينہ را

تازہ خوابى داشتن گر داغہاے سينہ ما

اردو صحافت كى تاريخ ميں الہلال ہى وہ رسالہ ہے جو اپنى تمام ظاہرى اور باطنى خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تھى -

الہلال اگرچہ ايك ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' ليكن چونكہ وہ اردو صحافت كى مختلف شاخوں ميں اجتہاد نظر و فكر كى نئى روح پيدا كرنى چاہتا تھا ' اس لئے اس كا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعہ تھا - اس كے ہر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذہب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ كے ہوتے تھے - اور اسكا ہر باب اپنى مجتہدانہ خصوصيات كے لحاظ سے اپنى نظير آپ ہوتا تھا - پھر اس كى ظاہرى خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پہلا نمونہ تھيں - اردو كا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس ميں ہاف ٹون تصاويركے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چھپنے كى وجہ سے بہت سى ايسى خوبياں پيدا ہوئيں جو پتھر كى چھپائى ميں ممكن نہيں - اس كى جلديں جديد اردو علم ادب كے علمى ' مذہبى ' سياسى ' اور اجتماعى مواد و مباحث كا بہترين مجموعہ ہيں - ان كى مقبوليت و قدر كا اندازہ اس سے ہوسكتا ہے كہ سنہ ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كى تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيہ ميں خريد ليا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كى پہلى جلد مكمل (جو دفتر ميں بھى موجود نہيں) ساڑھے چارسو روپيہ ميں حيدرآباد سے خريدى ہے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے ہيں وہ بڑى سے بڑى قيمت پر بھى علحدہ كرنے كيليے تيار نہيں - پچھلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاف نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيرہ الہلال كے پرچوں كا بھى محفوظ ملا ' ہم نے كوشش كى كہ شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كى جاسكتى ہيں مرتب كرلى جائيں اور جن جلدوں كى تكميل ميں ايك دو پرچوں كى كمى ہو انہيں دوبارہ چھپوا ليا جائے -

چنانچہ الحمدللہ يہ كوشش ايك حد تك مشكور ہوئى اور اب علاوہ متفرق پرچوں كے چند سالوں كى جلديں پورى مكمل ہوگئى ہيں - ہم اس اعلان كے ذريعہ شايقين علم و ادب كو آخرى موقعہ دےتے ہيں كہ اس قيمتى ذخيرہ كے حاصل كرنے ميں جلدى كريں ' چونكہ جلدوں كى ايك بہت ہى محدود تعداد مرتب ہوسكتى ہے اس لئے صرف انہيں درخواستوں كى تعميل ہوسكے گى جو سب سے پہلے پہونچيں گى - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا ميں تمام مضامين كى انڈكس بہ ترتيب حروف تہجى لگادى گئى ہے -

الہلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيہ الہلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيہ

" " چہارم ۱۰ روپيہ " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البلاغ" (جب دوسرى مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول كے ہر جلد كے متفرق پرچے بھى موجود ہيں جن ميں سے ہر پرچہ اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قيمت فى پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوہ ہے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں، تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے۔

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے۔ ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں۔

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے۔

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں۔

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے۔

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے۔

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی نوادر پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے۔ لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher:
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں۔ اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں۔ ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کرنسیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں۔ بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں۔ خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں۔

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں۔ تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے۔ مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے۔

یاد رکھیے

میووں، ترکاریوں، اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے۔ اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں۔

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR: MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۳

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سولہ روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایئے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی ارڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فوائد (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ | کلکتہ : جمعہ ۲۹ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday. 25. November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی .

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای . پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الھلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الھلال

قارییں الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۷۴۲ مراسلات وصول ھوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۴۵۲
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۶۸۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق ھون	۱۶۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الھلال

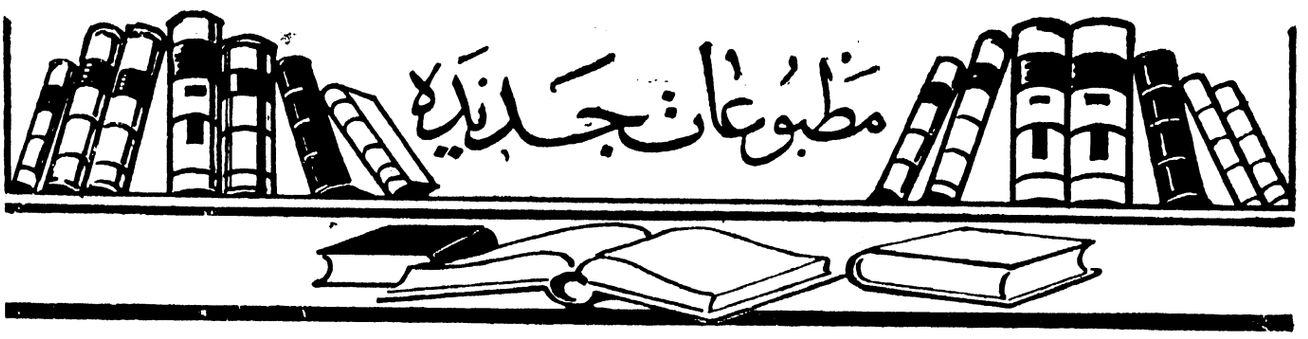

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الہلال کے گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک جرمن اہل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشہور گوشہ ہاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي ہے - ابھي اس کتاب کي بہت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي ہیں ' لیکن ہم چاہتے ہیں ' مجلس کے تبدیل ذائقہ کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصہ پر قارئین الہلال کو توجہ دلائیں - یہ حصہ بھي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچھلي داستانوں سے کمتر نہیں ہے - اِس میں نپولین کي درباري زندگي کي ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے آنکي تقریب ہوگي - یہ شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب ہستي کا درجہ رکھتي تھي - حالانکہ اُسکي ابتدائي زندگي اس طرح شروع ہوي تھي کہ وہ مصر کا ایک چرکسي غلام تھا !

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکھا ہے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تھي کہ آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکھے ہیں - جرمن مصنف ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ کتاب اسکے پیش نظر ہے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشتہ صدي کے اوائل میں روے زمین پر ایک طوفاني آندھي آئي - اُس نے بادشاہوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یہ ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سر بسجود ہوگیا تھا - اِس مہیب آقا کے ساتھہ ہمیشہ ایک عجیب و غریب غلام بھي دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الہیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کوفان سنہ ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ہوا - اُس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ہوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نہیں چھوڑا - وہ نہ تو شاعر ہوا ' نہ مصور - اُس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکریٹری مینرول نے اپنے روز نامچے میں لکھا ہے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اُسے تاجر بھي بتایا ہے - اُس کے چار اولاد تھي - انمیں ایک رستم تھا - سنہ ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھہ رہا "



رستم بن رضا

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکھا ہے کہ وہ اپني ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہي محبت اُس کي تمام مصائب کا سبب ہوئي - باپ نے اُسے گھر سے نکال دیا اور وہ آوارہ گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اُسي زمانے میں وہاں کے اُمراء میں خانہ جنگي شروع ہوگئي - رستم اس جنگ میں قید ہوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعہ میں بند رہا - پھر وہاں سے بھاگا تا کہ اپني ماں کي کفالت کرے - اب وہ اپنے شوہر سے علحدہ ہوگئي تھي اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ لے کر کسي طرف چلي گئي تھي - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پتہ لگالیا اور اُس کے ساتھہ رہنے لگا - کچھہ عرصہ کے بعد اُس نے ارادہ کیا کہ کسي شہر میں جاکر آباد ہو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھہ لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافلہ گرفتار ہوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اُس کے شوہر کو گھر میں اِس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار ہوئي - اُس نے مصر کے ایک امیر کے ہاتھہ بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھہ مکۂ معظمہ لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ہوئے - مگر ابھي راہ ھي میں تھے کہ معلوم ہوا ' نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا ہے - امیر نے فیصلہ کیا کہ مصر نہ جائے اور اپنے دوست احمد باشا جزار والي

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکھا ہے کہ احمد باشا نے اپني دوستي کا حق اِس طرح ادا کیا کہ مصري امیر کو زہر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائي)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئي مصیبت دیکھي - مجبوراً مصر بھاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشہور خاندان بکري کے سجادہ نشین شیخ السادات کي خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسي پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شہر کے باہر کھڑے تھے - سید بکري بھي موجود تھے - وہ نپولین کي سواري کے لیے ایک گھوڑا بھي لے گئے تھے - گھوڑے کي لگام ' رستم کے ہاتھ میں تھي - نپولین نے گھوڑا شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کي فرمائش کي - سید بکري نے دو غلام حاضر کر دیے - انھي غلاموں میں ایک رستم تھا - نپولین نے اپني خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائي دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخلہ)

فرانس کي واپسي میں رستم بھي نپولین کے ساتھ تھا - راستے میں کوئي خاص واقعہ پیش نہیں آیا - البتہ ایک دن نپولین کے ساتھیوں نے سنانے کیلیے کہدیا کہ " جنرل تمھیں اِس لیے ساتھ لیے جاتا ہے ' تاکہ پیرس کے جلسے میں تمھاري بھینٹ چڑھائے " سادہ لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت ہنسا - اور وہ تمام رقم اُسے بخش دي ' جو دوران سفر میں اپنے ساتھیوں سے جوئے میں جیتي تھي !


شیخ خلیل بکري نقیب السادات مصر
جس کے ذریعہ نپولین کو رستم ملا

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چھوڑ دیا - ہر طرف لوگوں کي نظریں اُس پر پڑتي تھیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقي اطوار اور چرکسي چشم و ابرو اُنکے لیے نئي قسم کي چیز تھي - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وہ پیرس روانہ ہوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کي مرصع تلوار اور چھ ہزار فرنک کي تھیلي بھي چھین لي -

جوزیفائن ' نپولین کي بیوي ' رستم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئي اور اپني خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کي چہ میگوئیاں کیں - کہا گیا کہ جوزیفائن غلام پر عاشق ہے - اِسي قدر نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ نپولین رستم کو محض اِسي غرض سے لایا تھا ' تاکہ جوزیفائن کیلیے دلچسپي کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کي نگراني اور رشک سے آزاد ہو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچھ ہي سبب ہو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظہور نے نپولین کي عظمت میں غیر معمول اضافہ کردیا تھا - رستم اپنے بیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتھ ساتھ پھرا کرتا تھا اور پیرس کي مخلوق اُسے دیکھ کر متحیر رہجاتي تھي !

قنصل مقرر ہونے کے بعد نپولین اُس محل میں اٹھ گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تھا - رات کو اُس کے خاص کمرے کي نگہباني رستم ہي کے ذمے تھي - وہ رات بھر دروازے پر پڑا رہتا تھا ' اور کسي کو اندر جانے نہیں دیتا تھا -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم ہوا کہ نپولین کے ساتھ ایک عورت موجود ہے - وہ غصے میں بھري ہوئي اٹھي اور کمرے میں گھس پڑنا چاہا - مگر رستم دروازے پر سو رہا تھا - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تھے کہ جوزیفائن ڈر گئي - شمع ہاتھ سے گر پڑي ' اور بدحواس الٹے پاؤں بھاگي !

دن کے وقت رستم کے فرائض یہ تھے کہ صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تھا - نپولین نہایت تنک مزاج تھا - بار بار چلا اٹھتا تھا " گدھے ! آیئنہ سیدھا کر - خوش قسمتي سے تیرا آقا مصري نہیں ہے ورنہ گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نہلاتا تھا - پھر اُس کے ساتھ دفتر جاتا تھا اور ایک لمحہ کیلیے بھي جدا نہیں ہوتا تھا -

کلیپر کہتا ہے :

" نپولین نے کبھي کسي سے محبت نہیں کي - لیکن وہ اپني فیاضي سے دوسروں کي محبت خرید لیا کرتا تھا - ہمیشہ جوئے میں اپني تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبہ پانچ دن کے اندر تین ہزار فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کي وجہ سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تھے - صرف خادم ہي نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمي بھي جلتے تھے - اُن کا خیال تھا - رستم کي یہ تمام قدرداني صرف اِس لیے ہے کہ وہ اُس کے دشمنوں کو خفیہ قتل کر ڈالتا ہے -

رستم نپولین کے ساتھ سایہ کي طرح لگا رہتا تھا - حتیٰ کہ فوج کي قواعد کے وقت بھي آقا کے گھوڑے کے پہلو میں اُس کا عربي گھوڑا نمایاں نظر آتا تھا - گھوڑے پر چیتے کي کھال کا زین ہوتا تھا - زین پر سونے کا کام تھا - خود رستم کا لباس ' ریشم کا کارچوبي ہوتا - دور دور تک اُس کي چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتي تھي - وہ اِس قدر شاندار ہوتا تھا کہ رستم ' عرب بادشاہ معلوم ہوتا تھا ' اور نپولین اُس کا فرنگي سپہ سالار - تھیٹر میں بھي وہ نپولین کے پہلو میں بیٹھتا تھا - تمام نظریں غلام کي شان و شوکت کے تماشہ میں محو ہوجاتي تھیں ! "

جب کبھي وہ راستے میں تنہا ہوتا ' مخلوق ہجوم کرکے ساتھ ہوجاتي - مسرت کے نعرے بلند ہونے لگتے - اپنے فاتح آقا کي طرح یہ غلام بھي اپني عظمت و غرور میں مدہوش رہتا تھا - وہ بالکل پرواہ نہ کرتا کہ لوگ اُس کي تعریف میں نعرے لگا رہے ہیں ' یا تضحیک کر رہے ہیں !

(رستمي فيشن)

پيرس کي نازنينوں کے ليے رستم ايک متحرک فتنہ بن گيا تھا - وہ اُن کی نظر ميں مشرقي حسن و جمال کا ايک پر اسرار پيکر تھا - يہاں تک کہ اُس کے لباس کي بھي نقل اتاري جانے لگي - پيرس کا سب سے زيادہ مقبول فيشن " رستمي فيشن " ہوگيا - خود جوزيفائن اِس لباس پر فخر کرتي تھي - فرانس سے نکل کر يہ فيشن جرمني پہنچا ' اور آسٹريا ملکۂ پروشيا تک نے اختيار کر ليا - عورتوں کي طرح مرد بھي اس کي تقليد کرنے لگے تھے - يہ بيماري ايسي عام ہوئي کہ خود نپولين بھي مبتلا ہوگيا - اُس نے بھي رستم کا سا لباس اپنے ليے بنوايا تھا اور بڑے بڑے جلسوں ميں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماہر مصوروں نے رستم کي تصويريں اُتاريں - اخبارات و رسائل نے خاص اہتمام سے شائع کيں - پورے يورپ ميں اُس کي شہرت عام ہوگئي -

جب نپولين کي تاج پوشي قريب آئي ' تو اُس نے درباري درزي کو حکم ديا کہ رستم کے ليے بيش قيمت خلعت طيار کرے - يہ خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات ہزار تين سو فرنک خرچ ہوے تھے - جوتے کي قيمت ايک سو بيس فرنک تھي - يہ رقم اُس زمانے ميں ايک شاہي لباس ہي پر خرچ ہو سکتي تھي !

تاج پوشي کے جلوس ميں رستم اپنے خاص لباس ميں ماہوس شہنشاہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھي اپنے گھوڑے پر ايک شہنشاہ معلوم ہوتا تھا - ہر طرف اُس کے اعزاز ميں تاليوں کا شور بلند تھا !

(منتہاء عروج)

رستم نے اپني زندگي کے بہترين ايام شہنشاہ نپولين کے زيرِ سايہ بسر کيے - دربار ميں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولين جب کوئي شہر فتح کرتا تھا تو شاہي گاڑي ميں فاتح کے پيچھے رستم ہي بيٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خيال کرتے تھے - بہت سے لوگ اُس کي خوشامديں کرتے ' تا کہ اس کے ذريعہ نپولين کي خوشنودي حاصل کرليں !

جب نپولين پيرس ميں ہوتا تو رستم کو در کھٹکھٹانے تفريح کي اجازت ملتي - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جايا کرتا جن کے يہاں خوبصورت عورتيں ہوتيں - ليکن ميدان جنگ ميں اُسے ايک لمحہ کي بھي فرصت نہيں ملتي تھي - کيونکہ اُس کے فرائض ہر لمحہ اُسے شہنشاہ کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے تھے - وہي اس کے ليے کھانے کا بھي انتظام کرتا تھا -

نپولين کے کھانے کا کوئي وقت مقرر نہ تھا - بسا اوقات وہ کھائے بغير ہي سو جاتا - ايک مرتبہ ايسا ہوا کہ نپولين آدھي رات کو اپنے بستر پر گيا اور کھانا طلب نہ کيا - رستم نے خيال کيا ' اب وہ کھانا نہيں کھائيگا - اُس نے بھني ہوئي مرغي خرشي خرشي کھانا شروع کرديا - ليکن ابھي آدھي مرغي بھي کھانے نہيں پايا تھا کہ نپولين نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرايا ' مگر اب کر ہي کيا سکتا تھا ؟ وہي بچي ہوئي مرغي ليکر حاضر ہوگيا - نپولين دير تک مرغي ديکھتا رہا - پھر غلام پر غضبناک نظريں ڈاليں اور کہا " ميں نہيں جانتا تھا کہ بعض مرغيوں کا صرف ايک ہي بازو اور ايک ہي ٹانگ ہوتي ہے - مجھے کبھي اِس بات کا وہم بھي نہيں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑيگا ! "

رستم ڈر گيا - رنگ فق ہوگيا اور ہکلائي ہوئي آواز ميں کہنے لگا " مہربان آقا ! ميں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھي ميں نے کھا ليا ! " نپولين چپ ہوگيا ' اور مرغي کھالي ' صبح اُس نے ايک سپہ سالار کو بعض احکام دينے کيليے طلب کيا - رستم بھي سامنے کھڑا تھا - نپولين نے سپہ سالار سے کہا " تم نے کچھ سنا ؟ کل رات ميں نے آقائے رستم کا پس ماندہ کھايا تھا ! ملعون ! ادھر آ - ميں تيرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھي ايسي حرکت نہ کرنا ! " يہ کہکر نپولين زور سے ہنس پڑا -

(شادي)

رستم ' اپنے آقا کو روز پيرس کي عورتوں سے اپنے عشقيہ معرکوں کي داستانيں سنايا کرتا تھا - نپولين کو ان واقعات سے بڑي دلچسپي ہوتي تھي اور وہ غلام کي ہمت افزائي کيا کرتا تھا - آخر رستم کا يہ شوق رنگ لايا - اور وہ ايک عورت پر عاشق ہوگيا - اُس نے شہنشاہ سے شادي کي درخواست کي - نپولين نے پوچھا " وہ کچھ مالدار بھي ہے ؟ " رستم نے جواب ديا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا ہوں ' مجھے مال کي کيوں فکر ہو ؟ " نپولين کو يہ جواب پسند آيا اور شادي کي اجازت ديدي -

يکم فروري سنہ ۱۸۰۶ع ميں الکزنڈرائن دوريل سے رستم کي شادي ہوئي - خود شہنشاہ جلسہ ميں شريک ہوا ' اور تمام خرچ اپني جيب خاص سے ادا کيا - شادي کے ايک برس بعد لڑکا پيدا ہوا - رستم نے اُس کا نام ايشيل رکھا - نپولين کو يہ بچہ بہت پيارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھيلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا ' تو اُس کي درزنوں مٹھيوں ميں اشرفياں ہوتي تھيں !

نپولين کو رستم اِس قدر عزيز تھا کہ سفر اٹلي کے موقعہ پر جب وہ بيمار ہوگيا تو نپولين نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نہ کرنا - ميں جلد واپس آونگا - ميري بيوي تمہاري خبر ليگي - "

خود رستم نے اپني ياد داشت ميں لکھا ہے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع ميں نپولين نے اُس کي کوئي تنخواہ مقرر نہيں کي تھي - ايک دن اتفاق سے ياد آگيا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر ديے - تھوڑي ہي مدت بعد يہ رقم دوگني کردي گئي - يعني ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نيز ۲۴۰۰ فرنک شکار ميں بادشاہ کي بندوق اٹھانے کيليے ' اور ۹۰۰ فرنک دائمي انعام کے طور پر بھي ملتے تھے - اسکے علاوہ کھيل ميں جسقدر روپيہ نپولين جيتتا تھا ' سب اسے ديديتا تھا - عيدوں اور جشنوں کے موقعہ پر بھي بہت کچھ ديتا تھا - چنانچہ ۲۰۰۰ فرنک سنہ ۱۸۰۸ع ميں ديے - ۳۰۰۰ سنہ ۱۸۱۰ ميں ديے - ۴۰۰۰ سنہ ۱۸۱۱ع ميں ديے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۳ع ميں ديے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۴ع ميں ديے - پھر معزلي سے پہلے ايک مرتبہ يکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کيے !

(رستم کا خاتمہ)

ليکن افسوس ہے کہ مصيبت کے وقت رستم بے وفا ثابت ہوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھير ليا !

۶ - اپريل سنہ ۱۸۱۴ ميں نپولين کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا تھا - وہ جب جزيرۂ البا کي طرف روانہ ہونے لگا ' تو رستم ' بلا اجازت اپني بيوي سے مشورہ کرنے چلا گيا - بيوي شريف تھي -

اُس نے کہا " تمہارا فرض ہے کہ اِس نازک وقت میں اپنے مہربان آقا کا ساتھہ نہ چھوڑو " نپولین کو امید نہیں تھي کہ رستم لوٹے گا - مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ موجود تھا - اُس نے اپنے بلا اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا دل اُسکي طرف سے صاف ہوگیا -

اِسي اثنا میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب ہوکر زہر کھا لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اُسکي جان بچالي - ایک دن اُس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیہ سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا تمھیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حوالہ کر دیا - تاکہ وہ خود کشي کرلے -

اِس واقعہ کو رستم نے حیلہ بنایا ' اور نپولین سے ہمیشہ کے لیے علحدہ ہوگیا - جلا وطن ہوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کی بابت سوال کیا - اور جب اُس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور پر بہت رنجیدہ ہوا -

رستم کي بے وفائي اِسي پر ختم نہیں ہوگئي ' بلکہ وہ دو مرتبہ انگلستان بھي گیا - وہاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاہي خلعت پہنکر جایا کرتا تھا - انگریزوں کے ہاتھہ اُس نے اپنے آقا کي بہت سي یادگاریں بھي بیچ ڈالیں - اِنھي میں سونے کا ایک تمغہ بھي تھا - اِس پر لکھا تھا " نپولین کي یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے "

۷ - دسمبر سنہ ۱۸۴۵ع کو اُس کا انتقال ہوا - اُس کي قبر ابنک پیرس میں موجود ہے ' اور اُس پر یہ عبارت کندہ ہے : " یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم سو رہا ہے "

اُس کي زندگي ہي میں اُس کے دونوں لڑکے مر چکے تھے - صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رہي - لڑکي کي شادي ایک فرانسیسي تاجر سے ہوگئي تھي -

الهـلال کو

اشاعت کي کمي کي شکایت نہ ہوتي ' اگر مصارف کي زیادتي پیش نہ آتي - سنہ ۱۹۱۴ع میں الہلال کي یہي قیمت تھي - یعنے بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتي اشیاء کي قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھي تھي - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ' لیکن مصارف کي زیادتي کي وجہ سے اب تک آمدني اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اس معاملہ پر توجہ ضروري نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروري سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الہلال)



حجة ابراهیمی

ایۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۳)

افسوس ہے کہ محل اِس کا متحمل نہیں کہ مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنہ آپ دیکھتے کہ تفسیر قرآن کا کوئي گوشہ بھي ایسا نہیں ہے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نہ ہو چکا ہو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نہ پڑ گئے ہوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفہاني کي مفردات ہي اُٹھا کر دیکھہ لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ عام ہے ' تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ نہ صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي ہے ' بلکہ اُسکے تمام الفاظ کے لیے بھي ایک نیا فلسفیانہ قاموس ترتیب دیدیا گیا ہے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " ہونے پر ناز تھا ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بلکے رہگئي ہے !

(آیۃ زیر تدبر)

اب جب کہ یہ تمہیدي مطالب ایک حد تک واضح ہوگئے ہیں ' آیۂ زیر تدبر کي تفسیر نہایت سہل ہے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور ہو جائینگي - البتہ تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بھي ضروري ہے :

(۱) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے عہد کے ایک انسان کا مکالمہ نقل کیا ہے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجہ سے تمام مشکلیں پیدا ہوگئي ہیں ' یہ ہے کہ مکالمہ کي نوعیت ہي غلط سمجھہ لي گئي ہے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا ہے : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه - یعنے کیا تمھیں اُس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تھي ؟ چونکہ مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا ہوا تھا ' اور انبیاء کرام کے حجج و براہین فطریہ کو بھي وہي جامہ پہنانا چاہتے تھے ' اس لیے انہوں نے اس مکالمہ کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پھر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و آداب اُس پر

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نہ ہوسکے تو لا یعني اور درر ازکار توجیہیں کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کي تفسیر میں سب سے پہلي بات جو کہتے ہیں ' یہي ہے کہ " و القصہ الاولی مناظرۃ ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم مع ملک زمانہ " (جلد ۲ : ۳۱۷) جونہي انہوں نے اس معاملہ کو " مناظرہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ' حقیقت سے الگ ہوگئے ' اور پہلا قدم ہي اُلٹا پڑ گیا- اب جس قدر آگے بڑھتے جاتے ہیں ' حقیقت سے زیادہ دور ہوتے جاتے ہیں ' اور یکے بعد دیگرے اُلجھاؤ پر اُلجھاؤ پڑتے جاتے ہیں - اُنہوں نے اپني عادت کے مطابق " المسئلۃ الاولی " اور " المسئلۃ الثانیہ" اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسلہ یہاں بھي پوري قوت اور وضاحت کے ساتھہ جاري رکھا ہے ' لیکن جب جواب کا موقعہ آیا ہے ' تو پانچ پانچ اور چھہ چھہ وجوہ اشکال بیان کرنے کے بعد ایک شافي جواب بھي نہیں دے سکے' اور ایک ایسے طریقہ سے جو پڑھنے والے کو حیرت و ارتیاب میں غرق کردیتا ہے ' رخصت ہو جاتے ہیں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرین پیدا ہوئے ' سب نے اس مکالمہ پر اسي حیثیت سے نظر ڈالي - البتہ حافظ عماد الدین ابن کثیر جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے ہیں ' اس سے مستثنی ہیں - وہ سلف کے طریق تفسیر سے آشنا ہوچکے تھے ' اس لیے ان موشگافیوں میں نہیں پڑے - بلکہ صاف صاف کہدیا " وھذا التنزیل علي ھذا المعني احسن مما ذکرہ کثیر من المنطقیین " (حاشیہ فتح البیان جلد ۲ : ۱۹۶) یعنے یہ مطلب اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو بہت سے منطقیوں نے قرار دیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ منطقیوں کے طریقہ سے لگ رہکر بھي وہ پوري طرح اُن کي لغزشوں سے محفوظ نہ رہسکے - یعني اس الجھاؤ سے وہ بھي نہ نکل سکے جو حضرت ابراھیم کے ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل اختیار کرنے کے معاملہ میں پڑ گیا تھا -

یہ بات معلوم کرنے کیلیے کہ متاخرین کي پیدا کي ہوي مشکلات سے متقدمین کس طرح محفوظ تھے ' امام ابن جریر طبري کي تفسیر پر نظر ڈالیے جو محدثین کے صاف اور سادہ طریق پر روایات جمع کر دیتے ہیں - انہوں نے سرے سے یہ فتنہ انگیز لفظ " مناظرہ " استعمال ہي نہیں کیا ہے - وہ " حاج ابراھیم في ربہ " کا ترجمہ " الذي خاصم ابراھیم في ربہ " کرتے ہیں ' جو في الحقیقت اس محل کیلیے خود قرآن کا بتلایا ہوا لفظ ہے ' اور پھر سیدھا سادھا مطلب بیان کرکے خاموش ہو جاتے ہیں -

یہ واضح رہے کہ ہمیں یہاں مناظرہ کے لغوي اطلاق سے اختلاف نہیں ہے ' بلکہ اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف ہے - وضعي علوم کي اصطلاح میں " مناظرہ " ایک خاص فن ہے جسمیں مباحثہ کے اصول و آداب وضع کیے گیے ہیں ' اور اس کا مقصود اِسکات خصم ہے - یعنے: جھگڑنے والے کو چپ کرا دینا - نہ یہ کہ اسکے شکوک دور کردینا - نہ صرف یہ کہ انبیاء کرام کا طریق بیان یہ نہیں ہوتا ' بلکہ قرآن بتلاتا ہے کہ کسي طالب حق کا بھي طریقہ یہ نہیں ہونا چاہیے - کیونکہ یہ طلب حق اور علم حقیقت کي راہ نہیں ہے - " جدل " اور " خصومت " کي راہ ہے - اب غور کیجیے - یہ کیسي مصیبت ہے کہ جس طریق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹھہراتا ہے - اسي کو ہمارے مفسرین متفلسفین محمود و مطلوب قرار دیتے ہیں ' اور قرآن کے تمام دلائل اور انبیاء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو اُسي شکل و صورت میں آراستہ کرنا چاہتے ہیں ' اور پھر ذھن کي اس کجي اور فکر کے اِس مرض کو علم و معرفت کي ایک ایسي عظمت سمجھتے ہیں ' جسے ابراھیم خلیل علیہ الصلوۃ و السلام کے منہ سے نکلوا دینا ' انکي بزرگي کي بڑي ہي دلیل اور اُنکے مرتبۂ نبوت و خلت کي بڑي ہي خوبروئي ہے !

اس سے بھي بڑھکر اعجب العجائب معاملہ یہ ہے کہ قرآن حکیم اس مقام پر جس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے ' وہ یہي ہے کہ انبیاء کرام کا طریق دعوت ' " ھدایت " کا طریقہ ہوتا ہے - " جدل " و " خصومت " کا نہیں ہوتا - چنانچہ حضرت خلیل نے با وجود اسکے کہ ایک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تھا ' سر رشتۂ ھدایت ہاتھہ سے نہ چھوڑا ' اور مجادلانہ نزاع کي جگہ طریق ھدایت سے اُسے اعتراف حق پر مجبور کر دیا - لیکن متکلمین ہیں کہ عین اسي مقام کو مجادلانہ انداز استدلال کی شکل دے رہے ہیں ' اور بڑي کوہ کندنیوں اور کاہ برادرنیوں کے بعد ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ اصل حقیقت یہ نہیں ہے - بالکل اس سے اُلٹي ہے - یعني طریق ' طریق جدل اور مناظرہ ہے - نہ کہ ارشاد الی الحق اور ھدایت الی المقصود !

تفسیر کبیر کا یہ پورا مقام پڑھ جایئے - معلوم ہوتا ہے ' حضرت خلیل اور نمرود کا مکالمہ منطقیوں کي ایک اچھي خاصي مجلس مناظرہ ہے - ایک طرف نمرود بیٹھا ہے ' اور ایک پختہ کار فلسفي کي طرح شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا ہے - دوسري طرف حضرت ابراھیم ہیں ' اور امام رازي اور قاضی عضد کے علم کلام کا ایک ایک لفظ نوک زبان رکھتے ہیں - نمرود ایک سوال کرتا ہے - یہ اُس کا جواب دیتے ہیں - وہ اِن کے جواب کا توڑ کرتا ہے ' اور نئے مقدموں میں اُلجھانا چاھتا ہے - یہ ایک شاطر مناظر کي طرح فوراً پینترا بدلتے ہیں ' اور اُنہي مقدمات کے داؤ سے اُسے گرا دینا چاھتے ہیں - وہ سبب اور واسطہ کے طرف رخ کرتا ہے - یہ حرکت افلاک کا پیچ کس دیتے ہیں - سبحان اللہ ! حضرت ابراھیم علیہ السلام کي دعوت نبوت نہ ہوئي - میر زاھد اور سیالکوٹي کا مباحثہ ہوگیا ! حاشا و کلا کہ انبیاء کرام جو تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے لیے آتے ہیں ' یہ مجادلانہ انداز سخن اور مخاصمانہ طریق مخاطبت رکھتے ہوں - اگر ایک لمحہ کے لیے بھي یہ طریق تفسیر تسلیم کر لیا جاے تو ساتھہ ہي یہ بھي تسلیم کر لینا پڑیگا کہ دنیا کے سارے نبیوں اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي یہ تھي کہ وہ منطقي اور متکلم ہوں - لیکن اگر یہی معیار نبوت ہے ' تو دنیا کا سب سے بڑا نبي ارسطو تھا جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنیا کو آشنا کیا ' نہ کہ ابراھیم خلیل اور محمد بن عبد اللہ علیہما الصلوۃ و السلام ' جن کا لکھنے پڑھنے کے طریقے سے آشنا ہونا بھي ثابت نہیں !

(۲) اب غور کیجیے - اس مکالمہ کو " مناظرہ " قرار دیکر کس طرح انہوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حوالہ کر دیا ہے ؟ اگر یہ " مناظرہ " ہے ' اور حضرت ابراھیم کي بڑي فضیلت یہي ہے کہ مناظرین کي طرح مخاطب کو سخن پروري میں ہرا دیں ' تو ضروري ہے کہ مناظرہ کے جو اصول و آداب وضع کیے گئے ہیں ' اُنہیں کسي نہ کسي طرح اس مکالمہ پر منطبق کیا جاے - مصیبت یہ ہے وہ منطبق نہیں ہوتے - کیونکہ سرے سے یہ مناظرہ مصطلحۂ قوم تھا ہي نہیں - نتیجہ یہ ہے کہ مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر نہیں آتا - فن مناظرہ وضعیہ کے لحاظ سے پہلي چیز فریقین کي حیثیت کا تعین ہے - یعنے اُن میں سے کون مدعي ہے کون منکر - کون مثبت ہے ' کون منفي - پھر مستدل کے واجبات ہیں ' اور

مجیب کے فرائض ہیں - جو مدعي ہو' اسے دلیل پیش کرني چاہیے - جو منکر ہو' اسے تردّد کرنا چاہیے - چونکہ مقصود اس تمام کارخانہ سے اسکات خصم ہے - یعنے مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے ہیں - امام رازي نے جب اسے مناظرہ قرار دیا ' تو ضروري ہوا کہ پوري بات اُسي سانچے میں ڈھال کر دکھا دي جائے - بات اُس سانچے میں ڈھلتي نہیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا ہو گئي ہیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکھتے ہیں :

" یہ در اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ ہے ' جس میں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي ہے اور حضرت ابراہیم اُس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاہتے ہیں "

یہ جو آپ نے " در اصل مناظرہ ہے " کہدیا' بس یہي تمام فساد کي جڑ ہے - " مناظرہ ہے ' تو حضرت ابراہیم کي حیثیت ایک مناظر کي ہے - اگر وہ مناظر ہیں ' تو چاہئے کہ اُن قواعد کلام سے سرمو تجاوز نہ کریں جو فن مناظرہ کے ساختہ پرداختہ ہیں - یا مثلاً رشیدیہ میں درج ہیں - اور چاہیے کہ بد بخت نمرود بھي اُنہي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت ہو' جو ہم شرح مواقف وغیرہ میں پڑھ چکے ہیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یہي ہیں ' اور آپ بھي اُنہي کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہیں - سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم " مناظر " مصطلحۂ قوم کیوں ہوں ؟ اور اگر وہ مناظر ہوں ' تو کیوں اُن تمام گڑھے ہوئے قاعدوں کے پابند ہوں جو علوم وضیعہ کي تدوین کے بعد ہم نے اپنے اوپر لازم کر رکھے ہیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود ہے کہ حضرت ابراہیم کو بھي اُن قواعد کلام کي پابندي کرني چاہیے جو مناظرہ رشیدیہ میں ہم رٹ چکے ہیں' یا جنھیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکھا ہے ؟ " مناظر کے لیے یہ جائز نہیں " اور " مستدل کے لیے یہ ضروري ہے " سوال یہ ہے کہ کیوں جائز نہیں ؟ کیوں ضروري ہے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعہ اور قواعد مصنوعہ " ما انزل اللہ بہا من سلطان " کے انبیاؤ رسل پابند ہوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نہ ہو کہ سرمو اِن سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت ہے کہ قرآن عربي زبان میں اُترتا ہے - تمام فصحاء قریش اُس کي فصاحت کے آگے سربسجود ہو جاتے ہیں ' لیکن چار سو برس کے بعد ہمارے مفسرین بحث کرتے ہیں کہ سیبویہ اور کسائي کے بنائے ہوئے قواعد کے مطابق وہ ٹھیک ہے یا نہیں ؟ چار ہزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الہي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و ہدایت کا دروازہ کھولتا ہے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگہ یقین و ایمان کي راہ دکھلادیتا ہے' لیکن پانچویں صدي ہجري میں امام رازي آ کر بحث کرتے ہیں کہ منطقي طریق مناظرہ کے مطابق یہ مکالمہ صحیح ہے یا نہیں ؟ اور پھر چودھویں صدي میں آپ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مشکلات حل نہیں ہوتیں - مشکلات حل ہوں تو کیسے ہوں جب صدیوں سے مشکلات ہي کو بلاوا دے دے کر سمیٹا گیا ہے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت اور صناعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم ہو گئي ہے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یہاں اُلجھاؤ پیدا کر رہي ہے ' حضرت ابراہیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت ہے - مفسرین سے ایک سخت تسامح قرآن حکیم کے اُن مقامات کي تفسیر میں ہوا ہے ' جہاں بابل کے اس بادشاہ کا (جسے نمرود کہتے ہیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچھ بھي اُس کا نام ہو) ذکر کیا گیا ہے - قرآن حکیم نے اُن کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا ہے ' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس خدا کے اقرار سے منکر تھے جسکي دعوت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اُنکے سامنے پیش کي تھي ' اور خود اپني خداوندي اور خدائي کي طاقتوں کا دعویٰ رکھتے تھے - چونکہ مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نہ تھیں ' اسلیے وہ صحت کے ساتھہ اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نہ کر سکے - یہ خیال پیدا ہوگیا کہ یہ دونوں بادشاہ اپني خدائي کے اس معني میں مدعي تھے کہ وہي صانع کائنات ہیں - چنانچہ دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یہي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي ہے اور اسلیے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پہلو سے دیکھے جاتے ہیں - چونکہ یہ بات حقیقت حال کے خلاف ہے ' اسلیے اس کي وجہ سے طرح طرح کے نئے اُلجھاؤ پیدا ہوگئے ہیں - واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر ' بلکہ خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کسي انسان نے بھي اس معني میں خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہي صانع کائنات ہے - ایسا دعویٰ کرنا ' بلکہ ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجہ خلاف ہے کہ کوئي انساني ہستي اِسکي جرأت ہي نہیں کرسکتي -

تحریر اندازہ سے زیادہ بڑھتي چلي جاتي ہے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نہیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجھنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي ہونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹھوکریں کھائي ہیں ' من جملہ اُن کے ایک عالمگیر گمراہي شاہیت و الوہیت کا تشابہ ہے - یعنے شاہیت کے اختیارات نے بھي ما فوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کر لي تھي - جب کبھي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے بادشاہ بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وہ دیوتاؤں کا انساني مظہر ہے ' بلکہ خود بھي دیوتا ہے - پھر جب شاہیت نے نسل و خاندان کے سلسلہ کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاہي نسل سے ہونا ' اس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجھا جانے لگا - رفتہ رفتہ اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیدہ کي نوعیت پیدا کر لي کہ بادشاہ انسان نہیں ہے - انسانیت سے بلند تر ہستي ہے - اُسکي طاقت بھي الہي طاقت ' اور اُسکا حکم بھي حکم خداوندي ہے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو بادشاہوں کا حال بیان کیا ہے ' اُنکي اور اُن کے قوم کي گمراہي یہي تھي - وہ اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تھے - اس لیے نہیں کہ اِن دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعویٰ کیا تھا ' بلکہ اس لیے کہ وہ بادشاہ تھے ' اور پاشاہ کیلیے ایسا ہي اعتقاد پیدا ہو گیا تھا -

ثانیاً' اس سے یہ بات بھي واضح ہو گئي کہ مفسرین کا یہ سمجھنا کہ فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تھے ' صحیح نہیں ہے - جس طرح کي خدائي کے یہ مدعي تھے ' اُس طرح کي خدائي کا اعتقاد اُس عہد کے بے شمار بادشاہوں اور بادشاہي کے سلسلوں کیلیے رہ چکا ہے - ہندوستان میں بھي بادشاہ کے لیے ایسا ہي اعتقاد موجود تھا - حتیٰ کہ اُن کا سلسلۂ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تھا - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بھي

اسکي شہادت دیتي ہے - بنو اسرائیل نے جب فلسطین اور شام پر قبضہ کیا تو جو قومیں وہاں آباد تھیں ' اُن کا بھي اپنے پادشاہوں کي نسبت ایسا ھي خیال تھا - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کي مصري زندگي کے جو واقعات بیان کیے ھیں ' اُن کا تعلق بھي ایک پادشاہ سے نہیں ہے - دو پادشاہوں سے ہے جو یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے تھے- ایک فرعون وہ ہے جس کے محل میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے - دوسرا وہ ہے جو اُن کا تعاقب کرتا ہوا خلیج سوئز میں غرق ہوا - اگر فرعون کے ادعاء الوھیت سے مقصود یہ ہوتا کہ وہ کسي ایک انسان کا شخصي ادعا تھا' تو ظاہر ہے ' بغیر کسي امتیاز کے دونوں کي نسبت ایک ھي طرح کي ادعائي ذھنیت قرآن کیوں ظاہر کرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي لیے اُن کے ناموں کي جگہ اُن کا عام لقب " فرعون" استعمال کیا - کیوں کہ کسي ایک پادشاہ کا تمرد و طغیان دکھلانا مقصود نہیں تھا - تمام فراعنہ کا طغیان دکھلانا مقصود تھا -

بہر حال قرآن حکیم نے اِن دونوں پادشاہوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ انساني گمراھي کي ایک خاص حالت کا نمونہ دکھلا دے - اس نوع کي گمراھي کے لیے یہ کامل قسم کے نمونے تھے - اس لیے انھي کو بطور مثال کے چن لیا گیا -

باقي رہے فرعونوں کے وہ متکبرانہ اور مدعیانہ اقوال جو قرآن حکیم نے نقل کیے ھیں ' تو اُن میں ایک جملہ بھي ایسا نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو خدا بمعني صانع کائنات سمجھتے تھے - چونکہ مفسرین نے یہي مطلب ٹھہرا لیا تھا ' اس لیے ان کي نظر آیات کے صاف صاف مطلب کے طرف نہیں گئي - دوسري وادیوں میں پہنچ گئے - لیکن یہ محل تفصیل کا نہیں ہے -

ثالثاً ' آیت زیر تدبر میں جس پادشاہ کا ذکر کیا گیا ہے ' اُس کي شخصیت بھي صحیح طور پر متعین نہیں کي گئي- عام طور پر مشہور ہے کہ وہ نمرود تھا - لیکن بابل اور نینوا کے آثار قدیمہ سے جس قدر معلومات فراہم ہوچکي ھیں ' اُن سے اس خیال کي تصدیق نہیں ہوتي - " نمرود" سے مقصود وہ پادشاہ ہے' جس کے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حکمراني کي تھي - اس خاندان کا سب سے زیادہ مشہور شخص " آرر" پنجم تھا جس کے سوانح حیات کي منقش اینٹیں جرمن وفد کي کوششوں سے سنہ ۱۹۰۴ع میں برامد ہوئي ھیں- اِن اینٹوں کي عبارت سے جو خط مسماري میں کندہ ھیں' معلوم ہوتا ہے کہ نمرود اور اُسکے خاندان کا زمانہ دو ہزار سات سو برس قبل مسیح تھا - اگر تورات کے سنین تسلیم کرلیے جائیں' تو حضرت ابراھیم علیہ السلام کا زمانہ دو ہزار تین سو برس قبل مسیح کا زمانہ ہے - ظاہر ہے کہ اِس حساب سے حضرت ابراھیم کا ظہور نمرود سے کئي سو برس بعد ہوا ہے - اُن کے زمانہ میں نہ صرف نمرود کي ' بلکہ اُس کے خاندان کي بھي حکومت باقي نہیں رہي تھي -

خاندان نمرود کے دو سو برس بعد بابل میں ایک نیا سلسلۂ شاہي قائم ہوا جسے " ایلامي " خاندان سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس خاندان کا ایک پادشاہ دو ہزار تین سو برس قبل مسیح بابل میں حکمراں تھا جس کا نام " کادرلا ارمر" تھا - غالباً یہي بادشاہ حضرت ابراھیم کا معاصر تھا ' اور اسي سے اُن کا یہ مکالمہ ہوا ہے - بابل کے آثار میں اس پادشاہ کي تصویریں اور بعض فرامین کي اینٹیں بھي ملي ھیں - اِن کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خود سر اور جبار تھا - اُس کي نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ آسماني دیوتاؤں کا قہر و جبروت اُس کے اندر مجسم ہوگیا ہے - یہ اوصاف ٹھیک ٹھیک اُس متکبرانہ انداز سخن کے مطابق ھیں ' جو اس مکالمہ سے ظاہر ہوتا ہے -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عربوں میں شاہان روم ' قیصر ' شاہان ایران کسریٰ ' اور شاہان مصر فرعون کہے جاتے تھے ' اسي طرح بابل کے پادشاہوں کے لیے " نمرود " کا لفظ بطور لقب کے مشہور ہوگیا تھا - یہ تلقب بے اصل بھي نہ تھا ' کیونکہ جس طرح روم میں سیزر اور ایران میں خسرو پادشاہوں کا نام رہچکا تھا ' اُسي طرح بابل کے پہلے فرمانروا کا نام نمرود تھا - پس ابتدا میں جب لوگوں نے یہ کہا ہوگا کہ مکالمہ نمرود سے ہوا ' تو اُن کا مقصد یہ ہوگا کہ بابل کے ایک پادشاہ سے ہوا - یہ مطلب نہ ہوگا کہ نمرود نامي انسان سے ہوا تھا -

رابعاً ' یوناني مورخوں کے بیانات اور علم الآثار کي تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اھل بابل کواکب پرست تھے - اسي کواکب پرستي نے اُنھیں عام ہئیت کے علمي مبادیات سے آشنا کیا تھا - اُن کا اعتقاد تھا کہ اجرام سماویہ کائنات کي ایسي ملکوتي ھستیاں ھیں' جنھیں تدبیر و تصرف عالم کي تمام قوتیں حاصل ھیں - دنیا میں جو کچھہ ہوتا ہے' اُنھي کے عمل و تصرف سے ہوتا ہے - اِن میں سات ستارے بڑے دیوتا ھیں ' اور سورج ان سب میں بڑا ہے - آج کل علم نجوم کے نام سے جو خرافات دنیا میں پھیلے ہوئے ھیں' یہ ھندوستان اور بابل ھي کي کواکب پرستي کا بقایا ھیں - اپنے پادشاہوں کي نسبت اُن کا بھي وھي اعتقاد تھا ' جو اُس عہد کي تمام قوموں کا رہچکا ہے - یعنے وہ سورج دیوتا کے زندہ مظہر سمجھے جاتے تھے - ان کي تقدیس بھي اُسي طرح کي جاتي تھي ' جیسي تمام دیوتاؤں کي کي جاتي تھي -

(۳) مکالمہ کے آخر میں ہے : " فبہت الذي کفر" یعني جب حضرت ابراھیم نے دوسري دلیل پیش کي تو مجادل کچھہ نہ کہہ سکا - ھکا بکا ہوکر رہگیا - مفسرین نے اس مکالمہ کو منطقي مناظرہ بنا دیا تھا - مناظرہ اور جدل کا ما حصل یہ ہے کہ مخاطب کو لا جواب کر دیا جاے - اس لیے انھوں نے " فبہت الذي کفر" کا مطلب یہ قرار دیا کہ حضرت ابراھیم کي دوسري دلیل کے جواب میں وہ کوئي بات نہ بنا سکا - اس لیے مبہوت ہو کر رہگیا - اس میں کوئي شبہ نہیں کہ حضرت ابراھیم کي بات کا وہ کوئي جواب نہیں دے سکا تھا - اور شرخ چشمي اور کج بحثي کي جگہ اُس پر حیرانگي کي حالت طاري ہوگئي تھي ' لیکن یہ حیراني محض اس بات کا نتیجہ نہ تھي کہ وہ سخن پروري میں لا جواب ہو گیا تھا - کیونکہ ابھي تفصیل کے ساتھہ آپ سن چکے ھیں کہ انبیاء کرام کي مخاطبت بات میں لا جواب کر دینے کے لیے نہیں ہوتي - یقین و ایمان کے لیے ہوتي ہے - پس اُس کے مبہوت ہو جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابراھیم کي دوسري بات اُس کے دل میں اُتر گئي - پہلي بات پر تو اُس نے مجادلانہ کج بحثي کرکے جواب دیدیا تھا - کیونکہ اپنے جہل و ضلالت کي وجہ سے اُسکي حقیقت سمجھہ نہ سکا تھا - لیکن دوسري بات اُسکی فکري اور اعتقادي استعداد کے مطابق کچھہ ایسي دل کو لگتي ہوئي تھي ' کہ سنتے ھي متاثر ہوگیا ' اور تیر نشانہ پر لگ گیا - نتیجہ یہ نکلا کہ مبہوت ہو کر رہگیا - یعنے وہ سچائي جسے اپني کور چشمي کي وجہ سے ابتک نہیں دیکھہ سکا تھا ' اب یکایک اُس کے سامنے چمک اُٹھی ' اور با وجود کمال تمرد اور ضلالت کے اُس میں جھٹلانے اور شرخ چشمي سے کج بحثي کرنے کي جرأت باقي نہ رھي !



آثار عتیقه



علم الآثار مصر کا جدید ذخیرہ

فراعنۂ مصر کے عظیم ہیکل



ریمسیس ثاني اور اُسکي لڑکي کا مجسمہ، جسکے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوے تھے !

گذشتہ دس سال کے اندر علم الآثار مصر میں جدید انکشافات کا جو اضافہ ہوا ہے ، وہ نہایت قیمتي ہے ، اور علماء آثار کا خیال ہے، اس سے مصري اثریات میں تحقیق و نظر کا ایک نیا دور شروع ہوجائیگا ہے - وادي الملوک اور الاقصر کے در مقبروں کا حال نہایت تفصیل کے ساتھہ دنیا کے علم میں آچکا ہے ، لیکن ان مقبروں کے علاوہ اور بھي بے شمار نئي نئي چیزیں ہیں جو تاریخ مصر کے بعض اہم زمانوں سے تعلق رکھتي ہیں ، اور اسلیے علماء آثار اُن کے درس و مطالعہ میں مشغول ہیں -

آج ہم قارئین الہلال کي دلچسپي کے لیے ان میں سے بعض اہم آثار کا مرقع شائع کرتے ہیں -

سب سے پہلے آپ کي نظر در چھوٹي چھوٹي تصویروں پر پڑیگي، جن میں سے ایک پر منقش تصویریں ہیں - درسري میں ایک شکستہ مجسمہ نظر آ رہا ہے - پہلي تصویر ابیدس مندر کي ایک دیوار کا مرقع ہے جس میں فرعون "ستي" اول اپنے معبود کے سامنے کھڑا ہے ، اور اُسے نذر پیش کر رہا ہے - مرقع میں فرعون کي صورت اور وضع اتني نزاکت اور خوبي کے ساتھہ کندہ کي گئي ہے کہ مصر کے تمام حجري مرقعوں میں صرف چند تصویریں ہي اس کا مقابلہ کرسکتي ہیں - اس مرقع میں ہمارے سامنے چار ہزار برس پہلے کا ایک انسان اپني اصلي صورت و وضع میں کھڑا ہے !

دوسرا مرقع مصري دیوتا "ممنن" کا بت ہے - اس کي نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس میں سے الہي نغموں کے ترانے بلند ہوتے تھے - اب یہ بالکل ٹوٹي پھوٹي حالت میں برامد ہوا ہے - لیکن علم کي خوش قسمتي سے اس کے کتبے محفوظ ہیں ، اور پوري طرح پڑھے جا سکتے ہیں -

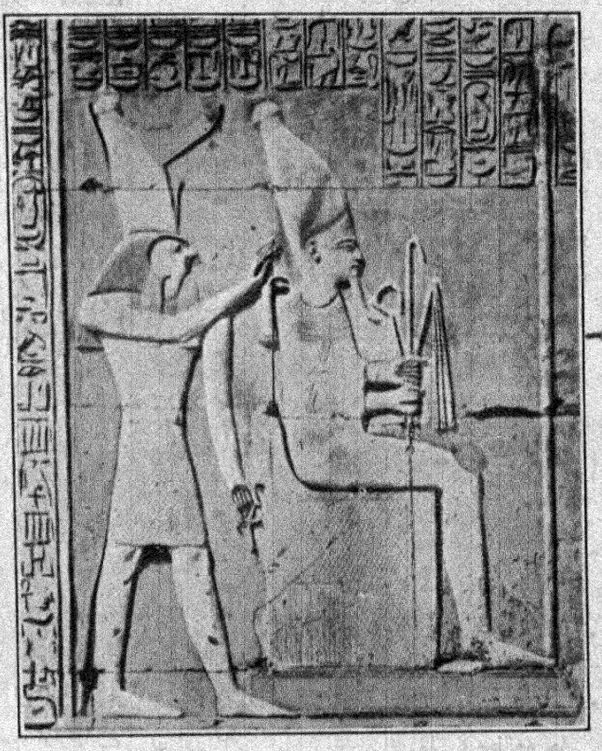

ان کے بعد آپ در بڑي تصویریں اوپر تلے دیکھہ رہے ہیں - پہلي تصویر ابیدیس مندر کي ایک دیوار پر کندہ ہے - اس میں مصریوں کے در دیوتا دکھائے گئے ہیں - ہورس اور اوسائرس - ہورس ہر طرح کي اچھائیوں کا معبود تھا - اوسائرس سورج دیوتا تھا - مصري یقین کرتے تھے کہ سورج دیوتا کي بہن اور لڑکي "آئي سس" نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر ہمیشہ کیلیے دریاے نیل کو شیریں اور مقدس بنا دیا ہے !

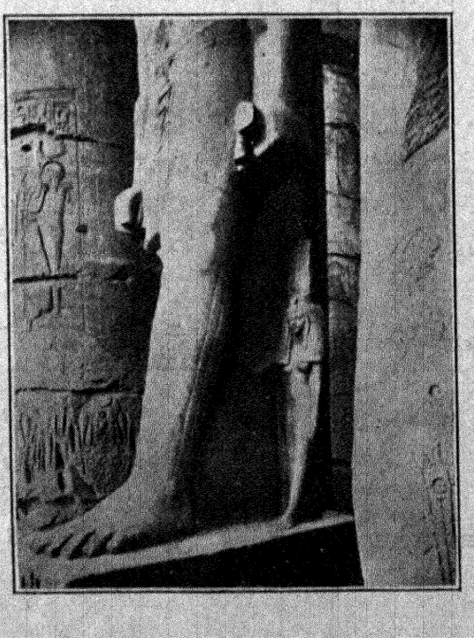

دوسرا مرقع ایک عظیم مجسمہ کا نہایت قیمتي ٹکرا ہے جو الاقصر سے بر آمد ہوا ہے - نقوش کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل فرعون ریمسس دوم کا مجسمہ تھا - تصویر میں صرف کمر سے لیکر پاؤں تک کا حصہ نمایاں ہے - پاؤں کے پیچھے ایک عورت کا چھوٹا سا مجسمہ ہے جو کھڑي ہے - یہ ریمسس کي لڑکي ہے - ریمسس دوم وہي فرعون ہے ، جس کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کي پیدایش ہوئي تھي - خیال کیا جاتا ہے کہ یہي لڑکي محل شاہي کي وہ عورت ہے ، جس نے دریا سے حضرت موسیٰ کو نکالا تھا !



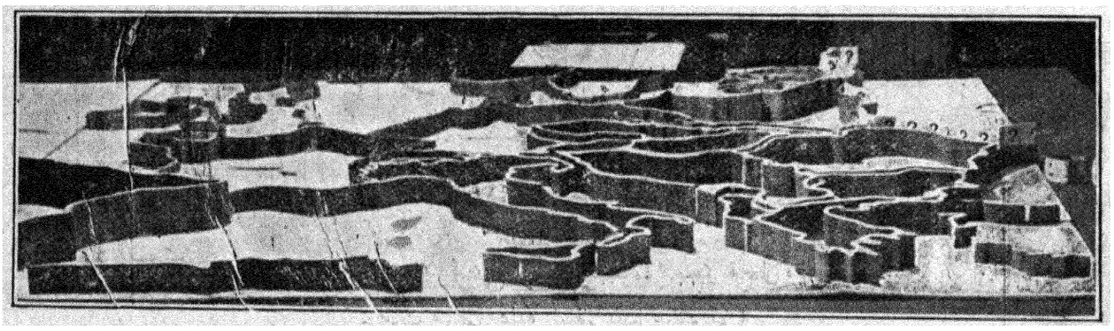

یورپ کا ایک نیا نقشہ

تجارت کي حفاظت اور آزادي کا حصار

مطالب کے بیان و تفہیم کا ایک موثر ذریعہ

بحث طلب مطالب پر تقریر کرتے ہوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کي جدولوں یا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام لیا کرتے تھے - پھر میجک لینٹرن استعمال کیا جانے لگا - ایسے مطالب جن کے فہم میں تصاویر کا معائنہ مدد دیتا تھا ' فانوس کي تصویروں کے ذریعہ ذھن نشین کیے جاتے تھے - حال میں سینما کي ایجاد نے بھي ایک زیادہ موثر اور اصلیت نما ذریعہ بہم پہنچا دیا ھے - امریکہ میں بحث و تقریر کے بے شمار کلب ' سینما کا اُسي طرح استعمال کرتے ھیں ' جس طرح عام طور پر میجک لنٹرن استعمال کیا جاتا ھے -

لیکن جو طریقہ حال میں سر آرتھر کلایو ماریسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے تمثیل مطالب کے لیے اختیار کیا تھا ' وہ ان تمام طریقوں سے جدا گانہ قسم کا ھے ' اور چونکہ نہایت آسان اور سادہ قسم کا ھے ' اس لیے نہایت درجہ پسند کیا گیا ھے - اُن کي تقریر کا موضوع یہ تھا کہ تجارت کي آزادي اور بندش کے لحاظ سے اِس وقت یورپ کي مختلف قوموں کا حال کیا ھے ؟ اور کس طرح یہي چیز آیندہ ایک بین الاقوامي جنگ کا دروازہ کھول دینے والي ھے ؟ اس حقیقت کي وضاحت کے لیے انھوں نے یورپ کا ایک نقشہ اس طرح کا طیار کرایا ' کہ سرحد کے خطوط کي جگہ حصار کي دیواریں کھڑي دي گئیں ' اور تمام یورپ ٹیڑھي سیدھي چار دیواریوں کا مجموعہ بن گیا - نقشہ کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي ' تو معلوم ہوا ' جو حقیقت ایک بہت بڑي کتاب لکھکر بھي واضح نہیں کي جاسکتي تھي ' اب وہ صرف اس نقشہ پر ایک نگاہ ڈال لینے سے سامنے آجاتي ھے - جنیوا کے پچھلے اجلاس کے موقعہ پر یہ نقشہ حاضرین کے معائنہ کے لیے ایک نمایاں موقعہ پر رکھدیا گیا تھا -

اِس نقشہ کا عکس آپکے سامنے ھے - اگر یورپ کا نقشہ آپکے کمرے میں آویزاں ھے ' تو پہلے اُس پر ایک نظر ڈال لیجیے - پھر اِسے دیکھیے - یہ ٹھیک وھي نقشہ ھے - فرق صرف اسقدر ھے کہ اُس میں حدود کي وضاحت کیلیے لکیریں کھینچ دي گئي ھیں - اِس میں لکیروں کي جگہ دیواریں کھڑي ھیں - یہ دیواریں کیا ھیں ؟ تجارت کي حفاظت کي دیواریں ھیں جنھوں نے ھر قوم کو دوسري قوم کا دائمي رقیب بنا دیا ھے - فوجي اور ملکي حفاظت کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے ' تو یہي دیواریں متقابل دشمنوں اور حریصوں کو ایک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رھي ھیں - یہ دیواریں کب تک قائم رھینگي ؟ سر آرتھر کہتے ھیں " انہیں توڑ دو " لیکن اگر انسان اِسکے لیے آمادہ نہ ھوا ' تو عجب نہیں ' قدرت کي خانہ بر اندازیاں خود ھي انہیں توڑ کر تمام یورپ کو ایک کھلي زمین کي شکل میں منقلب کر دیں !

خریداران الهـلال

ترجمہ فرمائیں

جن جن حضرات سے چھہ ماہ کي قیمت وصول ھوئي تھي ' اُن کا حساب الهـلال نمبر (۲۴) پر ختم ھو جایگا - یعنے آئیندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر - اگر وہ آئیندہ بھي الهـلال کا مطالعہ جاري رکھنا چاھتے ھیں ' تو دفتر نہایت شکر گزار ھوگا اگر وي - پي کي درخواست کي جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کر دیں - وي - پي کي رقم وصول ھونے میں بہت تاخیر ھوتي ھے ' اور اسلیے پرچہ کے مسلسل اجراء میں خلل واقع ھو جاتا ھے - اگر وہ ایک ھفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُنکي جدید خریداري کا اندراج ھو جائے ' اور پرچہ کي ترسیل بغیر کسي انقطاع کے جاري رھے -

یہ کہنا ضروري نہیں کہ نئي شش ماھي جلد سے الهـلال کا نیا دور حیات شروع ھوگا ' اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ھوگا ' جس حالت میں اس وقت تک نکلتا رھا ھے -

منیجر

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگہم کے بشپ کا کفر اور زندقہ !

تھوڑا عرصہ گزرا ہے ' لنڈن سے رپوٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشہور کر دی تھی کہ برمنگہم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ہوئے ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے' جس نے یورپ کے تمام کلیسائی حلقوں میں ہلچل ڈالدی ہے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا ہے کہ پیدایش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنی تورات کی کتاب پیدایش کا بیان) قابل ترمیم ہے ' اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذہبی تاویلوں کے ذریعہ تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعنی تسلیم کرلیں کہ تورات کی کتاب پیدایش کا بیان ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے !



پادری کینن ویسٹر بشپ کے زندقہ کا اعلان کرکے سینٹ پال سے واپس جا رہا ہے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعہ کی خبر مشتہر ہوئی - یہی بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررہا تھا تو اچانک ایک واقعہ نے تمام مجلس میں اضطراب پھیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا اُٹھی " یہ بدعت و زندقہ کا معلم ہے " لوگوں نے جب اُس طرف نظر اُٹھائی ' تو معلوم ہوا ' پادری کینن ویسٹر غیظ و غضب کی شدت سے بے قابو ہوکر کھڑا ہوگیا ہے ' اور واعظ کے کفر و زندقہ کا اعلان کر رہا ہے - اس پر غضب طریقہ سے مجلس کو اپنی طرف متوجہ کرکے اُس نے بشپ پر لعن و طعن کی بوچھاڑ شروع کردی ' اور پھر یہ کہکر کہ " ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں " اپنی جماعت کے ساتھہ گرجے سے رخصت ہوگیا !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معاملہ کی تمام تفصیلات آگئی ہیں - در اصل یہ معاملہ بھی اُسی سلسلۂ بحث کی ایک کڑی ہے جو سر آرتھر کیتھہ کی تقریر (مندرجۂ الہلال) سے تمام یورپ اور امریکہ میں چھڑ گیا ہے - بشپ اف برمنگہم کا نام ڈاکٹر بارنس ہے - اُس نے اسی تقریر کا حوالہ دیکر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے - معاملہ کا اہم اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ اعتراف برطانی کلیسا کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص کی زبان سے ہوا ہے - اُس نے پوری دلیری کے ساتھہ وہ خیال علانیہ ظاہر کردیا ' جو آج ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت ہے !

یقیناً قارئین الہلال خواہشمند ہونگے کہ بشپ کی تقریر سے واقفیت حاصل کریں - ہم اختصار کے ساتھہ اُس کا خلاصہ درج کردیتے ہیں -

بشپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا :

" اِس عہد کے انسانوں سے میں کیا کہوں ؟ کیا یہ کہوں کہ قدیم عقیدہ ہی پر اُستوار رہو ؟ ہرگز نہیں - میں اُن سے جو کچھہ کہہ سکتا ہوں ' وہ اِس کے سوا کچھہ نہیں ہے کہ حق کی تلاش کرو - خوش ہو ' کیونکہ تم ایک ایسی صدی کی مخلوق ہو ' جو اپنی علمی ترقیوں کی وجہ سے تاریخ کی سب سے زیادہ عظیم الشان صدی ہے - میں اُن سے کہتا ہوں ' جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کی تعظیم کرو - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اِس تمام علمی ترقی کے پیچھے ہم برابر ایک کثیف پردہ پڑا دیکھتے ہیں - یہ پردہ ' زندگی کے تمام بنیادی مسائل کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے ' اور ہماری نظروں کو اُن کی حقیقت معلوم کرنے سے روک رہا ہے - تم پر فرض ہے کہ اِن مسائل سے قریب تر ہو - تمہارا قلب ایمان سے لبریز ہو جائے - تمہاری رہبر' عقل ہو' نہ کہ خوش اعتقادی - اگر تم ایسا کروگے ' تو تمہارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف ہوگا جن میں سے ایک نے مغرورانہ انکار کی اور دوسری نے جاہلانہ خوش اعتقادی کی غلطی کی ہے ! "

" سر آرتھر کیتھہ کے خطبہ کے بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ مذہب نشوء و ارتقاء کے مقابلہ میں ہمارا مسلک کیا ہونا چاہیے ؟ کیا ہم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چھپا دیں ؟ میں تم سے آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اِس روشن زمانے کی مخلوق ہو کر حقائق سے تجاہل نہیں برت سکتے ! "

" کیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ لوگوں کی عقلوں میں شک پیدا کردیں ' حالانکہ یہاں شک کا کوئی موقعہ ہی نہیں ؟ کیا یہ مناسب ہے کہ مسیحی عقائد کی تاریخ محض اس لیے بدل دی جائے کہ ڈارون کا مذہب نیا نہیں ہے ' پرانا مذہب ہے ؟ یا یہ مناسب ہے کہ جدید حقائق تسلیم کرتے ہوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کرلیں ' اور تسلیم کرلیں کہ مسیحی عقائد کی بعض تقلیدی آراء قابل تبدیل ہیں ؟ "

" میرے خیال میں آخری تجویز بہتر اور مناسب ہے - آؤ ' ہم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا ہی خیر مقدم کریں ' جیسا کہ وہ علمی حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکھہ رہے ہیں - تمام اہل علم متفق ہیں کہ انسان نے بندر کی ایک قسم سے ترقی کی ہے ممکن ہے ' انسان کی یہ ترقی دس لاکھہ برس پہلے شروع ہوئی ہو - تمام حیوانی اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقی کی ہے ' لیکن انسان کی حقیقی ترقی اُس کے دماغ اور فکری مرکزوں میں واقع ہوئی ہے - اسی لیے وہ اپنے ہم جنس حیوانوں پر بازی لیگیا - بندر کی دوسری قسموں نے اور قسم کی ترقی کی - چنانچہ

بتدریج شمپانزي ' گوریلا ' اورانگ ' اور اوزان کي قسموں نے ظہور کیا - یہ تمام بندر انسان کے قریبی عم زاد ہیں - علماء اس ترقي کي جزئیات میں کتنا ہي مختلف ہوں ' لیکن کوئي دو مستند عالم بھي اس معاملہ میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انسان نے بندر ہي سے ترقي کي ہے - اور یہ ' کہ یہ ترقي ایک مسلم و ثابت حقیقت ہے - ڈارون کا مذہب پچاس برس سے موجود ہے اور پوري طرح صحیح ثابت ہو چکا ہے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت ہو چکا ہے کہ شر اور برائي کا میلان انسان کي طبیعت میں فطري ہے ' اور یہ اُس نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا ہے - یہ بالکل یقیني ہے کہ انسان ' ایک حیوان ہي ہو ' اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقي کرکے خالص حیوانیت سے اِس درجہ تک پہنچ گیا ہو - وہ کوئي دیوتا نہ تھا ' جو طہارت و تقوي کے لباس میں ملبوس ' آسمان سے زمین پر اتر پڑا ہو - انسان کي روحي ترقي ہي نے اُسے باقي تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا ہے "

" ہمیں ہمیشہ حق کي جستجو میں لگے رہنا چاہیے - جب کبھي کسي حقیقت پر سے پردہ اٹھے ' تو قدیم سے قدیم تقلیدي خیال کے بھي ترک کر دینے میں ہمارے اندر کوئي پس و پیش نہیں ہونا چاہیے ' اور نہ اس تبدیلي پر کسي طرح کا رنج محسوس کرنا چاہیے "

جب کبھي کوئي حقیقت ظاہر ہوتي ہے ' تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اٹھتے ہیں : " ایمان خطرے میں پڑگیا ہے ! "

" لیکن میرا تاریخي مطالعہ مجھے بتاتا ہے کہ ایمان صرف اُس وقت خطرے میں ہوتا ہے ' جب عقل قید کردي جاتي ہے ' اور دماغ پر مہر لگا دي جاتي ہے - بعض لوگ کہتے ہیں " ہمیں مسیحي حقائق کو اُسي طرح محفوظ رکھنا چاہیے ' جس طرح ہمارے عقائد چلے آتے ہیں " لیکن میں من گڑھت حقائق کے وجود سے اپني لا علمي کا صریح اعلان کرتا ہوں - بعض لوگ کہتے ہیں " جدید خیالات کفر و الحاد ہیں " لیکن میں کہتا ہوں " آج کا کفر ممکن ہے ' کل کا ایک راسخ دیني عقیدہ بن جائے ! "

" تمام وہ مسیحي جو تقلیدي بندشوں سے آزاد ہیں ' جانتے ہیں کہ مذہب نشوء و ارتقاء اور حقیقي مسیحي تعلیم میں کوئي نزاع نہیں ہے - کیونکہ خدا اپني قدرت تدریجي ترقي میں بھي اُسي طرح ظاہر کر سکتا ہے ' جس طرح فوري تخلیق میں "

یہ پہلا موقعہ نہیں ہے کہ اِس موضوع پر اِس بشپ نے اظہار خیال کیا ہے - اب سے دو سال پہلے بھي اِسي قسم کے خیالات ظاہر کیے تھے اُس زمانے میں امریکا کے پروفیسر سکوپس پر اس لیے مقدمہ چلایا گیا تھا ' کہ اُس نے ایک سرکاري مدرسہ میں اپنے شاگردوں کے سامنے ڈارون کا مذہب پیش کر دیا تھا - اِس مناسبت سے رسالۂ " نیچر " نے بشپ مذکور سے اِس مسئلہ کي نسبت استفتا کیا تھا - بشپ کا جواب حسب ذیل تھا :

" یہ جاہلانہ تعصب جس نے مذہب نشوء و ارتقاء کي تعلیم کو امریکا کے سرکاري مدارس میں ممنوع قرار دیدیا ہے ' ایک سخت مذموم تعصب ہے - میں آزادي خیال کا حامي ہونے کي حیثیت سے نہایت نا پسند کرتا ہوں کہ ایک انگلو سکسن جماعت قانون کے زور سے علم کي اشاعت روکے - میں ایک مسیحي ہونے کي حیثیت سے ہر ایسي تحریک کو انتہائي رنج و غم سے دیکھتا ہوں ' جو مسیحي دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتي ہے "

" بے شمار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے ' اور متمدن دنیا میں ہر مستند عالم اس کا اعتراف کر رہا ہے ' کہ انسان نے ایک ایسي مخلوق سے ترقي کي جو بندر سے مشابہ تھي ' انگلستان میں ہر روشن خیال مسیحي کا اعتقاد یہي ہے - یہاں کے تمام مشاہیر لاہوتي علماء بھي اس راے کو خیال صحیح سمجھتے ہیں - یہ اعتراف مسیحیت کو اور بھي زیادہ مستحکم کر دے گا - کیونکہ یہ اُس روحاني اساس کو جو ہم مسیح سے اخذ کرتے ہیں ' اس درجہ معقول بنا دیتا ہے کہ کوئي بھي اُس سے انکار نہیں کر سکتا "

" ہم کتنا ہي انکار و مغالطہ کام میں لائیں ' مگر مسیح کي تعلیمات سے جو عہد جدید میں موجود ہیں ' ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد قدیم کي کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح ہے - لوگ یہ بھول گئے کہ کتاب مقدس روحي حقائق کا خزانہ ہے ' نہ کہ تعلیم و تدریس کي کوئي علمي کتاب ہے - لوگ یہ مسیحي عقیدہ بھي بالکل بھول گئے کہ " روح القدس برابر لوگوں کي عقلیں وسیع کرتي رہیگي تا کہ وہ حق تک پہنچ سکیں " یہ لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے ہیں ' کیونکہ سمجھتے ہیں ' حق کے اعتراف سے مسیحي عقیدہ کمزور ہوجائے گا - مگر یہ اُن کي غلطي ہے - علم کي اِس مقاومت کا نتیجہ اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہزارہا طالب علم مسیحیت کے دائرے سے یہ یقین کرتے ہوے نکل جائیں کہ مسیحیت کي بنیاد سراسر جہل و خرافات پر ہے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ' خیر مشترک ہے (نارمن انجل)

اشتراکیت کي سب سے بہتر مجمل تعریف یہ ہے کہ وہ سوسائٹي کے مادي اقتصادي قوی کو منظم کر کے انساني قوی کے ماتحت کر دینا چاہتي ہے (رامسے میکڈانلڈ)

اشتراکیت کي غرض بجز اسکے کچھ نہیں ہے کہ انسان کیلیے ایک نیا عالمگیر ضمیر پیدا کر دے (ولز)

اشتراکیت ' تعلیمات مسیح کي عملي صورت ہے - (چارلس اسون)

عملي اشتراکیت ' حد سے زیادہ سادہ چیز ہے - یعني عالمگیر انساني تعاون کا نظام ایک حکومت کے ماتحت (رابرٹ)

اشتراکیت ' ایک ایسي مثل اعلی ہے جسے ابتک دنیا کي آنکھوں نے نہیں دیکھا (هاڈجس)

اشتراکیت ' عنقریب محنت کو اِس طور پر منظم کر دیگي ' کہ ہر آدمي محسوس کرنے لگے گا ' وہ اپنے عمل سے پوري نوع انساني کي خدمت کر رہا ہے (رڈن) !

اشتراکیت کا مقصود یہ ہے کہ اعلي نظام جمہوري کے ساتھ زمیں اور سرمایہ کو قوم کي ملکیت بنا دے (برٹرنڈ رسل)

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

ٹوئی نہم کے مورخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہو کہ ان جنگوں میں تعرض پیش پیش تھا، بلکہ اسی پر پورا مدار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاط" پر اتار دی گئی جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ انویل کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی تسخیر میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے لوئی نہم کا بھی مصاحب تھا۔ اس نے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

انویل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادوں کو مورخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ مسلمانوں کی بیزنطینی سلطنت سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا، جس کے ذریعہ اسنے ۶۳۸ء اور ۶۷۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا۔ یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ اور تقریباً ۷۰۰ برس تک تنہا وہی استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعہ سے اس کی حقیقت معلوم کر لی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلہ میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اس اسلحہ کو قدیم یونانی طریقہ سے زیادہ مکمل اور دور رس بنا دیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اترے یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اسوقت بیمار تھا۔ ٹوئی نہم نے اسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اس کے حوالہ کر دے۔ عصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کی جا سکی اور صلیبیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کر دیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ وہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مورخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک انھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کر دیا۔ آقائے نامدار والٹر دو کیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اسوقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا ہمیں کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں کھڑے رہیں گے تو جلکر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابد الآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہو جائے گی۔ لہذا اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں، اور اس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے"

چنانچہ ہم نے اس دانشمندانہ رائے پر عمل کیا۔ جب ہم پر آگ کی پہلی بارش ہوئی اور برج میں ہمارے سامنے آگ گری، تو ہم نے خداوند کے حضور سجدہ کیا اور نالہ و زاری کرنے لگے۔ آگ بجھانے والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک عظیم مرتبان کی صورت میں سیدھی نکلتی ہے۔ لمبے نیزے کی طرح ایک بڑی سی دم اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اس کی آواز، بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی جناتی درندہ ہوا میں اڑتا چلا آتا ہے۔ وہ اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں دن نکل آتا ہے۔ مسلمانوں نے ہم پر یہ آگ اس رات تین مرتبہ بڑے بڑے اسلحوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے اسلحوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آ رہی ہے تو اپنے فرش سے اتر کر زمین پر کھڑا ہو جاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع کی طرف ہاتھ اٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچا لے"۔ مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آ کر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اس برج کے قریب آ کر گری جس کی حفاظت ایک انفرادی کورتینی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہو جائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی مقدار میں آگ پھینکنا شروع کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا میں آگ کا دریا ہم پر امڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھا دی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کر دی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کر دیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ انھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کر دئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو ان سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پل کے قریب بھی منجنیقیں لگا دیں۔ پل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی آدمی نہ پل کے قریب جا سکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے اپنے جہازوں سے منگا دیں تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے اور نہر کو عبور کیا جا سکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اسوقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پچھلی شکست کا غم اس سے دور ہو جائے چنانچہ یہی کیا گیا، اور برج اس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کر دیں اور یک وقت سب کے دہانے کھول دئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہو گئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کر دی اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہو گیا!!

اسی طرح یہ مورخ بڑی تفصیل سے دوسرے تمام معرکوں میں بھی اس "یونانی آگ" کا ذکر کرتا ہے جسکی کہ اس کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ یہ آگ پورے مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی اور خود بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مقرار شاہ کے مسلمانوں نے یہ سامان استعمال کیا۔ پھر دوسری اسلامی سلطنتوں نے بھی اسے معلوم کر لیا۔ چنانچہ تیونس اور مراکش میں بھی یورپین

حملہ آوروں کے مقابلہ میں عربوں نے اسے استعمال کیا تھا۔ آئین جنگ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی
اور
اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۶۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۶۱۴۶۹۸	۳۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۴۳۸۴	.....
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۶۵	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۶۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۶۶۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	.....
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۴۲۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۲۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۴۹۹۱۷۶۷۱	۱۴۷۲۵۶۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۳۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۴۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۲۲۹	۹۸۶۷۳۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۶۵۴۴

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دکانیں	آمدنی قبرا	آمدنی متفرقات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۲۷۵۳۵	۳۰۰۶۴
مدراس	۱۹۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۶۸۷۶
بمبئی	۶۲۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۶۵۷۵۴	۵۹۸۰۴۶۰
بنگال	۳۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۴۴۵۶۲۲	۸۰۵۷۲۳۷
یوپی	۴۳۴۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۶۴۶۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۴۵۴۳۱۳
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۰۶۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۳۵	۸۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۲۳۵۴	۲۰۱۹	۱۰۵۵۸۶۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۴۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کوارگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۶۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱ و ۲۲	سنہ ۲۲ و ۲۳	سنہ ۲۳ و ۲۴	سنہ ۲۴ و ۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۴۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۰۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۳۳۴۵۷۳۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۸۴
میزان	۶۳۴۳۷۸۴۸	۶۸۲۴۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴ و سنہ ۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ: ۳۱۲۶۰۰۵۱۷۵ - روپیہ

انگلستان سے لیا گیا: ۳۴۱۰۴۰۴۳۰ - پاؤنڈ

میزان کل: ۸۲۵۱۶۱۴۶۲۴ - روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰ - روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۲ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۳۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	×	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی		۵۳۷۵۰۰۰۰
کوئلہ		۳۲۲۴۷۰۰۰
مشینیں اور بجلی کے آلات		۲۴۴۶۱۱۰۰

		درآمد
مجموعی درآمد:		״
	تفصیل	
ریلوے کا سامان	×	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف		۶۵۲۹۳۰۰۰
سوت		۷۱۳۴۲۷۰۰۰
ریشم		۳۳۶۵۴۰۰۰
خام ریشم		۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر		۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا		۵۴۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، رنگ اور سمیات وغیرہ		۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی		۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ		۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان		۵۱۲۷۰۰۰
صابن		۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو		۲۲۶۱۸۰۰۰
دیاسلائی		۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب		۳۵۴۸۷۰۰۰
مجموعی برآمد:		برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ
	تفصیل	
روئی	×	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ		۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت		۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام		۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا	—	۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے		۲۲۰۴۰۰۰۰۰
خام چمڑا		۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا		۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج		۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس		۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ		۳۱۹۸۱۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، سمیات اور دوائیں		۳۵۱۳۰۰۰
ابرک وغیرہ		۵۸۶۴۰۰۰۰

دُنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰٫۳	۱۵٫۶	۱۱۱٫۹
کوبا	۷۳٫۱	۴۰٫۷	۱۱۳٫۸
برازیل	۶۸٫۶	۴۸٫۶	۱۱۷٫۲
ڈنمارک	۵۸٫۷	۱۷٫۱	۱۲۹٫۸
سویڈن	۶۸٫۰	۶۸٫۷	۱۳۶٫۷
آسٹریا	۴۳٫۶	۶۶٫۳	۱۰۹٫۹
زیکوسلاویا	۹۱٫۶	۶۴٫۷	۱۵۶٫۳
اسپین	۵۰٫۸	۱۰۶٫۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶٫۲	۸۲٫۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷٫۰	۶۷٫۶	۱۶۴٫۶
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹٫۳	۶۵٫۸	۱۶۶٫۱
اسٹریلیا	۱۲۷٫۸	۱۰۳٫۱	۲۳۰٫۹
روس	۸٫۶	۲۹٫۳	۳۷٫۹
بلجیم	۱۰۵٫۰	۱۵۷٫۲	۲۶۲٫۲
ارجنٹائن	۱۲۴٫۷	۱۳۹٫۴	۲۶۴٫۱
اٹلی	۱۰۳٫۸	۱۷۰٫۶	۲۷۱٫۴
ہالینڈ	۱۰۵٫۴	۱۷۶٫۲	۲۸۱٫۶
چین	۱۲۲٫۸	۱۷۷٫۲	۳۰۰٫۰
کنیڈا	۱۹۸٫۲	۱۷۰٫۸	۳۶۹٫۰
جاپان	۱۷۹٫۵	۲۰۷٫۳	۳۸۶٫۸
جرمنی	۱۹۴٫۳	۳۰۳٫۵	۴۹۷٫۸
فرانس	۳۷۷٫۹	۴۷۳٫۵	۸۱۵٫۴
ولایات متحدہ امریکہ	۸۶۶٫۰	۸۲۸٫۰	۱۶۹۴٫۰
برطانیہ	۸۲۳٫۲	۱۰۰۳٫۱	۱۸۲۶٫۳
ہندوستان	۱۸۰٫۹	۱۵۷٫۴	۳۳۸٫۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈوچائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۶۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۴۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یو، پی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اڈیسہ	۱۴۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۶۷۰۰۰
سی، پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۳۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	״
بنگال	۶۲	״

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۷ کرور من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

بریدِ شرق

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ۔ مسئلۂ خلافت۔ خطبہ کا عام اثر۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک۔ ترکی کی نئی مردم شماری۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بتا دیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے مداخل و مصارف کی تفصیلاً بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور اُنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکریٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک رفیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرز عمل کے ذریعہ غازی مصطفےٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی قوم کے سامنے پیش کر دے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کر دیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہو جاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کر دی۔ انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے اُنھیں جسقدر بھی مکانات اور آراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کر دی ہے، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"لوزان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہو گئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دیدینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہو چکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیر اعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت، انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہئے۔

لہذا اب ضروری ہو گیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ اکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہو گیا، اور اُسی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کر دی گئی۔ عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سُنا مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی عادتہ وسیع پیمانہ پر شروع کر دی۔ اس جماعت کے سرگروہ رؤف بک، رفعت پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ شہرہ کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہئے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر رؤف بک کی بلائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہئے لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہوگا، لہذا میں سمرنا گیا اور یقین کر لیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آگیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہو گئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کر لوں مگر میں نے ان لفظوں میں انکار کر دیا:

"دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی علمی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ ان اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرا دیں۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کر دیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کر دی یہ کہنا ضروری نہیں کہ ان سازشوں میں بھی یکے بعد دیگرے ناکام ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی:

"نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کرے اور ابد الآباد تک جمہوریت برقرار رکھے!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر اُنھوں نے کہا:

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو مستقبل میں اپنی زمامداری طرف ہاتھ بڑھائیں گے، تاکہ تجھے اُس سے محروم کر دیں۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہو جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی پس و پیش نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات از حد نازک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر متحدی حاصل کر چکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جا چکے ہوں، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہو چکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمین چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آکھڑی ہو۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگاتار جان دیتی رہو۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ کہیں باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو اے حضرات! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے اب تک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کر دی:

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز برسہ، طرابزن، ارض روم، انقلاکیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ تیرہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے متعلق فرقہ سی، (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہو لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو رد صوی کی آواز ہو۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب خانم نے اعتراض کیا ہو اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہو گویا برطانیہ کی آواز ہو۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ انھوں نے ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ٹرکی اپنی حدود میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہو، جس سے آرمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہو"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہو کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شایع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہو۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شایع کر دیا ہو، جو عینہ وہی ہو جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہو۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہو جو انھوں نے ۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہو "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب خانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہو "میں ہرگز امریکن حمایہ کی موید نہیں تھی، جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہو۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہو۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکرسامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ امریکن جکبرداری کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہو۔ لندن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہو، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہو، محض اُنہی کی ہمت و تدبیر سے ہوا ہو! لیکن ساتھ ہی ان لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہو:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہو۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہو کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے انکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، دلیل کہا ہو۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہو۔ اور ہر طرف سے اُن کے پاس پیغام آرہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد، خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کر دے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شایع کر دیا ہو۔

ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہو:

"خلق فرقہ سی" کیا ہو؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہو۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہو کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہو۔ یہی باعث ہو کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہو اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہو"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہو تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و محنت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجراء اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اُس کا عدالتی مسلک ہو۔ وہ چاہتی ہو جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آجائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات، اُس کا خارجی مسلک ہو"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہو کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہو کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو فرید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں ازحد اہتمام ہو۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہو۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہو۔ اب سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اصبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہو کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی اکرور ۔۴ لاکھ ہو۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۱۰ لاکھ ۵۰ ہزار ہو۔

میں ایک صحافی کی طرح نقل و روایت کا فرض انجام دیتا ہوں۔ نقد

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہو۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکۂ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور وزیر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں بھی بہت سیاسی اصلاحات جو ڈیوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امراء کو اُسی نے قتل اور جلاوطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ شروع ہوئی، تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائینگے۔ دوسری طرف جرمن فرقہ جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شایع کر کے دنیا کو بتلایا ہو کہ "اُس میں اور ملکہ میں [redacted] تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہو، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہو۔ یہ پرنس یوسوپوف ہو۔ ابھی

بحث میرا کام نہیں ہو۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس سے متفق نہیں ہو۔ بیرونی دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و عبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "وہ قتل کر دیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ "راسپوٹین قتل کر دیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہو۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہو۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہو۔ اس میں وہ اعتراف کرتا ہو کہ "راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہو:

"میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور نزار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبوراً ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کر ڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کر کے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ باہر گہرے تعلقات بڑھانے میں صرف کر ڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پوری طرح مجھ پر بھروسہ ہو گیا، اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا"

اس کے بعد پرنس قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہو:

"گیارہ بجے رات کو پیر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں لگائی گئیں۔ ان میں ہر قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی بسکٹیں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز ہر قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے..."

"میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اس میں ۶ کیک تھے۔ ڈاکٹر لازووِرٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر "سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دئے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہو کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہو۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کر لی تھیں"

"جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہو کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے اُسنے پہلی قاب سے روغنی بسکٹ لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کر دیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رعب طاری کر دیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص دیوی الصد ہو، اور زہر سے واقف ہو گیا ہو۔ میں نگاہیں خوف سے نیچی کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھا لیا "تمہاری خاطر سے!" اور بلا تأمل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہو۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنسکر باتیں کر رہا ہو!"

"پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے کھڑا ہو گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مر جائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کر دئے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

"ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے بہت کر دیا" باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہئے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعہ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا "خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو تم مرا ہوگا!"

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہو گیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کر دیا"

"پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹالیں اور صلیب پر جا دیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی نلی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مر گیا!"

"میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہو گئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا"

"راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جا کر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہو گئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا!"

"وہ زینہ کے سامنے پہنچ کر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچ کر گر پڑا"

"اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مر چکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تأثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہو، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہو جایا کرتی ہو

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہو کہ جرمن محقق ڈاکٹر سلیتن کو بلاط (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہو۔ خیال کیا جاتا ہو، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہو چکی ہو کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں۔ لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کر لیا ہو کہ یہ دیوی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سیپٹم سویرس نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں

وہ

دوگنی

قیمت پر

خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے

منیجر



دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۷ء معہ جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو — گھسکر آزما لو

دو روپے تولہ سونا

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاف ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے مبلغ سات روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۴ لاہور

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ سات روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۵۱ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا عملی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ماہوار کے عملی کے لئے عہ کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروزپور پنجاب

اشتہار

کے لئے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برِ اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کی مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

صرف ایک دن کیلئے نصف قیمت

یہ رعایت صرف ایک دن کیلئے ہے ۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو ۱۰ بجے دن سے ۱۲ بجے رات تک

۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کے بعد کسی درخواست کنندہ کو رعایت نہ دیجائیگی صفحہ ۲۰ روپے کے رعایتی خریدار کو مصول ڈاک معاف ہوگا ۱۵ روپے کے رعایتی قیمت اور ۱۰ روپے کے اصلی قیمت کے خریدار کو رسالہ انتخاب لاجواب جسکی قیمت سالانہ چھ روپے ہے مفت دیا جائیگا۔ ۱۰ روپے کے رعایتی خریدار کو رسالہ انتخاب لاجواب ۶ ماہ کیلئے مفت صفحہ ۲۰ روپے کے رعایتی خریدار کو ایک روپیہ کی اصل قیمت کی کوئی کتاب جو وہ چاہیں مفت دیجائیگی۔ یا ایک جلد قرآن مجید سنہری کاپنا ہوا دیا جائیگا۔ **مینیجر**

دنیا میں کامیاب اور دولتمند بنانیوالی کتابیں

سیل وولت یہ کتاب ان تجارتی تجربوں کا نچوڑ ہے جو سالہا سال تک بڑی بڑی تجارتی کارخانوں دوکانوں اور دفتروں کا حاصل رہے ہیں۔ ترجمہ۔ قیمت ۸ر

طریق دولت جسمیں ہر روش کے دنیاوی کے کے متعلق مطلب مفروسے۔ دنیا میں ہر حرفت سے دولت کمانے کی سو روپیہ تک کی عملی تجربات درج ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ر مطالعہ باطن تمار

شاہراہ دولت امریکہ کے مشہور مسٹر ہڈم کی کتاب کا دلدار ترجمہ۔ اس میں دولت کمانے کے عملی طریقے تلقین کئے گئے ہیں جن کی پیروی سے وہ خود امیر آدمی بن گیا۔ بالفاظہ امیر بنیکے کا کامیاب نسخہ۔ بالتصویر ہر مکمل دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب اور دولتمند لوگ امریکہ نے پیدا کئے ہیں۔ اس میں امریکہ کے تمام بڑے بڑے کامیاب لوگوں کا حال اور ان کی کامیابی کے وسائل وضاحت سے درج کئے گئے ہیں صفحہ۔ توجہ کی کیسوئی ۲ر دنیاوی کامیابی ۲ر عمدہ حافظہ کا راز ۲ر آہنی ارادہ ۲ر قوت ارادی ۸ر تحریک ۲ر مطالعہ نفس ۳ر

صنعت و حرفت کی نایاب کتابیں

ذخیرہ صنعت و حرفت کامل کی ۸ حصوں میں یہ نادر اور لاثانی تحریر ہے جو آٹھ حصوں پر مشتمل ہے اس کے مطالعہ سے آپ بے انتہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہندوستان کے افلاس کا سبب ہی کسی صنعت و حرفت سے ناواقفیت ہے۔ امریکہ جاپان۔ جرمنی۔ آسٹریا۔ فرانس سوئٹزرلینڈ وغیرہ تمام ترقی یافتہ ممالک کی صنعت و حرفت کا لب لباب ان آٹھ جلدوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اردو زبان میں اس قسم کی یہ کتاب ملنی ناممکن ہے۔ اب تک کئی ایڈیشنوں میں چھپ چکی ہے۔ یہی اس کی پسندیدگی کا زندہ ثبوت ہے۔ کل حصوں کا مجموعہ ۳۰۰۰ صفحہ۔ قیمت حصہ اول تا حصہ دوم ۸ر حصہ سوم تا حصہ چہارم ۸ر حصہ پنجم تا حصہ ششم ۸ر حصہ ہفتم ۸ر

مکمل مرغبانہ ہماری کتاب کا مطالعہ فرمادیں انمیں مرغیوں پلیوں۔ ٹرکیوں اور دیگر پالتو جانوروں کی پیدائش پرورش بیماریوں امراض کا علاج وغیرہ مکمل درج ہے قیمت مجلد ۸ر

ہر قسم کے روغن وارنش ہر قسم کے روغن وارنش بنانے اور پکانے کے طریقے قیمت ۸ر

مصنوعی دوائیں اور ٹوٹکے انگریزی اور دیسی نسخہ جات اور دیگر مصنوعی دوائیں بنانے کے کل طریقے بالتصویر ۸ر ہر قسم کے ٹانکے لگانا۔ قیمت ۸ر

کلید صنعت انجمن کے کل پرزوں کی شناخت و حالات جو ہر سکیم انجمن کے انجینئر کو جاننا ضروری ہیں درج ہیں۔ طہر رنگائی چھپائی ۸ر جلا و آبداری ۸ر سونہلی ڈھالنا ۸ر روڈھالنا ۸ر رنگسیز ۸ر پھیرنگری کی مچھر ۸ر دیا سلائی بنانا ۸ر

آتشبازی انگریزی اور دیسی ۸ر آتشبازی بنانے کی کل طریقے بالتصویر ۱۲ر **مٹی کے برتنوں پر کانچ چڑھانا** ۸ر

کاشتکاری ۸ر ترتیب الفلاح ۸ر انیشکٹ تا انجینی صفحہ کل فوٹوگرافی ۸ر کار زمانہ و دلالی ۸ر داغ چھڑانے و کرنا ۱۰ر حالات کیمیری ۸ر علاج المویشی ۸ر کمل و خراطی ۸ر

ڈیکم بریک ۸ر **کاغذ سازی** ۸ر **خراد کی حقیقت** ۸ر **بھاری پاکپڑے** ۸ر **چھریاں چاقو بنانا** ۸ر **عملی صابن سازی** ۸ر **روشنائی بنانا** ۸ر **چینی کی کے صنعت** ۸ر

باورچی خانہ کے متعلق بہترین کتابیں

ہدایت نامہ باورچیاں ۔ ہر قسم کے انگریزی اور دیسی کھانے پکانے کے عملی طریقے۔ قیمت مجلد

مربے اچار چٹنیاں ۔ مزیدار اور لذیذ مربے۔ خوشگوار اچار خوشبودار جلوے اور چٹپٹی چٹنیاں بنانے کے عجیب و غریب نسخے درج ہیں۔ ۸ر

خوان یغما ۔ مسلمانوں کے انواع و اقسام کے صحت بخش کھانے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ گوشت۔ کوفتے وغیرہ بنانے کے دوران میں مصالح ڈالنے اور پکانے کی پوری ترکیب اس میں درج ہیں۔ ۸ر

بھوجن پرکاش ۔ اس میں لذیذ اور پرمزہ کھچڑیں اور شیرینی کھانوں انواع و اقسام کی مٹھائیوں۔ حلوے۔ پوریاں۔ کچوریاں وغیرہ درج ہیں۔ ۸ر

زراعت و باغبانی کے متعلق مفید کتابیں

کتاب الثمار مصنفہ جناب شمس العلماء نواب سید امداد امام رئیس پٹنہ۔ باغبانی کا میوہ جات کی یہ مشہور کتاب کئی ایڈیشنوں میں چھپکر فروخت ہو چکی ہے۔ جو پونے چار سو صفحہ اس میں تمام میوہ جات کی کاشت اور پیوند کی ترکیبیں وغیرہ بیان کی گئی ہیں ہر اور رنگوں کو رنگین دکھایا گیا۔ ان کی عام بیماریاں جن سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہو تمام حالات مفصل درج ہیں ہر روز بان میں اس فن پر اس سے بہتر کتاب اور کوئی موجود نہیں ہے۔

میوہ جات اس کتاب میں تمام میوہ دار درختوں کے حالات مع انکے بونے اور ان پر درستی سے علاوہ پھل پیدا کرنیکی عملی تدابیر درج ہیں۔ اس میں صد قسم کے ہندوستانی اور ولایتی پھلدار درختوں کا ذکر ہے۔ باغبانی کے شوقین اس کی مدد سے اچھا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت

زراعت کی پہلی کتاب باتصویر ۸ر

سبزی ترکاریاں باتصویر ۸ر

کیمیائے زراعت ۸ر **کاشت آلو** ۲ر

---

۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو درمیانی اسلئے ہو کہ آپ رعایت سے محروم رہ جائیں یہ رعایت صرف ایک دن ہی کیلئے ہے

اسلامی کتابیں

مذاہب اسلام صفحہ ۸ر **شرح عقاید نسفی** ۸ر **آئینہ اسلام** ۸ر **دیبل الحیران** ۸ر **فیض الرحمن فی ترجمہ سبیل القرآن** ۸ر **علم الکلام امام غزالی** ۸ر **پنج بنائے اسلام** ۸ر **مسئلہ بیعت اسلامیہ** ۸ر **حفظان صحت** ۸ر **روایات اسلام** ۸ر **مسلمانوں کے لئے حکمت کے سبق** ۸ر **مفصل فائدہ** ۸ر **تجارت بحوب قبل الاسلام** ۸ر **مراج النظر فی تاریخ خلیفہ** ۸ر **اسلام کی پہلی کتاب** ۸ر **" دوسری "** ۸ر **" تیسری "** ۸ر **" چوتھی "** ۸ر **فلسفہ صحابت** ۸ر **تسلیم مترجم** ۸ر **روض الریاحین فی حکایۃ الصالحین** ۸ر

حفظ صحت و علم

طب کی کتابیں مجربات حفظ صحت کے آٹھ حصے ان آٹھ حصوں میں ہزاروں قیمتی اور مجرب نسخے درج ہیں جو چالیس سال کی کوشش سے جمع کئے ہیں ہر مرض کے متعلق کوئی نہ کوئی مجرب نسخہ اس میں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی ان کے مطالعہ سے مکمل حکیم بن سکتا ہے قیمت ہر ایک حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے ڈاک کی قیمت آٹھ روپے اسلئے

رہنمائے فن طبابت ۱۰ر **ذخیرہ الاطبا** ۸ر **قوت سماعت اور کان** ۱۰ر **مگدر مونگریاں** ۸ر **فساد زہر** ۸ر **نکہت اور سکاطلاح** ۱۶ر **جڑی بوٹی** ۸ر **کشتہ جات** ۸ر **حفظ صحت بڑھاپے کے طریقے** ۸ر **قلب اور اس کا مکمل** ۸ر **پچہ** ۸ر **قارورہ کی تشخیص** ۸ر **جلد بدلنے کے نسخے** ۸ر

حسن صحت بڑھاپے کے نسخے ۸ر **رسالہ تپدق** ۸ر **مادرزاد گنجے پن اور ان کی تعلیم** ۸ر **صحت الابدان** ۱۲ر **خواصیاتی تندرستی ورازی عمر کے اسرار** ۸ر **طب فقہی حصہ اول** ۸ر **" دوم** ۱۲ر **طب یونانی مقصد** ۸ر **اسرار و ہائی** ۸ر **طاعون اور اس کا علاج** ۸ر **بازاری ادویات** ۸ر

سو انجمن مال

سو نسخے علامہ الجمیل ۸ر **حیات النعیم فی ذکر نبی کریم** ۸ر **پیغمبر اسلام** ۸ر **لفاروق شبلی** ۸ر **ابوبکر صدیق** ۸ر **علی ابن ابی طالب** ۱۲ر **خالد بن ولید** ۸ر **حالات سعدی** ۸ر **سلطان صلاح الدین** ۸ر **البرسکان البیرونی** ۸ر **سلطان فلک** ۸ر **سلطان المعظم ہندوستان** ۸ر **سلطان سلیمان عالمگیر ثانی** ۸ر

حیات زیب النساء ۶ر **خجستہ بوطیقا پارٹ** ۳ر **جنرل گارفیلڈ** ۸ر **سٹرائیڈ ریو کانگی** ۸ر **نواب وقار الملک** ۸ر

بول چال و حوالہ کی کتابیں

اردو بول چال ۸ر **لغات الحواشین** ۸ر **عربی بول چال** ۸ر **انگریزی بول چال** ۸ر **فارسی بول چال** ۸ر **ترکی بول چال** ۸ر **قواعد ترکی** ۸ر **انگلش ٹیچر** ۸ر **مفتاح الطالعات** ۸ر **اردو زبان** ۸ر **ایشیا ریورب کی مختصر تشریح** ۸ر **آئینہ برائے بدیہہ گوئی** ۸ر **گنج الامثال** ۸ر **تلقین متعلقہ کلام خاص** ۸ر

سفرنامے اور تاریخ

سفرنامہ بغداد ۸ر **رہنمائے کشمیر** ۸ر **تاریخ انگلستان** ۸ر **ہندوستان و مختصر تاریخ** ۸ر

تاریخ مراکش ۸ر **تاریخ سیالکوٹ** ۸ر **قوانین عثمانی** ۸ر **تاریخ جنگ سمالی لینڈ** ۸ر **اقوام مڑکی** ۸ر **حالات ایران** ہر دو حصہ ۸ر **ترکی کے ساتھ طرابلس میں** ۸ر **کارنامہ راجپوتانہ** ۸ر **نامہ خسروانی** ۸ر **صنعتان اسلام** ۸ر **تاریخ دربار امرتسر** ۸ر

متفرق کتابیں

محبوب الاخلاق ۸ر **تحفہ بے نظیر** ۸ر **جگت رو پے تخلیل حالات دنیا کی مورخی قدیمین و مین** ۸ر **ترکوں کی طبع چلی** ۸ر **جادو کی پہلی دوسری** ۸ر **نوشتہ تقدیر** ۱۰ر **خط تقدیر** ۱۲ر **رہنمائے پویس** ۸ر **آئینہ مسیحیہ** ۸ر **علم پہنائم** ۸ر **زنانہ تلقین** ۸ر **مرقعہ نسوان** ۸ر **علم فائرہ سر** ۸ر

لطائف و ظرائف آٹھ حصے ہر ایک حصہ میں پانچسو لطیفے درج ہیں اور ہر ایک حصہ کی قیمت ۱۲ر **چہلستان رمضے** ۶ر

ناول ڈرامے و افسانے

تعمیر دریا ۸ر **تماشا گاہ عالم** ۸ر **حق سبق دار** ۸ر **داستان جاپان** ۸ر **دارین** ۸ر **سرگذشت** ۸ر **ناول بیری پر ایس کی** ۸ر **بیتی کہانی** ۸ر **سٹ کی قیمت** ۸ر **فلسفہ محبت** ۸ر **قدیم سندن کے اسرار کیل** ۸ر **دو حصوں میں** ۸ر **عنبارہ** ۸ر **محمودہ قرنین** ۸ر **دو حریف** ۸ر **بداتجام** ۸ر **فریبی حورت** ۸ر **سندھ ہادیجازی** ۸ر **اکبر و زہرہ** ۸ر **امر مجنوں کی نازنین** ۸ر **قدر کی سیر بدن** ۸ر **چلتا پرزہ** ۸ر **زن مرید** ۸ر

متفرق و یکجلدی ناول

پرستان لبغداد ۸ر **تحفہ مدہی** ۸ر **چار چمن** ۸ر **پیرتیوں کا جزیرہ** ۸ر **سبع شنستان** ۸ر **آلات کیمیا کا نیگون کمرہ** ۸ر **دلفگار** ۸ر **اسرار الکلینڈ** ۱۲ر **سیر قلعہ بکاؤلی** ۸ر **مطلوب حسیناں** ۸ر **سلسلہ مقبول** ۸ر **یا فیلسوف** ۸ر **دس پونڈ کا لوٹ** ۸ر **نقلی نواب** ۸ر **منزل مقصود** ۸ر **انقلاب یورپ** ۸ر

ناول مصنفہ عبدالحلیم شرر

دلگیش سندنی ۸ر **فردوس بریں** ۸ر **حسن بن صباح** ۸ر **فلورا لڈورنڈا** ۸ر **کلک النیز وہ رطا** ۸ر **حسن انجلینا** ۸ر **فیصلہ وفا** ۸ر **منصور موہنا** ۸ر **[illegible]** ۸ر **شہید حسرت** ۸ر **نقاب پوش ڈاکو** ۸ر **بلوری آنکھیں** ۱۲ر **دلچسپ عاشق** ۸ر **حکیم گلباز** ۸ر

حسن کاشمیر ۸ر **عشق بے پروا** ۸ر **آئینہ روزگار** ۸ر

مکتبہ عزیز انتخاب لاجواب لاہور

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ألمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين

اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خوابی داشتن گر داغهاے سينه ما

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفرين دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويرکے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher:
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کر دیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کرنسیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۴

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	ساڈھ روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایئے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) منی اردر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۴ | کلکتہ : جمعہ ٦ ۔ جمادی الثانی ۱۳۴٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 2, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارییں الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ۱۸۴۰ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق ھون	۱٦۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

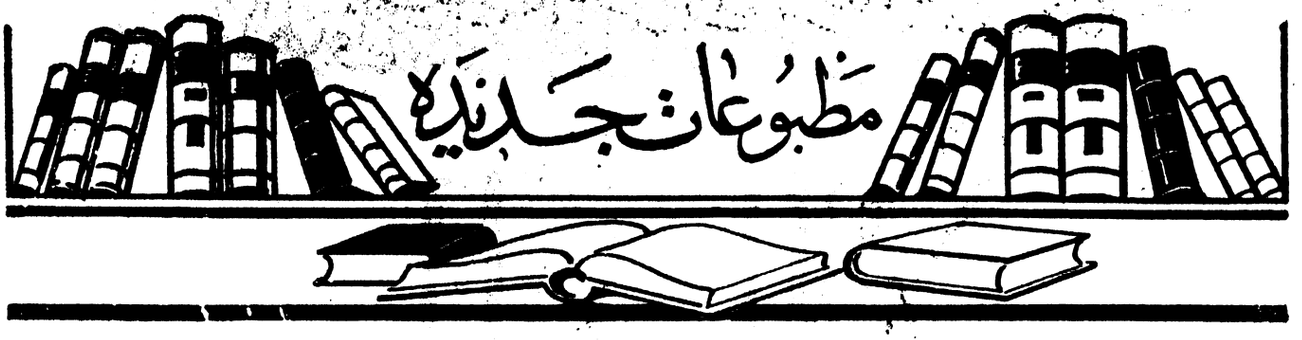

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي ناسرادي)

میدان جنگ اور حجلۂ عروس !

(میڈم پولین سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق ہوا تھا -

گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez جسکي جدید الشیوع کتاب کا ذکر ان صفحات پر ہو چکا ہے ' میڈم پولین کي نسبت لکھتا ہے :

اس معاملہ کي تفصیل یہ ہے کہ ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کي فتح کیلیے روانہ ہوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بہت زیادہ خائف تھا ' اور اُنکي آنکھ بچا کر نکل جانا چاہتا تھا - یعني انگریزي امیر البحر نلسن ' اور انگریزي جاسوس جان بارنٹ -

اِس سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کي رفاقت ممنوع قرار دیدي تھي - جن عورتوں کو چلنے اجازت دي گئي تھي ' اُن میں خود اُسکي داشتہ میڈم وردیا بھي تھي جسے وہ اٹلي سے اپنے ساتھہ لے لایا تھا -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامي ایک فوجي افسر تھا - اُسنے حال ھي میں شادي کي تھي - اُسکا دل اپني بیوي کي جدائي پر کسي طرح راضي نہیں ہوتا تھا - مگر مشکل یہ تھي کہ عورتوں کو ساتھہ لیجانے کي ممانعت تھي - آخر اُسنے یہ ترکیب نکالي کہ بیوي کو سپاھي کي وردي پہنا کر اپنے ساتھہ لے لیا - تا کہ دونوں بے روک ٹوک ساتھہ رہ سکیں !

اُس وقت کے اکثر مورخین کا بیان ہے کہ ماہ اگست میں نپولین نے قاہرہ کے باھر ایک جلسہ کیا تھا ' جس میں اُسکا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تھیں - اِسي جلسہ کے موقعہ پر نپولین نے میدان میں اپني فوج کا ایک دستہ گدھوں پر سوار دیکھا - سپاھیوں میں ایک شخص غایت درجہ خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تھا - نپولین نے جنرل برتیہ کو حکم دیا کہ اِس شخص کا پتہ لگائے - اُسي دن شام کو جنرل نے یہ عجیب خبر سنائي کہ " وہ سپاھي مرد نہیں ہے - عورت ہے - اور بائیسویں رسالہ کے ایک افسر کي بیوي ہے "

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنکی عورتیں مدعو کي گئي تھیں - خصوصاً میڈم فوریس بھي خصوصیت کے ساتھہ بلائي گئي تھي !

(۳)

چنانچہ دعوت کا جلسہ منعقد ہوا - میڈم بغیر اپنے شوہر کے بلائي گئي تھي - اُس کے شوہر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پھر ڈرا ' اور اجازت دیدي - چنانچہ تمام مہمان جمع ہوئے - حسب معمول نپولین بر امد ہوا - سب تعظیماً کھڑے ہوگئے - وہ لوگوں سے ہنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میڈم فوریس اور متعدد ممتاز سپہ سالار کھڑے تھے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوري پر شکریہ ادا کیا ' اور ایک پیالي چائے نوش کرلینے کي درخواست کي - درخواست منظور ہوئي ' اور نپولین بیٹھہ گیا - میڈم بالکل اُسکے مقابل کھڑي تھي -

میڈم فوریس نے دیکھا ' سپہ سالار اُسے پر معني نظروں سے دیکھہ رہا ہے وہ بہت کم عمر تھي - شرما گئي - نپولین اُسکي حالت کا بغور مطالعہ کرتا رہا - مگر بالکل خاموش رہا - چائے جلدي سے پیالي ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسہ سے اٹھہ گیا -

مہمانوں نے رات کا کھانا کھایا ' اور کافي پینے لگے - میڈم فوریس جس میز پر تھي ' اُس کے ایک طرف جنرل تدي بوي بیٹھا تھا - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافي کي بھري ہوئي پیالي جان بوجھہ کر اس طرح میڈم فوریس پر گرا دي ' کہ سب نے اسے اتفاقي حادثہ سمجھا - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت کا اظہار کیا - فوراً کافي کا دھبہ پاني سے دھلوایا گیا جس سے میڈم کا لباس اور زیادہ بھیگ گیا - اِس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیے مکان کي بالائي منزل پر چلي جائیے " میڈم چلي گئي - وہاں نپولین منتظر بیٹھا تھا !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میڈم کے شوہر فوریس کو حکم ملا کہ جنرل برتیہ سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " درست ! تم بڑے ھي خوش نصیب ہو - کیونکہ فرانس جا رہے ہو - سپہ سالار تمہیں ایک خفیہ مہم پر پیرس بھیج رہا ہے - ایک گھنٹہ کے اندر روانہ ہو جاؤ - یہ لو ' اسکندریہ کے سپہ سالار کے نام حکم ہے کہ تمہارے سفر کیلیے ہر طرح کي سہولتیں بہم پہنچا دے "

فوریس بد حواس ہوگیا - حیران تھا ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگي سے جنرل کا شکریہ ادا کیا اور کہا " اگر مجھے فوراً ھي روانہ ہو جانا ہے تو میں اپني بیوي کو بھي ساتھہ لے جاؤنگا "

جنرل نے غصہ سے کہا " بیوي ! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتھہ اپني بیوي کو لیجا سکتے ہو ؟ خصوصاً جب کہ راستہ میں انگریزي بیڑہ موجود ہے اور تمہیں قید کر لے سکتا ہے ؟ "

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئي چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسي جہاز " شاسور " نامي پر سوار ہو گیا - اس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کي جگہ کچھہ عجیب پیچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اس نے کپتان سے پوچھا ' تو اس نے کہا " انگریزي بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اس سے بچ کر چلنا ضروري ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہي ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزي بیڑہ میں قید تھا - انگریزي جنگي جہاز " لیون " نے فرانسیسي جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(۵)

یہ کہنا غیر ضروري ہے کہ اس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپني رفیق حیات کي جدائي کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسري طرف اپني سرکاري مہم کي ناکامي کا داغ تھا - وہ انگریزي جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑي مصیبت یہ تھي کہ اب ایک بڑي مدت تک کے لیے وہ آزادي سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگي قیدي تھا - اسلیے اس کي رہائي صرف دو ہي صورتوں میں ہوسکتي تھي - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگي قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اس کي کوٹھري کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنٹ تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اس کي صورت دیکھتے ہي خیال کیا کہ غالباً یہ اس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کریگا - جو سرکاري مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاري کے وقت ہي اس سے لیلي گئي تھي - سب سے زیادہ صدمہ اسے اسي مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آ گئے - بہرحال خواہ کچھہ ہي کیوں نہ ہو ' میں ان کم بختوں کے سوالات کا کوئي جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہو گیا ' جب اس نے دیکھا کہ جان بارنٹ نے وہي مراسلت جیب سے نکالي ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سربمہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کي بالکل کوشش نہیں کي - اس کي تمام مہریں اپني اصلي حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئي ضرورت نہ تھي کہ اس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمہیں واپس دیدي جاتي ہے - اسے لیلو - شاہي حکم کي رو سے اب تم آزاد ہو - تمہیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اس درجہ خلاف تھي ' کہ کئي لمحہ تک فوریس باور نہ کرسکا - آخر اس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعي یہي مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اتار دیا جائیگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاري بیوي بڑا پارٹ کي آغوش میں ہے ! "

(۶)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کي پوري سرگزشت انگریزي جاسوس نے معلوم کرلي تھي - اسکندریہ اور دمیاط میں ان کے آدمي موجود تھے ' اور الفي بک مملوک کي اعانت سے تمام مصر کي خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنٹ کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اس کي بیوي کے ساتھہ بے غل و غش عیش کرے ' تو اس نے انگریزي بیڑہ کے افسروں کو اس کي اطلاع دیدي - جب فرانسیسي جہاز کي گرفتاري کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہي ہے - وہ اسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اس طرح وہ نپولین کے دلي مقصد کي تکمیل کر دیتے - انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اسے مصر واپس کر دیا جائے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جائے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اس طرح اس بلا سے انھیں نجات مل جائیگي -

(۷)

ادھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہي اس کي بیوي نپولین کے قبضہ میں آگئي اور شب و روز ساتھہ رہنے لگي - نپولین کا اب اس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئي ' اور سپاہي میڈم کو " ہماري مشرق کي ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھي چند ہفتے بھي اس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزي جہاز نے نہ صرف اسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزي جاسوس نے تمام ضروري معلومات بھي بہم پہنچا دیں - اسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اسکي بیوي کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹھاٹھہ سے وہیں رہتي ہے -

وہ سیدھا اس مکان کي طرف چلا - واقعي اسکي بیوي قیمتي لباس میں ملبوس موجود تھي - شوہر کو اس طرح اچانک دیکھہ کر ڈرگئي ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑي -

اسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ انکي تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کي درخواست پیش کرکے اپني بیوي سے علحدگي کرلي تھي - دوسري یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنٹ کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستي نہ تھي جو اس آساني سے قتل کر ڈالي جاتي - ابھي اسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو مقلوب کر دینا تھا !



حجة ابراهیمی

آیۂ کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراهیم " کی تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(٤)

(آیۂ زیر تدبر کی تفسیر)

اب آیت زیر تدبر پر غور کیجیے :

الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهیم : ربی الذی یحیی و یمیت ۔ قال : انا احی و امیت ۔ قال ابراهیم : فان الله یاتی بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذی کفر ، و الله لا یهدی القوم الظالمین ! (۲ : ۲۶۰)

اے پیغمبر ! کیا تمہیں اس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے محض اس وجہ سے کہ خدا نے اسے بادشاہت دے رکھی تھی ' جہل و غرور میں سرشار ہوکر ابراهیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں حجت کی ؟ جب ابراهیم نے کہا : میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے - تو اس نے کہا ' یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں - میں جسے چاہوں ' ماردوں - جسے چاہوں زندگی بخش دوں - اس پر ابراهیم نے کہا : اچھا ' اگر ایسا ہی ہے تو خدا ہمیشہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے - تم مغرب سے نکال دکھاؤ ! یہ سنکر وہ ہکا بکا رہگیا - اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ ظلم کرنے والوں پر ہدایت کی راہ کبھی نہیں کھلتی !

(۱) سب سے بڑا الجھاؤ جو اس آیت کی تفسیر میں پڑگیا ہے ' وہ حضرت ابراهیم کا انداز سخن ہے - جب مخاطب نے ایک ایسی بات کے جواب میں جو اثبات مدعا کیلیے قطعی اور نہایت درجہ واضح تھی ' جہل و غرور سے ایک نہایت لغو بات کہدی ' تو حضرت ابراهیم نے نہ تو اپنی بات کی مزید تشریح کی ' نہ مخاطب کو اس کے جہل و نا فہمی پر متنبہ کیا ' بلکہ فوراً پہلی بات چھوڑکر ایک دوسری بات کہدی - " فان الله یاتی بالشمس - الخ " مفسرین نے طرح طرح کی توجیہیں کی ہیں ' مگر سررشتۂ تفسیر میں کچھ ایسی گرہ پڑگئی ہے کہ کوئی ناخن تاویل بھی اسے نہیں کھول سکتا - بڑی تحقیق کی بات جو حضرت امام رازیؒ نے ڈھونڈھ نکالی ہے ' یہ ہے کہ یہ دو مختلف دلیلیں نہیں تھیں - ایک ہی دلیل کی مختلف مثالیں تھیں - لیکن اول تو دونوں دلیلوں میں ربط و مناسبت پیدا کرنے کے لیے سبب و واسطہ اور حرکت افلاک کی بحثیں پیدا کی گئی ہیں ' اور وہ اس قدر دور از کار اور بے معنی ہیں کہ انہیں تسلیم کرلینا قرآن کو قرآن کی جگہ کوئی دوسری چیز بنا دینا ہے - ثانیاً ' خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض کی زبانی ہمیں سنا چکے ہیں کہ رجوع خواہ دلیل سے کیا جاے خواہ مثال سے ' لیکن مستدل کے لیے ضروری ہے کہ معارض کے جواب کی غلطی ظاہر کردے ' ورنہ اس کا عجز ثابت ہوجایگا - پس اگر دلیل کو مثال بنانے کی یہ ساری مصیبت گوارا بھی کرلی جائے ' جب بھی بات بنتی نہیں - اعتراض جوں کا توں باقی رہجاتا ہے -

اصل یہ ہے کہ یہ ساری مصیبت اسی لیے پیش آئی ہے کہ اس مکالمہ کو منطقی " مناظرہ " قرار دیدیا گیا ہے - مناظرہ کا مقصود انکشاف حق نہیں ہوتا - إسکات خصم ہوتا ہے - اس لیے مناظر کو فرض ہوتا ہے کہ ایک بات پیش کرکے اس پر اس طرح جم جائے ' کہ خواہ زمین و آسمان اپنی جگہ سے ٹل جائیں ' لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے - اگر مخاطب کی سمجھ ساتھ نہیں دیتی ' تو ہزار مرتبہ نہ دے - اس کی بلا سے - وہ اس کا جہل ثابت کردیگا ' اور مخاطب کا جہل ثابت کرکے اسے ذلیل اور لا جواب بنا دینا ہی اس کی بڑی سے بڑی جیت ہے - باقی رہی یہ بات کہ جو بات مخاطب کے ذہن نشین کرنی تھی ' وہ اس کے دل میں اتر سکی یا نہیں ؟ تو مناظر کو نہ تو اس کی پروا ہوتی ہے ' نہ فن مناظرہ کا یہ مقصود ہے - مناظر صرف یہ چاہتا ہے کہ مخاطب کو میدان سخن میں ہرا دے - یہ مقصود جس طرح بھی حاصل ہوجائے ' اس کی جیت ہے - ہمارے متکلمین کی نظر میں چونکہ انبیاء کرام کی بھی سب سے بڑی فضیلت یہی تھی کہ وہ مناظر اور منطقی ہوں ' اس لیے اسی اعتبار سے اس مکالمہ پر بھی نظر ڈالتے ہیں ' اور قدرتی طور پر چاہتے ہیں کہ ایک شاطر مناظر کی طرح حضرت ابراهیم بھی اپنی بات پر اڑ جائے ' اور خواہ اُن کا مخاطب سمجھ سکتا یا نہ سمجھ سکتا ' یہ اُسی پر لڑتے جھگڑتے رہتے - اگر اُس نے جہل و غرور سے ایک لغو بات کہدی تھی ' تو چاہیے تھا کہ یہ اُس کی لغویت اور جہالت پر ایک لمبی چوڑی تقریر فرماتے - پھر اگر وہ اُس کے جواب میں بھی کوئی بکواس کر دیتا - تو یہ اُس کے جواب الجواب میں آستنیں چڑھا لیتے - یہاں تک کہ صرف اپنی دلیل کی شرح و توضیح اور رد و جواب ہی میں شام کر دیتے !

لیکن ہمارے مفسرین بھول گئے - اُنہیں یاد نہیں رہا کہ ابراهیم خلیلؑ ' داعی حق تھے - مناظر و مجادل نہ تھے - اور اسی ایک بنیادی فرق نے اُنکی راہ مناظرہ و مجادلہ کی ساری راہوں سے الگ کردی تھی - اُنکا کام یہ نہ تھا کہ کسی خاص دلیل پر اڑ جائیں ' یا مخاطب کے إظہار جہل و عجز کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ دیں - اُن کا کام یہ تھا کہ برگشتہ دلوں کو سچائی کی راہ دکھلا دیں - وہ دلیلوں کے تحفظ کیلیے بلکہ حق اور ایمان کی حفاظت کیلیے لڑتے تھے - إس مکالمہ میں تو حضرت ابراهیم نے صرف إتنا ہی کیا کہ ایک بات چھوڑ کر دوسری بات کہدی ' اور اسی پر ہمارے مفسرین

هو لغو یا هو تحقیق دعوت ایک اندھیرے معاملہ نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر تو سو نئے نئے باتیں کہکر چھوڑ دیتے ہیں ' اور ہمارے لیے بات ہے ' مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو انہیں ایسا کرنے میں بھی کبھی تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھل جائے اور حقیقت اور سچائی کی جھلک دیکھ لے !

(طبیب اور داعی)

افسوس ' قرآن کہاں لیجانا چاہتا تھا ' اور دنیا نے اُسے سر پر رکھکر کدھر کا رخ کیا ! ہمارے مفسرین متکلمین ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ہوگئے کہ انہیں دوسری راہوں کی خبر ہی نہ رہی - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقی ہی نہیں ہوتے - طبیب اور معالج بھی ہوتے ہیں - طبیب کا فرض کیا ہوتا ہے ؟ کیا یہ ہوتا ہے کہ مریض سے اُس کی جہالت اور نا دانی کی ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' ہزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ہے ' تو اس کی ساری قابلیت صرف اسی ایک نقطہ میں مرکوز رہیگی کہ کسی طرح مریض کو شفا حاصل ہو جائے ' اور کسی طرح موت کی جگہ زندگی کا دروازہ اُس پر کھل جائے - بسا اوقات ایسا ہوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ہوگی - لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ہے - بہتر معدہ خلق نہیں کر دے سکتا - بہت ممکن ہے ' مریض کا معدہ اِتنا قوی نہ ہو کہ اِس درجہ کی مقوی غذا کا متحمل ہوسکے - جونہی طبیب کو معلوم ہوگا کہ میری تجویز کی ہوئی غذا اُسے پچ نہیں سکتی ' وہ فوراً اُسے ترک کر دیگا ' اور دوسری غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسری غذا بھی مریض ہضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسری غذا تجویز کر دے - بلکہ ہوسکتا ہے ' چوتھی اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا ہضم نہ ہو سکنے کی شکایت کرتا رہیگا ' طبیب غذا بدلتا رہیگا - وہ کبھی یہ نہیں کریگا کہ ایک ہی غذا تجویز کرکے اُس پر آڑ جائے ' اور خواہ بدبخت مریض ہضم کرسکے یا نہ کر سکے ؟ یہ رہی لقمے اُسکے حلق میں ٹھونستا رہے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ہوگا ' نوع انسانی کا سب سے زیادہ جاہل فرد اور سب سے بڑا قاتل ہوگا !

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسی عمل سے مشابہت پیدا کی جا سکتی ہے ' تو وہ حکماء کی حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں ہے - اطباء کا معالجہ ہے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاہتا ہے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاہتے ہیں - اُن کا سلوک بھی اپنے مریضوں کے ساتھ ہمیشہ ویسا ہی ہوتا ہے - جیسا ایک طبیب کا ہونا چاہیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتے - اسے تندرست کرنا چاہتے ہیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کی ایک دماغی غذا مریض کے سامنے رکھتے ہیں - غذا ہر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ہوتی ہے - لیکن اُنہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ جہل و ضلالت نے مریض کی فکری حالت اس درجہ خراب کردی ہے ' کہ یہ غذا اُس کا دماغ ہضم نہیں کرسکتا - یعنے اُس کی سمجھ کی کجی اور دل کی گمراہی ساتھ نہیں دیتی - جونہی اُنہیں اس حالت کا احساس ہوتا ہے ' ایک طبیب حاذق کی طرح فوراً غذا بدل دیتے ہیں ' اور کوئی دوسری غذا جو اُس کا معدہ فکر ہضم کرسکے ' سامنے رکھدیتے ہیں - اُنہیں اِس بات کی بالکل پروا نہیں ہوتی کہ پہلی غذا کیوں بدلنی پڑی ؟ اس لیے کہ مقصود کسی خاص غذا کا کھلا دینا نہیں ہے ' بلکہ ایسی غذا کا کھلانا ہے جو مریض ٹھیک طور پر ہضم کر سکے - ہضم کی استعداد کے لحاظ سے ہر مریض کی حالت یکساں نہیں ہوتی - ایک مریض کے لیے دودھ سے زیادہ زود ہضم غذا کوئی نہ ہوگی - لیکن یہی دودھ دوسرے مریض کے لیے ناقابل ہضم ہوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا ہے - وہی حال دماغ کے لیے فکر کا ہے - ذہن و فکر کا ایک بیمار ایسا ہوگا جو ایک خاص طرح کی دانائی قبول کرلے سکتا ہے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وہی بات ناقل فہم و تاثر ہوگی - انبیاء کرام علم و یقین کی بہتر سے بہتر دانائی رکھتے ہیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودھ کے بہتر غذا ہونے پر کون حرف لا سکتا ہے ؟ لیکن اِس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ہے - وہ جیسی معدہ اور زود ہضم غذا بھی ہضم نہیں کرسکتا ؟ یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کہ : انك لا تهدی من احببت ، و لكن الله يهدی من يشاء الى صراط مستقيم ! (۲۸ : ۵۶) حالانکہ انبیاء کرام کے ہادی ہونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا ہے کہ : و انك لتهدی الى صراط مستقيم ! (۴۲ : ۵۲) تو مطلب یہی ہے کہ پہلی قسم کی آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کی نفی ہے ' اور دوسری میں استعداد رکھنے والوں پر سچائی کی راہ کھولدینے کا اثبات ہے -

(بابل کا طبیب حق)

کئی ہزار برس گزرے ' اس بیمارستان ہستی میں ایک طبیب حق ابراہیم خلیل بھی تھے - اُن کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاہی کے گھمنڈ کا روگی ' اور جہل و طغیان کی بیماریوں سے بد حال تھا - انہوں نے اُس کے سامنے علم و بصیرت کی ایک غذا رکھی : " ربی الذی يحيی و يميت " میرا تو اُس پروردگار پر ایمان ہے جس کے قبضۂ تصرف میں ہماری موت و حیات ہے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھی جو شک اور انکار کے کسی مریض کے لیے ہوسکتی ہے - لیکن مریض اپنے معدہ کی صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتنی ہلکی اور سادہ غذا بھی ہضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ہیجان میں بول اٹھا " انا احي و اميت " اگر تمہارے پروردگار کی یہی صفت ہے تو یہ بات تو مجھ بھی حاصل ہے - لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ اختیار میں ہے - جسے چاہوں ہلاک کر ڈالوں - جسے چاہوں ' زندگی بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ غذا گو بہتر تھی ' لیکن مریض کے معدے میں اتنی بھی صلاحیت نہیں کہ اسے ہضم کرسکے - اُنہوں نے فوراً پہلی قاب ہٹالی ' اور ایک دوسری غذا پیش کردی : " فان الله يأتي بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب !" اچھا ' اگر ایسا ہی ہے ' تو دیکھو ' یہ سورج ہمارے سروں پر چمک رہا ہے - یہ ہر روز پورب سے نکلتا ہے اور پچھم کی طرف ڈوب جاتا ہے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ ! یہ غذا ٹھیک اُسکے معدہ کی استعداد کے مطابق تھی - حلق سے اُتری ' اور ہضم ہوگئی : " فبهت الذي كفر " اب اُس میں کچھ بحثی کا دم خم نہ رہا - دم بخود ہوکر رہگیا !

خدا را غور کیجیے - بات کتنی صاف اور دلاویز تھی ' اور مفسرین نے اُسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھ دھندا بنا دیا ہے ؟ اگر حضرت ابراہیم کا طریق بیان مجادلانہ ہوتا - ہدایت کا نہ ہوتا - تو وہ اپنی پہلی بات ہی پر مخاصم سے اُلجھ پڑتے '

وہ کہتے ' میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ہی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھ سکا ہے ' تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراہیمؑ کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں ' جب بھی انہیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کی تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھ لیجیے :

" اُن اتاہ اللہ الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کر دی - جس انسان نے حضرت ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی ' قرآن واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسی چیز تھی جس نے اُسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعووں سے باز نہیں آیا ؟ " اُن اتاہ اللہ الملک "! - یہ سب کچھ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اور حکومت کے فانی اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور برخود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاہ اللہ الملک "پس معلوم ہوا ' یہ بادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور بادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراہیم فی ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جب اُس بادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراہیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر بادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمہارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو ' اور مجھ جیسے طاقتور بادشاہ کو بے باکانہ سرزنش کرنے کی جرأت کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربی ' الذی یحی و یمیت " تمہارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراہیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسی سیدھی سادی بات کہدی تھی ' جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کردی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کر دینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر بادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراہیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احی و امیت " واہ ' یہ تمہارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں بادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراہیمؑ نے کیا بات کہی تھی ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراہیمؑ کا طریق مخاطبت " ھدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی ' لیکن اس بیمار کا معدہ ھضم نہ کر سکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان اللہ یاتی بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہو گئی ' اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی ' لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی ' کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ہی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ ارفع فی النفس تھی ' کہ حقیقت کی طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا ' اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ہی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا ' اور مغرب ہی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ہمیشہ سے ' ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران ' دنیا کا کوئی شہنشاہ ' دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہو گئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا : " فبھت الذی کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و اللہ لا یھدی القوم الظالمین " خدا کا قانون

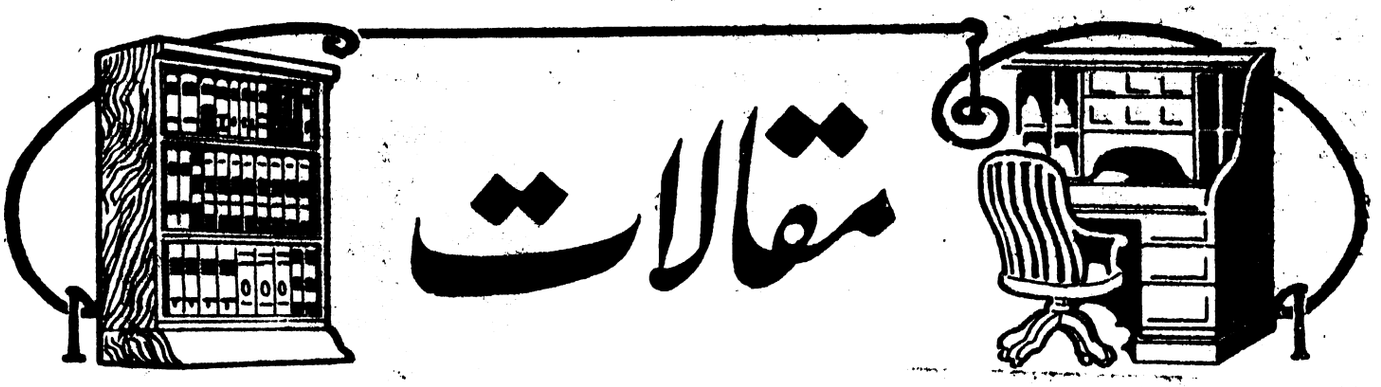

مقالات

ھدایت یہي ھے کہ جن لوگوں نے ظلم و طغیان کي راہ اختیار کرلي ھے ' اُن پر ھدایت و سعادت کي راہ نہیں کھلتي !

(منطقي شبہات)

(۴) ھمارے مفسرین کو صرف اسي کي فکر نہیں ھے کہ حضرت ابراھیمؑ کو منطقي اور مناظر ثابت کر دکھائیں ' بلکہ وہ نمرود کے لیے بھي بہت متفکر ھیں - اُن کي کوشش یہ ھے کہ اُس کي کوئي بات بھي فلسفیانہ دقیقہ سنجي سے خالي نہ جائے - چنانچہ اُس کے اس قول کي توجیہ میں کہ " انا احي و امیت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي کاوشیں کي ھیں ' اور بالاخر اِسے واسطہ اور سبب کے جھگڑوں میں لے گئے ھیں - لیکن اب آپ سمجھ گئے ھونگے کہ یہ تمام کاوشیں قطعاً دور از کار اور بے معني ھیں - قرآن حکیم اس جاھل متمرد کا جہل و غرور دکھلا رھا ھے - ھمارے متکلمین کي طرح اُسے فیلسوف ثابت کرنا نہیں چاھتا - یہ تمام توجیہیں بھي کہ اُس نے ایک واجب القتل قیدي کو چھوڑ دیا تھا اور ایک کو قتل کردیا تھا ' قطعاً غیر ضروري اور مکالمہ کي حقیقت سے دور لیجانے والي ھیں - " انا احي و امیت " کا صاف مطلب وھي ھے جو ایک مغرور اور بر خود غلط پادشاہ کا ھمیشہ ایسے متکبرانہ دعوؤں سے ھوا کرتا ھے -

(۵) اب آپ نے سمجھ لیا ھوگا کہ جس قدر شبہات پیدا ھوئے تھے ' في الحقیقت اُن میں سے کسي شبہ کي بھي یہاں گنجایش نہیں - بڑے شبہات امام صاحب کے اور آپ کے پیدا کیے ھوئے یہ تھے کہ نمرود اگر مدعي تھا تو دلیل اُسے پیش کرني تھي ' نہ کہ حضرت خلیلؑ کو ' اور جب حضرت خلیل نے ایک دلیل پیش کردي تو اُس سے رجوع کیوں کیا ؟ لیکن یہ تمام شبہات غیر متعلق ھوجاتے ھیں جب واضح ھوجاتا ھے کہ نہ تو یہ مناظرہ مصطلحۂ فن تھا ' نہ مخاصم کي حیثیت مدعي کي تھي ' اور نہ انبیاء کرام مناظرانہ طریقہ سے رد و کد کرتے ھیں - باقي رھا یہ شبہ کہ جب مخاصم نے پہلي بات کے جواب میں ایک جاھلانہ دعوی کردیا تھا ' تو دوسري بات کے جواب میں بھي کوئي نہ کوئي بات کہدے سکتا تھا ' تو اس شبہ کي بھي اب کوئي گنجایش نہیں رھي - یہ شبہ اس لیے پیدا ھوا تھا کہ " فبھت الذي کفر " کے معني مناظرہ میں لاجواب ھوجانے کے سمجھے گئے تھے - لیکن جب واضح ھوگیا کہ " بھت " سے یہاں مقصود بات بنانے میں لاجواب ھوجانا نہیں ھے ' بلکہ ایک سچي بات سے متاثر ھو کر ھکا بکا رھجانا ھے ' تو ظاھر ھے ' یہ شبہ کیوں وارد ھو ؟ جب ایک حقیقت جس کے جھٹلانے اور نہ دیکھنے کي وہ کوشش کر رھا تھا ' اس کے سامنے بے نقاب ھوگئي ' تو اُس میں کچ بحثي کا دم خم باقي نہ رھا - لاچار اور دم بخود ھوکر رھگیا -

جدید مذھب روحی

تاریخ ظھور ' موافقین و مخالفین ' اور نقد و تبصرہ

تقریباً تین ماہ گزرے ' مطبوعات جدیدہ کے سلسلہ میں ایک کتاب کا ذکر ان صفحات پر کیا گیا تھا ' جس میں سرکونن ڈائیل کے بعض مضامین یورپ کے جدید مذھب روحي کي تائید میں شائع ھوئے تھے - اس تحریر کے آخر میں ھم نے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھہ نظر ڈالینگے -

اس تحریر کي اشاعت کے بعد ' قارئین الھلال میں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غیر معمولي دلچسپي ظاھر کي ' اور بار بار اصرار کیا کہ اس بارے میں تفصیل کے ساتھہ بحث کي جاے - آج ھم چاھتے ھیں ' ایک سلسلۂ مقالات اس موضوع پر شروع کریں - اس سلسلہ میں حسب ذیل امور یکے بعد دیگرے بحث و بیان میں آئینگے :

(۱) جدید مذھب روحي کے ظھور و اشاعت کي مختصر تاریخ
(۲) موافق اور مخالف علماء کے آراء
(۳) بعض مشہور اور علمي نوعیت کے تجارب اور عملیات
(۴) موافقین و مخالفین کي رائیوں کا موازنہ اور تبصرہ

(ظھور و اشاعت کي تاریخ)

سنہ ۱۸۵۶ - میں نیو یارک امریکہ کے ایک گاؤں ھیڈس ویل نامي میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا - جان فاکس نامي ایک شخص کا خاندان ھر روز اپنے گھر میں ایک خاص قسم کي کھٹ کھٹ سنا کرتا تھا - ایک دن مسز فاکس نے جرأت کرکے اس آواز کو مخاطب کیا :

" کیا تم کوئي روح ھو ؟ "

پھر اُس سے طے کیا کہ جواب میں اثبات کي علامت ایک خاص طرح کا کھٹکا ھے ' اور نفي کي علامت ایک خاص طرح کا - چنانچہ سوال و جواب ھوتے رھے ' اور عورت کو معلوم ھوگیا کہ آواز واقعي ایک روح کي ھے جو اِسي گھر میں رھتي ھے - پڑوسیوں نے: ایک آدمي اِس مکان میں قتل کرکے دفن کردیا تھا اور اُس کا مال لوٹ لیا تھا - یہ اُسي کي روح ھے -

عورت نے فوراً پولیس کو خبر پہنچائي - حکام نے آکر اُسي طریقے پر روح کا بیان اپنے کانوں سے سنا - پھر وہ مقام کھودا گیا جہاں روح نے لاش مدفون بتائي تھي - لاش مل گئي ' اور بالاخر قاتلوں کا پتہ بھي چل گیا !

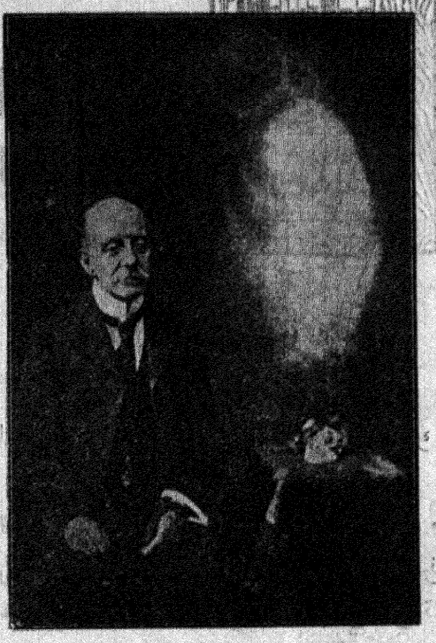

روح کا ابتدائي ظہور
جیسا کہ اِس مذہب کے معتقدوں کا خیال ہے

اِس واقعہ کے بعد روح کي بے قراري دور ہوگئي، لیکن مسٹر جان فاکس کي دونوں لڑکیوں کے پاس وہ برابر آتي جاتي رہي - یہاں تک کہ یہ لڑکیاں اُس سے از حد مانوس ہوگئیں - پھر اُس کے ساتھہ کئي دوسري روحیں بھي آنے لگیں، اور بات چیت کا طریقہ بھي زیادہ صاف اور معین ہوگیا - صورت یہ ہوئي کہ ایک بہن حروف ابجد ایک ایک کرکے پڑھتي جاتي تھي، اور ہر حرف پر روح ایک یا دو مرتبہ کھٹکھٹا دیتي تھي - اِس طرح تمام حروف کي علامتیں طے پا گئیں، اور گفتگو آساني سے سمجھي جانے لگي -

ایک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کي کہ وہ ایک اعلان عام کے ذریعہ نیویارک کے کسي بڑے ایوان میں لوگوں کو جمع کریں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پیش کر دیں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کیا - وہ ڈرتي تھیں، لوگ انھیں جادوگر خیال کرینگے - لیکن روح نے اصرار کیا " میں انسانوں کو یقین دلانا چاہتي ہوں کہ روح کبھي فنا نہیں ہوتي - محض اِسي غرض سے میں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کي یہ سخت تکلیف برداشت کي ہے - اب اگر تم میري درخواست منظور نہیں کروگي، تو تم سے قطع تعلق کر لونگي " بہنوں نے اب بھي انکار کیا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کردي !

•

دونوں بہنیں روح کي ناراضگي سے نہایت غم گیں ہوئیں - کیونکہ وہ اُس سے حد درجہ مانوس ہوچکي تھیں - مجبوراً انھیں روح کا کہنا ماننا پڑا، مگر اِس شرط پر کہ پہلے وہ تھوڑے آدمیوں کے روبرو یہ بات پیش کرینگي - پھر بتدریج عام مجمعوں کے سامنے ظاہر ہونگي - روح نے یہ شرط منظور کرلي، اور دونوں بہنوں نے نیچ کے مکانوں میں خاص خاص علماء کے سامنے یہ حیرت انگیز امور ظاہر کرنا شروع کر دیے - پھر بتدریج جرأت پاکر عام اجتماعوں میں بھي تقریریں کیں - لوگوں نے یہ تمام امور دیکھے، اور ہر طرح کي احتیاطیں کي گئیں، مگر کسي فریب کا پتہ نہ لگا سکے - تھوڑي ہي مدت میں یہ خبریں تمام ملک میں مشہور ہوگئیں، اور ہر جگہ اُن کا چرچا ہونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امریکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معاملہ کي تحقیقات کا خیال پیدا ہوا - اُس نے علمي طور پر ہر پہلو سے جانچ کی، لیکن بالآخر اُس کي صحت پر ایمان لے آیا، اور اپني تحقیقات کے نتائج اخبارات میں شائع کر دیے - اس تحریر کے شایع ہوتے ہي تمام امریکہ میں ہلچل پڑ گئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کردي - بالآخر وہ مجبور ہوا کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہوجائے اور آزادي کے ساتھہ اِس حقیقت کي مزید تحقیق و تجربہ میں مشغول ہوجائے - چنانچہ اُس کي سعي و ہمت سے اِس نئے مذہب کو بہت شہرت حاصل ہوگئي -

اُس کے بعد پروفیسر مابس، جو امریکن اکادیمي میں علم کیمیا کے ماہر تھے، اِس جانب متوجہ ہوئے - اُنھوں نے بھي اس کي تصدیق کي، اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شایع کردیے -

اِن کے بعد فروفیسر روبرٹ ہیر اِس میدان میں آئے - طویل بحث و نظر کے بعد یہ بھي اس کے قائل ہوگئے - اور ایک نفیس کتاب " نفسي ظواہر پر مباحث " کے نام سے شایع کي -

اِن تحریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام بحث شروع ہو گئي - امریکہ میں کوئي عالم بھي ایسا نہ تھا جس نے موافقت یا مخالفت میں کچھہ نہ کچھہ نہ لکھا ہو -

امریکا سے یہ مذہب انگلستان پہنچا - یہاں سب سے پہلے مشہور کیمیاري ولیم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگریز وسیطوں کے ذریعہ خود بھي تجربے کیے بالآخر اس کي صداقت کا معترف ہوگیا، اور ایک کتاب بھي اسکي تائید میں لکھکر شایع کي - اِس کتاب کا نام بھي " نفسي ظواہر پر مباحث " تھا - اِس میں وہ ایک مقام پر لکھتا ہے :

" چونکہ میں اِن واقعات کي پوري طرح تحقیق کر چکا ہوں، اِس لیے یہ میري سخت اخلاقي بزدلي ہوگي اگر اپني شہادت محض اِس خوف سے مخفي رکھوں، کہ لوگ اُس کا مضحکہ اڑائیں گے - یہ وہ لوگ ہیں جو اِس بارے میں کوئي علم نہیں رکھتے - اُن کے پاس کوئي یقین اور برہان نہیں ہے - لیکن میں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقیق کرلي ہے، اور اُس کي حقانیت پر پختہ یقین رکھتا ہوں "

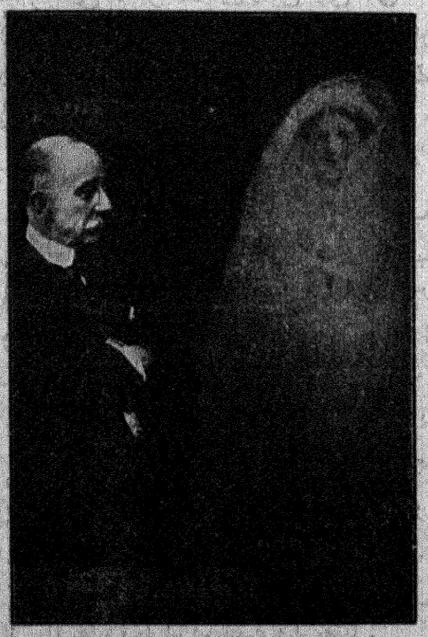

روح کا تمثل اور تشکل
جیسا کہ اِس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

پھر جب یہی عالم رائل سوسائٹی کا صدر منتخب ہوا ' تو اُس نے اپنی صدارتی تقریر میں اِس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا :

" میں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذہب کی تحقیق کی ہے - بہت سی نئی معلومات بھی حاصل کی ہیں - میں عنقریب ایک نئی کتاب شایع کرنے والا ہوں "

اِس مذہب کے ابتدائی ماننے والوں میں ایک جلیل القدر نام الفرڈ رسل ویلس کا بھی ہے - یہی وہ مشہور عالم ہے جس نے ٹھیک اُسی زمانہ میں مذہب نشوء و ارتقاء کا اکتشاف کیا تھا ' جبکہ ڈارون کو اُس کا سراغ ملا تھا - اِس نے اِس مذہب کے بارے میں دو مستند کتابیں " دور جدید کے معجزات " اور " مذہب روحی کی مدافعت " کے نام سے شایع کیں - اول الذکر کتاب میں لکھتا ہے :

" میں سراسر ملحد تھا - اپنے مادی مذہب کے سوا کسی بات پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا - میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِس عالم میں مادہ اور اس کی قوت کے سوا کوئی روحانی زندگی بھی موجود ہے - لیکن میں نے بے شمار تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا کہ اِس جدید مذہب کی تصدیق کروں - ..... یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں روح کے وجود کا قائل نہ تھا - بہت مدت کے بعد مجھے مان لینا پڑا کہ یہ امور واقعی روح ہی کے ذریعہ واقع ہوتے ہیں ' کیونکہ اُن کی کوئی دوسری تعلیل ممکن ہی نہیں ہے "

مشاہیر علماء میں ایک اٹالین عالم لومبروزو Lombroso ہے - یہ علم الجراثیم کا بانی ہے - پہلے یہ اِس مذہب کا سخت مخالف تھا اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار دیتا تھا - لیکن تحقیقات اور ذاتی تجربہ کے بعد اُس کا پرجوش حامی بن گیا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکیات فلامریون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈیمی کے پروفیسر چارلس ریشیے کے ساتھ ملکر اِس مذہب کا طویل مطالعہ کیا اور اپنی تحقیقات کے نتائج ایک کتاب کی صورت میں شائع کیے - اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتا ہے :

" اپنی خاص علمی تربیت اور نفسی میلان کی بنا پر میں مذہب روحی کا سب سے بڑا دشمن تھا - مجھے یہ بات بالکل بدیہی معلوم ہوتی تھی کہ ہر قوت مادہ ہی کا ایک خاصہ ہے ' اور ہر فکر ' دماغ ہی کا ایک فعل ہے - اس کے سوا میں کچھہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا - میں اِس مذہب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا - لیکن حق و حقیقت پر میری فریفتگی بالاخر میرے میلان نفس پر غالب آگئی - مسلسل تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اب مجھے اس پر پورا یقین ہے "

اِن کے بعد پروفیسر ھاکسن ' پروفیسر میرس (کیمبرج) سنٹون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغیرہ انگریز علماء اور مدبروں نے بھی اِس کی تحقیقات کی ' اور اعتراف پر مجبور ہو گئے -

اِسی طرح فرانسیسی علماء میں قابل ذکر چارلس ریشیے ' کیمیل فلامریون ' ڈاکٹر مکسویل ' پییر گانیہ ' پیر دورر ' پاراڈوک وغیرہ ہیں - جرمنی اور امریکا کے بہت سے اقطاب علم بھی اِس کے معتقد ہو چکے ہیں - اُن کے نام اور مباحث آیندہ اپنے محل میں آئینگے -

مشہور فرانسیسی عالم فلسفہ ' جان رینو نے سنہ ۱۸۹۵ع میں کہا تھا :

" یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام علماء فریب اور تدلیس کے ذریعہ ' اوہام و خرافات کی بربادشدہ حکمرانی پھر قائم کر دینی چاہتے ہیں - اِس خیال کی بھی گنجائش نہیں کہ یہ لوگ بالکل سادہ لوح ہیں ' اور اپنی حماقت کی وجہ سے اِن امور پر یقین لے آئے ہیں ' کیونکہ علمی تجارب میں ان اکابر علم کی دقت نظر معلوم و مسلم ہے "

عام نفسیات کا مشہور ماہر پیر جانی اپنی کتاب میں جو اِسی موضوع پر ہے ' لکھتا ہے :

" مذہب روحی ' ہر اعتبار سے دقیق مطالعہ اور اصولی بحث کا مستحق ہے - اِس میں شک اور تضحیک کی بالکل گنجائش نہیں ہے - ہمیشہ فریب ' فریب ' پکارتے رہنا بھی صحیح نہیں ہے - کیونکہ یہ تحریک جس نے یورپ میں اپنے بے شمار مراکز قائم کرلیے ہیں اور عقلاء و علماء کا ایک جم غفیر اُس کا عام بردار بن گیا ہے ' سراسر دھوکا اور فریب نہیں ہوسکتی - ضرورت ہے کہ منکرین ایمانداری کے ساتھہ اُس کا مطالعہ کریں "

پروفیسر چارلس ریشیے (رکن فرانسیسی اکاڈیمی اور مدرس طبی یونیورسٹی) اپنے ایک مقالہ میں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ میں شایع ہوا ہے ' لکھتا ہے :

" یہ ناممکن ہے کہ انگلستان ' امریکا ' فرانس ' جرمنی ' اٹلی کے یہ تمام علماء و فلاسفہ فریب خوردہ ہوں - منکرین ' روحی مذہب پر جتنے بھی اعتراض کرتے ہیں ' سب کے سب اِن علماء کے پیش نظر تھے - فریب سے بچنے کے لیے بھی یہ پوری احتیاط برتتے تھے - میں ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ تمام عقلاء سراسر وہم و مکر کا شکار ہوگئے ہوں "

مشہور فرانسیسی عالم گبریل دراں اپنی کتاب میں جو محاضرات ارواح پر لکھی ہے ' لکھتا ہے :

" جب رابرٹ ہیر ' موابس ' اور اُدمون کے درجہ کے لوگ امریکا میں ' اور کروکس ' وایاس ' لواج ' انگلستان میں ' اکزاکوف ' بٹزرلوف ' روس میں ' فیشنر ' زولنر ' جرمنی میں ' کسی بات کی صحت پر زور دیں ' تو ہم یہ تسلیم کرلینے پر مجبور ہو جائینگے کہ یہ بات ضرور کوئی علمی حقیقت ہے ' اور ہر لحاظ سے بحث و نظر کی مستحق ہے - مذہب روحی کا بھی یہی حال ہے - یہ علماء اُس کے معتقد ہیں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دینا ' عقلمندی سے بعید ہے "

یہ عجیب بات ہے کہ اِس مذہب کے تقریباً تمام ماننے والے مشاہیر علماء ' شروع شروع میں اِس کے سخت مخالف تھے ' اور اِس کی تحقیق پر محض اِس لیے مستعد ہوئے تھے کہ روحانیات کا فریب طلسم توڑ کر ضعیف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائیں ' مگر تحقیقات کے بعد اُن کی رائے بدل گئی ' اور خود معترف و مصدق ہوگئے !



آثار عتیقه

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجری کی عجیب و غریب اشیاء

حال میں فرانس کی ایک جدید اثری دریافت نے علماء آثار کی غیر معمولی توجہ حاصل کرلی ہے -

فرانس کے وسطی حصہ میں ایک غیر معروف قریہ گلوزل Glozel نامی واقع ہے - یہاں ایک کاشتکار اپنی زمین کا ایک حصہ کسی ضرورت سے کھدوا رہا تھا - یکایک اس طرح کی علامتیں نمایاں ہوئیں ' جیسے یہاں کبھی پتھر کی دیواریں رہ چکی ہوں - زیادہ کھودنے سے ایک ایسی راہ پیدا ہوگئی ' جو کسی مصنوعی غار کے دہانے سے مشابہ تھی !

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو حکام نے موقعہ پر پہنچکر تحقیقات کی - کھدائی کا کام جاری رکھا گیا ' اور غار میں اُتر کر اُس کی اندرونی ساخت اور حالت کا پتہ لگایا گیا - مختصر یہ کہ معلوم ہوگیا ' یہ حصہ کسی قدیم زمانہ کی انسانی یادگاروں کا ذخیرہ ہے جسے انقلابات زمانہ نے زیر زمین دفن کردیا - یہاں نہ صرف پتھر کی دیواروں کے آثار ملے ' بلکہ تاریخی اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعہ بھی برآمد ہوا - یہ پتھر کی بنی ہوئی بے شمار چیزیں ہیں جن میں سے کچھ تو اوزار ہیں جن کی نوعیت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے ' لیکن بڑی تعداد اس قسم کی چیزوں کی ہے ' جن کی وضع و شکل سے ان کی اصلیت کا پتہ لگانا دشوار ہے - بعض مدور ہیں - بعض مربع ہیں - بعض پر اس طرح کے نقوش ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ' شاید ان کے ذریعہ کسی عجیب الہئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشہ دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ایسے ہیں جنہیں کسی خاص وضع و ہئیت کی شکل نہیں دی گئی ہے ' مگر اُن پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ہیں -

یہ تمام چیزیں بعض محققین علم الآثار کے سامنے پیش ہوئیں اور انہوں نے علمی نظر سے ان کا مطالعہ شروع کردیا -

علماء آثار میں سے ایک گروہ کی رائے میں یہ چیزیں قبل از تاریخ عہد کی ہیں - یعنی دس سے تیرہ ہزار برس پیشتر تک کی پرانی ہیں - وہ اسے نیولیتھک (Neolithic) عہد کا بقایا قرار دیتے ہیں - یعنی ابتدائی انسان کے حجری عہد کا ' جب کہ وہ اپنی ضروریات زندگی کے لیے صرف پتھر ہی استعمال کرنا جانتا تھا -

لیکن ایک دوسرا گروہ انہیں اس قدر اہمیت نہیں دیتا - وہ کہتا ہے ' یہ زیادہ سے زیادہ سولہ سترہ سو برس کی پرانی چیزیں ہیں جب سر زمین گال پر رومیوں کا قبضہ ہوا تھا - وہ اپنی اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا ہے - پتھر کی بنی ہوئی عجیب الہئیت صورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلی اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومی عہد کی ایسی ہی عجیب الہئیت صورتیں نکل چکی ہیں ' اور ان کی نسبت طے پاچکا ہے کہ یہ رومی ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان صورتوں کے ذریعہ اپنے سحری علمیات انجام دیا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ہیں ' فینیقی خط کے ہیں ' اور ظاہر ہے کہ یہ خطوط صرف رومیوں ہی کے ذریعہ فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشیاء میں مچھلی کے شکار کی ایک بنسی بھی نکلی ہے جو ہوں کی ہڈی کی بنی ہوئی ہے - اس سے بھی دوسرے گروہ کے خیال کی تصدیق ہوتی ہے -



گلوزل کے آثار کا ایک حصہ ' جسمیں منقش پتھر دکھائے گئے ہیں -

لیکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے اُن بے شمار آلات سے ہے ' جن کی نوعیت اُن کے حجری عہد سے تعلق رکھنے کا پوری طرح یقین دلاتی ہے -

حال میں ایک مشہور اور مستند اثری محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیاں نے ان آثار کی نسبت اپنی تحقیقات کا خلاصہ شائع کیا ہے - یہ تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفی بخش ہوسکتی ہے - ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ دونوں رائیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں - اس لیے کہ دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشیاء ہی پر مبنی ہے - پہلا گروہ حجری آلات و اسلحہ کی نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا ہے - دوسرا اُن مورتیوں اور نقوش سے جو بلا شبہ رومی ساحروں کے آلات سحر ہیں - لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ قدیم زمانے کے کسی حادثہ نے یہ دونوں قسم کی چیزیں اس محل میں یک جا کردی ہوں ؟ حجری آلات و اسلحہ عہد حجری ہی کا بقایا ہوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومی عہد کی ہوں ؟



حجاز اور سمرقند

یہ بین تفاوت رہ از کجاست

پچھلی ڈاک کے انگریزی
بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ
ممکن ہے ' بعض نگاہوں کیلیے
بھی ہوں !

ایک مصور رسالہ نے دو تصویریں
شائع کی ہیں ' اور اُن کے لیے
تجویز کی ہے : " حجاز سے سمرقند

ایک طرف سلطان عبدالعزیز
کی تصویر ہے - اُس کے نیچے حکو
کے نئے احکام درج کیے ہیں جن میں
شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ہے اور
وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دی ہیں
جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف ہوں -
حتیٰ کہ باشندگان حجاز کے لیے داڑھی
منڈانا بھی حکماً روک دیا ہے -

دوسری طرف ترکستان کے مشہور تاریخی
شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے -
یہ اجتماع مردوں کا نہ تھا - خانہ نشیں
عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کی صورت
میں اس لیے " بازار سرائے " میں جمع
ہوا تھا ' تاکہ " آیندہ کے لیے نقاب اور برقع
کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

یہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعہ کی اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں
کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ہوچکی ہے '
لیکن اب تفصیلات بھی یورپ کے اخبارات
میں آگئی ہیں -

قارئین الہلال کی دلچسپی کیلیے
دونوں تصویریں نقل کردی جاتی ہیں -
پہلی تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن
سعود کی ہے - دوسرے مرقع میں سمرقند
کی خواتین کا ہجوم نمایاں ہے ' جو ایک
جلوس کی صورت میں بازاروں سے گزر
رہا ہے -



یدونا کیلیے
ہندوستانی نمونہ

" سنیتا اور " انور "

ستان کا امریکن نژاد سنگ تراش
ستین Jacob Epstein کچھ
ے " میڈونا " کا ایک نیا
طیار کرنے میں مشغول تھا
ہرت نے نہ صرف بر اعظم یورپ
مریکہ کے ماہرین فن کی بھی
لچسپی حاصل کرلی تھی -
رفتہ یہ شہرت یہاں تک بڑھی
صناع اپنے کام سے فارغ بھی نہیں
ہوا تھا کہ امریکہ کے قدر شناسان فن نے
مجسمہ اپنی سرزمین کے لیے حاصل
کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمہ لیکر
نیویارک جا رہے ہیں ' تاکہ وہاں پہلی
مرتبہ اس کی نمایش کریں - تازہ ڈاک
کے اخبارات و رسائل میں کوئی پرچہ ایسا
نہیں ہے جس نے اس معاملہ سے اپنی
دلچسپی ظاہر نہ کی ہو -

معاملہ کا نہایت دلچسپ پہلو یہ ہے
کہ صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے
کیلیے ایک ہندوستانی خاتون اور اس
کے دو سالہ بچے کا چہرہ بطور نمونہ کے
استعمال کیا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ
اس یونانی دیوی اور مسیحیت کی
" مقدس کنواری " کا یہ پہلا مجسمہ
ہے ' جسکے خال و خط میں ہندوستانی
چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ہے - یہ
آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل
تحسین ہے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکہ
کے ماہرین فن نے ایک طول طویل
سلسلۂ نزاع جاری کردیا ہے - اُمید
کی جاتی ہے کہ نیویارک کی نمایش
کے بعد یہ نزاع اور زیادہ وسعت اور اہمیت
پیدا کرلیگی !

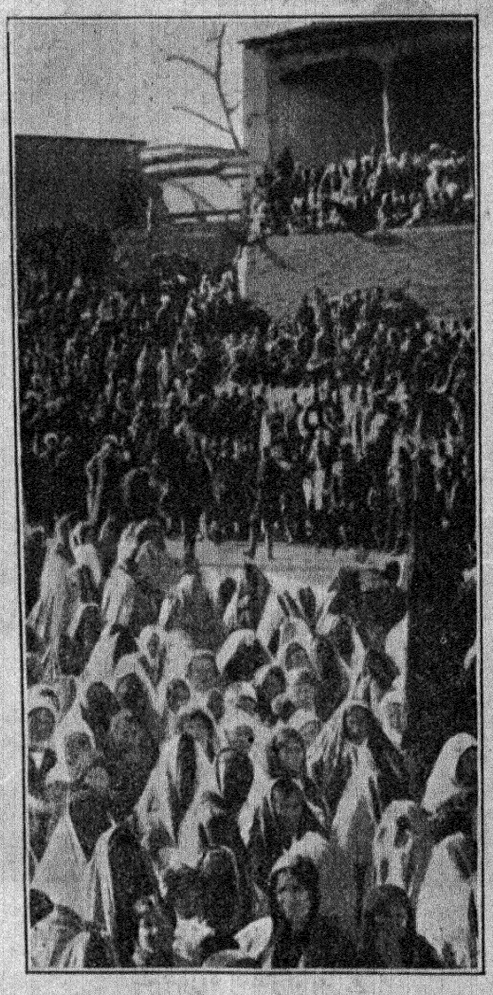

بہر حال ہمارے لیے
لطیفہ کي اس سنجیدہ
میں تو کوئي دلچسپي
ہے' البتہ یہ سوال یقیناً دلچس
سے خالي نہیں کہ " مقد
کنواري " کے اس نئے مج
کے لیے جس ہندوستاني خ
کا چہرہ بطور نمونہ کے استع
کیا گیا ہے' وہ کون ہے؟ و
اسفیر ایک مرقع شائع ک
ہوئے ہمیں بتلاتا ہے کہ
ایک ہندو خاتون مقیم انگلس
ہے جس کا نام سنیتا nita
ہے' اور اُس کے دہ سالہ لڑ
فلم " انور " ہے - اگر اسفیر
ناموں کے نقل کرنے میں کو
غلطي نہیں کي ہے تو " سنید
کے ساتھہ " انور " کا نام بہ
خود ایک دلچسپ واقعہ
اور یقیناً قارئین الہلال کے ا
یہ کوئي ناپسندیدگي کي بات
ہوگي' اگر وہ ان دونوں صورو
کا نظارہ کر سکیں - ہم اسفیر
مرقع بجنسہ نقل کر دیتے ہیں
صناع امریکہ کے لیے روانہ ہوئے
ہے' اور اسفیر کے لفظوں میں
" ہندوستاني لیڈي اور اُس
کا لڑکا انور " اس کے ساتھہ
کھڑے ہیں -

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتي جس کا نام " بیت داؤد " ہے !

موجودہ زمانہ میں یہ بات
کس درجہ عجیب سمجھي
جائیگي کہ انسانوں کي ایک
جماعت کرۂ ارضي کي تمام
خشکیوں سے الگ ہوکر دریا میں
آباد ہوجانا چاہتي ہے - کیونکہ
" قدیم طوفان نوح کي طرح ایک
دوسرا طوفان تمام دنیا کي

بادي کے لیے عنقریب ظہور
میں آنے والا ہے ! "

بات کتني ہي عجیب
سمجھي جائے' لیکن واقعہ یہ
ہے کہ یورپ میں ایک جماعت
ایسي موجود ہے' اور وہ نہایت
خوف واضطراب کے ساتھہ اس
دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار
کر رہي ہے !

یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے -
اس نے اپنا یہ ہولناک اعتقاد
عہد عتیق کي بعض پیشین
گوئیوں سے اخذ کیا ہے - انگلستان
میں اس فرقہ کي کافي تعداد
موجود ہے - اس فرقہ کے سردار
نے حال میں ایک نئي کشتي
بھي طیار کرائي ہے جس کا نام
" ہاؤس اف ڈیوڈ " یعنے
" بیت داؤد " ہے - یہ کشتي
چکل دریاے ٹیمس میں
موجود ہے - یہ فرقہ یقین کرتا ہے
کہ آنے والے طوفان میں محفوظ
رہنے کے لیے نئي دنیا کے ترقي
یافتہ جہاز اس قدر مفید ثابت
نہیں ہونگے' جسقدر قدیم وضع
کي یہ کشتي مفید ہوگي -
کیونکہ یہ " اُن تفصیلات کے
ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کي
گئي ہے' جو حضرت نوح علیہ
السلام کي کشتي کي نسبت
عہد عتیق میں موجود ہیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے
ہے' اس میں آپ اس محتاط
اور دور اندیش فرقہ کے سردار
اور اسکے رفقاء کو مشغول اہتمام
دیکھہ رہے ہیں !

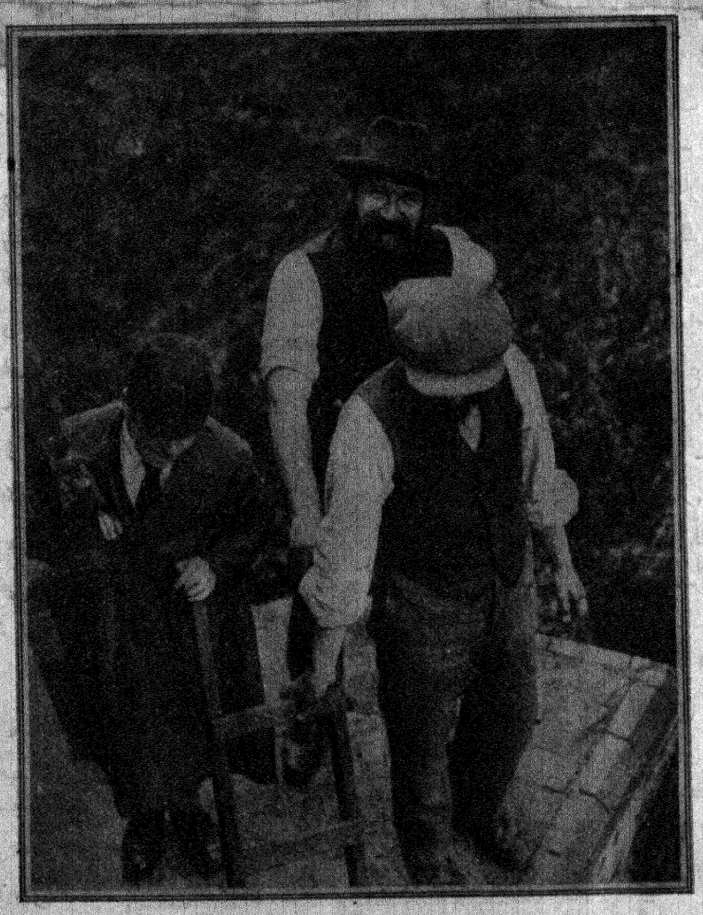

ایک اِسرائیلي فرقہ کا رہنما جو ایک عالمگیر طوفان
کے ظہور کا اِنتظار کر رہا ہے !

الہلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک
جو حضرات فروخت کرنا چاہیں'
دفتر الہلال کو اِطلاع دیں -

منیجر

تاریخ و عبر

عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء و سلاطین کی فصاحت و بلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیر المومنین کا اپنے ساتھ چاہتے ہو"

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپنے جواب میں یہ آیت لکھ دی:

"فان عصوک فقل انی بریئ مما تعملون" (اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

"ایسا گھر بناؤ جو تجھے باد سموم اور مینہ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

"ضرورت بھر کا حکم تمہیں دے دیا ہے۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجایش نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

"بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہے"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

"کامل مکمل آدمی اس دنیا میں کہاں ہے؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

ربیعہ یربوعی نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجئے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا بصرہ، تمھارے گھر میں ہوگا؟"

عبد الملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے رقعہ کی پشت پر لکھ دیا:

"نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے۔ سختی میں برائی ہے"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر ڈالے۔ عبدالملک نے لکھا:

"مبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفوں کو بھی اُنس ہو جائے منحوس حاکم وہ ہے جس سے موافق بھی بدل ہو جائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعی لأجبر عظمہ حفاظاً و دنیوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہو گیا ہے جو حماقت سے مجھ توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبد العزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

"جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہے"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، رہا ہو جا"

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم دونوں حق میں یکساں ہو"

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"قید، حق پر ہونی چاہئے"

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی فریاد کی۔ جواب دیا:

"اگر میں نے تیری فریاد نہ سُنی تو ظالم ہوں"

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہے۔ جواب دیا:

"عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کر دے"

سفاح (اول خلیفہ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

"میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا"

اہل ارمینیا نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہے اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کر دینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہو جانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر۔ نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس لئے جواب دیا

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کر دی ہے اور بیت الامال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہو کر قتل عام کر دیا۔ خلیفہ نے لکھا:

"تیرا بُرا ہو، بے گناہوں کو کیوں مارا؟"

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھ لے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہے کہ بالادستوں پر ظلم کرتا ہو اور زیردستوں کا ظلم سہتا ہے"

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا:

"میں تجھے اُسوقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ پر ہے"

رستمی کی شکایت آئی۔ اسپر لکھا:

"یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ سختی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو"

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا:

"اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ، کیونکہ ظلم اسے گرا دے گا"

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سُنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ" (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

"اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے"

خلیفہ نے جواب لکھا۔

"انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کر دیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہے"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھا لئے۔ مامون نے لکھا:

"کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہم پر واجب ہے آدھا محصول معاف کر دیا جائے"



ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی،

اور

اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۴۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	.....
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یو، پی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی، پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دُنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۱۰۷۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰۰	۲۶۱۰۰۰۰
آسٹریا	۱۴۷۰۰۰	.....
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	.....
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	.....
پولینڈ	۱۹۰۰۰۰	.....
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	.....
ٹیونس	۴۱۰۰۰	.....
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	.....
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یو، پی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۶۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی، پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	.....	...
برما	۱۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۲۱۲۹۸	۲۳۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یو، پی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

برآمد			درآمد	
مقدار	قیمت		مقدار	قیمت
۱۷ء	۱۶۱۳۰۰۰	روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
۲۴ء	۵۲۴۷۰۰۰	″	۷۲۹۰۰۸ ″	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ ″

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

برآمد			درآمد	
مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ		مقدار	قیمت
۱۷ء ۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۶۷۳۱۰۰۰		۹۶۶۶۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
۲۴ء ۳۴۰۱۰۶۹۳۵	۳۳۲۹۲۴۰۰۰		۷۸۸۵۰۹	۶۲۸۳۰۰۰

دنیا میں روئی کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۳۴۳۰۰۰

دُنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	۱۹۱۳ء میں	۱۹۲۲ء میں
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰ ״	۲۶۰۰۰۰۰ ״
مصر	۶۸۰۰۰۰۰ ״	۳۲۰۰۰۰۰ ״
ولایات متحدۂ امریکہ	۶۱۴۰۰۰۰۰ ״	۴۱۶۰۰۰۰۰ ״
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰ ״	۱۰۰۰۰۰۰ ״
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰ ״	۱۵۰۰۰۰۰ ״

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یُو، پی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھنے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	...	۱۲
پنجاب	۱۲۰	...
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	...
حیدرآباد	۱۴۷	...
بڑودہ	۸۳	...

ہندوستان میں روئی کی درآمد و برآمد

درآمد		
سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	״
برآمد		
خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	״
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	״

دنیا کی $\frac{1}{5}$ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱۔ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجئے (مینجر)

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نَم نَم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچ گئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان بھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض عرب بردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُس وقت (اور اب بھی) از حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا ایک طرف موسم اور آب و ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بری و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اس دلدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصور بھی نہیں کر سکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جدوجہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوا کے ایک جدید علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کر کے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کر دیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کر لئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ ان میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عددی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ ان دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عددی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے ان دونوں دوستوں کو جدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ دیے گئے۔ وحشی فاتح جب اُنھیں اپنے لشکر میں لے جا رہے تھے، تو نجیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں ان قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو ان سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے انھیں دھوکہ دیدوں" مصری ازحد خائف تھا۔ تقریباً مجنون ہو چکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس سے ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کرکے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُرمسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فوراً مرگیا مگر دوسرا ۵ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مُردنیں چکے تھے، زندہ جلا دیئے گئے۔ پھر ان دونوں دوستوں، یعنی شعبان عدوی اور نجیت کوکو کی باری آئی۔ نجیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کروڑو کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہوگئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مارڈالو گے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کرلیا۔ زیادہ تر اس خیال سے کہ ان سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اسیر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے ناامید ہوگیا تھا۔ نجیت کوکو ایک دن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندھی اور اپنے گلے میں پھندا لگا کر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور غوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اُٹھیں۔ اتفاق سے نجیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سُنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان، نیچے گرا۔ نجیت بھی ساتھ ہی پھاندا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

نجیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہوگیا تھا۔ نجیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کرلیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھادیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نم نم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہے"

"میں نم نم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہوکر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" نجیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نم نم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہوجاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہوگیا۔ کچھ مدت بعد لوٹ کی بندوقیں اور کارتوس آگئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ سستالیں، نجیت کوکو چلایا "فوراً درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہوگیا۔ مگر نجیت دوڑکر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھاکر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فوراً ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور ۴ گولیوں میں حیوان کو گرادیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بناتے تھے۔ اور دریا عبور کرجاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نم نم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہیئے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھری بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدھا بندھا تھا۔ انھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدھا باندھکر اور گٹھری سر کے نیچے رکھ کر آرام کے لئے لیٹا ہوگا، مگر کسی درندے نے اُسے مارڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھری کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے لکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدھا دیکھکر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدھا نایاب ہے"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں؛ مگر فوراً ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ فوراً بندوق چلائی اور شیر کو مارڈالا۔

(۷)

شاہ نم نم کا پایۂ تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گانوں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ نجیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سُنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مارڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کردیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر نجیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدھا اصل میں میرے اس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہوکر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کرلیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مارڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جہنمی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مارڈالا، ہدیۃً پیش کرتا ہے!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کرلئے۔ پھر نجیت کوکو نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہوکر بادشاہ کے روبرو اُسے دوڑائے۔ شعبان گدھے پر سوار ہوگیا۔ مگر سوء اتفاق سے گدھا چلانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سُنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ نجیت کوکو نے دوڑکر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہے! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہوجائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہے اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہے"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غضب ظاہر ہوا۔ نجیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مارکر گدھے کا خاتمہ کردیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس درست ہوئے۔ اُس کا غصہ دور ہوگیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھولوں کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پرتکلف دعوت کی۔ اپنے دستر خوان پر سب سے زیادہ موٹے کُتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر طرف پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندھ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہوجاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے۔ خود بادشاہ کے محل میں ۴۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کرلی اور اپنے دوست نجیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

لہ کرکو یا قورقرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزو ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہاں کے باشندے بہت سُرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید تاریخ کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۱۸۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ ترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب انھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہے۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض نامور انگریز مدبروں نے انکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ گورنر جنرل ہند نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا اپنے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا، تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلا تمیز پھانسی دیئے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے ان کے خلاف بڑا شور مچایا۔ اور دائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آ رہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہوئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعۂ جانکاہ کو "سفاکانہ قتل" سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ لندن ٹائمز نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہے کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے بگڑ گئے اور اپنی لیٹیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آگیا اس کی جان سلامت نہیں رہے گی۔

لفٹنٹ رابرٹس جو بعد میں فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہے۔

"میری پیاری ہرٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہو گیا ہوں کہ مجھے ان کی بے کسی پر مطلق رحم نہیں آتا جب کوئی قیدی گرفتار کر کے پیش کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اٹھتا ہوں "فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"۔

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہے:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہے"

گریٹ ہیڈ ایک خط میں اس افسر کے رائے کی تاکید کرتا ہے۔

سر جان ہیج کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کر کے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا۔ لیکن جب ہر سپاہی بگڑ گیا تھا، تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہو چکی ہو تو پھر اسکا بایں سے بالمثل اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہو کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کر دیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلا تمیز قتل کرتے رہے!

ملکہ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شایع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ انھوں نے سخت بے رحمی سے بدلا لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہاں لعن طعن کیا جاتا ہے۔ عوام الناس کی رائے ہے کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتظامات کئے تھے، وہ بالکل ضروری تھے اور اگر یہ افسر سختی سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو نہ ہوتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہے۔

"یا تو یہ محض ایک فوجی بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت فرو کرنے میں انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کسی قدر تہذیب سے گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کریں۔ لیکن تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ انھیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے انھیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہو کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہو گئی ہو کہ اس کے دور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہئے یا ہی اعتبار بالکل زائل ہو گیا ہے۔ اور امید نہیں کہ وہ پھر عود کر سکے"

ہومز ایک جگہ لکھتا ہے:

"دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیدیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ مکان پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چہار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہے:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہے کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کر دیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کر سکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں پر ظلم کر کے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو اب قتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے، انھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے علم میں آئے ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا بعض لوگ خیال کرینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی۔ لیکن میں نے اس لئے یہ داستان رقم از سر نو چھیڑی ہے تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہو جائے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو اب تک ۶۰ سال کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں لکھی جا رہی ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رُخ نمایاں کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں، اور وہ بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک انکے خیالات و احساسات کی بالکل شنوائی نہیں ہوئی۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق یہ معاملہ یک قلم بھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹس کے وہ خطوط جو غدر ۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے، اب ۱۹۲۳ء میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہے۔ میں نے جان بوجھکر نیل (Nevill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہے۔ نہ ہی میں نے ہاڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہے۔ میں نے

کئی چشمید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دئے ہیں، جن کا بیان ہے کہ سیکڑوں دیہات جلا دئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہوگئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن پنجاب سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اُٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کرکے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۴ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انہتا پنتھ سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکہ بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا مار دیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دو نو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۸۸ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزیں ہوگئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دئے اور انھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کوون نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ر تاریخ کو پہنچگیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن و امان ہوگیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اُڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کوون کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرکوٹ کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کوون نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۳ قیدی توپ سے اُڑا دئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کوون نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اُڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق بازپرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرادیا"۔ ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اُسنے آتے ہی کوون پر حملہ کرکے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کر دیا۔ فارسٹھ (کمشنر) نے کوون کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیدیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کوون۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرز عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا"۔ چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اُسنے بھی انہیں سزائے موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کوون کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کوون برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کر دیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہوئے تو فارسٹھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بنا کر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخبار نویسوں کو کوون اور فارسٹھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا وحشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یادایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا! فارسٹھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے:

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کوون کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرا دیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کر دی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دُہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کوبیگنزی کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کوبیگنزی مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جنرل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھا کر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کر لیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کرکے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا گیا۔ گزدو نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگگیریگر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہوجائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہو کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے بُرے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں ان کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بنا دٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت تھی"

ہاورڈ ہنین جو اخبار پائنیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، اُنھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہوگیا ہے"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں اب تک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہے۔

خریدارانِ الہلال
توجہ فرمائیں

جن جن حضرات سے ۶ ماہ کی قیمت وصول ہوئی تھی، اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۴) پر ختم ہوجائے گا۔ یعنی آئندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر۔ اگر وہ آئندہ بھی الہلال کا مطالعہ جاری رکھنا چاہتے ہیں، تو دفتر نہایت شکرگذار ہوگا اگر وی۔ پی کی درخواست کی جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کردیں۔ وی۔ پی کی رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتی ہے، اور اس لئے پرچہ کے مسلسل اجرا میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ اگر وہ ایک ہفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تو جلد میں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُن کی جدید خریداری کا اندراج ہوجائے، اور پرچہ کی ترسیل بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ نئی شش ماہی جلد سوم الہلال کا نیا دورِ حیات شروع ہوگا، اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا، جس حالت میں اسوقت تک نکلتا رہا ہے۔ (منیجر)

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار معظم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہو چکے ہیں کہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہو کر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینہ منورہ گئی ہے۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں مجلس نے مدینہ پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے جتنی برائیاں دکھائی دیں گی، دُور کر دیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہے، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دلیں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہو، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہو گئی ہے۔ اگر تم اب بھی خاموش رہو گے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کرو گے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہو گی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پر تاسف کرنا"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کر کے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کر کے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبدالعزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کر دیا۔

نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سُنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مدد گاری بنجائیں۔ ہوائے ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں شقاق سے بچیں۔ قیل قال چھوڑ دیں۔ خدا ہماری اور تمھاری دست گیری کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو اُنھوں نے حاکم مدینہ کے نائب کے لئے لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:

"امن و امان قائم کرنے میں پوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہے تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہے اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہے کہ شعائر دین قائم کرو، اوامر الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہو جاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عُمدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کر دو، بلکہ اُنھیں اپنے پاس بُلا کر نصیحت کرو۔ اگر اس پر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عُمدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دُور سے اپنا دوست بنائے رکھو"

سُلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہو گئے ہیں سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طوائف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہے۔

عسیر کے لئے طبی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہے، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اس وقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبی وفد بھیجا جا رہا ہے تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے ڈاکٹر خیری بے اس وفد کے رئیس ہیں جو کہ معظمہ کے محکمہ حفظان صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا۔ لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ معظمہ کا ایک صراف جدہ سے آ رہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کر دیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضائع ہوئی؟ اچانک اُس کے نوکر

* دو دن پہلے تک دی گئی۔ پھر پولیس کے سپاہی ۱۵ ہزار کی تھیلیاں لئے واپس آئے۔ انھوں نے کہا یہ تھارا روپیہ ہے جو معظمہ کے راستہ میں پڑا ملا ہے!

عالم مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے؟

امریکہ سے یورپ تک ڈیڑھ گھنٹے میں!

امریکہ اور یورپ میں اب تک سینکڑوں فضائی سیاح لٹنبرگ کا چرچا ہو رہا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے اُڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور امریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہے، بہت جلد یہ بات ممکن ہو جائیگی کہ امریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف ڈیڑھ گھنٹے میں طے کر لی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے علمی جد و جہد شروع کر چکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی ماہر ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کر چکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہے۔

حال میں پروفیسر اکس ولیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہے) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آ گیا ہے۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کی جاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کر دیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنا دیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہے۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کر لیتا ہے"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کر سکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آ سکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہئے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کر لیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہو سکے"

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہوائی جہازوں میں انجن کے بجائے موٹر لگا دئے جائیں جو بلندی پر جا کے ہوا میں کشافت پیدا کر سکیں تو یہ مشکل حل ہو جائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہو جائے گا"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جا سکتی ہے کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچا دیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑا دیتی ہے۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا"

ایک اور پروفیسر برسویل کا خیال ہے۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۵ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۵۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ۹½ ٹن سے زیادہ نہ ہو، تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۴ گھنٹے میں طے کر سکتا ہے۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز توپ کے گولے کی طرح، دو میل کے زور پر ہوا میں پھینکا جائے، تو ۱۷ منٹ کے

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہو جائے گی۔ ۳۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۰ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہو جائے گی۔ اسی صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ½ ۱ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر ادبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُسوقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علماء یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے ڈیڈھ بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر بزور مشتعل ہو جائے گا۔ یعنی جل جائے گا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کرلی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہے!

جرمن ہوا باز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہو کر گزرتا ہے، تو رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر ادوا، پھر نیلا، پھر بنفشی۔ یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ قوس قزح میں بھی یہی سات رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔

سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزاء میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹو گراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماورا بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متاثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متاثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہو جائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان پائرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متاثر کردیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہو چکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ایسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہو جاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سمٹ آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متاثر ہو جاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق تسلیم کرلئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدّ و جزر کی طرح زلزلے میں بھی مدّ و جزر ہوتا ہے۔ حالت مدّ میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علٰحدہ علٰحدہ مدت علماء نے ۷ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہمدگر قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علماء یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علماء طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کرسکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہو جایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم انشان ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر منتج ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہو جائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہو جائے"!

گزشتہ ماہ شہر برگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اماموا بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۱۵ مارچ ۱۹۱۱ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سونا کاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۸۹۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر ایچیونو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینوگراف" ہے۔ یہ وہی آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہو جاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ امریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے، جس میں ..... ۱۳۸۵ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اس کی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کردیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلا دیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماوراء بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزاء کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے۔ یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلا کر سفید رنگ کی آگ بنا دیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجہ سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصور نہیں کیا جاسکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدّت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں۔ لیکن حالات نے ایسی نوبت نہیں آنے دی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہیے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدّہ سے ایک جماعت بالفعل شاہ بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہو جائے کہ یورپ کی مشہور درس گاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک حاذق الزمان حکیم اجمل خاں صاحب اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر متعدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو سنگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو مگر اسکے چند اقسام کے علاوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۱۲ء مفت جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھو ... **دو روپے تولہ سونا** ... گھِسکر آزمالو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی بنایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی پیتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاف ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپے (محصول)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۴ لاہور

برص سفید داغ ایام میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکسیر خوراک معجون سیحا اور ایک شیشی روغن سیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ ساڑھے تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۱۹۱۲ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا کاغذ چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (پیشگی طلب سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (عہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں جن کے استعمال سے صدہا عملی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ماہوار کے عملی کے کئی عملی کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروزپور پنجاب

جمعیۃ علماء ہند کے اخبار الجمعیۃ کا حصہ نمبر

دفتر الجمعیۃ دہلی سے فوراً خط و کتابت شروع کر دیں۔

ملنے کا پتہ خلاصتاً یہ ہے

منیجر الجمعیۃ دہلی

حصہ نمبر

میں ایک دفعہ ایک اشتہار دے دینا برابر ہو۔ تعلیم شدہ آدمی شروع نمبر سے اصول ہو جانے پائیں۔ اخبار بند کرنا ہو کہ

نئے اخبار دین میں عہدہ علماء بہت اشتہار دینا الجمعیۃ کے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کی مُسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے اسلامين كى ان نادر و اعلى درجه كى بلند پايه عربى تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضرورى و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كى دماغى اصلاح كا كام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كى فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائى روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كى بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كى مبسوط بحث كى هے - بلا جلد اڑهائى روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكى تعداد ' دربعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضرورى حالات زندگى نهايت خوش اسلوبى سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصرى كى تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمى ' اسلامى ' سه ماهى رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربى ' فارسى ' انگريزى ' اور دوسرى زبانوں كى تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظمين اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - فى پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگى -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خوابى داشتن گر داغهاى سينه ما

اردو صحافت كى تاريخ ميں الهلال هى وه رساله هے جو اپنى تمام ظاهرى اور باطنى خصوصيات ميں ايك انقلاب آفرين دعوت تهى -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كى مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كى نئى روح پيدا كرنى چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپنى مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپنى نظير آپ هوتا تها - پهر اس كى ظاهرى خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاويركے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كى وجه سے بهت سى ايسى خرابياں پيدا هوئيں جو پتهر كى چهپائى ميں ممكن نهيں - اس كى جلديں جديد اردو علم ادب كے علمى ' مذهبى ' سياسى ' اور اجتماعى مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كى مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كى تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كى پهلى جلد مكمل (جو دفتر ميں بهى موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدى هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑى سے بڑى قيمت پر بهى علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهى محفوظ ملا ' هم نے كوشش كى كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كى جا سكتى هيں مرتب كرلى جائيں اور جن جلدوں كى تكميل ميں ايك دو پرچوں كى كمى هو انهيں دوبارہ چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئى اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كى جلديں پورى مكمل هوگئى هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخرى موقعه دينے هيں كه اس قيمتى ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدى كريں ' چونكه جلدوں كى ايك بهت هى محدود تعداد مرتب هوسكى هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كى تعميل هوسكے گى جو سب سے پهلے پهونچيں گى - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كى انڈكس به ترتيب حروف تهجى لگادى گئى هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسرى مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهى موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت فى پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رھنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ھفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ھوتے ھیں جنکي اھمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ھفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاھیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ھیں

دنیا کے ھر معلم اور ماھر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاھتے ھیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رھیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاھیے -

یہ ھر ھفتہ اس موضوع پر تمام اھم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماھرین فن اور مشاھیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ھوتے ھیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ھیں -

کیا آپ تجارت کرني چاھتے ھیں ؟

اگر آپ چاھتے ھیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ھندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاھئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاھئیں - ھندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاھئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ھوسکتے -

اگر آپ چاھتے ھیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاھیے کہ ھم سے خط و کتابت کریں - ھم یہ کام بہ حیثیت ایک ماھر فن کے کر رھے ھیں - خط و کتابت کے بعد ھي آپکو معلوم ھو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ھم کس درجہ مفید ھیں ؟

ھمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ھیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ھر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ھیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ھیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ھر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ھیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۵

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ ۱۱ه

الهلال

هر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - - سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں اُنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی ارڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) لیے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الكريم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ | کلکتہ : جمعہ ۱۳ ۔ جمادی الثانیہ ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارئین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ۲۰۲۱ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۳۲۰	نستعلیق ھون	۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا یہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال



جدید مذہب روحی

تاریخ ظہور - موافقین و مخالفین - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یہ دعوت پہنچی ' تو علماء میں سخت بیچینی پیدا ہوگئی - وہ ڈرے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوہام کی جس سلطنت کا انہوں نے خاتمہ کردیا تھا ' وہ اب پھر نئے ہتیاروں سے مسلح ہوکر علم کے مقابلے میں آرہی ہے - لہذا انہوں نے چاہا ' قدم جمنے سے پہلے ہی اس کا خاتمہ کر دیں - چنانچہ بے شمار علماء نے رائل سوسائٹی سے درخواست کی کہ اس مذہب کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلی ' اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کی ایک منتخب مجلس قائم کردی - اس مجلس میں رسل ریلس ' ولیم کروکس ' ٹنڈل ' لارڈ ایویری ' اور ہکسلے جیسے ائمۂ علم و حکمت بھی شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس تحقیقات کرتی رہی - چالیس جلسے منعقد کیے ' اور ایک ضخیم کتاب میں اُنکی روداد شایع کی - یہ روداد دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے - اس کی ذیل کی عبارت قابل غور ہے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکہ مخفی آلات کے ذریعہ فریب کھانے کا احتمال باقی نہ رہے - نیز اُن وسیطوں سے بھی کام نہیں لیا جو پیشہ ور وسیط سمجھے جاتے ہیں - خود ارکان ہی میں سے ایک شخص وسیط بنایا تھا گیا - یہ شخص سوسائٹی میں بہت عزت و احترام رکھتا ہے - اپنی ایمانداری اور اخلاق میں غیر مشتبہ ہے - مال و دولت کی بھی اسے کوئی طمع نہیں - کیونکہ خود مالدار ہے - ہم نے وہ تمام احتیاطیں بھی برتلیں ' جو ہمارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروری تھیں - بار بار تجربے اور مشاہدے کیے - اس روداد میں ہم نے صرف اُنہیں مشاہدات کا ذکر کیا ہے جو حواس کے ذریعہ واقع ہوئے ' اور جن کی صحت پر ہمیں کامل یقین ہے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یہ سب کے سب اس مذہب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل یقین رکھتے تھے کہ یہ عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجہ ہیں یا وہم کا ' اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسی غیر معمولی حرکت پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس طرح کی حرکات ظہور میں آجاتی ہیں - یہ حد سے زیادہ منکر اُس وقت تک قائل نہ ہوئے ' جبتک کہ بکثرت مشاہدات اُنہوں نے اس طرح نہ دیکھ لیے ' کہ کسی قسم کا شک و شبہ وارد نہیں ہو سکتا تھا - بالاخر اُنہیں تسلیم کرلینا پڑا کہ جو کچھ اُنہوں نے بار بار دیکھا ہے ' وہ حقیقت ہے ' اور اُس کی صحت میں کلام کی گنجائش نہیں ... "

اسی قدر نہیں بلکہ سنہ ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم ہوئی - اس کا نام " انجمن مباحث نفسیہ " رکھا گیا - اس کا مقصد یہ تھا کہ مذہب روحی کو رسمی علم سے قریب تر کیا جائے اور علمی اصول پر آسے - اس طرح مرتب کردیا جائے کہ لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اس انجمن میں انگلستان ' امریکا ' اور فرانس کے مشاہیر علماء و فلاسفہ داخل ہیں - اس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کر چکی ہے -

نمونہ کے طور پر اس انجمن کے بعض ارکان کی چند تحریروں کا ترجمہ دیا جاتا ہے - اس سے معلوم ہوگا کہ اُن کا طریق بحث کیا ہے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی) جو اس انجمن کا ممتاز رکن ہے ' لکھتا ہے :

" سنہ ۱۸۷۳ع میں جبکہ مذہب مادی ہمارے ملک کی عقلوں پر پوری طرح حاوی ہوچکا تھا ' کیمبرج میں احباب کی ایک مجلس منعقد ہوئی ' اور طے کیا گیا کہ مذہب روحی ' جس پر اس قدر بحث و نزاع جاری ہے ' ہماری توجہ و تدقیق کا مستحق ہے - میری رائے تھی کہ اس مذہب کی بحث میں نہ تو اساطیر اولین کی ورق گردانی مفید ہوسکتی ہے ' نہ معتقدین کی روایات کی تحقیق ' اور نہ منکرین کی تضحیک و انکار ہی کار آمد ہے - اس کی بحث و تحقیق کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم خود تجربے کریں ' اور اپنی آنکھوں کے مشاہدات پر بھروسہ رکھیں - اگر عالم روحانی واقعی کوئی اصلیت رکھتا ہے ' تو تمام دوسری حقیقتوں کی طرح اُس کا ثبوت بھی تجربۂ و مشاہدہ پر مبنی ہونا چاہیے - چنانچہ اسی اصول پر ہماری اس انجمن نے اپنی بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری کر دیا "

اس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

" میں اس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یہ سوال ہے جو ہر علمی بحث کے وقت ہر ایمان دار آدمی کے سامنے ہونا چاہئے - مذہب روحی کی بحث میں اس کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے - مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ میرا علم اور میری معلومات جو یقینی نہیں ہیں ' بلکہ مرجح یا غیر مرجح ہیں ' کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر ہیں - اُن میں کوئی بھی علمی یا منطقی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر میں اپنے مشاہدات کی تردید کردوں - خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ دیکھتا ہوں ' یہ تمام مشاہدات ' دوسرے یقینی مشاہدات و اصول سے کوئی تناقض نہیں رکھتے - علمی دلائل و براہین کا دائرہ کتنا ہی وسیع اور یقینی ہو ' مگر پھر بھی تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

لا متناهي اور سراسر مجہول عالم پر سرسري نظر سے زيادہ وقعت نہيں رکھتے "

سر اولیور لاج اپني کتاب " روح انساني کي ابديت " ميں لکھتا ہے :

" بہت سے عجيب و غريب حوادث کي صحت ثابت ہو چکي ہے - يہ حوادث ہر قوم اور ہر زمانے ميں پيش آتے رہے ہيں - ممکن ہے ان کا بڑا حصہ اوہام و خواطر پر محمول کرکے رد کر ديا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دينا ناممکن ہے - موجودہ علمي ترقي کي روشني ميں کوئي دعوىٰ نہيں کرسکتا کہ انساني روح کے تمام اعمال و خواص سے ہم واقف ہو چکے ہيں ' يا انساني روح کا علم ہم نے اس درجہ منضبط اور آسان کر ديا ہے کہ ہرکس و ناکس اُسے سمجھ لے - ليکن عجيب بات يہ ہے کہ بعض لوگ ايسا ہي يقين رکھتے ہيں - وہ ہر روز بغير کسي اظہار حيرت کے علم الحيات ' کيميا ' اور علم الالات کے زيادہ سے زيادہ محير العقول اکتشافات پر ايمان لاتے رہتے ہيں ' اور کبھي يہ نہيں کہتے کہ ہم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ہو گئے اور اب کوئي نيا اکتشاف قبول نہيں کرينگے - ليکن مذہب روحي کا نام آتے ہي ان ميں انکار اور تعصبي کا جوش پيدا ہو جاتا ہے - وہ بغير کسي تامل کے مدعيانہ انکار کر بيٹھتے ہيں - يہ يقيناً ايک سادہ لوح ايمان ہے - يہ اِس بات کي دليل ہے کہ لوگ بلا دليل عقيدہ قائم کرنے کي کتني زيادہ استعداد رکھتے ہيں ؟ ليکن ياد رہے ' اُن کا يہ دعوىٰ ' سراسر اساس علم کے خلاف ہے - وہ صرف اُسي حال ميں کيا جا سکتا ہے جبکہ اپنے مخالف دلائل و براہين سے بلا کسي بحث کے اعراض کر ليا جائے "

پروفيسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسيہ " اپنے سنہ ۱۸۸۲ کے خطبۂ صدارت ميں کہتا ہے :

" اب يہ سخت فضيحت کي بات ہوگي کہ اِن روحي حوادث کي صحت ميں جھگڑا کيا جائے جن کي تصديق بڑے بڑے مسلم علماء کر چکے ہيں - يہ شرم کي بات ہے کہ مذہب روحي کے خلاف علمي دنيا اپنے احمقانہ انکار پر مصر رہے ... اب سے تيس برس پہلے لوگ خيال کرتے تھے کہ مسمريزم اور متحرک ميزوں کا اعتقاد ' عملي تہذيب کے نقص و فقدان کا کافي ثبوت ہے - ليکن جب مشہور حکماء نے يکے بعد ديگرے اپنے تجارب و مشاہدات کي بنا پر اِن امور کي تصديق کردي ' تو منکروں نے اپنا انکار جاري رکھنے کيليے نئے وجوہ کي تلاش ميں مضحکہ انگيز مہارت کا ثبوت پيش کيا - اِنہوں نے کہنا شروع کر ديا کہ يہ علماء ' علماء نہيں ہيں ' بلکہ دجال ہيں - يا صرف عام کي بعض شاخوں ميں دخل رکھتے ہيں - لہذا اُن کي شہادت معتبر نہيں - پھر جب اسکے بعد ايسا ہوا کہ ايسے ايسے لوگوں نے شہادت دي ' جن کي فضيلت عالمگير طور پر مسلم ہے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کر ديا ' اور اِسے ايک افسوسناک واقعہ قرار ديا ! "

اِس مجمل بيان سے اندازہ ہوگيا ہوگا کہ مذہب روحي نے اِس قليل مدت ميں کتني ترقي حاصل کرلي ہے - پروفيسر رسل ويلس اپني کتاب " عصر جديد کے معجزات " ميں کہتے ہيں کہ اِس مذہب کے معتقد صرف يورپ ميں اِس وقت دو کروڑ سے بھي زيادہ آدمي ہيں !

آخری مملوک سلطان مصر

ساڑھے چار سو برس پہلے ايک مغربي سياح مشرق ميں

ايک سياح کي چشم ديد شہادت اور اہم تاريخي فوائد

يورپ ميں چھاپہ خانے کي صنعت کا رواج چودھويں صدي مسيحي سے شروع ہوا ہے - چودھويں صدي سے ليکر سترھويں صدي کے وسط تک مطبوعات کي رفتار بہت سست رہي - تاہم اِس ابتدائي زمانے ميں بھي ايک کافي تعداد ايسي کتابوں کي شائع ہوتي رہي ہے ' جو علمي اور تاريخي حيثيت سے موجودہ زمانے ميں بھي اپني قدر و قيمت رکھتي ہيں -

جنيوا کي ايک علمي انجمن کچھ عرصہ سے اس قسم کي قديم اور ناپيد مطبوعات کا سراغ لگا رہي ہے - اس سلسلہ ميں کئي نادر اور قيمتي چيزيں گوشۂ گمنامي سے نکل چکي ہيں - ازالجملہ مشرقي ممالک کے سفر نامے ہيں جو چودھويں اور پندرھويں صدي مسيحي ميں لکھے گئے تھے ' اور جن ميں مشرقي ممالک کے امراؤ سلاطين اور وہاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ايسي چشم ديد تفصيلات موجود ہيں ' جو کسي دوسرے ذريعہ سے حاصل نہيں ہو سکتيں - آج ہم ان ميں سے ايک خاص سفر نامہ کا مختصراً ذکر کرنا چاہتے ہيں -

يہ سفرنامہ کئي اعتبار سے مخصوص تاريخي اہميت رکھتا ہے - سنہ ۱۵۱۱ ع ميں وينس کي جمہوري حکومت نے (جو اُس وقت يورپ کي ايک طاقتور حکومت تھي) ايک سفارتي وفد مصر بھيجا تھا جس کا رئيس اُس عہد کا مشہور مدبر تومينکو تريويزان تھا - يہ سفارت مصر پہنچي ' سلطان مصر کے دربار ميں بارياب ہوئي ' اور ايک کافي عرصہ کے قيام کے بعد وينس واپس گئي - سفارت کا سکريٹري وينس کا ايک اميرزادہ باگاني نامي تھا - اِس شخص نے واپسي کے بعد اپنے سفر کي ياد داشتيں سفر نامہ کي صورت ميں مرتب کرليں ' اور وہ تمام قلمي تصاوير بھي شامل کرديں جو سلاطين و امراء مصر کي اُس نے طيار کي تھيں - سفر نامہ کچھ عرصہ تک وينس کے سرکاري کتب خانہ ميں محفوظ رہا - پھر سنہ ۱۵۳۵ع ميں سفارت کے سفر سے تقريبا بائيس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاري مطبع ميں چھپوا کر شائع کرديا - اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھ وہ تمام تصاوير بھي چھاپي گئي تھيں جو اصل نسخہ ميں محفوظ تھيں -

(سفرنامہ کي اہميت)

يہ سفر نامہ في الحقيقت ايک نہايت قيمتي تاريخي شہادت ہے - يہ اب سے ساڑھے چار سو برس پيشتر کي ايک اسلامي حکومت کے اُن چشم ديد حالات کا ذخيرہ ہے جن کا علم کسي دوسرے ذريعہ سے حاصل نہيں کيا جا سکتا - مورخ اور سياح ميں يہي فرق ہے ' اور اسي ليے مورخ کي کتاب سے کہيں زيادہ ايک مستند سفر نامہ کا بيان قيمتي ہوتا ہے - مورخ کي نظر جزئيات پر نہيں جاتي - وہ صرف علمي ترتيب بيان کے ساتھ بڑے بڑے واقعات جمع کرديتا ہے - ليکن سياح زير سياحت شہر کے ايک ايک کوچہ کي سير کرتا ہے ' اور ايک ايک جزئي معاملہ ميں دلچسپي ليتا ہے - وہ بسا اوقات بہت سي ايسي جزئيات بيان کرديتا ہے ' جن سے

تاریخي مسائل کي عظیم کلیات طیار کرلي جاسکتي هیں - هندوستان کے عهد تغلق کي متعدد تاریخیں خود اُسي عهد میں یا اس کے بعد لکهي گئي هیں ' لیکن ابن بطوطه کي زباني همیں جیسي چلتي پهرتي تصویر اُس عهد کی نظر آجاتي هے ' وه برني اور فرشته کے صفحات پر نظر نهیں آسکتي !

(سفرنامه کا عهد)

•اِس کے علاوه اُس عهد کي مخصوص اهمیت نے بهي اس سفر نامه کي قدر و قیمت بڑها دي هے - یه وه وقت تها ' جب في الحقیقت دنیا اُٹهنے والے انقلاب کے لیے پهلي کروٹ بدل رهي تهي - مشرق کا دور اقبال رو به تنزل تها ' اور یورپ کا عهد عروج طلوع هو رها تها - اسپین میں اسلامي عهد تمدن کا آخري نقش قدم بهي مٹ چکا تها ' اور غرناطه میں مسلمانوں کا قتل عام هو رها تها - یورپ اور مشرق بعید کي راه تجارت بهي ایک نئے انقلاب کي طیاریاں کر رهي تهي ' اور پرتگالیوں کے بیڑے هندوستان کي بحري راه دریافت کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک روانه هو رهے تهے - ٹهیک ٹهیک یهي زمانه تاریخ تجارت عالم کا وه عظیم الاثر زمانه هے ' جب واسکو دي گاما نے ایک عرب معلم کے ذریعه راس امید عبور کرکے سواحل مالابار کا رخ کیا تها ' اور اس ایک واقعه نے تمام دنیا کي سیاسي اور اقتصادي عظمت کي تاریخ پلٹ دي تهي !

(سفارت کا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت کے مقاصد شرح و بسط سے بیان کیے هیں - مختصر لفظوں میں اُن کي توضیح همارے لیے بهي ضروري هے - کیونکه اس سے وقت کے بعض اهم تاریخي حالات پر روشني پڑیگي -

لیکن قبل اسکے که مصنف کے بیان کرده اسباب پر متوجه هوں ' اُس عهد کے اُن سیاسي و تجارتي تعلقات کي مختصر تاریخ بیان کردینا ضروري هے جو یورپ اور مصر میں قائم تهے -



سلطان ملک الاشرف قانصوه غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

صلیبي لڑائیوں کا سلسله تیرهویں صدي مسیحي تک جاري رها - یورپ کا آخري صلیبي حمله وه تها ' جو فرانس کے لوئس نهم نے مصر پر کیا تها - اس کا خاتمه منصوره کي لڑائي پر هوا جس میں توران شاه نے لوئس کو گرفتار کرلیا - اسکے بعد سلطان بیبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خلیل ' یکے بعد دیگرے تخت مصر کے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں کے بعد سنه ۱۲۹۰ میں تمام بلاد شام سے صلیبي خارج کر دیے گئے - آخري جائے پناه جو انکے هاتهه باقي رهگئي تهي ' عکا کا ساحلي شهر تها - اسي کو انهوں نے اپني مشرقي تجارت کا برزخي محل قرار دیا تها - لیکن یه بهي سنه مذکور میں انکے هاتهه سے نکل گیا - اسکے بعد کچهه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات میں مشغول رها - لیکن سنه ۱۳۴۰ - میں جب ملک الناصر کي حکومت استوار هوئي ' تو اُس نے محسوس کیا که یورپ کے صلیبي ولولے اس وقت تک فرو نهیں هو گئے هیں - وه رهکر اس طرح کے واقعات ظهور میں آتے رهتے هیں جن سے اُنکي معاندانه سرگرمیوں کا پته چلتا هے - چنانچه اس نے حکم دیا که شام اور مصر سے تمام یورپین تاجر اور یورپین حکومتوں کے وکلاء چلے جائیں - اس سال کے بعد سے یورپ اور مصر کے تمام علائق منقطع هوگئے -

یهي وه صورت حال هے جس نے یورپ کے دو مختلف تجارتي حلقوں میں یه خیال پیدا کر دیا تها که قدیم عرب جغرافیه نویسوں اور ملاحوں کے اشارات کے مطابق مشرق بعید کا براه راست بحري راسته ڈهونڈه نکالیں اور مصر کے محتاج نه رهیں - چنانچه کولمبس نے بحر اطلانطک میں غرب روبه جاکر ' مشرق کي جهت سے هندوستان پهنچنا چاها ' اور پرتگالي بیڑوں نے افریقه کے گرد طواف کرتے هوے بحر هند کا نقطهٔ اتصال دریافت کرنا چاها - کولمبس هندوستان کي جگه امریکه پهنچ گیا - لیکن بر تلم دیاز نے سنه ۱۴۸۶ - میں راس امید کا سراغ پا لیا - پهر سنه ۱۴۹۷ - میں واسکو دي گاما اسے عبور کرکے مالا بار پهنچ گیا !

بهر حال تقریباً نصف صدي تک مصر اور یورپ کے علائق (بلکه کهنا چاهیے مشرق اور یورپ کے علائق کیونکه تمام مشرق اور یورپ کے تجارتي علائق مصر هي کے ذریعه تهے) منقطع رهے - یه صورت حال یورپ کیلیے ناقابل برداشت تهي - اُسکے تمام بازار بے رونق هوگئے - بڑي بڑي منڈیاں بند هوگئیں - یورپ اُس وقت تجارت اور مصنوعات میں مشرق کا اسي طرح محتاج تها - جس طرح آج مشرق یورپ کا محتاج هے - بے شمار روز مره کي ضرورتوں کي مصنوعات تهیں ' جو مشرق هي سے جاتي تهیں اور یورپ کے هر امیر و غریب گهر میں برتي جاتي تهیں - اب انقطاع تجارت سے ایک عالمگیر تجارتي قحط کي مصیبت پیدا هوگئي - یه صورت حال دیکهکر یورپ کي تمام بڑي بڑي حکومتیں مجبور هوئیں که کسي نه کسي طرح مصر کا بند دروازه پهر کهلوایا جائے - ان حکومتوں میں سب سے پیش پیش وینس کي جمهوریت تهي - یه اُسوقت یورپ کي بحري تجارت کا سب سے بڑا طاقتور مرکز تهي - حکومت وینس نے پے در پے سفارتیں بهجوائیں - عثماني اور صفوي حکومتوں کو درمیان ڈالا ' قیمتي تحائف سے لبریز جهاز پر جهاز بهیجے ' پوپ کي طرف سے بهي پیام امن و صلح بهجوایا گیا - یورپ کي تجارت کے کهل جانے میں مصر و شام کے وطني تاجروں کا بهي عظیم الشان نفع تها - اسلیے اُنهوں نے بهي کوششیں کیں - غرضکه ایک مدت کي سعي اور تدبیر کے بعد مصر اور یورپ کے تجارتي اور دوستانه تعلقات پهر از سر نو قائم هوگئے -

یهي زمانه هے جب مصر دنیا کا سب سے بڑا تجارتي مرکز بن گیا تها - هندوستان اور یورپ کي تجارتي کڑي یهیں آکر ملتي تهي - اُس کے باشندوں کي خوشحالي اور تاجروں کي شاهانه دولت کے افسانے جلیوا اور وینس کے بازاروں میں قصوں کي طرح سنائے جاتے تهے - یورپ میں عام طور پر قاهره کا نام " قاهره عظیم " تها - یعني

Le Grand Caire ' جیسا کہ خود اس سفر نامہ میں جا بجا یہی نام استعمال کیا گیا ہے -

مصر اور یورپ کے تعلقات کی یہ ابتدائی تاریخ بیان کر دینے کے بعد ہم اُن واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بیان کیے ہیں -

سنہ ۱۵۰۵ - ع میں کئی سال کی پادشاہ گردی کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصوہ غوری تخت نشین ہوا - اِس پادشاہ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ایسے حوادث پیش آئے ' کہ یورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع ہوگئے -

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے ' اُس زمانے میں مصر ' ہندوستان اور یورپ کی تجارت کی درمیانی کڑی تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازران ہندوستانی مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وہاں سے وینس ' جنیوا ' اور فرانس کے تاجر بیش قرار قیمتیں دیکر اپنے اپنے ملکوں کیلیے حاصل کرلیتے تھے - خود مصری حکومت کے بھی بے شمار جہاز تھے - یہ سرئز سے لیکر کالی کٹ اور چٹاگاوں تک سفر کرتے رہتے - سنہ ۱۵۰۳ع میں ایسا ہوا کہ واسکو دی گاما کا بیڑہ بحر ہند میں پہنچ چکا تھا - مصری جہازوں سے اس کی مڈ بھیڑ ہوگئی - یہ جہاز ہندوستان سے مال تجارت سوئز لیجا رہے تھے - پرتگالی بیڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ' ادمی گرفتار کرلیے ' اور جہاز ڈبو دیے -



سلطان مصر کے وزراء

یہ خبر جب سلطان غوری کو پہنچی ' تو قدرتی طور پر نہایت برہم ہوا - اُس نے ارادہ کیا کہ تمام یورپین تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - لیکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " اُس غیر معمولی عقل و بصیرت سے کام لیکر جو مشرق کے اس عظیم الشان پادشاہ کے حصے میں آئی ہے ' اُس نے اس کار روائی میں جلدی نہیں کی ' اور خیال کیا کہ پہلے اصلاح حال کی کوشش کرلی جاے " چنانچہ اس نے ایک سفیر یورپ روانہ کیا تا کہ اٹلی ' فرانس ' اور جنیوا ' جائے ' اور ان ملکوں کی حکومتوں کو حکومت پرتگال کی ان زیادتیوں پر توجہ دلائے - یہ مصری سفیر بیت المقدس کی مسیحی خانقاہوں کا رئیس اعظم تھا - سفیر پہلے وینیس گیا - حکومت وینیس نے اس کے استقبال کے لیے ایسے انتظامات کیے ' جیسے پادشاہوں کے استقبال کے کیے جاتے ہیں - پھر جمہوریت کے دسوں ممبر جمع ہوئے ' اور سفیر کے پیام پر غور کیا - سفیر کا پیام یہ تھا کہ " اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کی تلافی نہ کی اور آئندہ مصری جہازوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے ارادہ کرلیا ہے کہ بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیگا ' اور تمام یورپین تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دیگا " حکومت جمہوریہ نے مصر کی شکایات کے حق بجانب ہونے کا اعتراف کیا ' لیکن چونکہ اُسے پرتگال پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا ' اس لیے سفیر کو پوپ جولیس دوم کے پاس جانے کا مشورہ دیا ' اور اپنے سفرا بھی ساتھ کر دیے - پوپ نے سفیر سے مل کر جب تمام حالات معلوم کیے ' تو بہت خالف ہوا - وہ سلطان مصر کی ناراضی کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ایک تہدیدی مراسلت روانہ کی - اسکے بعد مصر کا سفیر اسپین اور فرانس ہوتا ہوا مصر واپس آ گیا -

لیکن ابھی مصری سفارت یورپ سے واپس پہنچی ہی تھی ' کہ اچانک بعض حوادث ایسے پیش آگئے ' جنکی وجہ سے سلطان کا غیظ و غضب پھر یورپ کے برخلاف بھڑک اُٹھا ' اور اصلاح حال کی وہ تمام کوششیں ضائع گئیں ' جو مصری سفارت کے ذریعہ انجام پائی تھیں - اِن حوادث میں سب سے زیادہ اہم حوادث چار ہیں ' جنھیں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگالیوں کی دوبارہ تعدی تھی جو مصری جہازوں پر کی گئی - یہ جہاز کالی کٹ سے سوئز واپس جا رہے تھے -

دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ جزیرۂ رودس کے نائٹوں کا ایک بیڑہ اسکندریہ کے قریب پہنچ گیا - اُنہوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کر دیا جو مراکش کے حاجی واپس لیجا رہے تھے -

اِسی اثنا میں ایک تیسرا واقعہ بھی پیش آ گیا - مصر اور ترکوں میں مخالفت جاری تھی - سلطان مصر کو معلوم ہوا کہ کمال پاشا فوجی سامان و اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اناضول سے قسطنطنیہ لے جانے والا ہے - اس نے اپنے تیس جہاز گیلی پولی کی طرف روانہ کر دیے ' تاکہ اِس ذخیرہ پر قبضہ کر لیں - اتفاق سے رودس کے بحری نائٹوں کے ایک بیڑہ سے اُنکا مقابلہ ہوگیا - مقابلہ میں مصری جہازوں کو شکست ہوئی ' اور کئی جہاز بالکل تباہ ہوگئے -

چوتھے حادثہ کی نوعیت ان تمام حوادث سے مختلف قسم کی تھی ' لیکن سلطان کی طبیعت پر اُس کا سب سے زیادہ اثر ہوا - عراق کے بعض سرحدی اضلاع میں مصری حاکم نے ایک یونانی کو مشتبہ حالات میں دیکھا اور گرفتار کرلیا - گرفتاری کے بعد تلاشی لی گئی ' تو اس کے کپڑوں میں سے ایک مخفی کاغذ نکلا - یہ شاہ اسماعیل صفوی کا خط تھا ' جو ٹامس کرنٹرین قنصل وینیس متعینۂ اسکندریہ کے نام لکھا گیا تھا - حاکم نے یونانی قاصد مع خط کے قاہرہ بھیجوا دیا - جب سلطان نے یہ خط پڑھا ' تو اسے معلوم ہوگیا کہ حکومت ایران ' یورپ کی حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کر رہی ہے ' اور وینیس میں اور ایران میں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاری ہے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو یورپین حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کردیا ' کہ اُس نے حکم دیا - بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیا جائے ' تمام یورپین قنصل اور تاجر گرفتار کرلیے جائیں ' اور آئندہ کوئی فرنگی حدود مملکت میں قدم نہ رکھے - اُس نے بیت المقدس اور شام کی مسیحی خانقاہوں کے تمام راہبوں کی گرفتاری کا بھی

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " انہوں نے خزائن بیت المقدس کی بڑی مقدار دیکر اپنی جانیں بچا لیں "

اس واقعہ نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈی گاما نے اگرچہ ہندوستان کا براہ راست بحری راستہ معلوم کرلیا تھا ' لیکن ابھی اس راہ سے ہندوستانی مال کی آمد و رفت شروع نہیں ہوئی تھی ' اور یورپ کی مشرقی تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونہی مصر کا دروازہ بند ہوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اُس پر بند ہوگیا ہے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کی تمام تجارتی منڈیاں بند ہوگئیں ' اور یورپ میں مشرقی مصنوعات کا پھر قحط شروع ہوگیا -

یہ حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کی حکومتیں مجبور ہوئیں کہ کسی نہ کسی طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانہ تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یہ سفارت (جس کی سیاحت مصر کی روئداد اس سفر نامہ میں قلمبند کی گئی ہے) اسی مقصد سے روانہ کی گئی تھی - قریب قریب اسی زمانے میں فرانس کی سفارت بھی روانہ ہوئی - سفر نامہ میں جا بجا فرانسیسی سفارت کے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ہے ' اگرچہ انداز بیان مخالفانہ جذبات سے خالی نہیں ہے - فرانسیسی سفارت شویلیر کونٹ انڈری کی زیر ریاست بھیجی گئی تھی -

وینیس کی یہ سفارت ٢٣ - جنوری سنہ ١٥١٢ع - کو وینیس سے روانہ ہوئی ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتی ہوئی ' ٢٠ - مئی سنہ مذکور کو اسکندریہ پہنچی -

(سفرنامہ کے تاریخی فوائد)

سفر نامہ اُس عہد کی ملکی اور معاشرتی حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملؤ ہے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - ہم مختصراً بعض اہم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوری اور وزراء کی تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ہے کہ اُسے مصوری میں کافی دخل تھا - اس کا ثبوت اُن تصاویر سے ملتا ہے جو اُس نے سفر نامہ کے ساتھہ شامل کی ہیں - ہم ان میں سے دو تصویروں کی نقل اس تحریر کے ساتھہ شائع کرتے ہیں - پہلی تصویر سلطان قانصوہ غوری کی ہے - دوسری اس کے وزراء کی ہے - مصنف لکھتا ہے " میں نے سلطان سے اُس کی اور اُس کے درباریوں کی تصویر کھینچنے کی اجازت حاصل کرلی تھی "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کی جو وضع و ہئیت نظر آرہی ہے ' یہ اُس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھی - سلاطین و امراء عثمانیہ کا لباس اور عمامہ بھی تقریباً ایسا ہی تھا - یہ عمامہ جو اسقدر بلند اور عریض ہوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور ہلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا ' کہ کوئی غیر معمولی وزن سر پر محسوس نہیں ہوتا تھا - ہندوستان میں یہ بات دلچسپی کے ساتھہ معلوم کی جائیگی کہ اکثر حالتوں میں یہ کپڑا ہندوستانی ساخت کا ہوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری جسکی تصویر آپکے سامنے ہے ' دراصل مصر کے چرکسی مملوکوں کا آخری فرمانروا ہے - سنہ ٩٢٢- ہجری مطابق ١٥١٦- ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حملہ کیا ' تو تخت مصر پر یہی سلطان متمکن تھا - یہ " مرج دابق " کے معرکہ میں پوری شجاعت اور پامردی کے ساتھہ لڑا ' لیکن بالاخر شکست کھائی ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گرکر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائی نے کچھہ عرصہ تک لڑائی جاری رکھی ' لیکن مصر کی آخری لڑائی میں اس نے بھی شکست کھائی ' اور ہمیشہ کیلیے چرکسی مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم ہوگیا -

سلطان غوری سنہ ٩٠٦- ہجری مطابق ١٥٠١- ع میں تخت نشین ہوا تھا - اس حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رہا

سفرنامہ کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولی اوصاف شاہانہ کی بہت تعریف کی ہے ' اور اسے " حزم راے اور دقت نظر " میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ہے - مصر کے عام مورخین بھی اُس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے ہیں -

(سقوط غرناطہ اور مصر)

من جملہ تاریخی فوائد کے ایک نہایت اہم اور عبرت انگیز واقعہ اُس سفارت کا ہے ' جو غرناطہ اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجی تھی ' اور جسکی تفصیلات سے مصر کی تمام تاریخیں خاموش ہیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخری اخراج سنہ ١٤٩١- ع میں ہوا ہے - یہی سنہ ہے جب تمام اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ہوکر ابو عبد اللہ نے غرناطہ فرڈنیند کے حوالہ کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم ہوتے رہے ' جنکی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخری حکم سنہ ١٥٠٩ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زی میلس اور فرڈینیند ڈی ٹالاویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامی تمدن و آبادی کا آخری نقش بھی مٹا دیا تھا - یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک وہی زمانہ ہے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قاتیبائی کے بعد پادشاہ گردی شروع ہوگئی ہے ' اور کئی سال کی طوائف الملوکی کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوری کو تخت نشین کیا ہے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالی ذکر ہم پڑھچکے تھے - ایک یہ کہ جب سلطان ابو عبد اللہ ' فرڈی‌نند کے مقابلہ سے عاجز ہوگیا ' تو اُس نے دو سال کیلیے عارضی صلح کرلی ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کی طرف سفارتیں روانہ کیں تاکہ اُنہیں مسلمانان اندلس کی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھہ سلطان عثمانی اور سلطان مصر سے اعانت کی توقع تھی - لیکن دو سال کی مدت گزر گئی ' اورکسی نے بھی انکی خبر نہیں لی - دوسرا واقعہ سقوط غرناطہ کے بعد کا ہے - جب ابو عبد اللہ کی جلا وطنی کے بعد اسپین کی حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کی آزادی و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع ہوگیا ' تو یہ حالت دیکھکر مراکش اور ٹیونس کے سلاطین مضطرب ہوگئے - انہوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور اُنہیں مسلمانان اندلس کی بے بسی اور مظلومیت پر توجہ دلائی - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و اُمراء سے مرکب تھی ' قاہرہ بھیجی گئی تھی - یہ سلطان قانصوہ غوری ہی کا زمانہ تھا - تاریخ کے صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ سفارت قاہرہ پہنچی ' اور

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اس کی کوئی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی - قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کی حفاظت اور اپنے تجارتی مال و متاع کے خواہاں کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھی یورپ کی کوئی قوم شرارت کرتی تھی ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کی دھمکی دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیت کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جا رہے تھے ' کیا کارروائی کی ؟

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندی کا وہ زہرہ گداز تاریخی مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقری نے تصریح کی ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکی نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دی تھیں :

لکل شئی اذا ما تم نقصان
فلا یغر بطیب العیش انسان
اصابها العین فی الاسلام فارتزأت
حتی خلت منه أقطار و بلدان
علی دیار من الاسلام خالیة
قد اقفرت و لها بالکفر عمران
حیث المساجد قد صارت کنائس ما
فیهن الا نواقیس و صلبان
بالامس کانوا ملوکا فی منازلهم
والیوم فی بلاد الکفر عبدان
فلو تراهم حیاری لا دلیل لهم
علیهم فی ثیاب الذل ألوان
لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

قصیدہ کے آخر میں یہ اشعار فی الحقیقت مسلمانان عالم کے نام مظلوموں کا پیام الغیاث تھا :

یا راکبین عتاق الخیل ضامرة
کانها فی مجال السبق عقبان
و حاملین سیوف الهند مرهفة
کأنها فی ظلام النقع نیران
و راتعین وراء البحر فی دعة
لهم باوطانهم عز و سلطان
أعندکم نبأ من اهل اندلس ؟
فقد سری بحدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و هم
قتلی و أسری فما یهتز انسان
ما ذا التقاطع فی الاسلام بینکم
و انتم یا عباد الله اخوان
الا نفوس أبیات لها همم ؟
أما علی الخیر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندی تلواروں کی چمک دمک سے اُنکے ہاتھ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائی کی پر عیش زندگی بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامی میں ایک صدا بھی انکی حمایت میں بلند نہ ہوئی !

بہر حال جہانتک مصری حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسی تفصیلات روشنی میں آجاتی ہیں ' جو اس وقت تک تاریکی میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتی فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کی تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوری کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سرزمین صرف مسیحیوں ہی کیلیے مخصوص ہوگئی تھی - یہ حالت دیکھکر مراکش ' ٹیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کی خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکی مدد کی جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوری نے اُن کا بہت اچھی طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوری دلچسپی ظاہر کی - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائی کے نتائج پر نظر ڈالی ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندی کے خلاف ہوگا - اسی اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھی امراء مراکش کی کوششوں پر مطلع ہوگئی - شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئی کہ اُمراء مراکش مصر کو اپنی اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھی فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کی اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دی پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کی آمد کی باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دی ' اور درخواست کی کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداری مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کی اطلاع ملی ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشی وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتی طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دی کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداری نہیں بھیجا -

لیکن ساتھہ ہی صاف لفظوں میں انکار بھی نہیں کیا - جب کبھی قنصل کی جانب سے عرضداشت پہنچی ' کسی نہ کسی طرح ٹالدیا گیا "

" لیکن کچھہ عرصہ کے بعد سلطان نے محسوس کیا کہ علماء و امراء کا مشورہ مصالح حکومت کے مطابق نہیں ہے - یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ حالات نے جو موقعہ یورپین حکومتوں سے مطلب براری کا پیدا کردیا ہے ' اُسے ضائع کردیا جائے - چنانچہ اُس نے اسپینی سفیر کے لیے پروانۂ راہداری بھیجوا دیا - وہ اسکندریہ سے چل کر ۱۶ - جنوری سنہ ۱۵۰۲ع - کو قاہرہ پہنچا - قاہرہ میں سرکاری ترجمان اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا - حسب معمول شاہی مہمانسرائے میں اُتارا گیا - اور ایک ہفتہ کے بعد دربار شاہی میں پیش ہوا "

" اس موقعہ پر اس عظیم الشان مشرقی فرمانروا نے جو طرز عمل اختیار کیا ' وہ اُس کی سیاسی مہارت اور شاہانہ حکمت عملی کا بہترین نمونہ ہے - وہ علماء و اعیان سلطنت کو اپنا مخالف بنا لینا پسند نہیں کرتا تھا ' جو قدرتی طور پر مسلمانان اسپین سے ہمدردی رکھتے تھے اور اُن کی حمایت و اعانت کے دل سے خواہشمند تھے - دوسری طرف اس کے لیے بھی طیار نہ تھا کہ ایک دور دراز ملک کے مسلمانوں کے لیے خواہ مخواہ جنگ و خونریزی کے خطرات میں مبتلا ہو ' اور اپنے مصالح و فوائد کو نقصان پہنچالے - پس اُس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ' جس سے ایک طرف علماء و امراء سلطنت کو بھی شکایت کا موقعہ نہیں ملا - دوسری طرف یورپ سے بھی اچھے تعلقات قائم ہوگئے - اُس نے اسپینی سفیر کو پہلی مرتبہ بر سر دربار بلوایا - اس موقعہ پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تھے - جب اُس نے اپنے پادشاہ کا سلام عرض کیا ' تو سلطان نے نہایت غضب ناک لہجہ میں اُس کا سلام قبول کرنے سے انکار کردیا ' اور کہا ' میں ایسے پادشاہ کا سلام نہیں سن سکتا جس نے مسلمانوں کے ساتھہ ظالمانہ سلوک کیا ہے اور جس کی حکومت میں اِس وقت تک مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے - لیکن پھر دو دن بعد پوشیدہ محل میں بلا کر دوبارہ ملاقات کی ' اور اس ملاقات میں نہ صرف پادشاہ اسپین کا سلام پوری بشاشت و مرحمت کے ساتھہ قبول کرلیا ' بلکہ اُس کے جواب میں اپنی جانب سے بھی دوستانہ تعلقات کا پوری طرح یقین دلایا - اس کے بعد سفیر اور سلطان میں اور بھی کئی پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں - بالاخر اس سفارت کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا - یعنے سلطان نے اسپین سے دوستانہ معاہدہ کرلیا ' اور کچھہ عرصہ کے بعد تمام یورپ سے بھی از سر نو معاہدات کی تجدید ہوگئی - مراکش کا وفد کئی سال تک قاہرہ میں پڑا رہا - آخر مایوس ہوکر واپس چلا گیا "

اس بیان پر کسی اظہار رائے اور بحث کی ضرورت نہیں ہے - جو معاہدہ اسپین اور سلطان غوری میں اس سفارت کے ذریعہ ہوا تھا ' اور سفارت نے جو تحریر سرکاری طور پر سلطان کے سامنے پیش کی تھی ' اس کا اصلی نسخہ اِس وقت تک اسپین کے شاہی کتب خانہ واقع اسکوریال میں موجود ہے -

مذاکرۂ علمیہ

قدماء کی مفقود صنعتیں

یہ مسلم ہے کہ قدیم قومیں بہت سی ایسی صنعتوں سے واقف تھیں جو اب مفقود ہو چکی ہیں - حال میں امریکہ کے ایک محقق علوم قدیمہ نے ایک مقالہ میں اُن پر نہایت دلچسپ بحث کی ہے - وہ لکھتا ہے :

بعض قدیم مصری قبروں میں قرمزی رنگ کا نہایت شفاف شیشہ پایا گیا ہے - علماء عصر حیران تھے کہ یہ کیونکر بنایا جاتا تھا ؟ بیان کیا جاتا ہے کہ پندرھویں صدی میں چینیوں کو اِس صنعت کا طریقہ معلوم تھا - خوش قسمتی سے اب سر ہربرٹ جیکسن نے اِسے معلوم کرلیا ہے ' اور لندن کی رائل سوسائٹی کے سامنے پیش کرکے اُس کی تصدیق بھی حاصل کرلی ہے -

یونانی اب سے دو ہزار برس پہلے بھیڑ کی اون سے ایک خاص قسم کا تیل بناتے تھے - یونان کی بربادی کے بعد یہ صنعت مفقود ہوگئی - یہاں تک کہ انیسویں صدی کے علماء اس کا کچھہ پتہ نہ لگا سکے - یہ روغن " لانولین " کے نام سے مشہور ہے -

روم کے معمار ایک ایسا روغن جانتے تھے ' جو دیوار پر لگاتے ہی فوراً خشک ہوجاتا تھا - صدیوں تک مفقود رہنے کے بعد یہ راز سنہ ۱۹۰۸ع میں ایک انگریز رنگ‌ساز نے از سر نو معلوم کرلیا -

روم کے صناع ایک ایسا شیشہ بھی بناتے تھے جو لچکدار ہوتا تھا - سنہ ۱۹۱۲ ع میں فلورنس کے ایک باشندے نے اِس شیشے کا ذکر کیا ہے - وہ لکھتا ہے " شہنشاہ ٹیبرس کے عہد میں روم والوں نے ایک لچکدار شیشہ ایجاد کیا تھا - مگر اب یہ راز گم ہوچکا ہے - اگر یہ ہمیں معلوم ہوجائے ' تو شیشہ کی قیمت ' چاندی سونے سے بھی زیادہ ہو جائیگی "

لیکن عین اُسی زمانے میں جبکہ فلورنس کا باشندہ یہ سطور لکھہ رہا تھا ' ایران میں یہ صنعت موجود تھی - چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ ع میں شاہ ایران نے فلیپ سوم شاہ اسپین کو لچکدار شیشے کے چھہ جام بھیجے تھے - یہ جام کسی طرح بھی ٹوٹ نہیں سکتے تھے !

یہ راز صنعت بالاخر گم ہوگیا - یہانتک کہ کئی صدی کے بعد اب پچھلے سال ایک اسٹرین عالم نے اسے دوبارہ معلوم کرلیا ہے - اِس شیشے کا خاصہ یہ ہے کہ شیشے کی طرح شفاف ہوتا ہے ' مگر لچک اِتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ایک پورا قاب انگلی پر رکھہ کر تہہ کرلے سکتے ہیں ! قاب تہہ کرلینے کے بعد گیند کی طرح گول ہو جاتا ہے - یہ گیند اگر زمین پر زور سے مارا جائے تو ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس طرح اچھلتا ہے ' جیسے ربڑ کا گیند اچھلتا ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا اس صنعت سے بہت فائدہ اٹھائیگی - اس سے موٹریں بنائی جائینگی ' اور آئے دن ٹوٹ جانے کا خطرہ دور ہو جائے گا -

اسی طرح قدیم زمانے میں تانبے کے اُسترے بنائے جاتے تھے جو لوہے کے اُستروں سے زیادہ اچھا کام دیتے تھے - مدتوں کے بعد اب معلوم ہوا ہے کہ امریکا کے ایک قیدی نے یہ صنعت زندہ کرلی ہے - اُسے قید سے رہا کردیا گیا ہے تاکہ اسے مکمل کرلے -

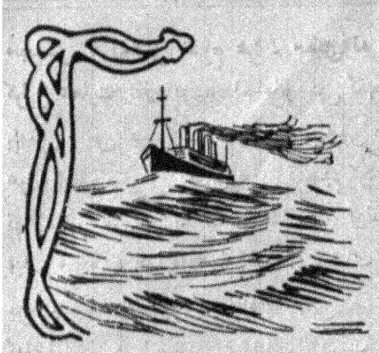

بریدِ فرنگ



روسی انقلاب کی جوبلی

(دسویں سالگرہ کا جشن)



قارئین الہلال کو اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں روس کی سوویت حکومت نے آخری انقلاب روس کی دسویں سالگرہ منائی تھی ' اور اس تقریب کو " کمیونیزم کی دہ سالہ جوبلی " سے تعبیر کیا تھا - اس تقریب میں شرکت کیلیے بعض ہندوستانی رہنماؤں کو بھی دعوت دی گئی تھی ' لیکن اُن میں سے کوئی شخص بھی نہ جا سکا - وقت کی کمی ' حالات کی نامرافقت ' اور زیادہ تر ہندوستانی حکومت کے پروانۂ راہداری دینے کے اشتباہ سے کسی شخص نے قصد ہی نہیں کیا -

اب یورپ کی پچھلی ڈاک کے اخبارات میں اس تقریب کی نہایت دلچسپ اور موثر تفصیلات آ گئی ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ مرسکو کا یہ اجتماع دنیا کے عظیم الشان اجتماعات میں سے تھا - نہ صرف تمام روسی صوبوں سے ' بلکہ دنیا کے دور دراز حصوں سے بھی نمایندوں کی بے شمار تعداد شریک ہوئی تھی - وسط ایشیا کی تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تھے - قفقاز اور ارمینیا نے علانیہ اسمیں حصہ لیا تھا - ایران سے بھی ایک وفد گیا تھا - چین اور جاپان کے بھی نمایندے موجود تھے -

تقریب کے رسوم و اعمال نہایت طول طویل تھے جو کئی دن تک متصل جاری ہے - سب سے زیادہ اہم اور عظیم اجتماع بین الاقوامی جلوس کا تھا جس سے جوبلی کی تقریب کا افتتاح ہوا - اس جلوس کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اسکے شرکاء کی تعداد دس لاکھ آدمیوں سے بھی زیادہ تھی ' اور بیس گھنٹہ سے زیادہ وقت اسکے گذرنے میں لگ گیا تھا - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شریک ہوے تھے ' انہوں نے پورا ایک دن اور ایک رات سڑکوں پر بسر کر دی - جلوس کا ایک سرا شہر کے ایک کنارہ سے شروع ہوا تھا ' اور دوسرا سرا کئی چکر کھا کر دوسرے سرے پر ختم ہوا تھا !



اس موقعہ پر یہ بات یاد رہے کہ موسکو کی آبادی عرض کی جگہ زیادہ تر طول ہی میں واقع ہوئی ہے - وہ دنیا کے اُن شہروں میں سے ایک ہے جو سب سے زیادہ لمبے واقع ہوئے ہیں -

جلوس کے بعد سوویت کی بین الاقوامی مرکزی

مجلس کا اجلاس شروع هوا - ممکن نه تها که کوئي عمارت اتنے بڑے اجتماع کي گنجایش رکهتي - اس لیے ایک کهلے میدان میں منعقد هوا - اجتماع کئي ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تها ' اور هر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمه رکها گیا تها - لینین کا ایک بهت بڑا مجسمه میدان کے دروازه پر بهي نصب کیا گیا تها ' جو روس کے ایک بهت بڑے صناع نے سنه ۱۹۲۴ میں بنایا تها - یه ایک بهت بڑے قطر کا کرهٔ ارضي هے ' اور اس کے قطبي حصه پر لینین کهڑا هے - مجسمه کي یه صورت اس رمز کي طرف اشاره کرتي هے که کمیونزم کي دعوت تمام کرهٔ ارضي کي سرمایه پرستي پر غالب آگئي هے !

هم نے صفحات الهلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا هے - پهلا مرقع اس موقعه کا هے جب سوویٹ کے اعلیٰ حکام جلوس میں شریک هونے کي طیاري کررهے هیں - بائیں جانب سیاه استر خاني ٹوپي اوڑهے هوئے صدر سوویٹ کهڑا هے جسے آج کل تمام یورپ "کمیونزم کے زار" سے تعبیر کرتا هے - اس کے ساتهه جدید کمیونسٹ فوج کي وردي پهنے هوئے ' سوویٹ ارکان حکومت هیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصه هے - اس میں زیاده تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے هیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکهیں تو مسٹر سکلٹ والا کا چهره صاف دکهائي دے رها هے -

---

ترکی کی نسوانی تحریکات

الهلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجهٔ صدر سے هم ایک فرانسیسي اهل قلم کے مقالات کا خلاصه درج کرچکے هیں - اب اس سلسلهٔ مقالات کي تیسري قسط بهي شائع هوگئي هے - اس میں زیاده تر ٹرکي کي موجوده نسواني تحریکات اور انکے مقاصد پر نظر ڈالي هے -

بلاد اسلامیه کے جدید معاشرتي تغیرات کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین مشرق و مغرب کے اخبارات میں شائع "هوتے" رهتے هیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کي معتدل اور حقیقي نوعیت پیش کرنے سے قاصر رهتے هیں - عموماً ایسا هوتا هے که مضمون نگار کوئي خاص





جدید ترکي خواتین
سنه ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

نقطهٔ خیال رکهتا هے ' اور اسي کے مطابق صورت حال کا نقشه کهینچنا چاهتا هے - مثلاً جب کبهي موجوده عهد کا کوئي یورپین سیاح ٹرکي اور مصر کي سیر کریگا ' اور وهاں کي جدید معاشرتي تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکه پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطهٔ خیال قائم کرچکا هے ' اسلیے تغیر و اصلاح کي هر حرکت کو اسي روشني میں دیکهیگا ' اور مجموعي حیثیت سے ایک ایسي تصویر طیار کردیگا ' گویا ٹرکي اور مصر کي جدید جماعتوں نے به یک دفعه اراده کرلیا هے که مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار هو جائیں !

دوسري طرف بعض مسلمان اهل قلم هیں ' جو هندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کي رعایت کرني چاهتے هیں - اسلیے پسند نهیں کرتے که نئي تحریکات کي حد سے بڑهي هوئي آزادانه صورت انکے سامنے عریاں هو - وه همیشه ان تحریکات کے متعلق ایسي مبهم اور گول مول باتیں کهه جاتے هیں ' جن سے صورت حال مشتبه هو جاتي هے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے هیں که ٹرکي اور مصر کي جدید تحریکات کي نسبت جو کچهه کها جاتا هے ' صداقت سے یک قلم خالي هے -

جدید ٹرکي نسبت کئي سال سے ایسا هي هو رها هے - ایک طرف وه بیانات هیں جو دنیا کو یقین دلانا چاهتے هیں که جدید ٹرکي اپنے آپکو مسلمان کهنے کے لیے بهي طیار نهیں - دوسري طرف وه خوش عقیده مسلمان هیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑهکر خیال کرنے لگتے هیں که ٹرکي کے نئي معاشرتي انقلاب کي نسبت جو کچهه کها جاتا هے ' محض یورپین نامه نگاروں کا سیاسي پروپگنڈا هے - حقیقت سے اسے کوئي لگاؤ نهیں -

اس فرانسیسي مقاله نگار کي یه خصوصیت قابل ذکر هے که اس نے اپنے تاثرات کو کافي حد تک اس طرح کي بے اعتدالیوں سے محفوظ رکها هے ' اور کوشش کي هے که بلاد اسلامیه کي موجوده انقلابي ذهنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتهه مطالعه کیا جاے -

هم اس مقاله کا مختصر خلاصه یهاں درج کرتے هیں ' تاکه مسلمانان هند جدید ٹرکی کے فکري تغیرات صحت کے ساتهه معلوم کرسکیں -

مقاله نگار لکهتا هے :

" گذشته دس سال کے اندر ٹرکي کي معاشرتي زندگي میں جو انقلاب رونما هوا هے ' اس کا اندازه کرنے کے لیے همیں نوجوان ترک عورت کي نئي تاریخ حیات پر نظر ڈالني چاهئے -

سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوري انقلاب هوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بھي ایسي نهیں تھي جسے قسطنطنیه کي سڑکوں پر بغیر یشمک (هلکے نقاب) کے نکلنے کي جرأت هو - لیکن پانچ سال کے اندر هي اندر یه حالت هوگئي که فی صدي پچهتر نوجوان لڑکیاں ایسي تهیں جنهوں نے یشمک کي جگه ایک ایسا بالائی لباس اختیار کرلیا تها جو اُن کے چهره کے کناروں کو ڈهانپ لیتا تها ' اور درمیاني حصه بالکل کهلا رهتا تها - چند سالوں تک یه وضع نهایت مقبول رهي - بڑے بڑے باشاؤں کے گهرانے میں بھي اسي وضع کا لباس دڑائنگ روم کي ملاقاتوں کے لیے پهنا جاتا تها - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع هوئي ' تو بهت سي نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکي تهیں - ایک بڑي تعداد ایسي لڑکیوں کي موجود تهي جس نے اسے ترک کردیا تها - وه اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچهي طرح ڈهانپ لیتیں ' لیکن چهره ڈهڈي کے پاس پوشیده نهیں کیا جاتا - وه پوري طرح کهلا رهتا تها "

" جهاں تک عام لباس کا تعلق هے ' ترکي کي شهري عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کي عورتیں ایک عرصه سے یورپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکي تهیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسي عورتیں زیاده نه تهیں ' جنهوں نے کامل طور پر یورپین لباس اختیار کر لیا هو - عموماً اس طرح کا لباس پهنا جاتا تها ' جو یورپین لباس هونے پر بھي بعض مشرقي قسم کي خصوصیات رکهتا تها - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت هونے لگیں - یهاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گهرانوں میں نئي نسل کي

سنه ۱۹۱۳ - میں ترک خواتین کي ایک انجمن کا اجلاس



لڑکیوں نے کامل فرانسیسي لباس اختیار کرلیا - ترکي زبان میں بھي لباس اور فیشن کے ترکي رسائل اُسي طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے هیں - دارالحکومت سے باهر بھي تمام بڑے بڑے شهروں میں کامل قسم کا یورپین لباس رائج هوگیا - گذشته سال مجهے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم هے ' بتلایا تها که سمرنا کے ترک گهرانوں میں پیرس کے تازه ترین زنانه فیشن سے ویسي هي دلچسپي لي جاتي تهي ' جیسي دلچسپي یورپ کے کسي شهر میں لي جاسکتي هے - فرق صرف اتنا تها که پیرس کا جو فیشن ایک هفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یهاں پهنچ جاتا تها ' اُسے سمرنا تک پهنچتے پهنچتے کئي هفتے لگ جاتے تهے ! "

" تاهم یه ساري تبدیلیاں گهر کي چار دیواري کے اندر هي هوتي رهیں - یه ممکن نه تها که کوئي ترک عورت گهر سے باهر بھي اُسي لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وه گهر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتي تهي - باهر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بهت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تها ' جسے کمر کے پاس پیٹي سے کس لیا جاتا تها ' اور وه همارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کي سي هیئت پیدا کرلیتا تها - فرغل پهن لینے کے بعد نه صرف جسم هي کامل طور پر چهپ جاتا تها ' بلکه لباس کي تمام آرائش بھي پوشیده هو جاتي تهي - امیر هو یا غریب ' جوان هو یا بوڑهي ' تعلیم یافته هو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گهر سے باهر هر ترک عورت ایک هي طرح کے لباس میں نظر آئیگي - سنه ۱۹۱۲ - میں جب نوجوان



غازي مصطفے کمال پاشا اور اُنکي سابق بیوي لطیفه هانم

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا ' اور غریب خاندانوں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور ٹیلی فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ' تو اُس وقت بھی اُنھیں اس بات کی جرأت نہیں ہوئی تھی ' کہ یورپین عورتوں کی طرح اپنے آرائشی لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کی بے شمار عورتیں ہیں ' جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتی ہیں ' اور اپنی بالوں کی آرایش اور لباس کی دیکھ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسی خادمائیں رکھتی ہیں ' تاہم وہ بھی جب گھر سے باہر نکلتی ہیں ' تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسی لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتی ہیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ہوتا ' جب تک کہ وہ گھر کی چاردیواری کے اندر واپس نہ آ جائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومی تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے ' اور جو اب نہایت تیزی کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کی معاشرتی ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنہوں نے تغیر و انقلاب کی بہت بڑی مسافت طے کرلی ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کی نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپنی آزاد خیالی اور ذہنی استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقی عورتوں سے بالکل مختلف قسم کی ذہنیت رکھتی تھی ' تاہم اُس میں موجودہ عہد کی وہ بے خوف روح نہیں پائی جاتی تھی جو تدامت کے دائرۂ اثر سے پوری



جنگ سے پہلے ایک زمانہ اسکول کی ترک لڑکیاں



خالدہ ادیب خانم
عہد حاضر کی مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے

طرح آزاد ہو چکی ہے
اُس میں ایک ایسا
محسوس تذبذب اور اضطراب
باقی تھا ' جس کے اند
روح قدامت کی ایک
دھندلی سی تصویر نظ
آجاتی تھی - لیکن سن
۱۹۲۷ع کی ترقی یافتہ
ترک عورت کامل معنو
میں آزاد خیال ہے
اُس کا تذبذب مٹ چ
ہے - اُس میں اضطراب فک
کی جگہ عزم اور فیصلہ پید
ہوگیا ہے - وہ وقت کی رو
سے لبریز ہے ' اور صرف
مستقبل ہی کی طرف نگا
رکھتی ہے - بلا شبہ یہ
صورت حال اس وقت تک
صرف اونچے طبقہ ہی
میں محدود ہے - متوسط
طبقہ کی عورتیں عموم
پچھلی حالت ہی میں
باقی ہیں - لیکن اگر ترکی
کی موجودہ حکمران جماعت
کو فوری زوال پیش نہ آگیا
تو یہ بات یقینی ہے کہ بہت
جلد یہ روح تمام ترکی میں پھیل
جائیگی "

" اب نو جوان عورتیں
پرانا فرغل بھی ترک کرتی جاتی
ہیں ' جو باہر نکلنے کیلیے اُنکی
لازمی پوشش تھی - اسکی جگ
ایک ایسا لباس وضع کرلیا گ
ہے جو گھر اور گھر سے باہر ' دونو
حالتوں میں کام دیسکتا ہے
گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھ
مجھے نہایت حیرت ہوئی تھی کہ
ارکان حکومت کی بیویاں بغیر فرغل
پہنے ہوئے باہر نکلتی تھیں اور
مجلس (پارلیمنٹ) کی گیلریوں
میں بیٹھی نظر آتی تھیں - بعد
کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب
روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے ' اور
اعلیٰ طبقہ کی کوئی ترک عورت
ایسی نہیں ہے جو قدیم فرغل
استعمال کرتی ہو "

تاریخ و عبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتلِ عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے دماغوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانکاہ اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کرسکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جرنیل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہوچکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کردیئے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہورہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ اُن کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کررہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ قریباً ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہوگئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہوگیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت تھی، اس سے اُسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہونچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرسکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کی تائید کی۔ اس موقعہ پر بھی انگریزوں نے ہندوستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئی لیکن اسے بھی مصلحۃً ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھ کر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کردی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کرلی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جرنیل ڈائر کے واسطے ۳۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فوراً ایک معمولی بات پر بھی مشتعل ہوجایا کرینگے۔ جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہوکر قتل عام کردیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اُگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت و ہمت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی ہوں گی۔ میں بچپن میں نکلسن کا نہایت مداح تھا۔ میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آسکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپادی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے۔ سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تندخو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اُسنے لارنس کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک اور ہاڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت و سنجیدگی کے ساتھ درج کردی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنالیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا"

مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کر رکھی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کردی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کرگئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کردیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کرڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کردیئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی سی تعریف کردیتے ہیں۔ مثلاً جھانسی کی رانی کے متعلق تقریباً سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیو روز نے (جسنے رانی موصوف کو شکست دی تھی) ایک دفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی اسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے"

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوگئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کر دی گئی تھیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی پسند نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہوگیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اسنے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی حقیقت طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی مشہور لڑائی اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک افسانہ بن گیا ہے بعض متعرائے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۶۴ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا۔ نہ کوئی دف ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ نہ داستان میں کسی قدر دل ہلا دینے والی ہونگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلا تمیز قتل کر ڈالنا، کسقدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہوکر برسر پیکار ہو جاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبہ کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی دو تین نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہوگئے تھے۔

فارسٹر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھتا ہے:

"۱۰۔ دن کے اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہوگیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا۔ لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بسا اوقات نقصان پہنچا تھا"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستہ نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کے بے رحمانہ قتل پر راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہوگیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہوگئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہوگیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر زبر کر دیئے۔ جھانسی اور کانپور کے حوادث تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور اُن کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سُنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہو جاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہونچا ہو، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور و واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ باایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سدِ راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیں تو بہت سے انگریز اسے بہ نظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو محفوظ افراد پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن و امان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہونا چاہئے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا بہم پہونچنا تقریباً ناممکن تھا حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل علیحدہ ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کلی اعتماد ہوتا ہے وہ اپنی برادری سے علیحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست بہتر یہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا خوش آمدی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہو سکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں دہشناک واقعات سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مین فریل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:۔ تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہوگئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اُس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے درد ناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اٹھا کر گھر تک پہونچا دے لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گذار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادھر اُدھر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اُس کی زخمی ٹانگ سیدھی کر دی۔ وہاں ایک بارہ ۱۲ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی"

امرتسر کے تاثرات سے پتہ لگتا ہے۔ کہ غدر کے تاثرات دو پشتوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاست داں ہو۔

لہ دو ایک شریف زادوں کے بارے میں جنکی جان انگلستان کے دارالتعلیم کے گورنر نے بچائی تھی اس کی داستان بھی لکھی تھی۔ سلطان نے ان کو آزاد کر دیا تھا (الہلال)

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا از سرِ نو انتخاب۔ عثمانیوں کو ترکی کی آبادی۔ ٹرکی اور امریکہ۔ ترکی امیزانیہ۔

غازی کا از سرِ نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلسِ وطنی (پارلیمنٹ) کا از سرِ نو افتتاح ہوگیا۔ غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدرِ جمہوریت منتخب کئے گئے۔ عصمت پاشا بدستور وزیرِ اعظم ہے۔ مجلسِ وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہوئے۔

مجلسِ وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کرکے، صدرِ مجلس کے سامنے حسبِ ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اُس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں اس منصب کے لئے منتخب کرلیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دئے گئے۔ تب صدرِ مجلسِ وطنی نے اُنھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ اُنھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدرِ جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اُس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اُس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کردوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو اُنکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہوجاتا تھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدرِ جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری نحیف استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں اُن تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کماحقہٗ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کردی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کردوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوششیں پورے اطمینان سے اپنی فکر کی سعی مسلسل کو شش رہے گی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمت انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور خود مندی پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوتِ قاہرہ ثابت کردی ہے، قوم کی اُمیدوں اور آرزوؤں کے بالکل

بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہیے۔ جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کرچکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سر چارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اسنے اس کے بُت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بُت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کروگے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رُخ دکھائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرلے یا تلوار کے زور سے محکوم ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جارہی ہے۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ دہکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بُت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رومیش دت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خونناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سُنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کردینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقیناً طیار ہوجائے۔

(ترجمہ چوہدری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

"کیا ٹیگور وفادار ہے؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کررہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالباً یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہوجائے۔ تو بلاشبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کرسکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جاسکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فجٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کردئے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یاد داشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہوجائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی انھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کردئے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہیے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکسر تبدیل کردیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کردی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اُٹھا کر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اُگلا جاتا ہے۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا حادثہ بالکل بھول جانا چاہیے جس طرح کہ ہم ستر مولہ قیدیوں کا ریل گاڑی میں دم گھٹ کر مرجانے کے واقعہ فوراً

مطابق ہے۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک رہے گا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو۔ ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی و خارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب سے ہماری دوستی رہے۔ امن و امان کی کوششیں ہم سے ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم، امن و سلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا:

"عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر، صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی و سعادت کے اسباب کی تحقیق و بحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

"عزیزان وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن و سکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحہ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم و حزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کردے گا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈیکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈیکٹیٹر کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں رہے گی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزیں چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ٹرکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب آستانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اُڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سنادیا۔ عنقریب اس کا اجراء ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دُنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۱ء تک کے اعداد و شمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۳۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	"	۵۵۵۷۴۳۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۳۳۷۵۳۰۰۰	"
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کالنسا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۴۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۶۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۶۴۴۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈرویٹ	۱۴۲۰۷۰۰	"
یاقوت، زمرد	۲۵۴۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شوریٰ	۳۷۳۰۰۰	"	۵۴۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈرویٹ	۴۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار ۱۹۲۳ء میں: ۵۳۰۶۲۶ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرنسوال	۲۸۴۰۶۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
اسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۶۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۳۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۶۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی	
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵	
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳	۱٫۵
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰	
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰	۵٫۲
جاپان	۹۸	۹۶	
فلپائن	۷۰٫۵	۶۱	ہندوستان
فرانس	۹۶٫۵	۹۴	

ٹرکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد و شمار اب شایع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی، ۱،۳۶،۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت و اطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے ازسرنو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُس نے مسٹر نمرو کو اپنا سفیر بنا کر انگورہ بھیجدیا ہے۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۹۱۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۶۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے بھی ۱۷۵۰۳۴۷ پونڈ داخل ہیں۔

برطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۱۹۲۵ء)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو، پی	پنجاب	سی، پی	بہار اور اڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر لڑکے	۱۶۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۰	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۸۶۲	۳۵۸۲۵۹	۲۴۶۲۵۶	۷۹۷۴۶۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۶۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۲	۱۹۱۱۶	۶۱۲۸۱	۱۱۹۲۸	۲۹۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۷۷۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۰۱۳	۳۳۷۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۶۷	۱۵۶۱۶	۲۰۶۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں ۲۴ و ۲۵ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجینیری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی مڈل اسکول	دیسی مڈل اسکول	ابتدائی مدارس	تعلیم یافتہ آبادی کا تناسب
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	۰۰۰۰
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۶۸	۳۰۵۳	۱۵۰۹۱۹	۰۰۰۰۰
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۶۷۷	۰۰۰۰
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۶	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو، پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۶٫۴
بہار، اڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۲۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی، پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۲	۴۱۶۸	۲۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی ۲۴ و ۲۵ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۷۱۳۸۵۴۸	۱۳۴۰۹۷۳۴	۱۲۲۴۲۶۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۳۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۴۷۱۶۵	۱۲۴۸۰۶۳	۳۹۱۸۷۱۲	۶۰۱۳۹۶۹	۴۳۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۴۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو، پی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۴۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۳۱۵۹۳	۲۳۴۰۵۲۶۶
برما	۶۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۱	۶۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۵	۱۴۵۵۱۰۵۳
سی، پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۴۹۸۰۵۹	۶۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار، اڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۶۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۴۳۷	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۳۶۳۳۴۶	۴۴۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۴	۴۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۶۸۶۳۱۸۲	۳۴۷۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ - انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری۔ ایم۔ اے، ایل، ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے اُنکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب ولایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: "۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہئے۔ (۳) طلباء اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب، بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب، بی، اے، مدیر "سچ" لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ۔
مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اُمید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلبا اس طرف توجہ فرمائیں گے۔
"ناظم انجمن اتحاد"

مطابق ہو۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استعمال میں اضافہ ہو۔ ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی و خارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب کے ہماری دوستی ہے۔ امن و امان کی کوششیں ہم ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم امن و سلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا:

"عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر، صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی و سعادت کے اسباب کی تحقیق و بحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

"عزیزان وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن و سکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحہ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جلیل عظیم اختیارات پورے عزم و حزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کرے گا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈیکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈیکٹیٹر کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں ہوگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزیں چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ترکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب اُستانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اُڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سُنادیا۔ عنقریب اس کا اجراء ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دُنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۱ء تک کے اعداد و شمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۳۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	〃	۵۵۵۷۴۳۴۴	〃
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۳۲۷۵۲۰۰۰	〃
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	〃
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	〃
تانبا	۵۷۴۴	〃	۱۳۳۰۰۰	〃
کالنسا	۲۰۹۱	〃	۱۱۵۰۰۰	〃
لوہا	۴۳۳۴۷۰	〃	۵۹۸۰۰۰	〃
سیسا	۱۱۹۴۸	〃	۳۶۳۶۰۰۰	〃
مقناطیس	۶۴۴۶۰۰	〃	۱۵۷۵۵۰۰۰	〃
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈرویٹ	۱۴۲۰۷۰۰	〃
یاقوت، زمرد	۲۵۴۰۰۰	〃	۷۸۸۰۰۰	〃
شورئی	۳۷۳۰۰۰	〃	۵۴۰۷۰۰۰	〃
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	〃
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈرویٹ	۴۸۵۰۰۰	〃

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار ۱۹۲۳ء میں: ۳۰۶۲۶ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرانسوال	۲۸۴۰۶۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
اسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۶۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار ۱۹۲۳ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۳۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۶۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (سنہ ۱۹۲۳ء)

ملک	مردنی صدی	عورت فی صدی	
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵	
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳	۱۰۰
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰	
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۶	
فلیپائن	۷۰٫۵	۶۱	
فرانس	۹۶٫۵	۹۴	

ترکی کی آبادی

ترکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد و شمار اب شایع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی، ۱۳،۰۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے یقیناً یہ اعداد، ترکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت اطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ترکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ترکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سرِ نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُس نے مسٹر تمرو کو اپنا سفیر بنا کر انگورہ بھیجدیا ہے۔ ترکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور فخار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ترکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۹۱۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۶۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے

مطبوعہ ۳۰۳ پریس ڈپارٹمنٹ کلکتہ

برطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۱۹۲۵ء)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو، پی	پنجاب	سی، پی	بہار اور اڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر لڑکے	۱۶۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۹	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۸۶۲	۳۵۸۲۵۹	۲۴۶۲۵۶	۷۹۷۴۶۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۶۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۲	۱۹۱۱۶	۶۶۳۸۱	۱۱۵۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے، لڑکیاں	۱۵۰۸۲۹	۱۷۷۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۰۱۳	۳۳۷۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۳۹۹
	۱۷۱۹۶	۱۱۴۶۷	۱۵۶۱۶	۲۰۶۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں ۲۴ و ۲۵ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجینیری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی مڈل اسکول	دیسی مڈل اسکول	ابتدائی مدارس	تعلیم یافتہ آبادی کا تناسب
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	۰۰۰۰
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۶۸	۳۰۵۳	۱۵۰۹۱۹	۰۰۰۰۰
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۶۷۷	۰۰۰۰
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۵۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۶	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو، پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۶٫۴
بہار، اڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۲۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی، پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۲	۴۱۹۸	۲۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی ۲۴ و ۲۵ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۷۱۳۸۵۴۸	۳۴۰۹۷۳۴	۱۲۲۴۲۶۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۳۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۴۷۱۶۵	۱۲۴۸۰۶۳	۳۹۱۸۷۱۲	۶۰۱۳۹۶۹	۴۳۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۴۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو، پی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۴۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۲۱۵۹۳	۲۳۴۰۵۲۶۶
برما	۶۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۱	۶۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۵	۱۴۵۵۱۰۵۳
سی، پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۴۹۸۰۵۹	۶۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار، اڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۶۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۴۳۷	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۳۶۲۳۴۶	۴۴۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۴	۴۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۶۸۶۳۱۸۲	۳۴۷۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ ۔ انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہو کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری۔ ایم۔ اے، ایل، ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے اُنکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب ولایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہو: "۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہئے۔ (۳) طلباء اور دیگر تمام حضرات اسمیں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہو کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب، بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب، بی، اے، مدیر "سچ" لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ۔

مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اُمید ہو کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلباء اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

"ناظم انجمن اتحاد"

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہی، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دور کا افتتاح ہی۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریت فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہی کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہی۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جا کر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

پادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہی کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہی، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریباً ۴۵ برس سے اُس کے چنگل میں ہی، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہی، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہی۔ مصری قوم پوری طرح بیدار ہو گئی ہی اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہی۔

مسٹر کمڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُس وقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہی۔ معلوم ہوتا ہی، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہی۔ لیکن حالات اُمید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہی:

"ہز اکسلینسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہی۔ اُمید ہی اس گفت و شنید نے ہمیں اس صحیح بنیاد تک پہونچا دیا ہوگا جس پر مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہی، جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے"

دوسرا بیان خود مصر کا ہی۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہی:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طول طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہ ہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہدنامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیں تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہی کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا، جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پا سکا، تو یقیناً یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکہ ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہی، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبار سے اپنی آزادی تسلیم کرا لے سکتی ہی۔ مگر ہندوستان، جو ایک پورے براعظم کا درجہ رکھتا ہی، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہی، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہی!

ہندوستان کو دھوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن، انگلستان سے آ رہا ہی۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہی۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہی۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہی۔ دیکھا چاہئے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ برا ہوتا ہی؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہی۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہی کہ "ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہی تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہی کہ مصطفےٰ نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفےٰ پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں۔ یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنے جماعت وفد میں بھی اور قومی پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفےٰ نحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی تاریخ ہی جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہی۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفےٰ نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہی۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہی۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہی:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا دے سکتا ہی اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہی۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہی۔ ارباب قوت کی یہ کوششیں کسی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیت الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح صورت میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ راسخ ہوتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحاد کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑھے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُس وقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہی۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی، جن کی شخصیت مسلم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں، جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُس وقت مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہی

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے۔ اُسنے آخری سوال یہ کیا "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہو جائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد پاشا کے گھر پر خفیہ جلسے ہو رہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو آگاہ کر دیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کر دیں یہ ۱۱ نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا یہی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کر دیا اور ۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد پاشا، علی شعراوی باشا، اور عبدالعزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعویٰ لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اُنھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چیں بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کر دیا کہ اپنی حکومت سے گفت و شنید کر کے جواب دوں گا۔

مصری وفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے اُنھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد پاشا، مجلس تشریع کے سکرٹیری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور اُنھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد پاشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کر لیں چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شایع کیا کہ اس وفد کو آزادی کی جد و جہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد پاشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی۔ وزیر اعظم نے ۲۵ نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے از سر نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں، جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کر چکی ہے!

۳ دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کر لی اور وفد نے اپنی جد و جہد شروع کر دی۔ ۱۳ جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے، اس جذبے نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پا لیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہو چکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہو جانا چاہئے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں"!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نامنصفانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کر دی مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے روبرو اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہو گئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کر لے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزوئیں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرأت کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۷ فروری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی مسٹر پرسیون نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کر دی ہے مصر سے کبھی رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہو گئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جا سکے"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کر دیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۶ مارچ ۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کر کے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کر دیا "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلاوطنی

اس واقعہ کے دو ہی دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، حمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کر کے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کر دیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہو گئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کر ڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور اُنھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلاوطن کر دیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ البنی مصر پہنچے، اور اُنھوں نے یقین کر لیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ ۷ اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلاوطن قومی نمائندوں کو آزاد کر دیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسپر قانع نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ ۱۱ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعویٰ پیش کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد پاشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہو گئے۔ سعد پاشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلاوطنی تو ختم ہو گئی۔ مگر اُس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہم پر قوم کی جانب سے عائد ہو گئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دول اتحادی کے مدبر صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہم پر بند کر دئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شایع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں ان الفاظ سے دول متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہو گیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہو گئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کر کے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کر دیا۔ اسپر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے۔ برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ اُسنے پھر فریب دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس دلچسپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی اُسے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پوری قوم متحد و متفق ہے، اور بیک آواز "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہے!

ملنر کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے"۔ کمیشن مایوس ہو کر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لندن میں دعوت دینی پڑی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہے۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی روداد میں تسلیم کر لیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت ایک حقیقی وطنی حرکت ہے، اور یہ کہ وفد مصری پورے ملک کا صحیح نمائندہ ہے۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دوسری فتح

جد و جہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کر دیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ ہے!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نااتفاقی نے حالت بدلدی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی باشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نااتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کر لئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سر نو دور دورہ شروع ہو گیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لندن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کر لی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جا کر اپنی روداد شایع کر دی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلہ مصر کا ایک ہی حل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مصر کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت فائدہ پہونچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے، حقیقت حال سے واقف ہو گئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۸ء میں شایع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اُردو کتابت و طباعت کا بہترین نظر فریب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے۔ وہ آفتاب سے ۴۸۳۰۰۰۰۰۰ میل دور ہے۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہے، مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہے کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہے، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہے۔

مشتری کا فلک ۲۷۱۷۰۰ میل کے دائرے میں ہے۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہے۔ اپنے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہو جاتی ہے۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ۴ بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقعہ دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فلکی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے، کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے انھیں جذب کر لیا، یہاں تک کہ اب قریب ہے انھیں بالکل جذب کر جائے، اگرچہ یہ ستارے اب تک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رقبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جا سکی۔ علماء کا خیال ہے کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بُعد سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہے۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہے۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہے کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابر، آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہے۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہے کہ اُس کا پورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزاء بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دوری پر ہے، بہت ہی عظیم ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

انسان کا مستقبل

سر فلیپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہے۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شایع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کر کے سخت خطروں میں پڑ گیا ہے۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کر کے مسخر کر لے، یا خود مغلوب ہو کر برباد ہو جائے حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہے کہ قدرت سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کر دیا جائے یعنی التواء جنگ ہو جائے، تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لا سکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہو کر رہ جائے گا اور فتح تباہ کن شکست بنجائے گی۔"

"لیکن یقین نہیں کہ دنیا اس تجویز پر عمل کر سکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب روکنے سے بھی رکتا نظر نہیں آتا۔ ہزارہا برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہو گیا ہے۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہے"

"اب انسان کی کوشش یہ ہے کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جسپر اب تک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہے کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہے کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکییف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ اب وہ چاہتا ہے کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے"

"انسان نے اب معلوم کر لیا ہے کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سراسر اُن غدود یا گلٹیوں سے وابستہ ہے، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں اگر مادا کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادا بنا دیا ہے، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دیجائیں جن کی وجہ سے ذی روح نر ہوا کرتا ہے، تو فوراً جنسیت بدلجائے گی۔ یعنی مادا، نر بنجائے گی اسی طرح نر کو مادا بنا دیا جا سکتا ہے۔ اب معلوم ہو چکا ہے کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہے، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہو جاتا ہے۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کر دی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہو جا سکتا ہے۔ اب قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں۔ یہی حال

اور کوئی حد نہیں رکھتی۔ انسان کتنا ہی بلند ہو جائے، پھر بھی فضاء قدرت اتنی ہی بلندی پر رہے گی، جتنی بلندی پر ہمیشہ سے چلی آتی ہے!

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بر نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرتا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک حاذق الزمان حکیم اجمل خاں صاحب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو مگر اسکے چند اقسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۳۲ء مفت جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

مستورات کے لئے بہترین تحفے

نئی ایجاد بے نمونے

چوڑیاں: یہ نہایت خوبصورت نازک اور منقش چوڑیاں حال ہی میں تیار ہو کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین ہیرے جواہر یا قوت نیلم اور پکھراج کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے۔ لیکن رنگ و رونق میں مطلق فرق نہیں آتا۔ نہ سیاہی دیتی ہیں۔ مستورات کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ صرف ایکروپیہ میں ۔۔ ۵ روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہو دوسرے لوگ یہی چوڑیاں ڈھائی روپئے کی ۸۔۸ فروخت کرتے ہیں لیکن ہم نہ زیادہ بچری اور تھوڑے منافع کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے قیمت بہت کم کر دی ہو۔ یعنی بارہ چوڑیوں کا سٹ قیمت صرف ایکروپیہ اس شرط پر کہ کم از کم ایک سٹ ضرور منگوائیے۔ کہ اگر ناپسند ہوں تو واپس کر کے دام لے لیجئے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔

گولڈن انگوٹھیاں: ہر ناپ کی نگدار نہایت نفیس اور خوبصورت انگوٹھیاں حال ہی میں تیار ہو کر آئی ہیں۔ خالص سونے کی انگوٹھی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ایک انگلی میں یہ انگوٹھی پہنئے اور دوسری میں خالص سونے کی۔ اگر پہچان لے۔ تو ہمارا ذمہ۔ کسی جوہری صراف کے پاس لے جائے۔ وہ بھی فوراً شناخت نہیں کر سکے گا۔ اگر آپ کو انگوٹھی کی ضرورت ہو۔ تو آپ کیوں ناحق ۲۵۔۳۰ روپئے ضائع کرتے ہیں، کیوں نہیں صرف ایکروپیہ میں کام لیتے ہیں۔ قیمت فی عدد ایک روپیہ۔ تین کے لئے ڈھائی روپیہ (عہ)

خط و کتابت کا پتہ۔ منیجر زنانہ کاروبار لاہور



جلد آرڈر دیجئے

سونے کی چوڑیاں

زبردست رعایت

یعنی

تین روپئے کے بجائے سوا روپیہ میں

ہمنے مال کی کفایت کی غرض سے ان چوڑیوں کی قیمت میں خاص رعایت کر دی ہو۔ کیونکہ ہم براہ راست مال منگاتے ہیں اس لئے یہ رعایت کی گئی ہو یعنی بجائے تین روپیہ فی سٹ کے سوا روپیہ فی سٹ۔ یہ چوڑیاں خول کی صورت میں بنائی گئی ہیں انکے اندر ریشمی رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین ہیرے جواہرات کے نگینے انکے اندر جڑ دیئے گئے ہیں صنف نازک کے لئے عجیب تحفہ ہو اور سوا روپیہ میں ڈھائی سو روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ برسوں استعمال کیجئے خراب نہیں ہوتیں۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ ناپ ضرور روانہ کریں۔ قیمت فی سٹ ۱۲ عدد سوا روپیہ (عہ) محصول ۹۔ ایجنٹ جلد خط و کتابت کریں۔ نمونے کے لئے دو آنے (۲ر) کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ ملنے کا پتہ۔ بی۔ کے برادرس ایجنٹ کوٹ نمبر ۹۵ دہلی

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب، ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں۔ کیس ۲۱ خوراک معجون سیحا اور ایک شیشی روغن سیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ ساتھ روپیہ تیرہ آنہ (۱۳ر ۱۰ر)

—: دفتر معالج برص نمبر ۱۰ دربھنگہ (بہار) :—

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں: جن کے استعمال سے صدہا عملی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ہمارے عملی کے لئے ۱۰ گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ پتہ حکیم محمد عمر اینڈ سنز۔ موگا۔ ضلع فیروز پور پنجاب

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کی مُسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی! ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سی مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولٰنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بلدہ آنے (۱۲ر)

(مینجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سی

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے